READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM

ماہنامہ

سچی کہانیاں

August
2016

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM

☆ ''مسئلہ یہ ہے'' قرآنی آیات کی روشنی میں آپ کے مسائل کا حل

☆ ایم اے راحت کا نیا تہلکہ خیز سلسلہ ''زرد لومڑی''

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ماہنامہ سچی کہانیاں کراچی

E-mail:pearlpublications@hotmail.com

بانی سہام مرزا

منیجر مارکیٹنگ
021-35893121

منیجر سرکولیشن
0333-2269932

مدیرہ اعلیٰ : منزہ سہام

مدیر : کاشی چوہان / دانیال شمسی

انکم ٹیکس ایڈوائزر
مخدوم اینڈ کمپنی (ایڈووکیٹس)

MEMBER
APNS
CPNE
رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز

رابطے کے لیے
021-35893122
021-35893123

خط و کتابت کا پتا: 88-C II فرسٹ فلور خیابان جامی کمرشل
ڈیفنس فیز-7، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کراچی

قیمت فی شمارہ: 60 روپے ☆ جلد: 33 ۔ شمارہ: 08 ☆ اگست : 2016ء

ایڈیٹر، پبلشر: منزہ سہام نے سٹی پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔

پرل پبلی کیشنز کے تحت شائع ہونے والے پرچوں ماہنامہ دوشیزہ اور سچی کہانیاں میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹی وی چینل پہ ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

07 ایدھی بھی چلے گئے — منزہ سہام

08 احوال — کاشی چوہان
قارئین کے خطوط اور حال احوال کا دل چسپ سلسلہ

31 لائف بوائے — اسماء اعوان
حقیقت سے جڑی وہ کہانیاں، جو اپنے اندر کامیابی کے راز پنہاں رکھتی ہیں

35 فریبِ نظر — جاوید راہی
اُس انسپکٹر کی دہشت ناک داستان جو فریب نظر کا شکار ہو کر اپنی جان گنوا بیٹھا

55 پھر سے زندہ ہوگئی — محمد سلیم اختر
اُس ہندو دوشیزہ کی داستانِ عجب، جو مر کر پھر سے زندہ ہوگئی تھی

60 وہ فرشتہ — [illegible] بشریٰ
اُس مہربان دوست کی کہانی جو ہمیشہ فرشتہ بن کر اپنے دوست کی مدد کرتا رہا مگر......

70 پاور آف لو — ضرغام محمود
اُس شخص کی کہانی، جو بیوی کے قاتل سے انتقام لینے کے لیے مر کر بھی نہ مرا تھا

88 بس ذرا سی چھاؤں... — محمد قاسم خان بلوچ
اُس نوجوان کی پُراسرار داستان، جو آج بھی ایک بُری آتما کی قید میں جی رہا ہے

98 VICTIM کون؟ — ماہ وش طالب
اُس خاندان میں کوئی [illegible] جان پایا کہ ان میں سے شیطان کون تھا

106 رب کا انصاف — ممتاز احمد
رشتہ نہ ملنے پر کالے علم کا سہارا لے کر برباد ہونے والے شخص کی داستان

112 وہ چتکبری بلّی — نادیہ ملک
ان قارئین کے لیے پراسرار نمبر کی سوغات جو بلیوں سے بہت عقیدت رکھتے ہیں

119 خمیازہ — ثمینہ طاہر بٹ
کھیل ہی کھیل میں پڑنے والی افتاد نے اُس خاندان پر زندگی ہی تنگ کر دی تھی

130 بندر کا پنجہ — صداقت حسین ساجد
اُس باپ کی دل خراش داستان، جو دولت کے لالچ میں اندھا ہو کر اپنی متاع گنوا بیٹھا

136 زرد لومڑی — ایم اے راحت
جاسوسی کی دنیا میں تہلکہ مچا دینے والا ایم اے راحت کا نیا سلسلہ

152 فرعون کے مجرم — بنتِ حوا
اپنے اہرام میں فرعون کو نیند سے بے دخل کرنے والوں کی اندوہ ناک داستان

160 آخری فرعون — ملک صفدر عباس اعوان
فراعنہ کی سرزمین سے [illegible] آخری فرعون [illegible]

فون: 021-35893121-35893122 / پرنٹر: حسام الدین عباسی، پرنٹ: سی پریس، OB-7، تالپور روڈ، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

175 ایک تصویر، ایک کہانی
دانیال شمسی
آنکھ کے کیمرے میں محفوظ ہو جانے والے ان مناظر کو آپ فراموش نہیں کر سکتے

176 بھارت میں بلیک لسٹ
محمود شام
نامور صحافی محمود شام کے بے باک قلم سے سفر نامۂ بھارت

188 وہ میرا دولہا ہے
[illegible]
اچانک شادی والے روز دولہا سمیت پانچوں بھائی کسی اور دنیا میں پہنچ گئے اور

192 بھید بھرا گھر
فوزیہ مرید احمد
اس گھر میں وہ نادیدہ پراسرار عورت میری بیٹی کی کیوں دشمن ہو گئی تھی؟

196 میرا پیچھا چھوڑ دو
سعدیہ عابد
اس دوشیزہ کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ جو اب تک اس مخلوق سے پیچھا چھڑا نہ سکی

201 وہ کنگن
شیما عبدالقیوم
اس سہاگن کا قصہ جسے اس کی ساس ایک کنگن میں باندھ کر ختم کر دینا چاہتی تھی

208 بیری کا درخت اور وہ
محمد احمد جامی
دیکھتے ہی دیکھتے بیری کا آسیب اس دوشیزہ پر حملہ آور ہوا تھا اور پھر

216 سرسوں کا ساگ
ماریہ یاسر
لہلہاتا سرسوں کا ساگ ہی اس معصوم کے لیے عفریت بن گیا تھا

220 [illegible] شرارت
احتشام شامی
اس نوجوان کی داستان جو کسی اور کی قبر میں اتر کر ایک تجربہ کرنے گیا اور.....

224 آسیب کون تھا؟
[illegible]
پوری [illegible] کے ساتھ رہنے والا وہ خاندان کون تھا

228 مسئلہ یہ ہے
ادارہ
آپ کے مسائل کا حل، یہی کہانیاں کا لازوال سلسلہ

237 ہائیڈ پارک
ڈی خان
زندگی کے رنگوں سے آباد وہ گوشہ جسے قارئین خود ترتیب دیتے ہیں

240 جائز
وقاص حسین
ایک جن زادی کی انوکھی داستان جو محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز سمجھتی تھی

250 رات کے مسافر
ڈاکٹر خادم حسین کھہڑا
[illegible]

257 تیرِ نیم کش
قارئین
قارئین کی سخن فہمی کی [illegible]

000 متفرقات
[illegible]
چیدہ چیدہ معلوماتی اقتباسات

WWW.PAKSOCIETY.COM

زر سالانہ بذریعہ رجسٹری پاکستان 890 روپے افریقہ 65 ڈالر کینیڈا آسٹریلیا 65 ڈالر ایشیا یورپ 55 ڈالر / قانونی مشیر جی ایم بھٹو ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ایدھی بھی چلے گئے

سنا تھا اور پرکھا بھی کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہر شے تبدیل ہوتی ہے، چاہے موسم ہوں، حالات ہوں یا پھر رشتے سب ایک دن ضرور اپنی اصل شکل کھو دیتے ہیں یا کم از کم کسی حد تک تبدیل ضرور ہو جاتے ہیں.....

بات بہت پرانی نہیں قصہ **80**ء کی دہائی کا ہے جب ملیشیا شلوار قمیض میں، قدرے سیاہ داڑھی والے شخص کو میں نے سچی کہانیاں کے آفس میں دیکھا۔ پیروں میں سستی سی چپل اور ہاتھ میں سیاہ سرورق والی کتاب، لب ولہجہ سادہ مگر کچھ نہ سمجھ میں آنے والا..... یہ میری پہلی ملاقات تھی ایدھی صاحب سے ابو کے کمرے میں..... پھر وقتاً فوقتاً بلقیس ایدھی صاحبہ سے رابطہ ہوتا رہا..... ایک مکمل انسان جس پر بنانے والے کو بھی 'فخر' ہوتا ہوگا..... بے سہاروں کا مسیحا اور اُن لاوارث زندگیوں کو جھولے سے اُٹھا کر سینے سے لگانے والا، جنہیں ان کے اپنے جانوروں کی غذا بننے کے لیے چھوڑ جاتے تھے۔ اُن لاوارث لاشوں کا کفن دفن کرنے والا جن کا حق تھا کہ انہیں انسان ہونے کے ناتے دوسرے انسان کم از کم عزت وتکریم سے زمین بردکریں۔ ایسے بلند کردار انسان کے بارے میں کچھ بھی لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ مگر بحیثیت پاکستانی یہ میرا فرض ہے کہ میں ایدھی صاحب کو خراجِ عقیدت پیش کروں۔ مجھے یقین ہے کہ جس عزت واحترام سے وہ اپنے آخری سفر پر روانہ ہوئے رب کائنات نے ان کے لیے بہترین اجر رکھا ہوگا۔ اللہ ہم سب کے ایدھی صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین۔

منزہ سہام

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

احوال

قارئین کے درمیان رابطہ، آپ کے خطوط اور اُن کے جواب

پیارے ساتھیو!

عید گزر گئی۔ بہت پیارے دوست اظہر حسیب کا ایک شعر آپ کی سماعتوں کا رزق بناتے ہیں۔

میرے دل میں رہنے والے ☆☆☆ سب لوگوں کو عید مبارک۔

گو کہ عید پرانی ہوئی مگر اچھا شعر بھی امانت کی طرح ہوتا ہے۔ یہ تو تھی خوشی آیئے اب روح کے ساتھ لگے گھاؤ کا سینہ چاک کرتے ہیں۔ رمضان میں امجد صابری کی بے وقت موت نے تڑپایا تو عید بعد عبدالستار ایدھی صاحب بھی اس دنیا سے پردہ کر گئے۔ ایدھی صاحب کے لیے میرے جذبات احوال کے اختتام پر نظم کی صورت پڑھیے گا۔ یہ سانحہ مجھے رنجور کر گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے ساتھیو! جیسے انسانیت سے محبت کرنے والے شیشے پر پھسلتے پانی کی طرح ہو گئے ہیں۔ اس پانی کی تحریر بھی سب نہیں پڑھ سکتے بلکہ کوئی کوئی ہی اس شفاف زبان کا ماہر ہوتا ہے۔ پیارو! کراچی میں آج کل جنت نظیر موسم ہے۔ ہلکی ہلکی بارش برستی ہے اور من جل تھل کر دیتی ہے۔ کوئی بھی ہمارے شہر میں چھتری استعمال نہیں کرتا۔ کیوں چلیں ہم چھاتا ٹیک کر بھائی، ہمیں بھی حق ہے بوند بوند ترستے پانی سے تن من سیراب کرنے کا۔ میرے شہر نے بڑی خوں آشامی دیکھی ہے۔ برسوں بیت گئے چین کی نیند سوئے۔ اب تو یوں لگتا ہے کہ اگر نیند آ گئی تو سمجھو حشر کے روز ہی اٹھیں گے۔ کتنے زمانوں بعد تو میرے شہر میں کچھ سکھ کا موسم آیا ہے۔ اور سکھ کا موسم آتے ہی یہ کالی کالی گھٹائیں روز ہی چلی آتی ہیں۔ اور یہ بھیگا بھیگا موسم چپکے سے کچھ نہیں بہت کچھ کہہ جاتا ہے۔ اور اس موسم کی سوغات لیے ہم یہ اعلان کر رہے ہیں کہ سچی کہانیاں کا پہلا رائٹرز ایوارڈ بہت جلد منعقد ہوا ہی چاہتا ہے۔ اب تو خوش ہونا پیارو! سجنو! مترو! مٹھوں! خدا کرے ہم اس امتحان میں سرخرو ٹھہریں۔ چلیے ساتھیو! اب احوال کا آغاز کرتے ہیں۔ اپنے بہت پیارے لکھاری ساتھی ممتاز احمد کے نامے سے۔ سرگودھا سے ہمارے عزیز ساتھی لکھتے ہیں۔ ''ماہ جولائی کا شمارہ 2 جون کو موصول ہوا۔ چار دن بعد عیدالفطر تھی تو ڈبل عید ہو گئی۔ اللہ کریم تمام مسلمانوں کی عبادات اور دعائیں اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے، آمین۔ اس بار ٹائٹل بہت شاندار تھا۔ معصوم سی دوشیزہ کے سر پر دوپٹہ جو اس کی خوب صورتی میں اضافہ کر رہا تھا اوپر کارنر پر عید مبارک نے ٹائٹل کو دلکش بنا دیا۔ اداریہ میں بہن منزہ اپنی نیک تمناؤں، خواہشات کے ساتھ عید کی مبارک باد دے رہی تھیں تو دل سے خیر مبارک۔ احوال میں پہنچا تو دل بہت غمگین اور دکھی ہو گیا۔ کاشی بھائی کے پھوپا جان کے انتقال اور ان کے جواں سال خالو کی وفات نے دل کو دکھی کر دیا۔ سرکولیشن منیجر اقبال زمان صاحب کے بہنوئی کی وفات اور مینا تاج کے دنیا سے چلے جانے کی خبروں نے بہت غمگین کر دیا۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مرحومین کی بخشش و مغفرت بلندی درجات کے لیے دعا گو ہوں۔ ایک لمبی مدت کے بعد ہمارے محترم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

عبدالعزیز جی آ صاحب احوال میں تشریف لائے ان کا خط پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ جی آ جی! اب آئندہ غیر حاضری نہیں چلے گی ورنہ..... سب سے پہلے نئے احوالیوں نعمان احمد آرائیں، فرزانہ گل، بشریٰ کنول، اسد اللہ سانگی، ایم مجاہد حسین جائی، نور صبا، رمشا ملک، ثناء ملک، شہناز پروین کو احوال میں خوش آمدید۔ ویلکم۔ جن دوستوں نے میری کہانی ''پکوڑے گرم'' کو اپنی پسندیدگی کی سند سے نوازا۔ میری حوصلہ افزائی کی ان سب کا دل سے ممنون اور شکر گزار ہوں۔ اب بات ہو جائے جولائی کے شمارے کی۔ کمرشل کہانی ''لائف بوائے'' کچھ نیا کر دکھائے حسب سابق بہت شاندار کہانی تھی۔ ''نئے چراغ'' بہت زبردست اور انوکھی سچ بیانی تھی۔ ''رشتے ناتے'' سب مایا ہے آج کے دور کی ایک تلخ سچ بیانی ہے۔ غریب انسان کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو با اخلاق ملنسار ہو۔ اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی بس مالداروں کے ہی سب ہوتے ہیں۔ ''کون سنے فریاد'' ایک رلا دینے والی سچ بیانی تھی۔ ایک عرصے کے بعد فیصل ندیم بھٹی ایک بہت اچھی سبق آموز کہانی نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم لے کر آئے۔ ویلڈن فیصل۔ منزل کہاں تھی، ہیرو، نام بھی نہ رہے گا، آپا بیگم، ملن، سوئی اچھی کہانیاں تھیں۔ بھائی مقصود احمد بلوچ ''قسمت'' کے عنوان سے کہانی لے کر آئے جو کچھ بے چاری نازو کے ساتھ ہوا ایسی بے شمار کہانیاں ہمارے اردگرد بکھری پڑی ہیں۔ شاہد رفیق سہو کی ''سلو پوائزن'' عبرت کا سامان لیے شاندار کہانی تھی۔ مسز نگہت غفار نے ''کیا لے جائے گا'' کے عنوان سے بہترین کہانی پڑھنے کو دی بہت اچھی کہانی تھی۔ ''آدھی سہاگن'' جاوید راہی حسب سابق بہت عمدہ اور لاجواب کہانی لے کر آئے۔ ''زربخت اور شب گل'' سیدہ عطیہ زاہرہ کی مختصر مگر ایک اچھی تخلیق تھی۔ راشد لطیف کی کہانی ''انصاف کون کرے گا'' مارچ 2016ء کے ایک میگزین میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ ابھی یہاں تک پڑھا ہے۔ باقی شمارہ زیر مطالعہ ہے۔ ''ہائیڈ پارک'' میں حسین خواجہ کا انتخاب بہت اچھا تھا۔ نزاہت افشال اور عمارہ ناز کے کلام بہت عمدہ تھے۔ انشاء اللہ اگلے ماہ حاضری ہوگی اگر زندگی نے وفا کی تو.....''

☆: پیارے بھائی ممتاز! تبصرہ ہمیشہ کی طرح شاندار رہا۔ آپ کی محبت کی کیا مثال ہو۔ اب تو لفظ بھی ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ راشد لطیف کے لیے صرف اتنا کہنا کہ حسرت ان غنچوں پہ ہے جو..... امید ہے راشد سمجھ گئے ہوں گے۔ نشاندہی کا شکریہ۔''

✉: مجید احمد جائی، ملتان شریف سے لکھتے ہیں۔ سچی کہانیاں جولائی عید مبارک دیتا ہوا بہت لیٹ ملا۔ وجہ عید کی چھٹیاں جو آ گئی تھیں۔ سرورق بہترین اور اعلیٰ تھا۔ منزہ سہام سے عید مبارک وصول کی اور اُن کے عہد کے ساتھ آمین کہتے احوال کی محفل میں پہنچے۔ خواجہ حسین صدارت کی کرسی پر براجمان تھے اور ہمیں یاد بھی کر رہے تھے شکریہ۔ عبدالعزیز جی آ کا لیٹر دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ مینا تاج کے انتقال پر ملال ہے اور کاشی چوہان کے پھوپا جان اور محمد اقبال زمان کے بہنوئی محمد زمان کی وفات کا سُن کر دل دکھوں کے سمندر میں ڈوب گیا۔ 9 جولائی کو انسانیت کا مسیحا اس دُنیا سے رُخصت ہوئے۔ وہ شخصیت کسی انعام، ایوارڈ کی محتاج نہیں تھی۔ فرزانہ گل صاحبہ ہم آپ کو بھولے نہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا جو ہم یاد نہ رکھیں۔ اسد اللہ سانگی، نے یاد رکھا ممنون و مشکور ہوں۔ اس کے علاوہ نئے چہروں سے ملاقات ہوئی، خوش آمدید۔ نئے پرانے احوالیوں سے محفل خوب سجی ہوئی تھی۔ سبھی کو سلام و دُعائیں۔ خوش رہیں، خوشیاں بانٹیں۔ کہانیوں میں خدا ملا نہ صنم سب سے پہلے پڑھی۔ شازیہ نے غلطی کی اور سزا بھی اُسے ہی ملنی تھی۔ منزل کہاں تھی، ملن، نئے چراغ، آپا بیگم، کیا لے جائے گا، آدھی سہاگن، بازی گر، خزانہ، انصاف کون کرے گا، ملاپ، بہترین کہانیاں تھیں، بادبان خوب جا رہا ہے، زہر عشق رونگٹے کھڑے کر دینا والا ناول ہے، بھارت میں بلیک لسٹ بھی خو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ب چل رہا ہے۔اس کے علاوہ مسئلہ یہ ہے، ہائیڈ پارک، اور تیر نیم کش زبردست جا رہے ہیں۔ڈاکٹر خادم حسین، ایم مجاہد حسین جائی، اور تمام دوستوں کو محبتوں بھرا سلام۔

☆: بھائی مجید! بہت شکریہ "آپ" کی محبت کا۔

✉: نور صباء، ملت کالج قاسم پور، ملتان سے لکھتی ہیں آئے ہیں ہم بڑے سج دھج کے، عید کی خوشیوں میں اضافہ کرتے سچی کہانیاں نے دِل جیت لیا۔ سچی کہانیاں کا سرورق بہت خوبصورت تھا اور منزہ سہام عید کی مبارک باد دے رہی تھیں۔ ناں۔۔۔۔کرو۔۔کرو شوق سے بچپن کی باتیں کرو۔کاشی بھائی کی وجہ سے احوال کی محفل محبتیں بانٹ رہی ہے۔خوشیوں کا سماں ہے، مسکراہٹیں ہیں، چاہتیں ہیں۔۔۔اللہ سب کو سلامت رکھے آمین۔ سبھی احوال اچھے تھے۔آپ کی نظم بہت پسند آئے۔ بڑی گہری نظر رکھتے ہو۔اردگرد ب، معاشرے پر کہانیوں میں لائف بوائے خوب تھی، نئے چراغ، رشتے ناتے، چٹھی نہ کوئی سندیس، خزانہ ،اچھی لگی، زہر عشق کی قسط سپر رہی، بادبان، زرد لومڑی بھی خوب رہی، سفر نامہ اچھا ہے۔۔۔باقی کہانیاں زیر مطالعہ ہیں۔۔۔تبصرے کیوں۔۔؟ جب پڑھی ہی نہیں۔اب اجازت۔

☆:: اچھی نور صبا! تمہارا تبصرہ بڑا بولڈ تھا بھئی۔ ہمیں سنسر کرنا پڑا۔خوش رہو بچی! ہمیں سیاست میں بھیج رہی ہو۔سیاست کی نانی ہو تم لڑکی تم۔

✉: ہماری بہت پیاری بھابی صائمہ مجید، ملتان شریف سے لکھتی ہیں۔ سچی کہانیاں ماہ جولائی عید مبارک دیتا ہوا موصول ہوا۔سرورق پہ لڑکی دوپٹہ خوبصورتی سے اوڑھے خوبصورت انداز میں کسی کو گھور رہی تھی۔خوبصورت انداز میں محبت پوشیدہ ہے۔منزہ سہام سبھی اہل وطن اور قارئین کو عید مبارک پیش کر رہی تھیں۔(خیر مبارک) احوال میں کاشی بھیا کی باتیں دل کو بھا گئیں۔ بھائی مقصود احمد بلوچ دُعائیں دینے کا بہت بہت شکریہ ،کہانی کی پسندیدگی کا شکریہ، آپ کی قسمت کہانی اچھی ہے۔نزابت افشال، انکل ممتاز احمد صاحب، سید ملازم حسین شیرازی، عمارہ ناز آپ کی محبتوں کی مقروض، فرزانہ گل صاحبہ آپ کا فیصلہ تسلیم ہے۔خالد یوسفی صاحب، شازیہ گل، بشریٰ کنول، اسد اللہ سانگی، احسن ابرار رضوی، ڈاکٹر خادم حسین کھیڑا، میرے شہر سے کنزہ ملک، ایم اے راحیل صاحب آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ نے کہانی کو پسند کیا۔اس کے علاوہ نئے لوگوں کی آمد اچھی لگی، پرانے چند ساتھی روپوش ہو گئے ہیں، مہربانی فرما کر محفل میں حاضری یقینی کریں، عبدالعزیز جی آنکل ،اب آپ آ گئے ہیں تو جانا نہیں ہے، کاشی بھیا آپ کی نظم دل کی نہاں خانوں کو زخمی کر گئی۔۔اللہ آپ کی زبان مبارک فرمائے۔۔۔آمین۔ مینا تاج اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئی، اللہ تعالیٰ اُنہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔کہانیوں میں ملن، منزل کہاں تھی، آپا بیگم، نہ خدا ملا نہ صنم، رشتے ناتے، نئے چراغ، کون سنے فریاد، آفیسر، چٹھی نہ کوئی سندیس، ایک منٹ تیس سیکنڈ، کیا لے جائے گا، سپر ہٹ کہانیاں تھیں، آدھی سہاگن، جرم کہانی بہت اعلیٰ تھی، زہر عشق کسی تعریف کی محتاج نہیں، بھارت میں بلیک لسٹ، خوب جا رہا ہے، بادبان ناول اچھا چل رہا ہے، مستقل سلسلے خوب سے خوب تر ہیں۔

☆: پیاری سی صائمہ جی! تبصرہ خوب رہا۔ جیو اور من کی مرادیں پاکر جیو (آمین)

✉: سونیا خان، بستی شاہ گردیز کوٹلہ رحم علی سے عرض گزار ہی ماہ جولائی کا سچی کہانیاں حسب روایت ملا ۔ٹائٹل زبردست تھا، منزہ سہام، عید مبارک دے رہی تھیں خیر مبارک آپ کو بھی بہت بہت عید کی خوشیاں مبارک۔۔۔احوال میں کاشی بھیاء بچپن کی باتیں کر رہے تھے۔بچپن تو سہانی یادیں ہوتی ہیں۔احوال کی محفل میں پرانے لکھاریوں کو واپس آنے پر خوش آمدید، جن میں عبدالعزیز جی آ، مشی محمد عزیز مئے اور شازیہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پہلا سچی کہانیاں رائٹرز ایوارڈ

انتظار کی گھڑیاں ختم!

مِنی پاکستان سے نکل کر.....

پاکستان کے دل میں.....

زندہ دلانِ لاہور کے درمیان

بہت جلد.....!

پہلے سچی کہانیاں رائٹرز ایوارڈ کی تقریب

اپنی روایتی شان و شوکت کے ساتھ منعقد کی جا رہی ہے

کیا **لاہور** ..... **کراچی** سے سبقت لے جائے گا؟

اس سوال کا جواب..... سچی کہانیاں کے چاہنے والوں کے ہاتھ میں ہے

آپ اس تقریب کو کامیاب بنانے کے لیے.....

میرا ساتھ کس طرح دیں گے؟

آپ کے جواب کا منتظر.....

آپ کا اپنا.....

کاشف رحمان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ماہنامہ داستانِ دل ساہیوال

ادب کی دنیا میں ایک نیا نام

نئے لکھنے والوں کے لئے ایک بہترین پلیٹ فارم

اگر آپ لکھاری ہیں اور تحریر کسی مستند ادارے میں بھیجنا چاہتے ہیں تو ابھی داستانِ دل کو بھیجیں۔ آپ کی تحریر قریب کے شمارے میں پبلش کی جائے گی۔ آپ اپنے افسانے، ناولٹ، ناولز، کہانیاں، جگ بیتیاں، آپ بیتیاں، غزلیں یا پھر نظمیں ہمیں ای میل کے ذریعے، ڈاک کے ذریعے یہاں تک کہ وٹس ایپ کے ذریعے بھی بھیج سکتے ہیں۔ بس آپ کی تحریر اردو میں لکھی ہونی چاہیئے۔ اگر آپ نئے لکھاری ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ اپنی تحریر ہمیں بھیجیں ہم اس کو صحیح کر کے اپنے شمارے کا حصہ بنائیں گے۔ اگر آپ لکھنا نہیں جانتے تب بھی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں آپ ہمیں کوئی بھی اچھی سی غزل یا اقوال زریں انتخاب کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ وہ بھی داستانِ دل کا حصہ بنے گا۔ اس کے علاوہ آپ اپنی تحریر موبائل پر بھی میسج کر سکتے ہیں بس اردو میں تحریر ہو۔

ہمارے داستانِ دل کے سلسلے کچھ اس طرح سے ہیں

محبت نامے، ملک کی ممتاز شخصیات کا انٹرویو، افسانے ناولز، ناولٹ، غزلیں، نظمیں، حمد، نعت اور انتخاب

اس کے علاوہ آپ کی ہر تحریر کو ہمارے شمارے میں خاص جگہ دی جائے گی۔ آپ ہمارے سارے شمارے پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر پڑھ سکتے ہیں اور پڑھ کر اپنی رائے دے سکتے ہیں

ہمارا ایڈریس ہے۔

ندیم عباس ڈھکو چک نمبر L۔5/79 ڈاکخانہ 5.L/78 تحصیل و ضلع ساہیوال

وٹس ایپ نمبر:03225494228

ای میل ایڈریس ہے abbasnadeem283@gmail.com

گل صاحبہ، اب پھر غائب نہیں ہونا۔ نئے احوالیوں کی آمد پر دل خوش ہوا، اُن کو ویلکم، ست بسم اللہ، عظمیٰ شکور، سدرہ انور علی غائب ..... کیوں ۔کہانیوں میں لائف بوائے، رشتے ناتے، نئے چراغ، کون سنے فریاد، نام بھی نہ رہے گا، آپا بیگم، ملن، زرد لومڑی، کیا لے جائے گا، ملاپ، خزانہ، بازی گر، اچھی کہانیاں تھیں ۔قسمت پہلے بھی شاید کہیں پڑھ چکی ہوں۔ زر بخت اور شب گل زبردست کہانی۔ قسط وار تینوں سلسلے اچھے جا رہے ہیں، زہر عشق ٹاپ پہ ہے اور بادبان، زرد لومڑی، بھارت میں بلیک لسٹ عمدہ چل رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اجازت۔

☆: پیاری سونیا! تبصرہ اچھا کیا تم نے۔ ممتاز احمد اور مجید احمد جائی کی کہانیاں اسی شمارے میں پڑھ لو۔

✉: عشال احمد نواب، لاہور سے پہلی بار احوال کا حصہ بن رہے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ بھیگے بھیگے موسم میں سچی کہانیاں ٹھہرا تا ملا۔ شاید بارش کی وجہ سے سردی لگ گئی تھی یا تیز ہواؤں میں جھوم رہا تھا۔ جو بھی تھا پرچہ پیارا تھا۔ میں بھی سچی کہانیاں کا حصہ بننے کے لیے حاضر ہو رہا ہوں۔ اُمید کے خوش آمدید کہیں گے۔ پُر اسرار نمبر کے لیے کہانی ای میل کر دی ہے۔ احوال کی محفل زبردست تھی، چند خطوط کے سوا باقیوں نے بہت عمدہ لکھا۔۔ کہانیوں میں قسمت، کسے الزام دوں، نئے رشتے، کون سنے فریاد۔ سوئٹی، سلو پوائزن، پسند آئیں۔ اب تک اتنا ہی باقی حوصلہ افزائی کے بعد۔

☆: بھائی عشال! خوش آمدید! انشاء اللہ آپ اگلے پُر اسرار نمبر میں ضرور شامل ہوں گے۔

✉: احسن ابرار رضوی، ساہیوال سے ہمارے احوالی بن رہے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ سچی کہانیاں جولائی عید سے پہلے مل گیا گویا ہماری عید ہو گئی لیکن صفحہ نمبر تیرہ کی دل ہلا دینے والی خبر نے ساری خوشیاں ماند کر دیں۔ کاشی بھیا، کے پھوپھا جان کے انتقال کا پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ کاشی بھیا، اور باقی لواحقین کو صبر عطا کرے آمین۔ بے شک ہر کسی کے واپس پلٹنا ہے۔۔۔ زندہ وہ رہتے ہیں جو انسانیت کی خدمت کرتے ہیں، جیسے عبدالستار ایدھی صاحب،۔۔ بے مثال شخصیت،، جس نے کسی مسلک کی بات نہیں کی، صرف اور صرف انسانیت کی باتیں، انسانیت کی خدمت۔۔۔ ہمیں ایسے کام کرنے چاہئیں۔ منزہ سہام نے عید مبارک دی، بہت شکریہ آپ بھی مبارک۔۔۔ احوال میں کاشی بھیا، بچپن کی یادوں کو شیئر کر رہے ہیں۔ بچپن سبھی کا بے مول ہوتا ہے اسی لیے تو واپس نہیں آتا نہ ہی کوئی اسے خرید سکتا ہے۔۔۔ بس یہ گزر جاتا ہے۔۔۔ بچپن جو ہوا۔۔۔ احوال سب کے سب اچھے تھے۔ کس کس کا نام لوں۔۔۔ کس کس کو سراہوں۔ سب کو مبارک باد۔۔ جن لوگوں نے مجھے یاد کیا۔ اُن کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔۔۔ آپ کی نظم کمال کی تھی۔ آپ سوئے ضمیروں کو جھنجوڑیں گے۔۔ مینا تاج کی وفات کا سُن کر افسوس ہوا۔۔۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے آمین۔ کہانیوں میں ممتاز احمد اور مجید احمد جائی کی کہانیاں نہ پا کر دل مرجھا سا گیا۔۔ ان کی تحریریں پڑھ کر مزہ آتا ہے۔ نئے چراغ، رشتے ناتے، کون سنے فریاد، نہ خدا ملا نہ صنم، منزل کہاں تھی، ہیرو، نام بھی نہ رہے گا، قسمت، سلو پوائزن، سوئٹی، کیا لے جائے گا، آفیسر، استھی، خزانہ اچھی کہانیاں تھیں۔ سلسلے وار ناول خوب چل رہے ہیں اور سفر نامہ بھی اپنا رنگ جمائے ہوئے ہے۔

☆: پیارے بھائی! سچ کہا زندہ وہ رہتا ہے جو دوسروں کے لیے جیتا ہے۔ خدا سب کو حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) تبصرہ اچھا کیا تم نے۔

✉: کنزہ ملک، قاسم پور کالونی، ملتان سے ہمارے ساتھ ہیں، لکھتی ہیں، سنایئے کیسے ہیں سب، عید کی خوشیاں مبارک ہوں۔ اب دیکھیں ناں۔ سچی کہانیاں کا سرورق ہی بھی شرارتی سا لگا۔ منزہ سہام عید مبارک

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

مبارک باد

سچی کہانیاں کے سابق ایڈیٹر ناصر رضا ماہ رمضان میں ماشاء اللہ ایک پیارے سے نواسے کے نانا جان بن گئے ہیں۔ ادارہ ان کو دائمی خوشیوں کی مبارک باد کے ساتھ ساتھ نومولود کی صحت اور درازی عمر کے لیے بھی دعا گو ہے۔

کہہ رہی ہیں، خیر مبارک، ست مبارک، احوال میں کاشی بھیاء بچپن کی یادیں شیئر کر رہے ہیں۔ مٹھاس لہجوں میں غنود کر آئی ہے۔ مسکراتے لبوں کے ساتھ جھلملاتی آنکھوں کے ساتھ سب ایک دوسرے سے عید مل رہے ہیں۔ کاشی بھیاء صدارت کی کرسی کو مضبوطی سے قابو کیے ہوئے ہیں اور سب کو یک تک دیکھ رہے ہیں ۔۔۔ یوں اُستاد کے عہدے پہ مسلط ہیں اور احوالیوں کو سنوار رہے ہیں۔۔۔ کسی کے کان، تو کسی کی ناک اُن کے ہاتھ میں ہیں اور حکومت نے فارمولا لاگو کیا ہوا ہے (مار نہیں! پیار) یعنی پیار سے مار۔۔۔ تو کاشی بھیاء اجازت ہے کھلی اجازت۔۔۔ آہ یہ دُنیا فانی ہے، سب نے چلے جانا ہے، کاشی بھیاء پھوپا جان کی وفات کا سُن کا دُکھ ہوا۔ جن دوستوں نے مجھ نٹ کھٹی کو یاد رکھا، اُن کو وارننگ ہے ہمیشہ یاد رکھیں ورنہ۔۔۔۔ بھلا دو۔۔۔ گے۔۔۔ تو میں کیا کر سکتی ہوں۔۔۔ ہاہاہاہا۔۔۔ احوال کی پُر مسرت محفل سے کہانیوں کی نگری میں سیر سپاٹے کرنے لگی تو ہر کہانی ایک سے ایک بڑھ کر لگی، چند کہانیاں عام سی تھیں، شازیہ گل کی خزانہ نے متاثر کیا، اسی طرح نہ خدا ملا نہ صنم، آپ بیگم، سوئی، زر بخت اور شب گل بہت اعلیٰ تحریریں تھیں۔ نام بھی نہ رہے گا، رشتے ناتے، کون سنے فریاد بے مثال تحریریں تھیں۔ زہر عشق ڈراتی، دھمکاتی آگے کو بڑھ رہی ہے، دیکھو ہوتا ہے کیا۔۔۔؟ جرم کہانی بھی خوب رہی۔۔۔ مستقل سلسلے بھی ٹھیک چل رہے ہیں۔۔۔ لو جی پورے کا پورا رسالہ عید کی چھٹیوں میں ہضم کر لیا اب کوئی پھکی دینے نہ چل پڑے۔

☆: پیاری کنزہ! خدا تمھیں اسی طرح ہنستی مسکراتی رکھے (آمین) تبصرہ اچھا کیا۔

✉: ایم اے راحیل، ملتان سے عرض گزار ہیں۔ ماہ جولائی 2016 کا سچی کہانیاں، عید مبارک دیتا ملا۔ ماشاءاللہ سرورق خوبصورت ہے۔ اداریہ میں منزہ سہام، سبھی کو عید مبارک دے رہی ہیں۔ احوال میں کاشی بھائی بچپن کی یادیں لیے حال کے حالات سے سنجیدہ ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس پاک ارض وطن میں امن قائم رکھے آمین۔ چند لوگوں نے مجھے یاد رکھا، بہت شکریہ نوازش۔۔۔ احوال کی بیٹھک نئے اور پرانے احوالیوں سے چہک رہی تھی۔ کچھ بہت پرانے بھی لوٹ آئے ہیں جیسے عبدالعزیز جی آ، شازیہ گل صاحبہ۔۔۔ ویلکم۔۔۔ ابھی کے تبصرے اچھے رہے مبارک باد اور کاشی بھائی آپ کی نظم بہت پسند آئی۔۔۔ آپ کے پھوپا جان، محمد اقبال زمان کے بہنوئی محمد زمان، مینا تاج، اور محسن وطن جناب عبدالستار ایدھی صاحب کی مغفرت کے لیے دُعائیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ کہانیوں میں، سوئی، خزانہ، ہیرو، نئے چراغ، رشتے ناتے، آپا بیگم، منزل کہاں تھی، نام بھی نہ رہے گا، کیا لے جائے گا، ملاپ اچھی کہانیاں ہیں۔ قسمت، میں پہلے بھی پڑھ چکا ہوں، سلو پوائزن عام سے کہانی تھی۔ زر بخت اور شب گل بہترین کہانی تھی۔ ممتاز احمد کی کہانی شامل نہیں تھی، تینوں ناول ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ کس کی تعریف کروں، کس کے قصیدے پڑھوں۔ سفرنامہ بھی اچھا چل رہا ہے۔ چھوٹے سلسلے بھی خوب ہیں۔

☆: پیارے راحیل تبصرے کا شکریہ۔ بس احوال سے غائب نہ ہونا اب۔

✉: ایم مجاہد حسین جائی، ملتان سے ہمارے ساتھ ہیں۔ لکھتے ہیں۔ میرے کزن نے کال کی کہ آپ کا خط سچی کہانیاں میں لگا ہے، یقین کریں دل باغ باغ ہو گیا۔ اپنی تحریر شائع ہونے کی وہ بھی پہلی تحریر بڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

خوشی ہوتی ہے۔ میں بھاگم بھاگ ممتاز آباد مارکیٹ گیا اور سچی کہانیاں لے آیا۔ اب سچی کہانیاں میرے ہاتھوں میں پڑا مجھے دیکھے جا رہا ہے۔ ساری کہانیاں پڑھ لی ہیں اور احوال بھی۔ احوال کی محفل میں نیا ہوں سو کسی سے ہیلو ہائے ہے نہیں۔ البتہ میری برادری کے مجید احمد جائی ہیں تو بڑے لکھاری ہیں، عمدہ لکھتے ہیں۔ اور میرے ملتان سے ہیں۔ کبھی ملاقات بھی ہو جائے تو مزہ آ جائے۔ سرورق پیارا ہے۔ اداریہ منزہ سہام عید مبارک کہہ رہی ہیں۔ احوال میں کاشی بھائی ہیں۔ محفل میں ساری رونقیں انہی کے دم سے ہیں۔ کہانیوں میں استعفیٰ، آفیسر، چٹھی نہ کوئی سندیس، خزانہ، انصاف کون کرے گا، ملاپ، ایک منٹ تمیں سیکنڈ، سلو پوائزن، سوئی، نئے چراغ، رشتے ناتے، لائف بوائے، کمال تحریریں تھیں۔ چھوٹی چھوٹی تحریریں بھی اچھی رہیں، تیر نیم کش، اس کے ساتھ ہی اجازت۔

☆: لو پیارے! تم اس بار بھی سچی کہانیاں میں شامل ہو! خوش ہو جاؤ اور اب خوشی میں کہیں اگلے ماہ احوال میں آنا ہی نہ بھول جانا۔

✉: ملک علی رضا نثار کالونی فیصل آباد سے لکھتے ہیں۔ ''آج عید کا چوتھا دن ہے اور فیصل آباد میں مسلسل آج بھی بارش ہے مگر اس موسم میں سچی کہانیاں کا ساتھ ہے۔ لیجیے! دو ماہ کے طویل عرصے کے بعد پھر سے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ یقیناً میری کمی محسوس نہیں ہوئی ہو گی۔ (یہ کیسے سوچ لیا تم نے پیارے!) آخر اتنے پیارے پیارے لکھنے والے نئے قاری جو میدان میں آ گئے ہیں ایسے میں بھلا کون ہمیں یاد رکھتا ہے۔ سب سے پہلے تو جی سچی کہانیاں کے یکے بعد دیگرے مسلسل خاص نمبر شائع کرنے پر مبارک باد، یقین مانیے طویل کہانی نمبر شماروں کی ایک ایک تحریر پسند آئی ہے۔ تمام لکھاریوں کو مبارک باد، اتنی خوب صورت تحریریں لکھنے کے لیے۔ سرورق پر ایک مسکراتی حسینہ نظر آئی۔ حمد و نعت کیا خوب تھیں۔ اداریے سے اخلاقی سبق کی کرنیں پھوٹیں۔ سچی کہانیاں کے دیرینہ ساتھی کافی محنت کر رہے ہیں۔ ممتاز احمد کی تحریر ''پکوڑے گرم'' سبق آموز تھی۔ ''اشارہ'' بھی اچھی کاوش تھی سلیم صاحب کی۔ صائمہ مجید کی کہانی ''ٹرین وہاں بھی ملے گی'' متاثر کن تھی۔ اسماء اعوان آپی کی تحاریر اچھی ہوتی ہیں۔ خطوط میں فوزیہ فرید احمد، افضل آزاد، ملک عاشق حسین، شمائلہ شہزادی، محمد شعیب، ریاض حسین شاہد، مجید جائی، رانا حبیب الرحمن کے تبصرے بہت اچھے تھے۔''

☆: پیارے بھائی علی رضا! تبصرے کا شکریہ۔ کبھی یہ نہ سوچنا کہ ہم تمہیں بھول گئے۔ ہم سے محبت کرنے والے ہمیشہ ہمارے دل کے قریب رہتے ہیں۔ آپ سب کا تبصرہ ہمارے لیے بہت اہم ہوتا ہے۔

✉: کراچی سے بہت دنوں بعد ہمیں یاد کیا ہے ہماری بہت پیاری آنٹی نفیسہ فضل نے لکھتی ہیں۔ ''کافی عرصے سے لکھنا چاہتی تھی احوال میں، آخر کچھ اپنے دل کی سنانا چاہتی تھی مگر خرابی صحت اور کچھ مصروفیات کی بنا پر تاخیر ہوئی دو ماہ سے سچی کہانیاں پڑھ نہیں سکی اس لیے تبصرہ نہیں کر رہی مگر ایک بات ہے کہ میں سچی کہانیاں کی قاری 1996ء سے بنی اور لکھاری بنی 1999ء سے۔ اس وقت پرویز بلگرامی صاحب تھے انہوں نے میری بہت ہمت افزائی کی پھر تو مجھے لکھنے کا حوصلہ ہوا۔ 70ء سے میں نے اخبار جہاں میں تین عورتیں تین کہانیاں میں لکھنا شروع کیا تھا۔ ہاں تو بات تھی سچی کہانیاں کی پھر ناصر رضا بھیا آئے تو سچی بات ہے پرچے میں مزید نکھار آ گیا۔ نکھار کیوں نہ آتا سہام مرزا صاحب مرحوم، دانش دیروی صاحب مرحوم اور دیگر اسٹاف کی بہترین کاوشوں سے پرچہ دن بدن مقبول ہوتا گیا۔ اس کے بعد کے ایڈیٹر حضرات تو یوں آئے یوں گئے جیسے چند کرکٹ کے کھلاڑی۔ جب سے باگ دوڑ سچی کہانیاں کی منزہ بیٹی اور بیٹے کاشی کے ہاتھ آئی ہے پرچے کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ میری کزنز اور بھابی جن سے کبھی میں مانگ کر پڑھتی تھی دیوانی ہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سچی کہانیاں کی۔ کہتی ہیں جب سے کاشی چوہان آئے ہیں کہانیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ ہر موضوع ہمیں اس میں ملتا ہے، نیز یہ کہ پراسرار نمبر اب تین آتے ہیں پہلے صرف ایک ہی ہوتا تھا۔ غزلیں اور اشعار بھی اچھے اور معیاری ہوتے ہیں۔ غرض مجموعی طور پر سچی کہانیاں آپ کی اور منزہ بیٹی و دیگر اسٹاف کی کاوشوں سے لاجواب ڈائجسٹ ہے جو مرد و خواتین میں مقبول ہے۔ میں انشاء اللہ ایک کہانی جلد بھیجوں گی۔ میری طرف سے آپ کو، منزہ بیٹی، رخسانہ بھابی و دیگر اسٹاف کو عید مبارک۔ تمام احوالیوں کو عید مبارک۔"

☆: بہت پیاری آنٹی! اتنی محبت کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں۔ آپ کی صحت کے بارے میں دل پریشان رہتا ہے اور یہ دعائیں بھی لبوں پر رہتی ہیں کہ خدا ہمارے بزرگ اور محبت کرنے والوں کا سایہ تا ابد سلامت رکھے، (آمین)۔

☆: جناح کالونی فیصل آباد سے احوال میں پہ آمد ہے ہماری بہن بشریٰ کنول کی، لکھتی ہیں۔ "ایڈیٹر صاحب آپ کے پھوپا طالب حسین، اقبال زمان کے بہنوئی محمد زمان اور مینا تاج نے داعی اجل کو لبیک کہا اور سپرد خاک ہوئے۔ اللہ جل شانہ مرحومین کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ ان کی مغفرت و بخشش فرمائے، لواحقین کو صبر عطا فرمائے، آمین۔ آپ نے احوال میں نہ صرف میرا خط شائع کیا بلکہ بہن بھائی کے رشتے میں پرو کر خوش آمدید کہہ کر میرا دل جیت لیا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی۔ آپ کا بے حد شکریہ۔ آپ نے بہن کہا ہے تو اب آپ کی یہ بہن احوال میں حاضر ہوتی رہے گی۔ جولائی کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے۔ ٹائٹل بہت شاندار ہے پسند آیا۔ ورق گردانی کرتی ہوئی احوال میں پہنچی جہاں خطوط کی تعداد کافی ہے جو کہ ڈائجسٹ کے اچھے معیار اور مقبولیت کا ایک ثبوت ہے۔ سب احوالیوں نے اچھے خط اور تبصرے لکھے۔ میں نے ایک خاص بات نوٹ کی ہے وہ یہ کہ احوال میں محبت اور خلوص کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے لیے عزت اور احترام کے جذبات نظر آتے ہیں جو کہ بہت اچھی بات ہے۔ اب آتی ہوں کہانیوں کی طرف لائف بوائے کچھ کیا کر دکھائے بے مثال کہانی تھی۔ یہ کہانی پڑھ کر اب تو میں نے بھی لائف بوائے شیمپو استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ نئے چراغ، رشتے ناتے، سب مایا ہے، کون سنے فریاد، نام بھی نہ رہے گا، آپا بیگم، موتی اور کیا لے جائے گا سپرہٹ اور اول نمبر کہانیاں تھیں۔ جاوید راہی کی آدھی سہاگن بہت شاندار رہی۔ اب میں دو کہانیوں پر اپنے کچھ تاثرات شیئر کرنا چاہوں گی وہ یہ کہ فیصل ندیم بھٹی نیا اور نو آموز لکھاری ہے اس نے اپنی کہانی نہ خدا ملا نہ وصال صنم کا آغاز تو اچھا کیا مگر اختتام بہتر نہیں تھا۔ وہی روایتی انجام۔ بہرحال اچھی کوشش تھی۔ کہانی اچھی تھی۔ شاہد رفیق سہو نے ایک حساس موضوع پر ایک درس اور نصیحت کا پیغام دیتی سلو پوائزن تحریر کی۔ یہ بالکل سچ جب نوجوان شہناز ٹائپ عورتوں کے نرغے میں آتے ہیں تو وہ پھر عقل و خرد کھو دیتے ہیں۔ مختصر کہانیوں میں زر بخت اور شب گل، سو روپے کا نوٹ، بازی گر، استعفیٰ اور چٹھی نہ کوئی سندیس بہتر کہانیاں تھیں۔ مصنفین کی اچھی کاوش تھی۔ صائمہ بشیر کا کلام عید کا چاند بہت اعلیٰ تھا علاوہ ازیں ہائیڈ پارک میں محمد قاسم خان بلوچ اور عمارہ ناز کا کلام بھی شاندار تھا۔ اب تک کے لیے بس اتنا ہی اب ستمبر کے شمارے میں ملاقات ہوگی۔ سب کی سلامتی۔ خیر و عافیت، صحت تندرستی کی دعا کے ساتھ اجازت۔"

☆: پیاری سی بہن بشریٰ! تم نے تبصرہ لکھ کر محبت کا حق ادا کر دیا۔ ہمیں اسی طرح ہر ماہ تمہارا بھرپور تبصرہ چاہیے۔

☆: غزالہ کرن کی ایک زمانے بعد جھنگ روڈ فیصل آباد سے آمد ہے۔ لکھتی ہیں۔ "ڈیڑھ سال کے بعد احوال کی محفل میں شریک ہوں۔ ایک طویل عرصے سے سچی کہانیاں کی ریگولر قاری ہوں۔ اب بہت جلد اپنی کچھ تحریریں اور کلام ارسال کروں گی۔ امید ہے کہ اشاعت کے ساتھ حوصلہ افزائی کریں گے۔ مینا تاج کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سانحۂ ارتحال

گزشتہ ماہ ہمارے لکھاری عبدالغفار عابد کی والدہ، تحسین جونیجو اور زرینہ جونیجو کی بڑی بھاوج اور مور شاہد حسین کی دادی اپنے خالقِ حقیقی سے جاملیں۔ ادارہ دکھ کی ان گھڑیوں میں ان کے ساتھ ہے اور مرحومین کی مغفرت کے لیے دعا گو ہے۔

موت کا بہت افسوس ہوا۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔ آپ کے پھوپا اور اقبال زمان کے بہنوئی کی مغفرت فرمائے۔ جولائی کے شمارے میں شائع کہانی ''کسے الزام دوں'' پر بات کروں گی۔ کیا پورے شہر میں صرف ایک ہی ڈاکٹر تھا جس سے ناظم علاج کروا رہا تھا۔ یہ کیسی محبت تھی کہ آرزو کو اس نے بتانا بھی گوارا نہ کیا اور جھٹ پٹ طلاق دے دی۔ راشد لطیف کی کہانی ''انصاف کون کرے گا'' آج سے تین ماہ قبل ایک شمارہ میں صفحہ نمبر 223 پر ''منتظر'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔ لائف بوائے کچھ نیا کر دکھائے Excellent Story تھی۔ ''نئے چراغ'' ایک انوکھی اور خوب صورت کہانی تھی۔ رشتے ناتے سب مایا ہے، دولت کے پجاریوں پر مبنی داستان حق تھی جن کے نزدیک خونی رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ ''کون سنے فریاد'' زبردست رہی۔ ''نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم'' ایک سبق آموز کہانی تھی۔ ''سلو پوائزن'' ایک چونکا دینے والی کڑوی حقیقت پر مبنی کہانی تھی۔ ''قسمت'' بس گزارے لائق کہانی تھی اس ٹائپ کی کہانیاں بہت بور کرتی ہیں۔ پلیز ایسی کہانیاں شائع نہ کیا کریں۔ بور کرتی ہیں۔ ''سوئی'' میں معاشرے میں پھیلے کچھ گند کو اجاگر کیا گیا ہے۔ روبینہ جیسی عورتوں کے منہ پر ایک تھپڑ ہے۔ کیا لے جائے گا۔ آدھی سہاگن، ملن، نام بھی نہ رہے گا اور ایک منٹ میں سیکنڈ متاثر کن کہانیاں تھیں۔ اب اجازت چاہوں گی۔''

☆: پیاری غزالہ جی! غصہ تھوک دیجیے۔ آپ کا تبصرہ قطع برید کے بعد شاملِ اشاعت ہے۔ اگلے ماہ آپ کی آمد کا انتظار رہے گا۔

⋈: ہماری شاعرہ بہن عمارہ ناز کمالیہ سے عرض کرتی ہیں۔ ''دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے میرے کلام کو سچی کہانیاں کے قیمتی صفحات میں جگہ دی۔ منزہ باجی نے تمام پڑھنے والوں کو عید کی مبارک باد دی، بہت بہت شکریہ۔ خیر مبارک۔ احوال میں شامل تمام خط بہت اچھے تھے۔ محبتیں اور خلوص خوب چھلک رہا تھا۔ اللہ سب کو خوش رکھے۔ جولائی کا شمارہ خوب رہا۔ کہانیوں میں اقبال بانو کی لکھی ہوئی کہانی ''نئے چراغ'' دل میں اتر گئی۔ ''رشتے ناتے سب مایا ہے'' غضب کی اسٹوری تھی۔ ''کون سنے فریاد'' نجمہ ناز اصغر نے بہترین کہانی لکھی۔ فیصل ندیم بھٹی نے ''نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم'' اچھی کہانی لکھی۔ شاہد محمود مغل کی لکھی کہانی ''نام بھی نہ رہے گا'' ایک عورت کی مظلومیت کی داستان تھی۔ مقصود احمد بلوچ کی لکھی کہانی ''قسمت'' اس طرح کی Same کہانی کچھ عرصہ پہلے ایک اور رسالے میں پڑھ چکی ہوں۔ شاہد رفیق کی لکھی ہوئی کہانی ''سلو پوائزن'' میں شہناز جیسی عورتوں کے گندے کردار سے پردہ اٹھایا گیا۔ سنبل نے ''سوئی'' لکھ کر لفظ کتیا کے بارے میں کمال کا لکھا۔ جاوید راہی صاحب نے ''آدھی سہاگن'' کے نام پر ایک اچھوتی کہانی لکھی۔ سو روپے کا نوٹ، بازی گر، استعفیٰ، چٹھی نہ کوئی سندیس اور خزانہ اچھی کہانیاں تھیں۔ ''ہائیڈ پارک'' میں محمد قاسم خان بلوچ کا کلام بہت اچھا تھا۔ پسند آیا۔ اب اجازت چاہوں گی۔ رب راکھا۔''

☆: پیاری بہن عمارہ! خوش رہو، تم نے تبصرہ بہت اچھا کیا۔ پرچے پر رائے آپ کا حق ہے مگر معیار طے کرنا ہمارا کام ہے۔ ہمیں اپنا کام کرنا آتا ہے بے جا تنقید ماحول خراب کرتی ہے۔

⋈: کوٹ مومن سے یہ آمد ہے ہماری بہن فرزانہ گل کی۔ لکھتی ہیں۔ ''آپ کی بے حد مشکور ہوں کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آپ نے میرے چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ جو کہ خط کی شکل میں تھے کو سچی کہانیاں کی زینت بنایا اور ناچیز بندی کو ویلکم کہا۔ آپ کا خوش آمدید کہنا دل میں اتر گیا۔ جی بھائی! اب احوال میں حاضر ہوتی رہا کروں گی۔ یہ آپ کی بہن کا وعدہ ہے۔ خط کے آغاز میں تمام مرحومین کی بخشش و مغفرت کے لیے صدق دل سے دعا گو ہوں۔ اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ احوال میں بہت رونق تھی سب احوالی اپنے خوب صورت خیالات اور جاندار تبصروں کے ساتھ محفل میں براجمان تھے۔ خاص طور پر سید ملازم حسین شیرازی، عمارہ ناز، ایم اے راحیل، صائمہ مجید نے بہت اچھے تبصرے رقم طراز کیے۔ مجموعی طور پر جولائی کا شمارہ انتہائی زبردست رہا۔ چند ایک کہانیاں چھوڑ کر باقی تمام کہانیاں بہت شاندار رہیں۔ جن میں نئے چراغ، رشتے ناتے، سب مایا ہے، کون سنے فریاد، نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، ہیرو، نام بھی نہ رہے گا، آپا بیگم، ملن، سوئی، سلو پوائزن، کیا لے جائے گا اور آدھی سہاگن بلاشبہ شمارے کی بہترین اور لاجواب کہانیاں تھیں۔ بازی گر، استعفیٰ، چٹھی نہ کوئی سندیس اور خزانہ بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ پلیٹ فارم کہانی ''ملاپ'' پسند نہیں آئی۔ کاشی بھائی اگر میں بھی طبع آزمائی کروں اور کوئی کہانی لکھ کر بھیجوں تو کیا آپ شائع کریں گے؟

☆: اچھی بہن! سب سے پہلے تو تبصرے کا شکریہ اور ہاں تحریر بھیجنے کے لیے اجازت کیسی؟ تحریر قابل اشاعت ہوئی تو شائع ہو جائے گی ورنہ مزید محنت کیجیے گا۔

⋈: ملک صفدر عباس اعوان ماشاء اللہ ہمارے 'سلطان' جہانیاں سے لکھتے ہیں۔ ''آداب! کہتے ہیں خط لکھنے میں کیا ہے۔ قلم اٹھاؤ اور لگی لپٹی رکھے بنا جو بھی دل میں آئے صفحہ قرطاس پر بکھیر دو لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں ہوتا کسی ایسے رسالے میں جہاں بات مختصر کرنی اور شائستگی بھی برقرار رہے اس پر کاشی بھیا کی ایڈیٹنگ کی قینچی بھی منتظر نگاہ ہو۔ تو بے چارہ خط مشن ایمپوسیبل ہی بن کر رہ جاتا ہے۔ اس بار بھی ٹائیٹل پر پہلی نظر پڑتے ہی الفاظ نے خود بخود قطار بنانا شروع کر دی۔ ٹھنڈی دوپہر کو رسالہ ہاتھ لگا۔ کیونکہ موسم کافی ابر آلود اور ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ تو جناب ہم بھی مصنوعی ٹھنڈک کو خیر آباد کہہ کر قدرتی خوشگوار نم ہوا کے سنگ رسالہ ہاتھ میں تھامے اپنے باغات کی طرف نکل کھڑے ہوئے جہاں تازہ پانی بھرے تالاب کے پاس جہازی سائز کرسی پر براجمان ہو کر رسالہ پڑھنے کی ابتداء کی۔ ٹائیٹل گرل نشیلی آنکھوں، گھنی زلفوں اور گلابی رخساروں والی ہونے کے باوجود بھی حسینہ عالم کہلائے جانے کی حق دار نہ ٹھہری۔ ہمیں تو لگا کہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ہم سے اپنی تعریف اگلوانا چاہ رہی ہو لیکن ہم نے بھی ڈھیٹ بن کر کوئی خاص رسپانس نہیں دیا (ڈھیٹ تو تم کے ہو) رسالہ کھولتے ہی بادل نخواستہ یکساں اشتہارات سامنے آ گئے۔ جلدی سے احوال شہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ سدرہ صاحبہ کی بیماری کا سن کر اچھا نہیں لگا۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ وہ جلد از جلد صحت یاب ہو کر احوال میں اپنی باقاعدگی اور جامع انداز تبصرہ کو جاری و ساری رکھیں۔ ویسے صحیح معنوں میں احوال کی ملکہ بھی مس سدرہ صاحبہ ہی ہیں کیونکہ میڈم تحسین جونیجو صاحبہ کے خطوط میں اب وہ دلکشی چاشنی ناپید ہوتی جا رہی ہے جو پہلے تھی۔ انکل ممتاز احمد، شاہد حسین، حنا بشریٰ اور مجید احمد جائی کو بھی سلام۔ نئے قارئین میں نزابت افشال آپ کا نام بہت اچھا ہے۔ باقی خط جلدی لکھ کر عید کی چھٹیوں کی وجہ سے جلد ہی پوسٹ کرنے پر کوئی بھی کہانی نہ پڑھنے کی صورت میں تبصرہ گول۔ ''ہائیڈ پارک'' سلسلہ خوب سے خوب تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس میں میری تحریر ''دوستی کہتے ہیں جسے'' لگانے کا شکریہ۔ پراسرار نمبر میں اپنی کہانی کا شدت سے انتظار ہے۔ آخر میں جاتے ہوئے ہماری طرف سے سب قارئین کو عید کی ڈھیروں ڈھیر مبارک۔ بجلی کی آنکھ مچولی کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

www.paksociety.com

خواتین کی محبوب قلم کار

'رفعت سراج' کا تازہ ترین شاہکار 'دامِ دل'

رفعت سراج کے جادوگر قلم کی کاٹ سے کون واقف نہیں۔

معاشرے کے بطن سے نکلی وہ حقیقتیں جو قارئین کی دھڑکنیں بے ترتیب کر رہی ہیں

"دامِ دل" ..... دوشیزہ ڈائجسٹ میں مقبولیت کی بلندیوں پر

"دامِ دل" ..... کہانی ہے محبت کرنے والے ایک جوڑے کی..... اور جب محبت کرنے والے سماج کی آنکھوں میں کھٹکنے لگ جائیں تو.....

"دامِ دل" ..... کہانی ہے اُس ماں کی ..... جسے بیٹیوں کی پیدائش پر سسرالی رویوں نے سولی چڑھا دیا

"دامِ دل" ..... کہانی ہے محبت کی دنیا میں آگ لگانے والے کریہہ چہروں سے نقاب اُتارنے والوں کی

"دامِ دل" ..... کہانی ہے معاشرے کے ان لالچی کرداروں کی ..... جن کی ہوس نے محبت کی زمین کو اجاڑ ڈالا

تو پھر پڑھنا نہ بھولیے گا۔

رفعت سراج کا شاہکار ناول "دامِ دل"

آپ کے اپنے ماہنامہ "دوشیزہ" ڈائجسٹ میں ہر ماہ شائع ہو رہا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

وجہ سے اور چار جنگ کی ڈم لائٹ میں رائے کو کچھ اور لکھنے سے قاصر ہوں۔"

☆: بھائی صفدر! تم ہر بار کہانی لکھ کر کہتے ہو یہ کہانی چھاپ دیں، یہ میری آخری کہانی ہے، میں یہ رسالہ چھوڑ رہا ہوں! افسوس آپ اپنے ہر خط میں تبصرے کے علاوہ سب کچھ لکھتے ہیں؟ کیوں؟ آپ پرچہ لیٹ کر پڑھیں یا بیٹھ کر، آپ کی مرضی..... سانوں کی؟؟؟ خوش رہو! امید ہے برا نہیں مانگے ہماری سرزنش کا۔

✉: نسیم سحر، کراچی سے۔ "بہت اچھے کاشی بھائی اور منزہ صاحبہ! رمضان کا بابرکت مہینہ اب رخصت ہوا چاہتا ہے اور عید بس آنے کو تیار ہے۔ یقیناً یہ اللہ کا انعام ہے جو وہ اپنے بندوں کو دیتا ہے۔ حالانکہ بحیثیت مجموعی اب ہم اس انعام کے حقدار نہیں رہے۔ رمضان آتے ہی نقع خوروں کی من مانیاں، قتل، دہشت گردی جیسے ہماری پہچان بن کر رہ گئی ہے لیکن وہ "رحیم و کریم" پھر بھی نوازتا رہتا ہے یہ اس کی شان ہے خیر۔ آپ تمام لوگوں کو رمضان اور اب عیدالفطر کی بہت ڈھیر مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہم سب پر ہمارے ملک پر اپنی رحمتیں جاری رکھے۔ ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ سچی کہانیاں اور دوشیزہ کے تمام اسٹاف کو عید کی ڈھیروں مبارک اور مدیران کرام کو خصوصی مبارک۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ لمبی زندگی اور ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے، آمین۔"

☆: سحر جی! خدا آپ کو بھی خوش رکھے۔ یہ تو بتائیں احوال میں بھرپور آمد کب ہوگی آپ کی؟؟

✉: میاں چنوں سے مہر پرویز دولو کی آمد ہے لکھتے ہیں۔ "سچی کہانیاں سے 1992ء سے ایک انجانا رشتہ ہے۔ اس کو پڑھنا شروع کیا، اس محفل کے سرسید جناب سہام مرزا صاحب کی محبت اور رہنمائی سے تھوڑا بہت لکھنا شروع کیا۔ ابھی ٹھیک طرح سے قلم پکڑنا بھی نہیں سیکھا تھا کہ وہ عظیم مہربان اپنے پیاروں کو بے یارو مددگار روتے بلکتے چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ بعد میں بڑے دکھی دل سے اس محفل میں کبھی کبھار شرکت ہو جاتی تھی۔ اس دوران کتنے ہی ایڈیٹر صاحبان آئے اور چلے گئے لیکن میرا اناڑی پن برقرار رہا۔ محترم جناب کاشی چوہان صاحب ایڈیٹر بنے لیکن میں ان کے معیار کے مطابق نہ لکھ سکا۔ ایک دفعہ خط نما تحریر بھیجی۔ جو کہانی نہ بنتی تھی اس وجہ سے میں نے کاشی چوہان صاحب سے سخت لہجے میں بات کی۔ لیکن یہ میری غلطی اور زیادتی تھی۔ میری اس حرکت اور سوچ سے ان کا دل دکھا۔ میں اس زیادتی پر ان سے معذرت خواہ ہوں۔ جو بھی لفظ ان کی دل آزاری کا باعث بنے میں اس پر شرمندہ ہوں۔ یہ چند جملے لکھ کر ان کے دل کے دکھ کو کم کرنے کی کوشش ہے۔ زندگی کا پتا نہیں کس موڑ پر جواب دے جائے بعد مرنے کے اگر کوئی دعا نہ دے تو بددعا بھی نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔"

☆: پیارے بھائی! سلامت رہو، تم نے کہا ہم نے سنا لیکن یاد رکھو حق کی کہو تو اثر بھی ہو۔ لکھنے والا اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے، ہمیں ہر ایک کو فیس کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے لیے سب ہمارے اپنے ہیں۔ ہمارے لیے تم ہی نہیں ہمارا ہر قاری اور لکھاری اہم ہے۔ خوش رہو۔

✉: ایم افضل آزاد، ساہیوال سے احوال کا حصہ بن رہے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "ایک ماہ غیر حاضر ہونے کی معذرت۔ میں پاکستان سے باہر تھا تو غیر حاضر ہوا۔ سب سے پہلے منزہ سہام کا "کبھی تو ایسا ہو" کے بہت اچھے الفاظ تھے جو بازیاب ہوئے تھے۔ وہ ملک کے وزیراعظم کے یا گورنر کے بیٹے تھے عام پاکستانی کا بیٹا نہیں تھا۔ احوال میں بہت سارے نئے احوالیوں نے ڈیرا ڈالا ہوا تھا۔ نئے آنے والے احوالیوں کو خوش آمدید۔ سدرہ انور، شاہد حسین، آسیہ عنبر، عائشہ، آپی سنبل، فوزیہ فرید، ملک عاشق حسین ساجد، محمد شعیب، صائمہ مجید، داؤد احمد خان نیازی آف بورے والا نے احوال میں بہت اچھا لکھا۔ اسٹوریز میں سب سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

زہرِ عشق اور بادبان

پیارے ساتھیو! پراسرار نمبر میں اس بار آپ کے ذوقِ مطالعہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پراسرار کہانیوں پر ہی زور رہا اور صفحات کی شدید کمی ہوگئی۔ اس بنا پر اس ماہ آپ اپنے پسندیدہ ناول زہرِ عشق اور بادبان نہ پڑھ پائیں گے۔ انشاء اللہ اگلے ماہ یہ دونوں ناول شمارے کا حصہ ہوں گے۔

پہلے ''زہر عشق'' کو پڑھا۔ بہت اعلیٰ کاشی بھائی آپ بہت اچھا لکھتے ہیں۔ ''زرد لومڑی'' ایم اے راحت، ''چوہے'' غزالہ نزہت، ''ٹرین وہاں بھی'' صائمہ مجید، ''پکوڑے گرم'' ممتاز احمد، ''اشارہ'' سلیم اختر، آنٹی صدف آصف، ''کورا کاغذ'' ثمینہ فیاض، ''کس نے کھیل کھیلا'' شمسہ قمر، ''کانٹا کھنچ گیا'' جاوید راہی، ''دیوانہ'' سید عامر حسین، ''بھارت میں بلیک لسٹ'' محمود شام، ''انجام محبت'' نزہت جبیں، ''شیشہ عزت اور پتھر'' راحت وفا، ''آزادی'' شفیع بلوچ، ''بادبان'' نعمان اسحاق، ''میرا دامن تارتار'' سعدیہ شیخ، ''اشارہ'' سلیم اختر ان سب کی اسٹوریز بہت اعلیٰ تھیں۔ اللہ کرے آپ اس سے بھی زیادہ اچھا لکھیں۔ ''ہائیڈ پارک'' حسین خواجہ، خضر حیات، مقصود بلوچ، راحیلہ بنت مہر علی، شاعرہ نوشابہ نوش، جواد انور، کرن شہزادی، شعبان کھوسہ نے بہت اچھی معلومات دی۔ ''تیر نیم کش'' میں شمائلہ شہزاد، سلیمان شیر، سیدہ آسیہ عنبر، ملک عاشق حسین ساجد، شبانہ زمان کی شاعری بہت پسند آئی۔ سچی کہانیاں پلیٹ فارم نمبر بہت اچھا تھا۔ کاشی بھائی بہت محنت کرتے ہیں آپ سچی کہانیاں کے لیے۔ اللہ آپ کو اس کا اجر دے۔ میری دعا ہے اللہ آپ کو صحت وتندرستی دے۔ سچی کہانیاں کو دن دگنی ترقی دے، آمین۔ افضل آزاد کی طرف سے سب کو سلام اور دل کی گہرائیوں سے دلی عید مبارک باد۔''

☆: پیارے افضل! ہمارا اجر تمہاری محبت ہے۔ احوال میں آمد اسی طرح برقرار رہنی چاہیے۔

✉: کراچی سے ہماری بہت پیاری آنٹی نگہت غفار لکھتی ہیں۔ ''اس ماہ یعنی جولائی کا رسالہ بک اسٹال سے منگوایا۔ یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ میری کہانی شائع ہوئی ہے۔ شکریہ بیٹا جی۔ خوش اور کامیاب رہو۔ زندگی کی ہر نعمت نصیب ہو، (آمین)۔ ماڈل اچھی لگی۔ پیاری منزہ آپ کو اور اہل خانہ کو عید مبارک آپ سب کو ایسی ہزاروں عیدیں اپنوں کے حصار میں منانا نصیب کرے، (آمین) کاشی بیٹا آپ کے پھوپا صاحب اور اقبال صاحب کے بہنوئی کے انتقال کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ ''آپا بیگم'' فصیحہ آصف کی کہانی بہت پسند آئی۔ منزل کہاں تھی۔ ملن، خزانہ، زہر عشق، نہ خدا ہی ملا، ساری کہانیاں اچھی لگیں۔ ''ہائیڈ پارک'' اور ''تیر نیم کش'' میں رضوانہ کوثر، مقصود احمد بلوچ، معاویہ عنبر، اسد اللہ، قاسم بلوچ، ثناء اللہ کے اشعار اور قطعات پسند آئے۔''

☆: پیاری آنٹی! اللہ پاک آپ کی تمام پریشانیاں ختم کرے، تبصرے کا شکریہ۔

✉: علی اصغر انصاری، مچھن آباد سے لکھتے ہیں۔ ''تمام حلقہ ادب کو بہت بہت عید مبارک۔ چار جولائی کو تازہ شمارہ ملا۔ ایک طرف عید کی خوشی اور دوسری طرف تازہ شمارے کی خوشی۔ اپنا دل تو پھولے نہ سمایا۔ سرورق ہمیشہ کی طرح دیدہ زیب تھا۔ پہلے خط پر خواجہ حسین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ نئے آنے والوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ نے میرا شعر ''تیر نیم کش'' میں لگایا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جو دنیا سے چل بسے ان کے لیے دعا ہے۔ کاشی بھیا آپ کی نظم بہت خوب تھی۔ اب اجازت۔''

☆: اچھے علی اصغر! سلامت رہو بھیا بس ہر ماہ آپ کی آمد ہمیں چاہیے۔ آپ ہیں تو ہم ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

✉: شاہ فیصل کالونی کراچی سے یہ پہلی آمد ہے ہماری بہن عظمیٰ یوسف زئی کی۔ لکھتی ہیں۔ ''ہمارے گھر تقریباً 15 سال سے سچی کہانیاں کا رسالہ آرہا ہے۔ پہلی بار میں نے کچھ لکھا ہے اور یہ بالکل سچا واقعہ ہے۔ اس لیے آپ ضرور اسے شائع کریں اور ہم یوسف زئی پٹھان ہیں۔ اس لیے تصویر نہیں بھیج سکتے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس بات کو نظر انداز کر دیں۔''

☆: اچھی گڑیا! خوش آمدید! لو بھئی احوال میں تو ہم نے تمہیں خوش آمدید کہہ دیا۔ اب ہر ماہ ہمیں اپنی اس بہن کا تبصرہ احوال میں نظر آئے۔ کہانیاں پڑھ کر جلد مطلع کر دیا جائے گا۔

✉: راولپنڈی سے فرزانہ نگہت اپنے مختصر نامے کے ساتھ احوال کی رونق میں اضافہ کر رہی ہیں۔ لکھتی ہیں۔ ''بہت عرصے بعد حاضرِ خدمت ہو رہی ہوں۔ مصروفیات اور کچھ بیماریوں نے کچھ لکھنے کی مہلت نہیں دی۔ نہ سچی کہانیاں باقاعدگی سے پڑھنے کی۔ شمارہ جون کے تمام مضامین کہانیاں، سلسلہ وار کہانیاں عمدہ ہیں۔ ابھی کچھ پڑھنی باقی ہیں۔ بعد میں رائے دوں گی۔ آپ کو اور اراکین ادارہ کو عید جو کہ گزر چکی ہے پھر بھی بہت بہت عید مبارک قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو روبہ عروج و ترقی رکھے۔ خدمتِ ادب و قوم کی توفیق عطا کرے، آمین۔''

☆: اچھی بہن! سلامت باشد! آپ کی مختصر آمد بھی ہمیں قبول ہے مگر آمد مستقل ہو۔ کہانیاں جلد اشاعت پذیر ہوں گی۔ اپنی صحت کا خیال رکھیے گا۔ اگلے ماہ آپ کی آمد کا انتظار رہے گا۔

✉: حویلی لکھا سے یہ پہلی آمد ہے ناظم حسین شاہد کی۔ لکھتے ہیں۔ ''پیارے بھائی کاشی چوہان میں احوال میں پہلی بار شریک ہو رہا ہوں۔ جناب ساحل و سمندر پر سب کا برابر حق ہے اور سچی کہانیاں میرے لیے کسی سمندر سے کم نہیں اس لیے میں بڑا پُر امید ہو کر خط لکھ رہا ہوں۔ سچی کہانیاں سے مجھے وابستہ کروانے والے میرے کزن برادر خواجہ حسین ہیں۔ بھائی حسین نے مجھے جولائی کا شمارہ گفٹ کر کے اس پرچے سے متعارف کروایا ہے۔ سب لوگو کے خط بہت زبردست تھے۔ کاشی بھیا کی نظم میرے دل کو بھا گئی۔ کہانی ''بادبان'' نعمان اسحاق کی بہت اچھی لگی ''کون سنے فریاد'' نجمہ ناز اصغر کی تحریر مجھے پسند آئی ہے اور اقبال بانو کی تحریر ''نئے چراغ'' نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ سارے شعر مجھے اچھے لگے ہیں۔ اب اجازت۔''

☆: پیارے بھائی ناظم! خوش آمدید، لو تم اب بھی ہمارے احوالی بن گئے۔ بھیا اب ہر ماہ اپنی محبت اسی طرح برقرار رکھنا۔

✉: روڈھل سے ہمارے پیارے احوالی خضر حیات عرض گزار ہیں۔ ''جولائی کا شمارہ ایک دوشیزہ کے خوب صورت چمکتے، دمکتے چہرے کے ساتھ چار جولائی کو مل گیا۔ ٹائیٹل کی واہ کیا بات تھی۔ جب شمارے کی ورق گردانی کی تو دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ شمارہ بہت ہی عمدہ اور سپرہٹ تھا۔ سب کی سب کہانیاں بہت بہت ہی اچھی، زبردست اور سبق آموز تھیں۔ سب کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ اقبال بانو، عرفان حسین آصف، فیصل ندیم بھٹی، نجمہ ناز اصغر، جاوید راہی، محمد شعیب، راشد لطیف، عبدالغفار عابد، شاہد محمود مغل ان سب لوگوں کی کہانیاں بہت ہی اچھی اور سبق آموز تھیں۔ ان لوگوں کی کہانیاں آج کل کے حالات پر مبنی تھیں۔ عرفان آصف ویری گڈ بہت اچھا لکھا۔ پیارے کاشی صاحب سچ پوچھیے تو آپ نے عید کا مزہ ہی دوبالا کر دیا۔ جولائی کا شمارہ آپ کی محنت، لگن اور محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میں ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو میری شاعری اور تحریروں کو پسند کرتے ہیں اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ میرے اندر مزید سچی کہانیاں میں لکھنے کا جذبہ اور شوق بڑھ گیا ہے۔''

☆: پیارے خضر! تم لکھو اور خوب لکھو، خدا کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ بس کامیابی محنت کرنے والوں ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

دنیا میں کس جگہ

سچی کہانیاں

کے چرچے نہیں

آپ سچی کہانیاں کے خریدار بن کر ملک کو

زرِ مبادلہ بچیے

اندرون ملک =/890 روپے

ہر ملک، ہر شہر اور ہر محلے میں دستیاب ہے

زرِ سالانہ

کویت	55امریکی ڈالرز	ایران	55امریکی ڈالرز
سعودی عرب	55امریکی ڈالرز	سری لنکا	55امریکی ڈالرز
یو اے ای	55امریکی ڈالرز	جاپان	55امریکی ڈالرز
مصر	55امریکی ڈالرز	لیبیا	55امریکی ڈالرز
یونان	55امریکی ڈالرز	ڈنمارک	55امریکی ڈالرز
فرانس	55امریکی ڈالرز	جرمنی	55امریکی ڈالرز
برطانیہ	55امریکی ڈالرز	ہالینڈ	55امریکی ڈالرز
ناروے	55امریکی ڈالرز	پولینڈ	55امریکی ڈالرز
امریکہ	65امریکی ڈالرز	کینیڈا	65امریکی ڈالرز
افریقہ	65امریکی ڈالرز	آسٹریلیا	65امریکی ڈالرز

آج ہی رابطہ کیجیے 88-C II۔ فرسٹ فلور۔ خیابانِ جامی کمرشل۔ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی۔ فیز-7، کراچی

فون نمبر 021-35893121 - 35893122

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

www.paksociety.com

کے قدم چومتی ہے۔

☆: ڈسٹرکٹ جیل کوہاٹ سے ہمارے عزیز لکھاری، قاری ساتھی سید ملازم حسین شیرازی لکھتے ہیں۔ ''جولائی کا شمارہ وصول پایا۔ بہت شکریہ۔ سب سے پہلے تمام قارئین، لکھاریوں، ایڈیٹر صاحبان، اسٹاف ممبران کو عید مبارک۔ شمارے نے حقیقتاً عید کی خوشیوں کو دوبالا کر دیا۔ سرورق، مونالیزا جیسی ہلکی مسکراہٹ، بکھیرتی اور کن اکھیوں سے نظرِ التفات دیتی دوشیزہ بہت بھلی لگی۔ کاشی چوہان آپ کے پھوپا اور اقبال زمان کے بہنوئی کے انتقال پر تعزیت ہے اور صبر کی دعا ہے۔ مینا تاج کی بے وقت موت نے اداس کر دیا۔ ''نئے چراغ'' از قلم اقبال بانو، ''خوبصورت'' موثر اور لاجواب داستان۔ ''نہ خدا ملا نہ.....'' فیصل ندیم بھٹی کی اچھی تحریر تھی۔ ''ملاپ'' ضرغام محمود، سالوں بعد بچھڑنے والوں کا عجیب ملاپ۔ نیابت عمدہ۔ ''منزل کہاں تھی'' تحسین جونیجو عبرت پکڑتی بہترین کہانی۔ ''انصاف کون کرے گا'' راشد لطیف غربت میں پلے خاندان کا دکھ بھرا انجام۔ ''خزانہ'' شازیہ گل کی نصیحت آموز کہانی تھی۔ ''آدھی سہاگن'' جاوید راہی ایسا جرم جو سرزد ہونے کے باوجود تحسین نگاہوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ بہت خوب۔ ''زرد لومڑی'' شرلاک ہومز کے کسی ناول کے مقابلے میں زیرِ نظر سلسلہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ از قلم ایم اے راحت۔ ''بادبان'' نعمان اسحاق سلسلہ دلچسپ ہے۔ ''زہرِ عشق'' کاشی چوہان رات کو یا تنہا میں اگر داستان پڑھی جائے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ''عشق سے نا آشنا'' مذکورہ داستان پڑھ کر یقین کریں گے کہ عشق انسانیت کی بنیاد ہے۔ ویل ڈن۔ مسئلہ یہ ہے، ہائیڈ پارک، تیر نیم کش نہایت دلچسپیوں کے حامل ہیں۔ باقی خوب صورت کہانیوں پر کچھ کہنا خط کی طوالت کا باعث بنے گا۔ معذرت خواہ ہوں۔ اب ذرا ''احوال'' کی طرف آتا ہوں۔ ثمینہ ناز کہانی پسند کرنے کا شکریہ۔ نزابت افشال، ممتاز احمد، ایم یعقوب احمدانی آپ کے خط اچھے لگے۔ سپاہی عاصم لعل، سچی کہانیاں سے مسلسل رابطہ رکھیں۔ ڈھول سپاہیا، اسد اللہ سانگی، ڈاکٹر خادم حسین کھیڑا کے علاوہ باقی سب کے خطوط اور تبصرے لائقِ تحسین ہیں۔ آخر میں عرض ہے سچی کہانیاں پڑھ کر علم و معرفت کے ہر خرمن سے خوشہ چینی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کی ہاہو اور شور و طلاطم سے دور فصیح البیان خزانۂ علم عطا ہوتا ہے۔ ہر شمارہ قوس و قزح کے رنگوں میں رنگا ہوا۔ ماہ و انجم کے اجالوں میں ڈھلا ہوا ملتا ہے۔ یہ علم و ادب کی خدمت ہے۔ آپ سب احباب مبارک بادی کے مستحق ہیں۔''

☆: پیارے بھائی شیرازی! آپ جیسے پیار کرنے والوں کا تعاون ہمیں حاصل ہے تو کس طرح یہ قوس و قزح نہ سجے۔ سلامت رہے، تبصرہ زبردست رہا آپ کا۔

☆: احوال میں یہ پہلی بار حیدرآباد سے ہماری احوال کی رونق میں اضافہ کر رہے ہیں۔ امیر حمزہ مری بلوچ لکھتے ہیں۔ ''پیارے بھائی آپ نے ماہِ جولائی میں میری کہانی شائع کر کے جس طرح میری حوصلہ افزائی فرمائی وہ میرے لیے بہت بڑی بات ہے۔ سچی کہانیاں ایک بہت معیاری اور اعلیٰ پائے کا پرچہ ہے۔ جس میں معاشرے کا ہر سچ نمایاں طور پر شائع کیا جاتا ہے۔ آج اس کی مقبولیت عروج کو چھو رہی ہے۔ ایم اے راحت، کاشی چوہان صاحب کے ناول بے مثال ہیں۔ دونوں ناول اپنی انفرادیت کی وجہ سے ہر ماہ انتظار کراتے ہیں۔ اس بار اقبال بانو، عرفان حسین آصف، ریحانہ آفتاب احمد، بجگل میتلو کی سچ بیانیاں باکمال تھیں۔ جب کہ شعلہ سامانیوں میں سنبل یازی لے گئیں۔ جاوید راہی ''آدھی سہاگن'' کمال لکھی۔ حکایتوں میں سیدہ عطیہ زاہرہ کی حکایت لازوال تھی جب کہ عبدالغفار عابد، سیما عروج صدیقی، شیخ معظم الٰہی اور محمد اسماعیل بروہی نے بھی خوب لکھا۔ مرد کہانیوں میں محمد شعیب اور شازیہ گل کی کہانیاں اچھی لگیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سینئر صحافی شاعر اور ملکوں ملکوں گھومے تجزیہ کار

محمود شام کی زیر ادارت

ماہنامہ

انتہاؤں میں رابطہ

اطراف

کراچی

جولائی 2014ء سے باقاعدگی سے شائع ہونے والا

بین الاقوامی معیار کا پہلا قومی میگزین

☆ ہمارا عزم یونیورسٹیوں، دینی مدارس، تحقیقی اداروں، تربیت گاہوں سے پھوٹنے والی روشنی عوام تک پہنچانا

☆ دُنیا بھر میں پاکستان اور عالم اسلام پر شائع ہونے والی تازہ ترین کتابوں کی تلخیص

☆ پاکستان کے سیاستدانوں، تعلیمی اداروں، سرکاری محکموں کے بارے میں عالمی تحقیقاتی اداروں کی بے لاگ رپورٹیں، آسان اُردو میں

☆ ملک میں سرگرم ایک لاکھ سے زیادہ این جی اوز کی سرگرمیوں سے سجا عوام نامہ

☆ مصوری ☆ سفارت کاری ☆ کتابیں ☆ کامیاب زندگی ☆ فن تعمیر ☆ تندرستی

☆ پاکستان کے اضلاع ☆ موسیقی ☆ ہم اور ہمارے بچے ☆ طنز و مزاح ☆ اُردو ادب سے انتخاب

☆ نیوز ایجنٹس کو معقول کمیشن

لائبریریوں، یونیورسٹیوں، دینی مدارس کو خصوصی رعایت

جو کچھ آپ کے اطراف میں ہے..... ماہ نامہ 'اطراف' میں ہے

نمونے کی مفت کاپی کے لیے خط لکھئے

سوئیٹ نمبر 508، لینڈ مارک پلازا، آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی

Email: mahmoodshaam@gmail.com Web Site: www.atraafmagazine.com

Ph: 0092 21 32274661
Mob:0300-8210636

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اگست 2016ء

کوپن برائے احوال

میں سچی کہانیاں کی کہانیوں پر مختصر تبصرہ اپنی تصویر کے ساتھ ارسال کررہا/کررہی ہوں۔ اس خط کو احوال میں شامل کرلیں۔

نام: _____

مکمل پتا: _____

_____

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

اگست 2016ء

کوپن برائے اشاعت کہانی

میں سچی کہانیاں میں اپنی کہانی اپنی تصویر کے ساتھ اشاعت کے لیے بھیج رہا/بھیج رہی ہوں۔ اسے کسی شمارے میں شاملِ اشاعت کرلیں۔

عنوان کہانی: _____ تعداد صفحات: _____

نام: _____

مکمل پتا: _____

_____

فون/سیل نمبر: _____

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

اگست 2016ء

کوپن برائے پسندیدہ کہانی

میں سچی کہانیاں میں شائع ہونے والی کہانی پر پسندیدگی کا اظہار کرتا/کرتی ہوں۔ میری رائے میں

اوّل، عنوان: _____ مصنف: _____

دوم، عنوان: _____ مصنف: _____

سوم، عنوان: _____ مصنف: _____

نام: _____ شہر: _____

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ضرغام محمود کی ''ملاپ'' بھی بہتر تھی مگر جو مزہ ممتاز احمد صاحب کی پلیٹ فارم کہانیوں میں ہوتا ہے۔ وہ بات قطعاً نہ تھی۔ ''بادبان'' بہت عمدگی سے رواں دواں ہے۔ مستقل سلسلے زبردست ہیں۔ اچھا اب اجازت۔ میری کہانی پر آپ سب کی رائے کا انتظار رہے گا۔''

☆: پیارے بھائی حمزہ! خوش آمدید۔ تم نے اچھی کہانی لکھی تھی اس لیے شائع بھی ہوگئی۔ دوسری تحریر کب بھیج رہے ہو۔ اپنا خیال رکھنا اور احوال تمہارا منتظر ہے۔

✉: کوٹری سے نئے نویلے احوالی نعمان احمد آرائیں لکھتے ہیں۔ ''آپ نے میرا تبصرہ شاملِ احوال کیا اچھا لگا اور آپ نے میرا ادھورا انتخاب درست کر کے ہائیڈ پارک میں شامل کیا اور آپ نے میرا دل خوش کر دیا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں اور تبصرے کی طرف آتے ہیں۔ تمام احوالیوں، کہانیاں اور ناول لکھنے والوں میں کاشی چوہان ایم اے راحت، مسئلہ یہ ہے میں بابا جی، ہائیڈ پارک میں مرا سلے انتخاب اور تیر نیم کش میں شعر لکھنے والوں کو سلام کہتا ہوں۔ جون جولائی کا اداریہ اور احوال۔ تمام سلسلے بہت اچھے ہیں۔ احوال میں شامل ہونے والوں کو خوش آمدید اور سچی کہانیاں میں شامل تمام لوگوں کے لیے سلامتی، خوش حالی، تندرستی کی دعا اور جن کے عزیز و اقارب اس دنیائے فانی سے پردہ کر چکے ہیں ان سب کے لیے دعائے مغفرت اب اجازت چاہتا ہوں۔''

☆: بھائی نعمان! وہ کون TCS والا تھا جو آپ سے اتنی تفصیلی گفتگو کر گیا۔ کبھی پیسوں کے لیے خط لکھا جاسکتا ہے؟ پیسوں سے خوشیاں خریدی جاسکتی ہیں؟ یہ پیسوں سے بس دکھ خریدے جاتے ہیں۔ ہم بھی تحقیقات کرا رہے ہیں کہ وہ کون سائی سی ایس والا تھا جس نے آپ کو نیا راستہ دکھایا۔ شکر ہے مالک کا کہ ہمارا اور قارئین کا ساتھ نصف صدی سے ہے۔

✉: منچن آباد سے ہمارے نئے احوالی ساتھی خواجہ حسین کی احوال میں آمد ہے۔ لکھتے ہیں۔ ''تمام حلقہ ادب کو سلام! شمارہ ہمیشہ کی طرح اپنی مثال آپ تھا جریدے تو اور بھی بہت ہیں جن کے ساتھ میں منسلک ہوں لیکن سچی کہانیاں کا کوئی ثانی نہیں۔ میری اولین ترجیح سچی کہانیاں کو ہی حاصل ہے۔ بھیا کاشی صاحب آپ کے پھوپا طالب حسین کی وفات کی خبر پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ جناب اقبال زمان کے بہنوئی کے لیے بھی دعا گو ہوں۔ آپ کا شکر گزار ہوں کہ جولائی کے شمارے میں میرے خط کو جگہ عنایت فرمائی۔ کہانی کے لیے اب مجھے اپنی باری کا بہت بے صبری سے انتظار ہے۔ کاشی بھائی شکریہ۔ بہن شبانہ نسیم کا خط پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ سر ملازم حسین شیرازی آپ کا تبصرہ بہت شاندار تھا۔ میں آپ کے لیے دعا گو ہوں آپ کا ایل ایل ایم مکمل ہو جائے، آمین۔ کوٹ مومن سے بہن فرزانہ گل خدارا میری بات کا یقین کرنا میں دو سال تک سوچتا رہا کہ سچی کہانیاں کو خط لکھو یا نہ لکھوں۔ پھر ایک دن دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس یقین کامل کے ساتھ خط لکھا کہ یہ ضرور شائع نہیں ہوگا۔ ہائے افسوس میں واقف نہ تھا۔ سچی کہانیاں کی دریا دلی سے۔ کاشی صاحب کی عظمت کو سلام جو ہر بار میرے خط کی نوک پلک سنوار کر قابلِ اشاعت بنا دیتے ہیں۔ تمام بہن بھائیوں نے بہت خوب تبصرے کیے ہیں۔ بالخصوص بہن عمارہ ناز، بہن شازیہ گل اور بہن بشریٰ کنول۔ بھائی مجید احمد جائی صاحب واہ کیا خوب تبصرہ تھا آپ کا۔ احسن ابرار رضوی، خالد یوسفی، ریاض حسین شاہد کے تبصرے مجھے بہت پسند آئے ہیں۔ اسد اللہ سانگی صاحب نے فرمایا ہے (سوچی وی نا) لہٰذا میں نے جناب کے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچا۔ اس ماہ اجازت، اگلے ماہ ملاقات ہوگی۔''

☆: پیارے خواجہ حسین! لو بھیا! تمہارا تبصرہ ہو گیا شاملِ احوال۔ تبصرہ بھیج کر تم لوگ ہم سے سچی محبت کا اظہار کرتے ہو۔ خدا محبتوں کا یہ سفر جاری و ساری رکھے، آمین۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

✉: نزاہت افشاں مہورہ فتح جنگ سے شامل احوال ہیں، لکھتے ہیں۔ ”اس ماہ کی تین باتیں قابل ذکر ہیں۔ (1) رسالہ وقت پر ملا۔ (2) ماہ رمضان تھا اس لیے۔ (3) اس ماہ کی 19 تاریخ کو میرا بہت ہی عزیز شاگرد جمشید تنہا پاکستان آرمی میں بھرتی ہوگیا۔ ایک غریب خاندان کا چشم و چراغ تھا مگر اپنی محنت کے سبب پڑھا اور آج اپنی منزل پر پہنچ گیا مگر یہ تمام خوشیاں غارت ہوگئیں جب پتا چلا کہ امجد صابری صاحب شہید ہوگئے۔ احوال میں سب اپنے خوب صورت تبصروں کے ساتھ موجود تھے۔ خصوصاً ثمینہ ناز، مقصود احمد بلوچ، ممتاز احمد، ملک علی رضا کے تبصرے زبردست تھے۔ نئے لکھنے والوں کو خوش آمدید۔ نعمان احمد، فرزانہ گل، سسٹر بشریٰ کنول، اسد اللہ سانگی، سب کو بہت بہت خوش آمدید۔ ڈاکٹر خادم حسین صاحب اچھا تبصرہ تھا۔ سید ملازم حسین صاحب اللہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے کہانیوں میں رشتے ناتے، نہ خدا ہی ملا، منزل کہاں تھی، قسمت، سلو پوائزن، کیا لیا جائے گا، آفیسر، ایک منٹ تیس سیکنڈ، ملاپ، زر بخت اور شب گل بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ ناول اور سفر نامہ بھی بہت اچھے جارہے ہیں۔ ہائیڈ پارک میں بھی اچھی تحریریں ملیں اور تیر نیم کش بھی خوب تھا۔ کچھ پرانے احوالی غائب ہیں۔ دوستوں لوٹ آؤ سب کو سلام اور کاشی بھائی پچھلے خط کی طرح اس خط کو قینچی نہ دکھایئے گا، پلیز۔“

☆: پیارے بھائی نزاہت! تبصرہ اچھا لگا تمہارا۔ مگر تبصرے کے اندر پرچے سے ہٹ کر ایک حد تک بات بہتر لگتی ہے مگر...... سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے والا معاملہ ٹھیک نہیں۔ جن شخصیات کے بارے میں آپ نے لکھا ان کے بارے میں ہم سب بھی ایسے ہی جذبات رکھتے ہیں۔

✉: ژوب، بلوچستان سے زمانے بعد آمد ہے ہمارے بہت پیارے بھائی عمران مظہر کی، لکھتے ہیں۔ ”کیسے ہیں آپ سب، زندگی کی الجھنوں میں اس طرح پھنسے ہیں کہ ہنسنے تک کی توفیق ختم ہوگئی ہے۔ خیر کافی عرصے بعد ڈائجسٹ پڑھے۔ بھائی آپ نے کہانیوں کا معیار بلند کردیا ہے۔ میں مجبور ہوگیا ہوں آپ کو خط لکھنے پر دو باتوں کی وجہ سے۔ ایک تو آپ کا ذوقِ انتخاب اور ایک اقبال بانو صاحبہ کی مئی میں شائع ہونے والی تحریر ”اک دیا جلتا ہے“ یہ تحریر پڑھ کر آنکھوں میں آنسو ٹھہر گئے۔ ایک کرم کردیجیے گا کہ میرا تبصرہ اس بار کے پرچے میں شائع کر کے اقبال بانو صاحبہ تک میری تعریف پہنچا دیں۔ اس کہانی کے درد نے مجھے مجھ سے ملا دیا ہے۔ شکریہ کاشی بھائی۔“

☆: پیارے عمران! تمہاری تعریف اقبال بانو تک پہنچ گئی۔ تم غائب کہاں ہوگئے۔ محبتوں میں دوریاں غلط فہمیوں کو بھی جنم دے دیتی ہیں پیارے۔

✉: ہمارے بہت پیارے بھائی فیصل ندیم بھٹی چک 58 شمالی سرگودھا سے اپنے تفصیلی تبصرے کے ساتھ موجود ہیں۔ لکھتے ہیں۔ ”ماہ جولائی کا شمارہ تین جولائی کو ہی مل گیا تھا۔ ٹائٹل میں ماڈل ثقافت کی ترجمانی کررہی ہے اور لبوں پر لپ اسٹک لگائے عید مبارک کہہ رہی ہے۔ منزہ سہام مرزا کا اداریہ پڑھا سب سے پہلے عید الفطر کی مبارک باد قبول کی۔ کاش اگر ہم مسلمان ہر لحہ اپنے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کریں تو ہم زندگی اور آخرت سنوار سکتے ہیں۔ احوال میں نئے آنے والے احوالیوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جن میں نعمان احمد، فرزانہ گل، بشریٰ کنول، اسد اللہ سانگی خوش آمدید اور میرا تبصرہ پسند کرنے کا شکریہ۔ نور صبا، رمشا ملک صاحبہ کشمیر تو واقعی جنت ہے تو ہم بھی دیکھ نہ لیں۔ شازیہ گل واپس آنے پر خوش آمدید اور آپ کے امتحانات کے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائے، آمین۔ نزاہت افشاں، سید ملازم شیرازی صاحب، تبصرے کی پسندیدگی کا شکریہ۔ مجید احمد جائی، ممتاز صاحب، ڈاکٹر خادم حسین کھیڑا کے تبصرے بہترین تھے۔ سدرہ انور علی آپ مائی پیر کے دربار پر جا کر حاضری دیں جلد ٹھیک ہوجائیں گی۔ عمارہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

انتباہ!

معزز لکھاری حضرات سے گزارش ہے کہ ناقابلِ اشاعت کہانیوں کے بارے میں بحث ومباحثے سے اجتناب برتے۔ کہانی بھیجتے وقت مسودے کی فوٹو کاپی اپنے پاس رکھیں۔ ناقابلِ اشاعت کہانیاں ضائع کردی جاتی ہیں۔ ادارہ تحریر کی واپسی کا ذمہ دار نہیں۔ امید ہے لکھاری حضرات تعاون کریں گے۔

ناز کا تبصرہ اور غزل بہت پسند آئی۔ ہماری ساتھی لکھاری اور سابقہ ایڈیٹر مینا تاج کی وفات کی خبر سن کر بہت دکھ ہوا۔ کہانیوں میں ''لائف بوائے'' کہانی کی کیا بات ہے۔ ''نئے چراغ'' اقبال بانو۔ علم تو ایک روشنی ہے کمال ہے۔ ''رشتے ناتے سب مایا ہے'' عرفان آصف کی زبردست کہانی ہے۔ ''کون سنے فریاد'' نجمہ ناز۔ ''منزل کہاں تھی'' تحسین جونیجو۔ ہیرو، نام بھی نہ رہے گا، قسمت مقصود بلوچ، ملن، سوئی، سلو پوائزن، کیا لے جائے گا، آدھی سہاگن کمال کہانیاں تھیں۔ ''بھارت میں بلیک لسٹ'' معلوماتی سفر نامہ ہے۔ زربخت اور شب گل، کسے الزام دوں، 100 روپے کا نوٹ بھی زبردست حکایتیں تھیں، پسند آئیں۔ اللہ، کاشی چوہان کے پھوپا کے درجات بلند فرمائے، آمین۔ جناب عبدالستار ایدھی صاحب بھی فانی دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ایدھی صاحب کے درجات بلند فرمائے، آمین۔''

☆: پیارے فیصل! خدا خدا کر کے تمہارا تبصرہ آخر مل ہی گیا۔ تبصرہ زبردست رہا۔ اگلے ماہ انتظار رہے گا۔

✉: ذیشان ریاض، فیصل آباد سے بڑے دنوں بعد ہمیں یاد کررہے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ جولائی کا شمارہ ملا۔ عید کی چھٹیوں کی وجہ سے لیٹ ہوگیا۔ موسم کی انگڑائیاں بادلوں کی اٹھکیلیاں حسن بڑھا دیتی ہیں اس کا۔ عید کی خوشیاں سب قارئین کو اداس کرگئیں۔ عبدالستار ایدھی صاحب ہم سے رخصت ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔ مینا تاج صاحبہ ہم سے جدا ہوگئیں۔ اللہ ان کے بھی گناہ معاف کرے۔ ملک علی رضا کو سچی کہانیاں میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ کہانیاں سبھی اچھی تھیں آدھی رومانوی آدھی افسانوی، ممتاز احمد صاحب

ناقابلِ اشاعت تحریریں

کھلتے پھول مرجھا گئے	وجیہہ پرویز
سچی لگن	طالیہ داؤد
(1) داغِ تمنا (2) داستانِ ہجر	فیضان خورشید
درد کے جزیرے	شاہد محمود مغل
آسیب کدہ	مومینہ بتول
نفس کا غلام	انیلہ امام بخش
ذرا سوچیے	نمرہ محمد
(1) طوائف (2) پراسرار خوشبو	ملک محمد اکرم آہیر
غارت گر	منعم اصغر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کی کمی محسوس ہوئی۔ عبدالعزیز جی آ کی والدہ کا سن کر بے حد افسوس ہوا۔ جاوید راہی صاحب کی آدھی سہاگن زبردست رہی۔ محمود شام کے سفر نامۂ ہند سے بہت معلومات میں اضافہ ہوا۔ مسئلہ یہ ہے نورین فیصل آباد کا خط شائع ہوا ہے۔ بہت دکھی خط ہے۔ اللہ تعالیٰ نورین کو صبر دے۔ معاویہ عنبر وٹو کے اشعار اچھے لگے۔ عظمیٰ شکور افسانچہ اچھا لگا۔ آخر میں سب کو بے حد سلام۔

☆: بھائی ذیشان! احوال میں آئے اچھا لگا۔ حاضری مستقل بنالو تو زیادہ اچھا لگے گا۔

☆: غزالہ نزہت فاطمہ، کوئٹہ سے عید کارڈ سمیت احوال میں موجود ہیں لکھتی ہیں۔ برسوں کی گردش کے بعد ایک بار پھر اپنی تحریر کو آپ کے مؤقر جریدے (شمارہ جون) کی زینت بنتے دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ میں نے دوست احباب اور گھر والوں کو مٹھائی کھلائی (حالانکہ 7 اپریل کو میری سب سے چھوٹی ہمشیرہ کا انتقال ہوگیا تھا) آپ لوگوں نے مجھے وہ خوشی دی ہے جو کہ ایک قریب المرگ شخص کے حلق میں آب حیات ثابت ہوئی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ یوم آزادی یا یوم دفاع کی مناسبت سے آپ لوگوں کو اپنی کوئی اچھی سی تحریر عنقریب ارسال کروں..... امید کامل ہے کہ حوصلہ افزائی ہوگی۔ پلیٹ فارم کے حساب سے لکھنے والوں کی تمام تحریریں پسند آئیں خصوصاً محمد سلیم اختر کی تحریر، اشارہ اور ممتاز احمد کی پکوڑے گرم نے خاصا متاثر کیا۔ لائف بوائے کے ذریعے، کامیابیوں کا سلسلہ اس مشکل دور میں مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے اور خوش بھی کرتا ہے۔ رانا حبیب الرحمان کی آپ بیتی کا انتظار ہے۔

☆: پیاری آپی! ہماری بھی دعا ہے کہ یہ ساتھ اب چھوٹنے نہ پائے۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا اور ہاں..... احوال میں اب آپ کی غیر حاضری بالکل قابل قبول نہ ہوگی۔

ساتھیو یہ تو تھے اب تک موصول ہونے والی خطوط۔ اس کے ساتھ ہی ہم آپ سے اجازت لیں گے، اگلے ماہ ان ہی صفحات پر پھر ملاقات ہوگی۔ اگر رب نے چاہا تو..... ارے اجازت سے پہلے تازہ ترین نظم آپ کی نذر۔

عبدالستار ایدھی کے نام

ہر شاخ سے لپٹا ہے سناٹا
ہر موڑ پہ چھائی ہے خاموشی
شہر سارا ہی مر گیا ہے کیا؟؟
خالی رہ گئے دریچے
بند کواڑ پڑے ہیں
گلیوں، کوچوں، بازاروں میں
جیسے کہرا سا پھر گیا ہے
آوازوں کے شہر ناگہاں میں
باسی وقت ٹھہر گیا ہے
کیا ہوگیا ہے..... یہ سب کیا ہوگیا ہے
دیکھو دیکھو..... لوگوں کی بھیڑ کے پیچھے
یہ کون سو گیا ہے
نسل آدم سے بابا!!
یہ کیسا بدلہ لیا ہے
یہ معذور، مفلس، بے سہارا، مفلوج
تیرے 'جھولے' میں پڑے ہیں..... اور
تو چل دیا ہے
خاک کا پیوند اوڑھ کے.....
دیکھو اے دنیا والو
بادشاہ سب کچھ ساتھ لے گیا ہے
ایدھی آج مر گیا ہے
مر کر 'امر' خود کو کر گیا ہے

آپ کا اپنا
کاشی چوہان

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

لائف بوائے.. مون سون میں بھی کام دکھائے

اسماء اعوان

حقیقت سے جڑی وہ کہانیاں، جو اپنے اندر بہت سارے دکھ سکھ اور کامیابی کے راز پنہاں رکھتی ہیں

''اوفوہ! ایک تو یہ مون سون جب آتا ہے نا ہمیشہ ہی ڈھیروں ڈھیر بالوں کے مسائل میں اُلجھا دیتا ہے قسم سے۔'' عندلیب بیٹی کے بالوں میں تیل میں دہی ملا کر مساج کر رہی تھی۔

''امی آرام سے کریں، اتنی تیزی سے آپ ہاتھ مار رہی ہیں سر پر۔ میرا سر بجائے سکون کے بھننے لگا ہے۔'' اریبہ ماں کی ایسی محبت سے تنگ کر سر پکڑتی ہوئی بولی تھی۔

''میری شہزادی تو تم بارش میں کیوں نہانے کھڑی ہو جاتی ہو۔ دیکھو بالوں کا حشر کیا کر دیا تمہاری لاپروائی نے۔'' عندلیب نے اب اُس کے سر پر تیزی سے چمپی شروع کر دی تھی۔

''مجھے نہیں کرانی یہ مشقت آپ سے، بس میں اُٹھ رہی ہوں۔'' اریبہ نے منہ بسورنا شروع کر دیا۔

''خبردار جو تم یہاں سے ذرا بھی ہلیں تو..... چپ چاپ بیٹھی رہو۔ دیکھو تو بھلا خشکی نے کیا حال کر دیا میری بچی کے سر کا۔'' عندلیب بڑبڑائی اور پھر سے دیسی نسخے پر طبع آزمائی کرنے لگی۔

''آپ کے پاس صرف یہی ایک حل ہے خشکی دور بھگانے کا۔ ٹی وی پر اتنے سارے اشتہارات آتے ہیں امی۔ پلیز آپ کوئی شیمپو ہی لا دیں نا۔'' اریبہ نے جیسے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

''ارے میری گڑیا! دیسی ٹوٹکے دیرپا ہوتے ہیں اور یہ جو تم سب دیکھتی ہو نا اشتہار وغیرہ یہ سب کہنے کی حد تک ہی کی باتیں ہوتی ہیں کتنے سارے شیمپو تو استعمال کر لیے ہیں مگر نتیجہ..... وہی خشکی، سکری اور بالوں کی بے رونقی۔'' عندلیب اپنی بات پر قائم تھی۔

''ہاں ٹھیک ہے۔ سب کچھ کہنے کی حد تک کی ہی باتیں ہوتی ہیں۔ کریں اِن دیسی نسخوں سے میرے بالوں کا مزید بیڑا غرق۔'' اریبہ روہانسی ہوئی۔

''ارے دلہن! چھوڑ دو معصوم کو، ساری خشکی آج ہی ختم ہو جائے گی کیا اس تیل دہی سے۔'' دادی ماں پوتی کی گریہ زاری سن کر اپنے کمرے سے باہر آ گئیں۔

''ارے ہٹاؤ یہ سب چیزیں..... میری بچی کا کتنا سا منہ نکل آیا ہے۔ بھیا بڑی جلاد ماں ہو۔ دیکھو تو چمپی کر کر کے میری بچی کا سارا خون ماتھے پر جمع کر دیا۔ آ میری گڑیا..... میری چندا۔'' دادی اُسے پچکارنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

لگیں۔

اریبہ دادی کی طرف بڑھ گئی اور عندلیب کچھ دیر پہلے کے منظر کو پھر سے یاد کرنے لگی۔

"کیا میں نے واقعی کچھ غلط کیا ہے اریبہ کے ساتھ؟"

"نہیں تم ٹھیک ہو اپنی جگہ....." اُس کا دل بولا۔

"مگر..... میری مثبت بات کو منفی رنگ کیوں دے دیا گیا؟"

"آج تمہارا زمانہ نہیں بلکہ تمہاری بچی کا زمانہ ہے۔" اندر سے آواز آئی۔

"تو....."

"تو پھر یہ کہ آج کے حساب سے جینا سیکھو۔ جو مسائل تمہارے زمانے میں تھے۔ وہ مسائل آج بھی ہیں مگر اُن کا حل تبدیل ہو گیا ہے۔"

"مگر..... میں بھلا کس طرح سے آج کے زمانے کا ساتھ دے سکتی ہوں۔"

"آج کا زمانہ تمہارا منتظر ہے۔ بس قدم بڑھاؤ۔" ضمیر کی تکرار سے وہ جلد ہی نتیجے پر پہنچ گئی۔

☆.....☆.....☆

"اریبہ! گڑیا اُٹھ جاؤ پلیز!" عندلیب نے اریبہ کو اُٹھایا تو وہ منہ بسورتی اُٹھ گئی۔

"آج سنڈے ہے امی آج سونے دیں نا۔"

"ٹھیک ہے سونے دیتی ہوں مگر کتنی دیر تک....." عندلیب نے بیٹی کے بالوں پر ہاتھ پھیرا تو پھر سے خشکی کے ذرات اُس کے بالوں میں آ گئے۔

"او کے امی! میں اٹھ گئی۔" وہ بستر پر دوزانو بیٹھ گئی۔

"گڈ گرل!" عندلیب نے بیٹی کا ماتھا چوما۔

"امی چلیے میں آتی ہوں۔ میرا ناشتا آپ دادی کے کمرے میں لے آیئے۔"

"ٹھیک ہے چندا! میں تمہارا ناشتا وہیں لے کر آتی ہوں۔"

کچھ ہی دیر میں وہ بیٹی کا من پسند ناشتا لیے اُس کے کمرے میں تھی۔

"اماں آج آپ بتایئے کہ آپ کی پوتی کو کیا گفٹ دوں۔ آج مدرز ڈے ہے نا۔"

"ارے..... مدرز ڈے پر تو تم مجھے گفٹ دو بہو۔" دادی ماں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم روایت بدل دیتے ہیں۔ مدرز ڈے پر ہم دونوں مائیں 'بیٹی' کو گفٹ دیتے ہیں۔" عندلیب نے ساس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"کیوں نہیں! بالکل ایسا ہو سکتا ہے۔ ماؤں کا سب کچھ بیٹی بیٹوں کا ہی تو ہوتا ہے۔"

"مجھے آپ لوگوں سے کچھ نہیں لینا ہے۔ آپ ہی میرا گفٹ ہیں۔" اریبہ نے کہا اور ماں کے گلے لگ گئی۔

☆.....☆.....☆

ناشتے کے بعد اریبہ، عندلیب کے ساتھ ٹی وی پر مارننگ شو دیکھ رہی تھی۔ چمکدار لہراتے بالوں والی، لڑکیوں کو دیکھ کر اریبہ اُداس اُداس سی لگنے لگی۔ عندلیب نے فوراً محسوس کیا اور اس کا سر گود میں رکھ کر بال سہلانے لگی۔

"کیا ہوا، اُداس کیوں ہو گئیں بیٹا؟" عندلیب نے محبت اُسے سے گھر کا۔

"پتا نہیں امی! جب بھی میں لڑکیوں کے ایسے خوبصورت بال دیکھتی ہوں تو اللہ میاں سے ایک ہی دعا مانگتی ہوں کہ کاش اللہ میاں میرے بھی ایسے ہی خوبصورت بال کر دے۔ اور میں بھی خوب اتراؤں۔" اریبہ معصومیت سے دل کی بات کہہ گئی۔

"میری پیاری بٹیا! تُو اُداس نہ ہوا کر، جب تُو اُداس ہوتی ہے تو کائنات اُداس ہو جاتی ہے۔ تُو تو اس گھر میں زندگی کی علامت ہے چندا۔" عندلیب نے اریبہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"تیرے بال انشاء اللہ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے۔ میں نے حل سوچ لیا ہے۔ اتنے سارے ٹوٹکے اور شیمپو استعمال کیے مگر اب میں ایک آخری بار ٹرائی کروں گی۔"

"دل بہلانے والی باتیں مت کریں امی، سب کے بال اچھے ہوتے ہیں مگر بس میرے ہی بال ایسے ہیں۔ ضروری تو نہیں نا کہ انسان کی ہر خواہش پوری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

ہو۔ خواہش بارشوں کی طرح تھوڑی ہوتی ہیں جو صحراؤں اور پہاڑوں دونوں کو جل تھل کردے۔"

"چندا کیا ہوگیا ہے؟ یہ فلسفہ مجھے سخت زہر لگا ہے تمہارا۔ تم تو بہت پیاری بچی ہو، چلو اب ذرا نیوز چینل لگادو۔ حالات حاضرہ سے بھی باخبر رہنا چاہیے۔" عندلیب نے مسکراتے ہوئے موضوع بدلا تاکہ بیٹی کی اُداسی کسی طور ختم ہو۔

☆.....☆.....☆

"بہو! میری مانو تو تم فوراً اریبہ کے لیے لائف بوائے شیمپو لے آؤ۔" دادی ماں نے بہو کو مشورہ دیا تھا۔

"اماں اچھے سے اچھا شیمپو استعمال کرچکی ہوں۔ سارے شیمپو ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔" عندلیب جھنجلائی۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا بہو کہ آج کی ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔ تم سب کچھ استعمال کرکے دیکھ چکیں تو بس یہ آخری شیمپو اور دیکھ لو۔ لائف بوائے نام ہی ضمانت کی ہے بہو۔ تم اسے اریبہ کے بالوں پر استعمال کرکے تو دیکھو۔" دادی ماں نے کہا۔

"ٹھیک ہے اماں! میں آج ہی اریبہ کے بال لائف بوائے شیمپو سے دھوتی ہوں۔" عندلیب ساس کے ہاتھ سے لائف بوائے شیمپو لے کر اریبہ کے کمرے میں آگئی۔ اریبہ اپنے اُلجھے بالوں کو سلجھا رہی تھی۔

"ہیلو بیٹا....." عندلیب نے اُس کی اُلجھن پر مسکراتے ہوئے کہا۔

"امی! دیکھیے نا پھر سے اُلجھ گئے سارے بال۔"

"ارے میری گڑیا..... یہ تو ان سارے مسائل کا علاج۔" عندلیب نے اعتماد سے کہا۔

"علاج! کون سا علاج امی۔"

"یہ ہے تمہارے سارے بالوں کے مسائل کا حل۔" عندلیب نے لائف بوائے شیمپو اس کے آگے کردیا۔

"یہ..... امی آپ اس سے پہلے بھی تو ایسے کئی علاج کرچکی ہیں میرے بالوں کے لیے۔"

"ہاں کرچکی ہوں مگر تم اس لائف بوائے شیمپو پر آنکھیں بند کرکے اعتماد کرسکتی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ لائف بوائے شیمپو جو کہتا ہے وہ کرکے بھی دکھاتا ہے۔ چلو شاباش..... اٹھو اور پورے اعتماد کے ساتھ لائف بوائے شیمپو استعمال کرو۔" عندلیب نے بیٹی کو ساتھ لگاتے ہوئے جیسے ہمت اور حوصلہ بھی پھونکا تھا۔

اریبہ فوراً ہی لائف بوائے شیمپو سے بال دھونے چل دی تھی۔

'مجھے سو فیصد ہی نہیں اب دو سو فیصد یقین ہے کہ میرا اور اماں کا اعتماد ضرور جیتے گا، انشاء اللہ۔' عندلیب دل میں بولتی وہاں سے چل دی۔

☆.....☆.....☆

(اگلے برس)

آج بڑے زوروں سے بادل گرجے تھے۔ مون سون شروع ہوا تو ہر طرف جل تھل تھی۔ مون سون کی بہاریں ہی الگ ہوتی ہیں۔ جیسے تپتے صحرا میں مون سون اپنے رنگ بھر کر اُسے پانی پانی کرکے دھرتی ماں کی پیاس بجھاتا ہے اسی طرح مون سون دلوں میں امنگ جگاتا، نئے نئے محبت کے رنگ بھی برساتا ہے۔ گھر کے بڑے سارے صحن میں ایک طرف دادی ماں چارپائی پر بیٹھی بارش سے لطف لے رہی تھیں تو دوسری طرف اریبہ دل کھول کر بارش میں نہا رہی تھی۔ بنا خوف و جھنجٹ کے..... عندلیب پکوان بنانے میں مگن کچن میں مصروف تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ ٹرے میں گرم گرم آلو کے پراٹھے، اچار اور حلوہ لیے برآمدے میں آگئی۔

"چندا آجاؤ! پہلے کھالو اور پھر بعد میں نہاتی رہنا۔" عندلیب نے اریبہ کو پکارا۔

"اماں جان! پلیز آپ بھی آجائیں۔ سب ٹھنڈا ہوجائے گا۔"

"ارے امی جان پکوان تو پھر سے بن جائیں گے مگر یہ بارش! اُف! کتنا مزہ آرہا ہے۔ پلیز آجائیں اور دیکھیں کتنا انجوائے کررہے ہیں میں اور دادی اماں!" اریبہ نے آخر عندلیب کو زبردستی بارش میں کھینچ ہی لیا۔

"اوفوہ! چلو ٹھیک ہے۔ واقعی بارش تو نعمت ہے۔ اور کراچی والوں کے لیے تو بارش اب خواب ہوچکی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہے۔ سچ کہتی ہو، موسم کا لطف تو اٹھایا نہیں جاسکتا بعد میں مگر پکوان ضرور دوبارہ سے لطف دے سکتے ہیں۔ عندلیب بھی خوشی سے کہہ رہی تھی۔

''ارے..... رکو میں اس خوشی میں تمہیں خوشیاں دینے والے تمہارے سب سے اچھے ساتھی کو کیوں بھول گئی۔'' جیسے عندلیب کو کچھ یاد آیا۔

''کیا مطلب امی؟''

''مطلب یہ کہ..... ابھی بتاتی ہوں۔'' یہ کہہ کر عندلیب بھیگی ہوئی اندر گئی اور کچھ لے کر واپس صحن میں آ گئی۔

''اوہ میرا لائف بوائے شیمپو..... امی یُو آر گریٹ۔'' اریبہ نے ماں کو چوم لیا۔

''لو اور موسم کو کھل کر انجوائے کرو۔ یاد ہے نا پچھلے مون سون میں تمہارے بالوں کا کیا حشر تھا اور اب۔'' عندلیب نے اریبہ کے گھنے، دراز بالوں کو ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

''اب یہ بال ہو گئے ہیں، بنگال کا جادو۔'' اریبہ نے قہقہہ لگایا۔

''نو..... بنگال کا نہیں، اب پاکستان کا جادو، لائف بوائے شیمپو..... بالوں کے سارے مسائل سے نجات دلائے۔ خشکی سکری کا جڑ سے خاتمہ کرے اور اپنی ملک پروٹین کی طاقت سے بالوں میں نئی زندگی اور قدرتی چمک واپس لائے۔''

''ارے بہو! لائف بوائے پھر سے لائف بوائے شیمپو کی شکل میں جیت گیا۔ دیکھ لو آج بٹیا مون سون میں کیسے مزے سے بنا کسی ڈر کے نہا کر موسم انجوائے کر رہی ہے۔'' دادی ماں نے دور سے ہی بہو اور پوتی کی بلائیں لیں۔

''اماں جان لائف بوائے شیمپو کی جیت نہیں ہے یہ..... یہ تو یقین اور بھروسے کی جیت ہے۔ یہی حقیقت ہے۔ سب دعوے کرتے ہیں مگر لائف بوائے شیمپو اعتماد اور یقین کے ساتھ اپنے کام میں مگن رہتا ہے۔ یہ واحد شیمپو ہے جو مون سون کے اثرات سے بھی بالوں کی حفاظت کرتا ہے۔''

اب اریبہ بالوں کو لائف بوائے شیمپو سے تیز برستی بارش میں دھو رہی تھی۔

''امی..... میرا سپنا، میری خواہش لائف بوائے شیمپو نے پوری کر دی۔ سپنے حقیقت میں بدل دیے لائف بوائے شیمپو نے۔ میرے بال خوبصورت کر دیے لائف بوائے شیمپو نے۔''

اریبہ کی خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ کر عندلیب کو سرشار کر رہی تھی۔ عندلیب ساس کے پاس جا کر چارپائی پر بیٹھ گئی۔

''اماں لائف بوائے شیمپو کی جیت کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے۔ آپ نے آج کے ٹریٹمنٹ کا کہہ کر لائف بوائے شیمپو ہی کو آخری حل کس طرح کہا تھا اماں!''

''بہو! کچھ چیزیں ٹریڈ مارک ہوتی ہیں۔ لائف بوائے بھی ان ہی میں سے ایک ہے۔

لائف بوائے کی مصنوعات نمبر ون اپنے دیرپا اثر کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ جب میری گڑیا کے بالوں کا مسئلہ سامنے آیا تو میں تو بہت پہلے سے تم سے لائف بوائے شیمپو کا کہتی مگر میں نے اس لیے نہیں کہا کہ تم بازار میں ملنے والے وقتی چمک دمک والے مہنگے شیمپو استعمال کر لو اگر بات نہ بنی تو پھر میں اپنے اعتماد کو آزماؤں گی۔ اور دیکھ لو..... نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔

لائف بوائے، نسلوں کا بھروسہ ہے اور یہ اعتماد بڑی مشکل سے ہاتھ آتا ہے۔ خدا کا شکر ہے لائف بوائے شیمپو پر بھروسہ کیا اور وہ بھروسے پر پورا اترا۔''

''ارے جس پر بھروسہ کیا وہی سب کچھ ہے اور جو تختۂ مشق بنا وہ کچھ نہیں ہے۔'' اریبہ بھی دادی اور ماں کے قریب چلی آئی تھی۔

''جو تختۂ مشق بنا وہی تو کامیاب بھی ٹھہرا۔'' عندلیب نے اریبہ کی ناک پکڑ کر محبت سے دبائی۔

''تھینک یو لائف بوائے شیمپو۔ تم نے مون سون کو اصل میں مون سون بنا دیا۔ بغیر کسی ڈر کے۔'' اب تینوں مل کر برسات انجوائے کر رہی تھیں۔ بادل پھر زور سے گرجا تھا۔

جیسے لائف بوائے شیمپو کی کامیابی پر وہ بھی خوشی میں قہقہہ مار کر ہنسا ہو۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

فریبِ نظر

جاوید راہی

اُس انسپکٹر کی دہشت ناک داستان، جو فریبِ نظر کا شکار ہو کر اپنی جان گنوا بیٹھا

ڈرائیور نے جیپ روک دی۔ اس سے آگے راستہ بھی نہ تھا خود انسپکٹر زبیر شاہ بھی دیکھ رہا تھا کہ اب جیپ بالکل آگے نہیں جا سکتی۔

"ٹھیک ہے۔ نادر خان تم جیپ لیکر واپس جاؤ

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہم یہاں سے پیدل جائیں گے۔"

جیپ واپس چلی گئی اور زبیر شاہ سپاہیوں کے ساتھ آگے چل پڑا۔ اسے حویلی گول گلی تک جانا تھا جہاں سے قتل کی ایک واردات کی اطلاع ملی تھی اور اسے اس کی تفتیش کرنی تھی۔ موسم خوشگوار تھا پہاڑی راستوں کے اطراف ہریالی بھی تھی اور دور تک اونچی نیچی چٹانیں اور چھوٹے چھوٹے خشک ٹیلے بھی نظر آرہے تھے۔ کہیں گہری کھائیاں تھیں اور کہیں اونچی نیچی پہاڑیاں لمبے لمبے تناور درختوں سے چھپی ہوئی تھیں۔ زبیر شاہ جوان تھا ابھی اس کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی مگر وہ شادی کے خواب ضرور دیکھتا تھا۔ پولیس کی ملازمت میں شادی کی فرصت نہیں مل رہی تھی اس لئے خیالی دوشیزاؤں سے دل بہلاتا تھا۔

اس وقت بھی اس کے ذہن میں کوئی قاتل نہیں تھا بلکہ وہ جس کی تلاش میں جارہا تھا وہ کوئی حسین قاتلہ تھی جو اپنے گھر کی دہلیز پر اس کیلئے کنواری بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسے وقت میں آگے چلنے والے ایک سپاہی نے کان پر ہاتھ رکھ کر ماہیا گانا شروع کر دیا۔ اس کی آواز آس پاس کی چٹانوں سے ٹکرا کر گونجنے لگی اور زبیر شاہ کے دل میں اُترنے لگی۔ ماہیا کے بول میں زبیر اپنی خیالی محبوبہ کو تڑپتے دیکھ رہا تھا۔ جب شام ہونے لگی اور چپکے چپکے تاریکی پھیلنے لگی تو وہ گانے والا سپاہی خاموش ہوگیا۔ وہ دریائے سندیلی کے قریب پہنچ رہے تھے۔ ابھی وہ دریا سے آدھے میل کے فاصلے پر تھے کہ زبیر شاہ کو ایک طرف درختوں کے جھنڈ میں ایک پرانی حویلی نظر آئی' زبیر شاہ نے پوچھا۔

خان یہاں اس ویرانے میں کون رہتا ہے؟"

سپاہی بابو خان نے جواب دیا کہ "ہمارے باپ دادا کہتے ہیں کہ دریا کے اس پار حویلی گول گلی کی طرح یہاں بھی ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ پتا نہیں یہ کیسے اُجڑ گئی۔ کچھ مکانات سیلاب وغیرہ میں بہہ گئے۔ صرف وہ حویلی اب تک اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی ہے۔"

زبیر شاہ نے حویلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "روشنی نظر آرہی ہے۔ کیا اب بھی وہاں لوگ آباد ہیں؟"

"جی ہاں! وہاں حویلی کی ایک بوڑھی ملکہ ہے اور اس کی ایک جوان پوتی ہے۔ وہ بڑھیا اپنی ضرورت کا تمام سامان حویلی گول گلی سے خرید کر لے جاتی ہے اور وہاں اپنی پوتی کے ساتھ تنہا رہتی ہے۔"

اگر بوڑھی عورت تنہا رہ رہی ہوتی تو اس حویلی سے اتنی دلچسپی کبھی نہ پیدا ہوتی اس کے ساتھ ایک جوان لڑکی کا ذکر آیا تو زبیر شاہ کا دل بے اختیار اس کی طرف کھنچنے لگا۔ کتنا رومینٹک ماحول تھا۔ گھنے سایہ دار درختوں کے ساتھ شام کی نیم تاریکی میں وہ حویلی شاخوں اور پتوں کے پیچھے سے جھلک رہی تھی اور ایک اونچی کھڑکی سے باہر آنے والی روشنی مدھم مدھم اشاروں کی طرح اپنی طرف بُلا رہی تھی۔ اس رومانوی ماحول میں کہیں ایک جوان لڑکی بھی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ وہی اس کے خوابوں کی دلہن ہو اور اس ویرانے میں اس کیلئے اب تک کنواری بیٹھی ہو۔ زبیر شاہ نے سپاہیوں سے کہا۔

"ہم رات کو دریا پار نہیں کریں گے۔ ہمیں اس حویلی میں رات گزارنی چاہیے۔ کل صبح گول گلی پہنچ کر قاتل کو تلاش کیا جائے گا۔"

ایک سپاہی نے کہا۔ "جناب انسپکٹر صاحب نے کہا تھا کہ ہمیں جلد سے جلد جائے واردات پر پہنچنا چاہیے اگر ہم نے وقت ضائع کا تو قاتل بہت دور نکل جائے گا۔"

زبیر شاہ کو سپاہی کی بات بہت بُری لگی' وہ بیچارہ سپاہی جوان انسپکٹر کے جذبات نہیں سمجھ رہا تھا صرف فرض کا احساس دلا رہا تھا۔ زبیر شاہ نے ناگواری سے کہا۔

"اطلاع کے مطابق صبح چار بجے قتل ہوا تھا۔ ہم پندرہ گھنٹے بعد وہاں پہنچیں گے تو کیا قاتل ہمارے انتظار میں وہاں بیٹھا ہوگا؟ تم احمق ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے اپنے فرض کا احساس نہیں ہے اگر تم مجھ سے زیادہ تجربہ کار، چالاک اور دلیر ہو تو اپنے ساتھ ایک سپاہی کو لے کر جاؤ اور اپنے طور پر تفتیش کرو میں صبح وہاں آؤں گا تو مجھے مکمل رپورٹ پیش کرنا۔"

زبیر شاہ نے یہ بات غصے میں کہی تھی پھر اس کے دماغ نے کہا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہی مناسب ہے کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اگر سپاہی اس سے پہلے وہاں پہنچ کر اپنے طور پر تفتیش کر تے ہیں تو دوسرے دن اس کیلئے بہت سا کام آسان ہو جائے گا اور وہ خواہ مخواہ کی بھاگ دوڑ سے بچ جائیگا۔ اس منصوبے کا دوسرا پہلو بھی بہت خوبصورت نظر آیا۔ سپاہیوں کے جانے کے بعد وہ تنہا اس حویلی میں رات گزارتا تو اس بڑھیا کی جوان پوتی سے کھل کر گفتگو کرنے اور آزادی سے وقت گزارنے کا موقع مل جاتا۔ اس نے خوب اچھی طرح سوچ کر نرمی سے کہا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے ۔تم لوگ میرے ساتھ حویلی تک چلو اگر مجھے وہاں آرام سے رات گزارنے کا موقع ملا تو میں وہاں صبح تک جاؤں گا۔ تم تینوں ابھی سے گول گلی پہنچ کر اپنا کام شروع کر دینا۔''

پھر وہ لوگ حویلی کی طرف پیدل ہی چلنے لگے کیونکہ وہاں تک جیپ نہیں جا سکتی تھی۔

حویلی کے دروازے پر پہنچ کر ایک سپاہی نے دستک دی۔ دو چار بار دروازہ اچھی طرح پیٹنے کے بعد ویران حویلی کے اندر زندگی کے آثار نظر آئے۔ دور کسی عورت کے بڑبڑانے کی دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دروازہ کھل گیا۔ کھلے ہوئے دروازے کے پیچھے ایک بوڑھی عورت ہاتھ میں شمع لئے کھڑی تھی۔ اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ چہرے پر اتنی جھریاں تھی کہ گنتے گنتے صبح ہو جائے۔ ان جھریوں سے پتا چلتا تھا کہ وہ ساٹھ ستر برس کی ہوگی۔ ویسے بوڑھی ہونے کے باوجود اچھی خاصی صحت کی مالک تھی' اس نے آنے والوں کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں سن چکی ہوں کہ چانن کمہار اپنی گھر والی کو قتل کر کے فرار ہو گیا ہے۔ میں یہ بھی جانتی تھی کہ تم لوگ اسے تلاش کرنے کیلئے یہاں آؤ گے کیونکہ یہاں مجرموں کو آسانی سے چھپایا جا سکتا ہے۔ آؤ اندر آ جاؤ اور یہاں کا کونہ کونہ دیکھ لو۔ میں قانون کا ساتھ دینا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔'' بوڑھی عورت نے کہا۔

اس وقت زبیر شاہ کے ذہن میں صرف ایک جوان دوشیزہ تھی، جوانی کے اندھے جذبے اس طرح بھٹکاتے ہیں کہ اصل راستہ گم ہو جاتا ہے۔ زبیر شاہ نے ایک جوان لڑکی کے متعلق سوچتے وقت اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ ایک مفرور قاتل ایسی ویران حویلی میں آ کر چھپ سکتا ہے۔ بوڑھی عورت کی بات سن کر اسے اپنے فرض کا احساس ہوا۔ اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

''جی ہاں مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کر رہی ہیں۔ میں اس علاقے میں پہلی بار آیا ہوں۔''

''میں نئے اور پرانے چہروں کو پہچانتی ہوں۔ میں نے اس علاقے میں آدھی صدی گزاری ہے۔ بوڑھے انسپکٹر کی جگہ تمہیں دیکھ کر میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ نئے بھی ہو اور اناڑی بھی۔''

زبیر شاہ نے اس کی بات میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ میں اناڑی ہوں؟''

وہ شمعدان اٹھائے بڑے ہال کے ننگے فرش پر چلتی ہوئی بولی۔ ''میں ابھی آدھ گھنٹے پہلے گول گلی سے آئی ہوں۔ وہاں تم اور تمہارے سپاہی نہیں تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم سیدھے یہاں چلے آئے اور یہاں صرف ستانے اور آرام کرنے آئے ہو۔ مجرموں کی تلاش میں آنے والے سپاہیوں کے انداز ہی کچھ اور ہوتے ہیں۔ اگر تم تلاش میں آتے تو پہلے کسی آدمی کو حویلی کے پچھلے دروازے پر بھیجتے اور یہاں اندر آتے ہی تلاشی شروع کر دیتے۔''

زبیر شاہ اپنے ماتحتوں کے سامنے جھینپ گیا پھر بات بناتے ہوئے بولا ''شاید آپ یہ بات نہیں جانتیں کہ ہم پولیس والے چہروں سے جرم کرنے والوں کو پہچان لیتے ہیں۔ آپ کا اطمینان بتا رہا ہے کہ آپ نے کسی مجرم کو چھپانے کا جرم نہیں کیا ہے پھر بھی میں فرض ادا کرنے کے طور پر تلاشی لوں گا۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ مجھے اس حویلی کا ایک ایک کمرہ دکھائیں۔'' زبیر شاہ نے کہا۔ مقصد یہی سامنے تھا کہ شاید وہ جوان لڑکی کسی کمرے میں مل جائے۔

تین سپاہیوں نے تین شمعیں روشن کیں اور تین اطراف چلے گئے۔ زبیر شاہ بوڑھی عورت کے ساتھ چلنے لگا پتا نہیں کہ بوڑھی عورت نے اس کے خیالات پڑھ لئے تھے یا وہ محض اتفاق تھا کہ وہ سیدھی اسی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کمرے میں گئی جہاں وہ لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ زبیر شاہ کمرے کے اندر پہنچتے ہی اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے خیالوں میں جتنی دلہنوں کے چہرے بنائے تھے وہ ان سے بھی زیادہ حسین تھی۔ شمع کی روشنی میں اس کے حسن کی چاندنی نکھر رہی تھی۔ اس کے بدن پر ریشمی لباس تھا جس سے اس کے بدن کی شادابیاں جھلک رہی تھیں۔ وہ اس کا سراپا نہیں دیکھ سکا کیوں کہ وہ ایک میز کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی اس کے دونوں ہاتھ میز پر رکھے ہوئے تھے۔ میز پر کھانے کے برتن رکھے ہوئے تھے مگر وہ کھانا کھانے کے بجائے خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ دروازے پر آہٹ سن کر اس نے اپنی گھنی پلکوں کو اُٹھایا تو اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں زبیر شاہ کے ذہن میں پیوست ہوگئی تھیں۔ وہ ایسے سہمی ہوئی معصوم نظریں تھیں کہ انہیں دیکھتے ہی زبیر شاہ کا دل دھڑکنے لگا تھا اور جسم میں دھیما دھیما سا سرور جاگ اُٹھا تھا۔ اس کے دماغ نے کہا۔

''بس یہی منزل ہے۔ یہیں تھک کر بیٹھ جانا چاہیے۔ فرائض کی ادائیگی تو ہوتی ہی رہتی ہے۔ پروگرام کے مطابق تینوں سپاہیوں کو حویلی گول گلی بھیج دینا چاہیے۔ تینوں اپنا کام کرتے رہیں گے اور وہ یہاں تنہا اس دوشیزہ کے دل کی طرف اپنا راستہ بناتا رہے گا۔''

اس بوڑھی عورت نے آگے بڑھ کر اس شمعدان کو اس لڑکی کے قریب میز پر رکھ دیا۔ لڑکی کے چہرے کے نقوش اور زیادہ واضح ہوگئے۔ بڑھیا نے کن انکھیوں سے زبیر شاہ کی طرف دیکھا اور لڑکی کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

''یہ میری پوتی چندریٰ ہے۔''

زبیر شاہ نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملانے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور کہا۔

''مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔''

مگر وہ خاموش بیٹھی رہی۔ اس نے اپنے ہاتھ نہیں اُٹھائے تھے۔ شاید وہ توجہ نہ دینے کی وجہ سے خود بھی شرمندہ تھی کیونکہ اس کی آنکھیں ندامت سے جھک گئی تھیں۔ بڑھیا نے لجاجت سے کہا۔

''سوری انسپکٹر۔۔۔۔ چندریٰ آپ سے ہاتھ نہیں ملا سکتی اس کے دونوں ہاتھ مفلوج ہیں۔''

زبیر شاہ نے بڑی ہمدردی سے ان خوبصورت ہاتھوں کو دیکھا جو میز پر رکھے ہوئے تھے۔ ان ہاتھوں میں جوانی کا حسن تھا اور عمر کی شگفتگی تھی مگر وہ خوبصورت ہاتھ کسی کے گلے کا ہار نہیں بن سکتے تھے۔ وہ ہاتھ جس حسینہ کی ملکیت تھے اس حسینہ کی زلفیں بھی نہیں سنوار سکتے تھے۔ کتنی مجبور تھی وہ ہاتھوں کے بغیر۔۔۔۔ وہ بالکل ایک خاموش مجسمے کی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔ بوڑھی عورت پلیٹ سے لقمے اُٹھا کر اسے کھلانے لگی۔ زبیر شاہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایسے وقت میں کس طرح ہمدردی کا اظہار کرنا چاہیے۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''آپ کی پوتی بہت حسین ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ اس کے ہاتھ کیسے مفلوج ہوئے؟''

''یہ پیدائشی طور پر ہی ایسی ہے۔''

زبیر شاہ نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔

''مجھے اس سے بے حد ہمدردی ہے۔ اسے دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ اپنے اندر بہت سے دُکھ سمیٹے بیٹھی ہو۔''

''انسپکٹر اس کے دکھوں کا حساب کرو گے تو قاتل ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جاؤ اور اپنا فرض ادا کرو۔''

''کسی کے دکھ اور مصیبت میں کام آنا بھی میرا فرض ہے۔ میرے سپاہی دوسرے فرض کی ادائیگی کیلئے ابھی حویلی گول گلی جائیں گے اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں یہ رات یہیں گزار لوں۔''

بوڑھی عورت اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

''ہماری حویلی ایسی جگہ ہے کہ کتنے ہی بھولے بھٹکے مسافر یہاں آکر پناہ لیتے رہتے ہیں اور تم تو پولیس انسپکٹر ہو جان و مال کے محافظ ہو۔ تمہارے یہاں رہنے پر میں کیسے اعتراض کر سکتی ہوں۔''

انسپکٹر زبیر شاہ نے اس کا شکریہ ادا کیا تو وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی ''لیکن میں تمہیں فرض کا احساس بھی دلانا چاہتی ہوں وہ تینوں سپاہی صرف لاٹھیاں لے کر قاتل کے پیچھے جائیں گے تو وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''آپ یہاں رہتی ہیں تو قاتل کو بھی اچھی طرح جانتی ہوں گی۔ آپ مجھے اس کے متعلق بتائیں میں اسے گھیرنے کی تدبیر کروں گا۔'' یہ کہہ کر زبیر شاہ چندیری کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

بوڑھی عورت نے چندیری کو کھانا کھلاتے ہوئے کہا۔

''اس کا نام چانن کمہار ہے۔ وہ ایک قدآور جوان ہے' تمہاری طرح صحتمند بھی ہے۔ وہ دلیر ہے مگر چالاک نہیں بستی والے کہتے ہیں کہ اس پر کسی چڑیل کا سایہ پڑ گیا ہے اس لئے اس نے اپنی خوبصورت بیوی کو قتل کر دیا ہے۔''

''قتل کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے' قانون یہ تسلیم نہیں کرے گا کہ ایک چڑیل کیلئے یہ قتل کیا گیا ہے۔ کیا اس چڑیل کا کوئی وجود ہے؟''

''اسے کسی نے نہیں دیکھا ہے لیکن چانن کمہار خود لوگوں کو بتایا کرتا تھا کہ رات کو دریا کے کنارے ایک بہت ہی حسین عورت اس سے ملنے آتی ہے اور اسے اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہتی ہے۔''

''مجرم یا ملزم کوئی ایسی من گھڑت باتیں کہہ کر سزا سے نہیں بچ سکتا۔''

''سزا تو اس وقت ہوگی جب وہ پکڑا جائے گا۔ تمہارے سپاہی صرف لاٹھیوں سے ہانک کر اسے حوالات تک نہیں لے جا سکیں گے کیونکہ وہ چڑیل اس کی حفاظت کرتی ہے۔''

''ابھی تو آپ کہہ رہی تھیں کہ اس چڑیل کو کسی نے نہیں دیکھا ہے پھر چشم دید گواہ کیسے ملیں گے؟''

بڑھیا نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر جواب دیا۔ ''دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جب چانن کمہار اپنی بیوی کو قتل کرنے کے بعد وہاں سے بھاگنے لگا تو بستی کے چار جوانوں نے اس کا پیچھا کیا اس وقت صبح کے چار بجے تھے اور رات کا دم توڑتا اندھیرا ابھی باقی تھا۔ چانن کمہار کا پیچھا کرنے والے جوان اچانک ہی ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے۔ کہر آلود نیم تاریکی میں انہیں دو سوکھے ہاتھ نظر آئے ان ہاتھوں نے سب سے آگے والے جوان کا گلا دبوچ لیا۔ یہ منظر دیکھ کر دو جوان خوف سے بھاگ گئے' تیسرا جوان دلیر تھا وہ آگے بڑھ کر ان سوکھے ہاتھوں سے اپنے ساتھی کی گردن چھڑانے لگا۔ اس کے ساتھی کی گردن چھوٹ گئی مگر دونوں کے منہ پر دونوں ہاتھوں کا تھپڑ پڑا۔ وہ دونوں لڑکھڑا کر نیچے گرے پھر جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن انہوں نے دوبارہ آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ اسی طرح فضا میں معلق تھے' یوں لگتا تھا جیسے ان ہاتھوں کے پیچھے پورا جسم موجود ہے جو کہر کے پردے میں چھپا ہوا ہے۔ وہ ہاتھ صرف کہنی سے پنجوں تک نظر آ رہے تھے یعنی نادیدہ جسم ساکت تھا اور دونوں ہاتھ متحرک تھے''

عورت کی باتیں سن کر زبیر شاہ کی نظریں بے اختیار چندیری کے ہاتھوں کی طرف گئی تھیں۔ وہاں اس کے برعکس تھا' بڑھیا بھی اپنی پوتی کے ہاتھوں کی طرف دیکھ رہی تھی پھر وہ حسرت سے بولی۔

''اب دیکھو نا' میری پوتی کے بھی ہاتھ کام نہیں کرتے۔ میری بڑی تمنا ہے کہ کسی طرح اس کے ہاتھ ٹھیک ہو جائیں۔ کوئی چاہنے والا اسے محبت سے پھول پیش کرے اور یہ شرما کر ہاتھ بڑھاتی اور وہ پھول قبول کر لیتی۔''

اس کی بات ادھوری رہ گئی' تینوں سپاہی حویلی کی تلاشی لینے کے بعد اس کمرے میں آ گئے تھے۔ سپاہی بابو خان نے کہا۔

''جناب ہم نے حویلی کا کونہ کونہ چھان مارا ہے' قاتل یہاں نہیں ہے اور حویلی کا پچھلا دروازہ بھی اندر سے بند ہے' یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ وہ پچھلے دروازے سے فرار ہو گیا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں پہلے ہی ماں جی کا چہرہ دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ یہاں قاتل کو پناہ نہیں دی گئی ہے۔ تم تینوں حویلی گول گلی چلے جاؤ میں صبح وہاں پہنچ جاؤں گا۔''

''انسپکٹر اپنے سپاہیوں سے کہو کہ اگر چانن کمہار کہیں نظر آئے تو اسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں یہ لوگ وہاں پہنچیں گے تو بستی والے انہیں بھی ان ہاتھوں کی کہانی سنائیں گے بہتر ہے کہ یہ کسی نادیدہ قوت سے نہ ٹکرائیں صرف یہ معلوم کریں کہ چانن کمہار

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے کہاں پناہ لی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے دن کی روشنی میں گھیرا جائے تو شاید وہ ہاتھ اس کی مدد نہیں کر سکیں گے۔''

چندیری کی دادی کا مشورہ مناسب تھا۔ زبیر شاہ نے سپاہیوں سے کہا کہ وہ اس کے مشورے پر عمل کریں۔ اگر کہیں چانن کمہار نظر آجائے تو اس کی لاعلمی میں اس کا پیچھا کریں اور اس کی جائے پناہ معلوم کرنے کی کوشش کریں۔

وہ افسرانہ انداز میں سپاہیوں کو حکم دے رہا تھا' اس دوران اس نے محسوس کیا کہ چندیری اسے متاثر ہونے کے انداز میں دیکھ رہی ہے۔ اس نے سر گھما کر دیکھا تو وہ اس کی وردی اور صحتمند جسم کو بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ زبیر شاہ کا سینہ فخر سے تن گیا وہ سپاہیوں کے سامنے کچھ اور زیادہ افسرانہ اور تحکمانہ انداز اختیار کرنے لگا تاکہ وہ حسینہ اس سے مرعوب ہوتی رہے۔ مؤدب کھڑے ہوئے سپاہی اس کا حکم سنتے رہے پھر ایڑیاں بجا کر سیلوٹ کرنے کے بعد رخصت ہو گئے۔

زبیر شاہ نے گردن اکڑا کر افسرانہ شان سے چندیری کی طرف دیکھا تو وہ جلدی سے نظریں چرانے لگی۔

اس کی دادی نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''انسپکٹر میں تمہارے رات گزارنے کیلئے کمرہ ٹھیک کرتی ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو' وہیں کھانا وغیرہ بھی کھالینا۔''

زبیر شاہ نے چندیری کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں یہاں بیٹھ کر بھی کھانا کھا سکتا ہوں اگر آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو تو یہیں کھانا لے آیئے۔''

بوڑھی عورت نے اسے ذرا ناگواری سے دیکھا پھر اپنی پوتی کو دیکھنے لگی۔ چندیری نے اپنی دادی کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے آنکھوں ہی آنکھوں سے کہہ رہی ہو۔

''تم چلی جاؤ اور انسپکٹر کو یہیں رہنے دو۔''

بڑھیا ایک جھٹکے سے گھوم کر باہر جانے لگی۔ پھر دروازے کے پاس جا کر رُک گئی اس نے پلٹ کر دونوں کو میز کے اطراف میں آمنے سامنے بیٹھے دیکھا پھر انسپکٹر کو مخاطب کرتی ہوئی بولی۔

''یہ چندیری کی خواب گاہ ہے ڈائننگ ہال نہیں ہے انسپکٹر تمہیں کچن میں آکر کھانا کھانا چاہیے۔'' وہ اپنی بات کا جواب سنے بغیر باہر چلی گئی۔ زبیر شاہ نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر اسے جاتے ہوئے دیکھا پھر گھوم کر چندیری سے بولا۔

''تمہاری دادی کو میرا یہاں بیٹھنا ناگوار گزر رہا ہے۔''

چندیری نے کوئی جواب نہیں دیا چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ زبیر شاہ نے پوچھا۔

''کیا تمہیں بھی میری موجودگی ناگوار گزر رہی ہے؟''

چندیری نے نفی میں سر ہلا دیا۔ یہ خاموش جواب سن کر زبیر شاہ کو خوشی ہوئی کہ اس حسینہ کو اس کی موجودگی گراں نہیں گزر رہی ہے۔

''چندیری۔۔۔ میں بہت دیر سے یہاں بیٹھا ہوا ہوں مگر ابھی تک تمہاری آواز نہیں سنی' کیا تم قوت گویائی سے محروم ہو؟''

اس نے پھر نفی میں سر ہلایا۔

''یعنی تم بول سکتی ہو؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تعجب ہے؟ سوا سیر کا سر ہلا رہی ہو' چھٹانک بھر کی زبان نہیں چلاتی ہو۔''

اس کے رس بھرے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ آگئی' زبیر شاہ کے جی میں آیا کہ اس میٹھی رس بھری مسکراہٹ کو چرا لے لیکن چوری کی راہیں ابھی کھل رہی تھیں اس لئے وہ صبر کیے بیٹھا رہا وہ آہستہ سے بولی۔

''میں زیادہ نہیں بولوں گی دادی اماں آجائیں گی۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ آپ رات یہاں نہ گزاریں۔''

''اگر تم مجھے بار خاطر سمجھتی ہو تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

چندیری نے اسے یوں نظریں اُٹھا کر دیکھا جیسے اس کے جانے کے ذکر سے اسے صدمہ پہنچا ہو۔

''آپ بار خاطر نہیں ہیں۔ آپ بہت اچھے انسان ہیں۔ میں یہاں تنہا زندگی گزارتی ہوں مجھے بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ایک ساتھی کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ آخر میں بھی تو انسان ہوں' میں دل سے چاہتی ہوں کہ آپ یہاں سے کبھی نہ جائیں مگر یہ بھی چاہتی ہوں کہ آپ پر کوئی آنچ نہ آئے' آپ یہ رات یہاں گزاریں گے تو پھر آپ اس رات کی صبح نہیں دیکھ سکیں گے۔'' اس کی آواز خوف سے لرز رہی تھی۔ زبیر شاہ ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ پہلے اس نے محتاط نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا پھر پلٹ کر پوچھا۔

''تم سہمی ہوئی ہو مجھے بتاؤ کیا بات ہے میں تمہاری مدد کروں گا۔''

''آپ میری مدد نہیں کر سکیں گے اگر میرے دونوں ہاتھ مفلوج نہ ہوتے تو میں آپ کو یہاں سے جانے کیلئے نہ کہتی اور تمام رات آپ کی حفاظت کرتی۔''

زبیر شاہ کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ حویلی ہر لمحے پراسرار بنتی جا رہی تھی۔ اسے بچپن کی سنی ہوئی کہانی یاد آئی جس میں ایک دیو نے ایک حسین شہزادی کو لے جا کر ایک قلعے میں قید کر دیا تھا۔ ایک شہزادے نے آ کر اس شہزادی کو دیو کے چنگل سے چھڑایا تھا۔ زبیر شاہ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''اگر تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو یہ سمجھ لو کہ تمہاری بدنصیبی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ تمہارے دونوں ہاتھ بیکار ہیں مگر میرے دونوں ہاتھ فولاد کی طرح مضبوط ہیں۔ تم مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ' بے خوف و خطر بتاؤ کہ تم کس لئے سہمی ہوئی ہو؟''

''میں صرف آپ کیلئے خوف زدہ ہوں۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں؟'' وہ دھیمی آواز میں ایک ایک لفظ پر زور دیتی ہوئی بولی۔

''تم سمجھاؤ گی تو سمجھوں گا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔''

''نہیں پلیز۔ آپ میری خاطر یہاں سے چلے جائیں۔''

''میں تمہاری خاطر ہی یہاں رات گزارنے آیا ہوں۔''

زبیر شاہ کی اس بات پر وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''اوہ۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ بہت ضدی ہیں میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا اگر آپ یہاں رہنے پر بضد ہیں تو کم از کم میرے ایک مشورے پر عمل کریں جس کمرے میں آپ رات گزاریں اس کا دروازہ اندر سے بند رکھیں اور صبح سے پہلے دادی اماں کا سامنا نہ کریں۔''

''آخر بات کیا ہے؟ کیا مجھے تمہاری دادی اماں سے کوئی خطرہ ہے۔''

''ہاں۔۔۔ میں ابھی آپ کو نہیں بتا سکتی کہ وہ کتنی خطرناک ہیں۔ آدھی رات کے بعد ان کا مزاج' ان کا چہرہ اور ان کی شخصیت بدل جاتی ہے۔''

''یہ تم قصے کہانیوں والی باتیں کر رہی ہو۔''

وہ بڑی بے صبری سے بولی ''ابھی میں آپ کو یقین نہیں دلا سکتی' وہ ٹھیک تین بجے اپنے کمرے میں جا کر سو جاتی ہیں' جب وہ سو جائیں تو آپ تین بجے کے بعد میرے کمرے میں آئیں' میں نے ان کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس وقت اس کا ثبوت پیش کر دوں گی۔ ابھی یہاں سے کچن میں چلے جائیں وہ کچن میں آپ کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ اگر انہیں ذرا سا بھی شبہ ہو گیا تو آپ کے ساتھ میری بھی شامت آ جائے گی۔''

اسے خوف زدہ دیکھ کر زبیر شاہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ''اچھی بات ہے میں جا رہا ہوں مگر ٹھیک تین بجے کے بعد یہاں آؤں گا کیا تم میرے لئے جاگتی رہو گی؟''

''ہاں میں گہری نیند سونے کی عادی ہوں مگر آج آپ کیلئے جاگتی رہوں گی۔''

زبیر شاہ نے اسے بڑی میٹھی نظروں سے دیکھا پھر مسکراتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ بوڑھی عورت کچن میں اس کیلئے انڈوں کا آملیٹ بنا رہی تھی اسے دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی۔

''کچن کے ساتھ ہی ڈائننگ روم ہے تم وہاں بیٹھو میں کھانا لے کر آتی ہوں۔''

زبیر شاہ نے آگے بڑھ کر پلیٹیں اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''آپ بوڑھی ہو کر میرے لئے تکلیف اٹھا رہی ہیں میں آپ کا ہاتھ بٹانا چاہتا ہوں۔''

''میں بوڑھی ضرور ہوں مگر تمہارے جیسے جوان کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کلائی پکڑلوں تو چھڑا نہیں سکو گے۔"

زبیر شاہ کو یوں محسوس ہوا جیسے ایک نادیدہ استخوانی پنجے نے اس کی کلائی پکڑ لی ہو' وہ خیالی گرفت بڑی مضبوط تھی۔ اس نے چونک کر وحشت زدہ نظروں سے اس بوڑھی خبیثہ کو دیکھا جو دوسری طرف منہ کیے کیتلی میں چائے انڈیل رہی تھی۔ زبیر شاہ نے سر جھکا کر اپنی کمر سے لگے ہوئے لسٹر کو دیکھا جس میں بھرا ہوا ریوالور تھا' ریوالور کی موجودگی سے وہ مطمئن ہو کر مسکرانے لگا۔ بوڑھی عورت چائے کا کپ اور کیتلی ٹرے پر رکھ کر اُٹھاتے ہوئے بولی۔

"میرے ساتھ آؤ کھانے کے بعد تمہیں ایسی چائے پلاؤں گی کہ تمام رات خوابوں میں جنت کی سیر کرتے رہو گے۔"

زبیر شاہ نے روٹی اور سالن کی پلیٹیں اُٹھا کر اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو یہ بتانا بھول ہی گیا تھا کہ میں چائے نہیں پیتا۔"

بڑھیا نے چونک کر اسے دیکھا پھر اس سے نظریں ٹکراتے ہی سنبھل کر بولی "تعجب ہے آج کل کے نوجوان چائے بڑے شوق سے پیتے ہیں اور تم اس سے پرہیز کرتے ہو۔ اگر تم کہو تو میں دودھ گرم کر کے لے آؤں۔"

زبیر شاہ نے پلیٹیں میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میرے سامنے جو کھانا ہے میں صرف وہی کھاؤں گا' دودھ بچے پیتے ہیں ہم پولیس والوں کو صرف دشمنوں کا لہو اُچھالتے ہوئے مزہ آتا ہے۔"

وہ میز کے دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے ناگواری سے بولی "تم بہت زیادہ ہی ڈینگیں مارتے ہو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم اناڑی ہو مگر میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی یہ کیسی نادانی اور ناتجربے کاری ہے کہ بغیر سوچے سمجھے اس حویلی میں رات گزارنے کیلئے تیار ہو گئے ہو۔"

زبیر شاہ نے لقمہ چباتے ہوئے انجان بن کر پوچھا "کیوں اس حویلی میں ایسی کیا بات ہے؟ کیا یہاں رات گزارنے والے مسافروں کو تم لوٹ لیا کرتی ہو؟" اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ایک بڑی سی دیوار گھڑی دس کا گھنٹہ بجانے لگی۔ بڑے ہی پرانے طرز کی گھڑی تھی جو اب نایاب ہو گئی تھی۔ بہر حال اس ویران حویلی میں ٹن ٹن کی آواز بڑی اعصاب شکن تھی۔ جب آواز گونجتے گونجتے فضا میں تحلیل ہو گئی تو وہ بوڑھی ٹھکے ہوئے انداز میں بولی۔

"ابھی تو دس ہی بجے ہیں"

"کیا تم بارہ بجانا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں کہ اس حویلی میں تمہارے بارہ نہ بجیں یا تو تم بارہ بجے سے پہلے اس حویلی کو چھوڑ کر چلے جاؤ یا پھر جو کمرہ میں تمہیں رات گزارنے کیلئے دوں اس کا دروازہ اندر سے بند کر لینا اور صبح سے پہلے باہر نہ نکلنا۔"

زبیر شاہ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ اُلجھی ہوئی نظروں سے بوڑھی عورت کو دیکھنے لگا۔ یہی بات اس سے چندیری نے بھی کہی تھی۔ اس نے کہا۔

"تم اپنی باتوں سے مجھے اُلجھا رہی ہو۔ صاف صاف کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

بوڑھی عورت نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا "یہ بات میں تمہیں بہت پہلے بتا دینا چاہتی تھی مگر چندیری کے سامنے نہ کہہ سکی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس طرح تمہیں اس خوبصورت چڑیل سے دور رکھوں۔"

زبیر شاہ نے ناگواری سے کہا "تمہیں اپنی معصوم اور اپاہج پوتی کے بارے میں ایسے الفاظ نہیں کہنے چاہیے ہیں۔"

"وہ میری پوتی نہیں ہے۔"

"پھر کون ہے۔۔۔۔۔؟ کیا تمہارا اس سے خونی رشتہ نہیں ہے؟"

"ہاں خونی ہے مگر میں بتا نہیں سکتی کہ وہ کیسا رشتہ ہے۔ کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو بتائے نہیں جا سکتے۔ یہ ہمارا گھریلو معاملہ ہے' میں اس سلسلے میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی۔"

"تم یہ نہیں بتا سکتیں مگر یہ بتا رہی ہو کہ وہ اپاہج لڑکی چڑیل ہے۔ کہو وہ تمہارے گھر کی اور تمہارے خاندان کی ایک فرد نہیں ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''چندیری میرے خاندان کی ایک فرد ضرور ہے۔ میں اس سے بہت زیادہ محبت بھی کرتی ہوں مگر تم انسان کے جان و مال کے محافظ ہو اس لئے میں تمہاری حفاظت بھی کرنا چاہتی ہوں میری بات مان لینے میں کیا حرج ہے۔ میں تم سے صرف اتنا چاہتی ہوں کہ تم صبح تک اپنے کمرے سے باہر نہ نکلو۔''

زبیر شاہ نے پھر اُلجھتے ہوئے کہا ''اگر میں تمہاری بات مان لوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ چندیری کو ایک مجرمہ تسلیم کر رہا ہوں۔ تم بھی قانون کی زد میں آؤ گی کیونکہ تم نے بقول تمہارے ایک چڑیل کو پناہ دے رکھی ہے۔''

''بے شک وہ انسانی لہو کی پیاسی ہے اور میں نے اسے پناہ دے رکھی ہے۔ ہم دونوں قانون کی زد میں آتے ہیں لیکن تم ثابت کیسے کرو گے کہ ہم دونوں مجرم ہیں۔ کیا تم نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو خلاف قانون ہو۔ یہ بات تو میں نے صرف تمہاری بھلائی کیلئے کہی ہے۔''

زبیر شاہ سوچ میں پڑ گیا۔ واقعی وہ ثابت نہیں کر سکتا تھا کہ اس حویلی میں آدھی رات کے بعد خونی ڈرامہ کھیلا جاتا ہے۔ اس نے بوڑھی عورت سے کہا ''میں آج تمام رات جاگتا رہوں گا اور یہ دیکھوں گا کہ تم دونوں میں سے چڑیل کون ہے؟''

''کیا؟'' بڑھیا نے چیخ کر کہا ''تم۔۔۔ تم مجھے چڑیل کہہ رہے ہو۔ کیا چندیری نے تم سے کہا ہے کہ میں چڑیل ہوں۔ وہ جھوٹی ہے میں اس کا گلا دبا دوں گی۔''

زبیر شاہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اسے ایسی کوئی بات نہیں کہنی چاہیے تھی جس سے چندیری پر الزام آتا ہو۔ اس نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔

''میں نے یہ کب کہا ہے کہ چندیری تمہیں چڑیل کہتی ہے۔ یہ تو میں خود اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھے تو تم بھی چڑیل ہی نظر آتی ہو۔''

وہ غصے سے جھلا کر ایک جھٹکے سے اس طرح اُٹھی جیسے ابھی اس کی گردن دبوچ لے گی۔ زبیر شاہ بھی بڑی پھرتی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اتنی ہی پھرتی سے اس نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھ لیا۔ ریوالور دیکھتے ہی وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی پھر جبراً مسکراتی ہوئی بولی۔

''میں قانون کا احترام کرتی ہوں۔ تمہیں شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتی۔''

وہ فوراً ہی گرم ہو جاتی تھی اور فوراً ہی نرم پڑ جاتی تھی۔ ریوالور کو دیکھتے ہی اس کے جبراً مسکرانے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ بہت مکار ہے۔ زبیر شاہ نے ریوالور کو اپنے سامنے میز پر رکھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اگر تم قانون کا احترام کرتی ہو تو اس بات کا ثبوت پیش کرو کہ چندیری وہ نہیں ہے جو نظر آتی ہے۔ میں کسی ثبوت کے بغیر تمہاری بات تسلیم نہیں کروں گا۔''

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی۔ ''میں کیسے ثبوت پیش کروں۔ آدھی رات کے بعد وہ جس بھیانک روپ میں آتی ہے اسے تم دیکھ نہیں سکو گے اور اگر دیکھنے کیلئے اس کا سامنا کرو گے تو پھر یہ حویلی تمہارا مدفن بن جائے گی۔ آج تک کوئی چشم دید گواہ اس حویلی سے باہر نہیں جا سکا۔''

''میں ان دھمکیوں میں آنے والا نہیں ہوں۔''

''تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہیں خوفزدہ نہیں کرنا چاہتی۔ تمہیں چندیری کے اصل روپ کو سمجھنے کیلئے ذرا عقل سے کام لینا چاہیے۔ کیا تم نے چندیری کے دونوں ہاتھوں کو نہیں دیکھا۔ تم شاید میری بات کا یقین نہیں کرو گے مگر یہی دونوں ہاتھ چانن کمہار کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ ہاتھ ابھی اس لئے مفلوج ہیں کہ حویلی سے باہر جا کر اس قاتل نوجوان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ آدھی رات کے بعد جب وہ اپنے اصلی روپ میں آئے گی تو وہ دو ہاتھ اسے واپس مل جائیں گے۔''

زبیر شاہ بڑی گہری نظروں سے بوڑھی عورت کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے یہ باتیں کہہ رہی تھی۔ زبیر شاہ نے کہا۔

''تم کہتی ہو کہ مجھے ذرا عقل سے کام لینا چاہیے مگر عقل ایسی باتیں تسلیم نہیں کرتی پھر میں کیسے تسلیم کر لوں کہ وہ مفلوج ہاتھوں والی ایسی ظالم ہے جیسا کہ تم لفظوں میں پیش کر رہی ہو۔''

بوڑھی اپنی جگہ سے اُٹھتی ہوئی بولی ''ہاں تم میری

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

بات کا یقین نہیں کرو گے۔ ایک حسین نوجوان عورت کے سامنے بوڑھی کھنڈر نما عورت کی باتیں بے وزن ہوتی ہیں۔''

زبیر شاہ کھانا ختم کر چکا تھا۔ اپنے ریوالور کو تھام کر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ زبیر شاہ کو اس کمرے کی طرف لے جانا چاہتی تھی جو اس کیلئے مخصوص تھا۔ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بوڑھی عورت نے کہا۔

''تمہارا کمرہ بہت محفوظ ہے۔ کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند ہو جاتی ہیں۔ کیا میں یقین کروں کہ تم میری بات پر عمل کرو گے؟''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ چندیری کے متعلق ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو جبکہ تم اس سے بے حد محبت کرتی ہو۔ کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ میں کسی طرح بھی قانونی ہیرا پھیری سے اسے گرفتار کر سکتا ہوں اور اسے اذیتیں پہنچا کر اس کی اصلیت معلوم کر سکتا ہوں۔''

وہ ایک کمرے کے دروازے پر آ کر رُک گئی پھر اسے دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی ''اسے اذیتیں پہنچانا تو بہت دور کی بات ہے وہ اتنی حسین اور نازک ہے کہ تم اسے صرف ایک پھول کی طرح چھونا چاہو گے۔ یہ تمہارا کمرہ ہے جاؤ آرام سے بستر پر لیٹ کر اپنے دل کو ٹٹولو کہ تم کسی حال میں بھی اس پر ظلم کرو گے یا اسے اپنی آغوش میں لینے کی تمنا کرو گے؟''

زبیر شاہ نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ''تم بھی یہاں سے جا کر اپنے دل کو ٹٹولو اور اپنے جھوٹ اور سچ کو سمجھو۔ ویسے میں سمجھ گیا ہوں کہ تم محض اپنی حسین پوتی کو مجھ سے دور رکھنے کیلئے اسے ایک بھیانک روپ میں پیش کر رہی ہو۔ میں اناڑی نہیں ہوں جیسا کہ اب تک تم مجھے کہتی آئی ہو۔''

یہ کہہ کر زبیر شاہ نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ بوڑھی عورت بند دروازے کو گھورنے لگی پھر وہ بہت آہستگی سے زیرلب بڑبڑانے لگی۔

''چراغ بجھنے سے پہلے بہت زیادہ بھڑکتا ہے' اس اناڑی کی زبان بھی بند ہونے سے پہلے قینچی کی طرح تیزی سے چل رہی ہے۔ بہت جلد ہی یہ زبان کی قینچی کند ہو جائے گی۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

زبیر شاہ کمرے میں آ کر پہلے چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ کمرے کے کھڑکی اور دروازے اندر سے بند تھے۔ پھر بھی اس نے سوچا کہ سونے سے پہلے وہ کمرے کے در و دیوار اچھی طرح چیک کرے گا مگر نیند ابھی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ابھی وہ بہت کچھ سوچنا چاہتا تھا۔ دادی اور پوتی کی باتوں نے اسے اُلجھا کر رکھ دیا تھا۔ ان کی باتوں کی روشنی میں یہ سمجھنا اور پرکھنا ضروری تھا کہ دونوں میں کون سچی اور کون جھوٹی ہے؟

اس نے سگریٹ کیس اور لائٹر جیب سے نکال کر ایک تپائی پر رکھا اور قریب ہی ایک ایزی چیئر پر نیم دراز ہو گیا۔ پہلے اس نے چندیری کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ اس کے متعلق سوچتے ہی وہ تصور میں اپنے مفلوج ہاتھ لئے اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی شہد ٹپکانے والی رسیلی آواز' اس کی معصومیت' آنکھوں کو چکاچوند کرنے والا حسن اور جاذب نظر بدن سب کچھ ایسا تھا کہ اسے کسی پہلو سے بدھیت اور بدشکل چڑیل نہیں کہا جا سکتا تھا۔ پھر بچپن میں سنی ہوئی باتیں یاد آئیں کہ چڑیلیں خوبصورت عورت کے روپ میں آتی ہیں۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ ٹخنوں کی طرف سے ان کے پنجے پیچھے کی طرف مڑے ہوتے ہیں اور چندیری کے دونوں ہاتھ مفلوج تھے اس طرح وہ پیچھے کی طرف بھی مڑ سکتے تھے۔ اس نے چشم تصور میں اس کے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کی طرف مڑے ہوئے دیکھا۔ اس کے باوجود وہ ایک ذرا سی بدصورت یا قابل نفرت نظر نہیں آئی بلکہ بہت مجبور' معصوم اور ہمدردی کے قابل نظر آئی تھی۔

زبیر شاہ کو اس کی مخالفت میں صرف ایک پوائنٹ ملا وہ یہ کہ چڑیلیں حسین عورت کے روپ میں سامنے آتی ہیں اس نے اس پوائنٹ کو محفوظ رکھا پھر سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر اس بوڑھی عورت کے متعلق سوچنے لگا۔ سگریٹ اس کے ہونٹوں میں دبا ہوا تھا۔ لائٹر تپائی پر رکھا ہوا تھا اور وہ بوڑھی خیالوں میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کے سامنے چلی آئی تھی۔ اسے تصور میں دیکھتے ہی اس کی بہت سی باتیں یاد آگئیں۔ اسے یاد آیا کہ جب تک وہ چندیری کے سامنے تھی اور اسے کھانا کھلا رہی تھی اس وقت وہ چندیری کی حمایت اور ہمدردی میں باتیں کر رہی تھی اور اس سے دور ہوتے ہی بوڑھی نے چندیری کو چڑیل بنا دیا تھا۔ ایسی دورخی باتیں تو کوئی چڑیل ہی کر سکتی ہے۔ اس طرح اس نے بوڑھی عورت کی مخالفت میں ایک پوائنٹ نوٹ کرلیا۔

پھر اس کے دماغ میں دوسرا خیال یہ آیا کہ چندیری حویلی کی چار دیواری میں محدود زندگی گزار رہی ہے۔ اس حویلی سے باہر کیا ہو رہا ہے وہ نہیں جانتی۔ وہ دو پراسرار ہاتھ باہر جو کچھ کر رہے تھے ان کی کہانی بوڑھی عورت نے ہی سنائی تھی۔ ایسا سوچتے وقت خیالوں میں بیٹھی ہوئی بڑھیا کے دو ہاتھ نظر آئے۔ سگریٹ اس کے ہونٹوں میں دبا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ نے آگے بڑھ کر لائٹر اُٹھایا اور سگریٹ کا سلگا دیا۔ سگریٹ سلگانے کے بعد اس ہاتھ نے لائٹر کو تپائی پر رکھ دیا۔ وہ سوچ میں اس قدر گم ہو گیا تھا کہ سگریٹ کے کش لگاتے وقت سوچنے میں اور لطف آ رہا تھا۔

اس نے بڑھیا کے خلاف دوسرا پوائنٹ نوٹ کیا کہ پراسرار ہاتھوں کے بارے میں صرف بوڑھی ہی جانتی ہے اور ایک نوجوان مرد کو اپنی حسین پوتی سے دور رکھنے کیلئے ان پراسرار ہاتھوں کو اس کے مفلوج ہاتھوں سے وابستہ کر رہی ہے۔ بڑھیا ایسی باتیں کہہ کر صرف بارہ بجے تک اپنی پوتی سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ کیونکہ بارہ بجے تک وہ محض ایک بوڑھی اور کمزور عورت ہے۔ بارہ بجے کے بعد اپنا روپ بدلے گی۔ اچانک ہی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دیوار گیر گھڑی نے گیارہ بجائے تھے۔ رات دو حصوں میں تقسیم ہونے کیلئے ایک گھنٹے کا انتظار کر رہی تھی۔ رات کے دوسرے حصے میں کیا ہونیوالا ہے؟ اس کے متعلق وہ زیادہ سوچ نہ سکا۔ اچانک ہی اسے خیال آیا کہ وہ سگریٹ کے کش لگا رہا ہے۔ اس نے چونک کر لائٹر کی طرف دیکھا جو تپائی پر رکھا ہوا تھا پھر سگریٹ کو انگلیوں میں لے کر دیکھنے لگا۔

''میں نے سگریٹ کب سلگایا؟ مجھے یاد نہیں آ رہا کہ میں نے کب سگریٹ سلگایا؟'' وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس نے کس وقت لائٹر اُٹھایا اور سگریٹ سلگایا ہے۔ وہ چاروں طرف وحشت زدہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کی دانست میں یہ احمقانہ خیال تھا کہ بند کمرے میں آ کر کسی نے اس کا سگریٹ سلگایا ہو۔ اگر کوئی آتا تو وہ ضرور اس کی موجودگی سے چونک جاتا پھر اس نے دل ہی دل میں کہا۔

''نان سینس۔۔۔ میں خوامخواہ اُلجھ جاتا ہوں۔ اپنا سگریٹ میں نے ہی سلگایا ہے۔ بعض اوقات انسان سوچ میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ اس محویت میں اسے ضمنی حرکتیں یاد نہیں رہتیں۔ میں بھی سوچ میں اس قدر گم ہو گیا تھا کہ بے خیالی میں سگریٹ سلگانے کے بعد اپنے اس عمل کو بھول گیا۔ گھڑی کی ٹن ٹن نے میری سوچ میں گڑبڑ پیدا کر دی۔ ہاں میں کیا سوچ رہا تھا۔'' وہ پھر دادی اور پوتی کے متعلق سوچنے لگا۔ اس بار دونوں اس کے سامنے تھیں۔ جب وہ ایک ساتھ سامنے آئیں تو اسے یاد آیا کہ دونوں ہی اس کی حفاظت کرنا چاہتی ہیں۔ دونوں نے ہی یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ رات کو اپنے کمرے سے باہر نہ نکلے۔ یہ چکر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ جب وہ دونوں ہی اس کی حفاظت کرنا چاہتی تھیں تو پھر خطرہ کس سے تھا۔۔۔۔۔۔؟

وہ پریشان ہو کر اپنا سر کھجانے لگا۔ تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ کمرے کے اندر بھی وہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس کی انگلیوں میں سلگتا ہوا سگریٹ بھی سمجھا رہا تھا۔ اس نے جھلا کر سگریٹ فرش پر پھینک دیا اور جوتے سے مسلنے لگا۔ اس کے بعد وہ دروازے اور کھڑکیوں کے پاس جا کر ان کی مضبوطی کو آزمانے لگا۔ پھر وہ دیواروں پر ہاتھ مار مار چار دیواری کے چکر لگانے لگا۔ جس طرف پلنگ بچھا ہوا تھا اس کی پچھلی دیوار کے ایک طرف ایک اونچے سے لکڑی کے اسٹینڈ پر پھولوں سے بھرا ہوا گلدان رکھا تھا۔ دیوار اور پلنگ کے درمیان سے گزرنے کیلئے اس نے فلاور اسٹینڈ کو ایک طرف ہٹایا تو اچانک ہی ہلکی سی سرسراہٹ سنائی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دی۔ پلنگ کے پیچھے کی دیوار آہستہ آہستہ سرک رہی تھی۔ وہ چند لمحوں تک دم بخود کھڑا رہا اور دیوار کے اس پار اندھیرے میں دیکھتا رہا جہاں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کچھ نظر نہ آنے کے باوجود اس کے خیالات اسے دور تک پہنچا رہے تھے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی کہ اسے کمرے سے باہر نکلنے کیلئے کیوں منع کیا گیا تھا۔

دونوں نے اسے کمرے میں رہنے کیلئے کہا تھا مگر دونوں کے مشوروں میں ذرا فرق تھا۔ چندیری نے اسے کہا تھا کہ وہ صرف تین بجے تک وہاں رہے۔ تین بجے کے بعد چندیری نے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ تین بجے تک اس کا محبوب جاگتا رہے گا اور جب تک جاگتا رہے گا تو ہر خطرے سے نمٹنے کیلئے تیار بھی رہے گا۔ اس کمرے میں کوئی خطرہ کس چور دروازے سے آئے گا شاید وہ بھی نہیں جانتی تھی اگر اسے چور دروازے کا علم ہوتا تو یہ بھی بتا دیتی اس کا یہی احسان کیا کم تھا کہ اس نے تین بجے تک جاگ کر دوسرے لفظوں میں محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا اور وہ بڑھیا۔۔۔۔۔۔ زبیر شاہ پھر دانت پیسنے لگا۔

''اس بڑھیا نے میرے لئے اس کمرے کا انتخاب صرف اس وجہ سے کیا تھا کہ وہ روپ بدلنے کے بعد اسی چور دروازے سے آنا چاہتی تھی۔ اس چور دروازے کا یہ تاریک راستہ کہاں تک گیا ہے اور وہ کہاں سے روپ بدل کر آئے گی میں اسی جگہ اس کا خاتمہ کر سکتا ہوں۔''

یہ سوچ کر اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ تپائی کے پاس آ کر اس نے سگریٹ کیس اور لائٹ کو جیب میں رکھا' بائیں ہاتھ سے شمعدان اُٹھایا اور دائیں ہاتھ سے ریوالور تھام کر چور دروازے کے پاس پہنچ گیا۔

آگے جو چور راستہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا ذرا دور تک روشن ہو گیا۔ اس کے آگے بدستور تاریکی تھی اور تنگ راہداری کے دونوں طرف سیاہ پتھریلی دیواریں تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ تاریکی اپنے سیاہ دانت نکالے اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ چلتے وقت اس نے محسوس کیا کہ وہ راہداری نشیب کی طرف جا رہی ہے۔ شاید وہ حویلی کے تہہ خانے میں اُتر رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کا اندازہ درست نکلا۔ شمع کی روشنی نے اسے راستہ دکھاتے دکھاتے ایک بڑے دروازے تک پہنچا دیا۔ دروازے کے پٹ لگے ہوئے تھے لیکن دوسری طرف سے بند نہیں تھے اور صاف پتا چل رہا تھا کہ دروازے کے دوسری طرف اندھیرا نہیں ہے وہاں بھی شمعیں روشن ہیں۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شمعیں بجھا دیں۔ پھر اس نے شمعدان دروازے کے فرش پر چپکے سے رکھ دیا۔ اس کے بعد دروازے سے کان لگا کر سننے لگا۔ اندر سے باتیں کرنے کی دھیمی دھیمی آوازیں آ رہی تھیں کبھی ایک مردانہ بھاری آواز سنائی دیتی تھی اور کبھی زنانہ آواز کی سرگوشیاں بھی دروازے سے ٹکراتی تھیں۔ وہ کیا باتیں کر رہے تھے یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیونکہ الفاظ واضح نہیں تھے مگر اس نے زنانہ آواز کو پہچان لیا 'وہ بڑھیا کی آواز تھی۔

اس آواز کو پہچانتے ہی وہ غصے سے دانت پیسنے لگا۔ ریوالور اس کی مضبوط گرفت میں تھا۔ اب اس نے ٹرائیگر پر انگلی رکھ دی اور دوسرے ہاتھ سے دروازے کو بڑی آہستگی سے کھولنے لگا۔ مگر دروازہ بہت مضبوط اور بھاری تھا۔ ہاتھ کا دباؤ پڑتے ہی وہ صرف ذرا سا کھلا تھا لیکن کھلنے کی آواز رات کے سناٹے میں گونج گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اس آواز سے بڑھیا محتاط ہو گئی ہو گی۔ اس خیال سے اس نے دروازے پر ایک زوردار لات ماری۔ دروازہ ایک دھڑاکے سے کھل گیا۔ اسی وقت وہ بڑھیا بھاگتی ہوئی دوسرے دروازے سے باہر نکل گئی۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی دروازہ آپ ہی آپ بند ہو گیا اور اس دروازے کے سامنے ایک قد آور نوجوان تن کر کھڑا ہو گیا اس کے کھڑے ہونے کا انداز زبیر شاہ کو للکار رہا تھا کہ اسے بڑھیا کا تعاقب کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

''کون ہو تم؟'' زبیر شاہ نے اسے ریوالور کی زد پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

www.paksociety.com

''میں وہی قاتل ہوں جسے تم گرفتار کرنے آئے ہو۔'' اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو تمہارا ہی نام چانن کمہار ہے؟''

''ہاں۔ میرا نام چانن کمہار ہے یہ ریوالور جیب میں رکھ لو کیونکہ میری حفاظت ایک ایسی نادیدہ قوت کر رہی کہ اس کے سامنے تمہارا یہ ریوالور کسی کام نہیں آئے گا۔''

''میں کسی نادیدہ قوت سے نہیں ڈرتا ہوں۔ بھلائی اسی میں ہے کہ تم خود کو قانون کے حوالے کر دو ورنہ میں تمہاری لاش کو یہاں سے گھسیٹتے ہوئے لے جاؤں گا۔'' زبیر شاہ نے سخت لہجے میں کہا۔

اس کی بات سن کر چانن کمہار قہقہے لگانے لگا۔ زبیر شاہ نے گرجتے ہوئے کہا۔

''میں تین تک گنتا ہوں گنتی ختم ہوتے ہی میں تمہاری ٹانگوں پر گولی چلا دوں گا پھر تم بھاگنے کے قابل نہیں رہو گے۔ ایک۔۔۔ دو۔۔۔۔ تین۔۔۔۔''

اس کے بعد زبیر شاہ نے گولی چلا دی مگر اس کا نشانہ بہک گیا کیونکہ اچانک ہی اس کے ریوالور والے ہاتھ کی کلائی پر استخوانی پنجے میں آ گئی تھی۔ اگر کوئی مقابلے پر آ کر اس کی کلائی پکڑتا تو وہ یقیناً اس پر جوابی حملہ کرتا مگر جس استخوانی ہاتھ کو وہ محض قصے کہانی کی بات سمجھ رہا تھا سچ مچ خود کو اس کی گرفت میں دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ اس استخوانی ہاتھ نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ صرف اس ریوالور کو فرش سے اُٹھا کر ایک طرف ہٹ گیا۔ زبیر شاہ بوکھلا کر اس ہاتھ کو دیکھ رہا تھا لیکن اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ آگے بڑھ کر اس ریوالور کو چھین لیتا۔ اسی وقت چانن کمہار نے اس پر چھلانگ لگائی اور اس پر گھونسے برساتا ہوا ایک طرف لے گیا۔

تھوڑی دیر تک تو زبیر شاہ کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ متواتر گھونسے کھانے کے بعد ہوش آیا کہ اس کے مقابلے پر ایک زندہ انسان ہے پھر تو چانن کمہار کی شامت آ گئی۔ جب اس کے منہ اور ناک پر گھونسے پڑنے لگے تو وہ بار بار گھبرا کر استخوانی ہاتھوں کی طرف دیکھنے لگا وہ اس سے مدد کی توقع کر رہا تھا۔ وہ ہاتھ کچھ دیر تک رُکے رہے پھر ایک ہاتھ نے آگے بڑھ کر زبیر شاہ کے منہ پر طمانچہ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا۔ چانن کمہار کو شہہ ملی تو وہ پھر اس پر حملہ کرنے لگا۔ زبیر شاہ نے پہلے دو چار گھونسے کھاتے ہوئے استخوانی ہاتھ کی طرف دیکھا جو اپنی جگہ واپس چلا گیا تھا۔ جیسے ہی وہ دور ہوا اس نے پھر چانن کمہار کی پٹائی شروع کر دی۔

چانن کمہار کی آنکھوں کے سامنے پھر تارے ناچنے لگے۔ اس کی ناک اور باچھوں سے خون رسنے لگا۔ وہ چکرا کر فرش پر گرنے والا تھا کہ اسی وقت استخوانی ہاتھ نے ریوالور کے دستے سے زبیر شاہ کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ زبیر شاہ کے حلق سے ایک کراہ نکلی پھر وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر فرش پر بیٹھتا چلا گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا اور وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے آخری بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے دشمنوں کو دیکھنے کی کوشش کی وہ ایسی حالت میں بھی دشمن سے مقابلے پر کمزور نہیں رہنا چاہتا تھا لیکن اس کی قوت برداشت جواب دے گئی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

جب اسے ہوش آیا تو اس کے دماغ میں کھٹ کھٹ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ اس نے سر کو جھٹک کر اس آواز کو سمجھنے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ کوئی دروازے کو پیٹ رہا ہے۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ وہ اسی کمرے میں تھا جہاں اس نے چور دروازہ دریافت کیا تھا۔ اس وقت وہ بستر سے اُٹھنے لگا تو سر کے پچھلے حصے سے ٹیسیں اُٹھنے لگیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ دروازے کو اب تک کوئی پیٹ رہا تھا۔ اس نے دروازے کی جانب دیکھا' اسے کھولنے کا خیال آیا تو سب سے پہلے ریوالور کا بھی خیال آیا پھر یہ دیکھ کر اس کی حیرت نہ رہی کہ ریوالور اس کے ہولسٹر میں موجود تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیسی دشمنی کی گئی ہے۔ وہ استخوانی ہاتھ اس کی جان بھی لے سکتا تھا لیکن اس ہاتھ نے اس کی جان لینے کی بجائے اس کا ریوالور واپس کر دیا تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اور اسے بھی کمرے میں واپس پہنچا دیا گیا تھا۔

اس نے ریوالور نکال کر چیک کیا اس میں پانچ گولیاں موجود تھیں۔ ایک گولی وہ تہہ خانے میں چلا چکا تھا۔ اس بار اس نے بڑے عزم سے سوچا کہ اب وہ استخوانی ہاتھ اسے خوفزدہ نہیں کر سکے گا۔ اب اگر اس نے کلائی پکڑی تو وہ بھی اس کی کلائی پکڑ کر مروڑ دے گا۔ مردہ ہاتھ زندہ انسان کے حوصلوں سے زیادہ مستحکم نہیں ہوتے۔ ابھی وہ دروازہ کھول کر باہر جائیگا اور سب سے پہلے اس بڑھیا کا گلا دبوچے گا۔ اس نے ریوالور کو مضبوطی سے تھام لیا پھر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا ''کون ہے؟''

اس کے جواب میں ''اوں۔۔ اوں۔۔'' کی آواز سنائی دی۔ اس نے آواز کی نزاکت سے اندازہ لگا لیا کہ دروازے کے دوسری طرف چندیری ہے۔ اس کی اوں اوں سے پتا چل رہا تھا کہ کسی نے اس کے منہ کو دبا رکھا ہے۔ شاید وہ اتنی دیر سے زبیر شاہ کو مدد کیلئے پکار رہی تھی۔ وہ دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر فوراً ہی اس نے کنڈی کھول کر دروازہ کو دھکیلا۔ وہ خطرہ پاتے ہی گولی چلانے کیلئے تیار تھا مگر باہر کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کھلے ہوئے دروازے کے سامنے چندیری تنہا کھڑی تھی۔ اس کے دونوں مفلوج ہاتھ بدن کے اطراف جھول رہے تھے اور وہ دودھ سے بھرا ہوا جگ دانتوں سے پکڑے ہوئے تھی اور شاید پاؤں کی ٹھوکر سے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ زبیر شاہ نے دودھ سے بھرا جگ اپنے ہاتھ میں لے لیا' تب وہ پریشان ہو کر بولی۔

''صبح ہو چکی ہے۔ میں تین بجے سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ جب تم وعدے کے مطابق نہیں آئے تو میں پریشان ہو گئی۔ پہلے میں دادی اماں کے کمرے کی طرف گئی ان کا کمرہ اندر سے بند ہے۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ وہ سو رہی ہیں پھر میں کچن میں جا کر تمہارے لئے یہ دودھ لے کر آئی ہوں۔''

زبیر شاہ نے بہت سے محبوبانہ اداؤں کے متعلق پڑھا اور سنا تھا لیکن دانتوں سے دودھ کا جگ پکڑ کر لانے والی محبوبانہ ادا پہلی بار دیکھی تھی۔ وہ اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا کمرے کے اندر آیا۔ چندیری پلنگ کے سرے پر بیٹھ کر واقعہ سن رہی تھی جو زبیر شاہ پر گزر چکا تھا۔ اس کے دونوں مفلوج ہاتھ اس کے زانوؤں پر رکھے ہوئے تھے اور وہ ایسی سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ حادثہ زبیر شاہ کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے ساتھ پیش آیا ہو۔ زبیر شاہ نے محسوس کیا کہ اس کی آنکھیں بھیگ رہی ہیں۔ وہ انتظار کرتا رہا کہ اس کی آنکھ سے آنسو ٹپکے تو آگے بڑھ کر ان لرزتے ہوئے موتیوں کو اپنے رومال میں جذب کر لے۔ اس طرح سے چھونے کا بہانہ مل جاتا۔ جب سے وہ یہاں آیا تھا اسے کسی بہانے چندیری کو چھونے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ پھول کی نازک پتی کو یا ریشم کی چکناہٹ کو بے اختیار ہاتھ بڑھا کر چھونے کیلئے دل مچلتا ہے لیکن چندیری کی شخصیت میں کچھ عجیب سی بات تھی۔

اس کا سانس لیتا ہوا بدن اسے پکارتا ضرور تھا مگر اس کے چہرے پر اتنی معصومیت تھی کہ کسی عہد و پیمان کے بغیر یا اس کی رضامندی کے بغیر اسے چھونے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی نظر آئیں' زبیر شاہ کی خواہش پوری کرنے کیلئے آنکھوں سے ایک قطرہ بھی باہر نہ آیا۔ وہ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آواز میں بولی۔

''میں کتنی مجبور اور بے بس ہوں کہ تمہارے سر پر چوٹ آئی ہے اور میں اپنے ہاتھوں سے تمہاری مرہم پٹی تک نہیں کر سکتی۔''

''ہم پولیس والے آئے دن ایسے زخم کھاتے ہیں۔ آج پہلی بار تمہاری جیسی حسین لڑکی نے میرے زخم پر مرہم رکھنے کی بات کی ہے۔ واقعی یہ افسوس کی بات ہے کہ تم ہاتھ بڑھا کر مجھے چھو نہیں سکتی لیکن میری خواہش ہے کہ میں آگے بڑھ کر تمہیں چھولوں' تمہیں اپنے سینے سے لگا کر اپنے دل کی دھڑکنوں کو سکون پہنچاؤں۔'' زبیر شاہ نے محبت سے کہا او وہ شرم سے دوہری ہو گئی پھر آہستگی سے التجا آمیز لہجے میں بولی۔

''زبیر صاحب! آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ یہاں اب تک کتنے ہی نوجوان مسافر آ چکے ہیں لیکن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں نے کسی کو اتنا موقع نہیں دیا کہ وہ مجھے ہاتھ لگا سکے۔ میں نے اپنے آپ کو صرف اس ہستی کیلئے سنبھال کر رکھا ہے جو میرا شوہر ہوگا اور میرے جسم و جان کا مالک ہوگا۔''

زبیر شاہ نے کہا۔ ''تمہارے یہ پاکیزہ خیالات سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ میں نے بھی ایک ایسی ہی شریف زادی کے انتظار میں اب تک شادی نہیں کی ہے۔ کیا تم مجھ سے شادی کروگی؟''

اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ سر جھکا کر آہستگی سے بولی ''میں برسوں سے یہ خواب دیکھتی آرہی ہوں مگر اب تک اس خواب کی تعبیر نہیں ملی۔''

''تم یقین کرو میں تمہارے خوابوں کی تعبیر بن کر آیا ہوں۔ میں تمہیں یہاں سے اپنی دلہن بنا کر لے جاؤں گا۔''

''جب تک دادی اماں زندہ ہیں یہ ممکن نہیں ہے۔'' اس نے افسردگی سے کہا اور زبیر شاہ اس کی یہ بات سن کر طیش سے بولا۔

''میں اس کا گلا گھونٹ دوں گا۔''

''وہ تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گی۔''

''کیسے ہاتھ نہیں آئیں گی۔ ابھی وہ اپنے کمرے میں سو رہی ہیں۔ کیا میں وہاں پہنچ کر اس کا کام تمام نہیں کرسکتا؟''

''نہیں اس کمرے میں کھڑکیاں اور دروازے بہت مضبوط ہیں۔ تم انہیں توڑنے کی کوشش کروگے تو وہ نیند سے بیدار ہو جائیں گی۔''

''پھر تم بتاؤ کہ ہم کس طرح اسے راستے سے ہٹا سکتے ہیں؟''

''تم ان سے نفرت کرنے کی بجائے محبت سے پیش آکر انہیں ختم کر سکتے ہو۔ جب وہ سو کر اٹھیں تو ان سے ہنس کر بول کر باتیں کرو اور ان سے درخواست کرو کہ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس نے میرے سامنے تمہیں چڑیل کہا ہے۔ پھر وہ کس طرح مجھے تم سے شادی کرنے کی اجازت دے گی۔''

''تم ان کی چالبازیوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہاں جو بھی مسافر رات گزارنے کیلئے آتا ہے وہ اس کے سامنے مجھے چڑیل کہتی ہیں۔ تم سے بھی یہی کہا کیا تم نے یقین کرلیا؟''

تمہیں دیکھ کر کوئی بھی ان کی بات پر یقین نہیں کر سکتا البتہ ایک ہلکا سا تجسس پیدا ہوتا ہے کہ ایک دادی اپنی پوتی کے متعلق ایسی باتیں کیوں کرتی ہے؟''

''دراصل وہ لوگوں کو اس اُلجھن میں مبتلا کر کے رکھتی ہے۔ ایک تو وہ خود چڑیل نظر آتی ہے' لوگ اس کے متعلق بھی سوچتے ہیں اور میرے بارے میں اُلجھن میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ میری خوبصورتی کو چارہ بنا کر پیش کرتی ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ نوجوان ضدی اور جذباتی ہوتے ہیں۔ مجھ جیسے حسین مجسمے کو حاصل کرنے کیلئے وہ ایک دو راتیں یہاں گزاریں گے اور اس کی خوراک بن جائیں گے۔''

''پھر تو وہ میرے لئے بھی یہی چاہے گی کہ میں ایک دو راتیں یہاں گزاروں۔ اس کیلئے وہ تم سے شادی کرانے کا جھوٹا وعدہ بھی کرسکتی ہے۔''

''نہیں۔ جب شادی کی بات آئے گی تو وہ تم سے فریب نہیں کرے گی اور نہ ہی تمہیں نقصان پہنچائے گی کیونکہ تم اس کے ہونیوالے داماد ہوگے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو مجھ سے پہلے بھی یہاں ٹھہرنے والے نوجوان مسافروں نے بڑھیا کے سامنے تم سے شادی کی درخواست کی ہوگی پھر اس نے انہیں داماد کیوں نہیں بنایا؟''

''اس لئے کہ اس سے پہلے میں خود شادی سے انکار کرتی رہی ہوں اور تمہاری شریک حیات بننے سے پہلے بھی میں ایک شرط پیش کروں گی۔''

''وہ کیا شرط ہے؟''

چندیری کچھ لمحوں تک شرماتی رہی پھر ہچکچاتی ہوئی بولی۔ ''شادی کے بعد میں کسی بچے کی ماں نہیں بنوں گی۔''

''یعنی ہم شادی کی پہلی رات سے ہی خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کریں گے۔''

''ہاں میں یہی چاہتی ہوں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

''لیکن کیوں؟ اس کی کوئی خاص وجہ؟''

''ہاں۔ دادی اماں کہتی ہیں کہ میرے بطن سے جو پہلی لڑکی پیدا ہوگی وہ میں ان کے حوالے کردوں۔''

''کیا وہ میری بیٹی سے دشمنی کرے گی؟''

''نہیں یہ بات نہیں ہے۔ وہ میری طرح میری بیٹی کی بھی بہت محبت سے پرورش کریں گی۔ وہ سمجھتی ہیں کہ میری طرح میری بیٹی بھی بے حد حسین ہوگی پھر وہ مسافروں کو پھانسنے کیلئے میری بیٹی کے حسن و شباب کو چارہ بنائیں گی اسی لئے میں چاہتی ہوں کہ شادی کے بعد ہماری کوئی اولاد نہ ہو۔''

''ایسا کب تک ہوگا۔ کیا ہم تمام عمر بے اولاد رہیں گے؟''

''مجبوری ہے۔ دادی اماں کو بڑی آسانی سے اور سہولت سے ختم کرنے کیلئے ہمیں یہی کرنا ہوگا۔ وہ باہر سے کسی لڑکی کو اٹھا کر اپنا آلہ کار بنانے کیلئے نہیں لائیں گی بلکہ صرف اپنے خون پر اعتماد ہے۔ ان کا یہ اعتماد درست ہے کیونکہ میں خونی رشتے کے تحت اب تک خاموش رہی ہوں۔ یہاں کتنے ہی نوجوان آئے اور مجھ پر دل و جان سے عاشق ہوتے رہے لیکن میں نے صرف تمہارے سامنے دادی اماں کی اصلیت بیان کی ہے۔ اگر تمہیں اولاد کی خواہش ہے تو میرا خیال چھوڑ دو اور یہاں سے چلے جاؤ اور یہ خیال دل سے نکال دو کہ تم کسی بھی طرح دادی اماں کو نقصان پہنچا سکو گے یا انہیں قانونی گرفت میں لے آؤ گے۔ تمہیں ان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملے گا۔'' چندیری نے کہا اور پھر وہ کچھ دیر کیلئے خاموش ہوگئی۔

زبیر شاہ کچھ سوچنے لگا' سوچنے اور غور کرنے کیلئے بہت سی باتیں تھیں۔ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اس بوڑھی چڑیل کو قانونی گرفت میں لانے کیلئے کوئی ثبوت نہیں حاصل کر سکے گا۔ فی الحال یہی دانش مندی نظر آرہی تھی کہ وہ چندیری کو اس بوڑھی چڑیل کی گرفت سے نکال کر اپنے ساتھ لے جائے اور پھر اس سے شادی کرلے اور اس بڑھیا کو حسین آلہ کار سے محروم کردے۔ وہ اسی انتظار میں اپنا بڑھاپا گزار دے گی کہ چندیری کی بیٹی ہوگی تو اسے مزید شکار کھیلنے کیلئے ایک حسین آلہ کار مل جائے گا۔ کچھ دیر مزید سوچتے رہنے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''چندیری میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ صرف تمہیں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں اولاد کی خواہش نہیں کروں گا اور تمہیں اس ویران حویلی سے دلہن بنا کر لے جاؤں گا مگر تمہیں دلہن بنانے سے پہلے کچھ اور معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں جو کچھ جانتی ہوں تمہیں ضرور بتاؤں گی تم کیا پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے؟''

''شادی کرنے کیلئے ایک دوسرے کے خاندانی حالات سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ میں اپنے دوستوں اور عزیزوں کو کیا بتاؤں گا کہ میری دلہن کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔''

''دو سال پہلے ایک ملازمہ رکھی گئی۔ وہ میری دوست بن گئی تھی۔ اس دوست کی مدد سے میں اس حویلی میں موجود لائبریری سے کتابیں وغیرہ منگوا کر پڑھتی تھی۔ پھر ایک دن میری دوست نے مجھے ایک ڈائری دکھائی جو دادا جان کی تھی۔ میں نے اپنی اس دوست کی مدد سے وہ ڈائری بھی پڑھ لی لیکن دادای اماں کو میری اس سے دوستی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی چنانچہ ایک دن دادی اماں نے اسے اس طرح ڈرایا کہ وہ اس کے بعد سے آج تک حویلی نہیں آئی' نہ ہی اس کے بعد کوئی ملازم یہاں رکھا گیا۔''

''بڑی خطرناک ہے وہ بوڑھی چڑیل لیکن تم یہ بتاؤ کہ کیا میں وہ ڈائری پڑھ سکتا ہوں؟''۔ زبیر شاہ نے کہا

''چلو'' چندیری نے کہا اور زبیر شاہ' چندیری کی رہنمائی میں چل پڑا۔ چندیری اسے ایک کمرے میں لے گئی اور ایک الماری کی دراز کھولنے کیلئے کہا جس میں ایک ڈائری پڑی ہوئی تھی۔ چندیری کے اشارے پر زبیر شاہ نے وہ ڈائری اس جگہ سے نکال لی پھر دونوں واپس اسی کمرے میں آگئے تھے۔ چندیری نے کہا۔

''تم آرام سے یہ پڑھو' میں کچھ دیر تک آتی ہوں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''ٹھیک ہے۔'' زبیر شاہ نے کہا پھر چندیری چلی گئی اور وہ ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔ اس نے ڈائری کھول لی۔

پہلے صفحے پر نواب شیر زمان کا نام لکھا تھا۔ اندر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس وقت انگریزوں کی حکومت تھی۔ شیر زمان نے جنگ آزادی کے وقت انگریزوں کا ساتھ دیا تھا اس لئے فرنگی آقاؤں نے خوش ہو کر سندیلی کے کنارے ایک بہت بڑی جاگیر انعام کے طور پر نواب شیر کو دی تھی۔ اس وقت اس جاگیر میں ایک حویلی تعمیر کی گئی تھی۔ حویلی تعمیر کرانے کے بعد نواب شیر زمان ایک بہت ہی خوبصورت دلہن بیاہ کر لائے جس کا نام سنگیتا تھا۔ سنگیتا کے حسن کا چرچا دور دور تک تھا۔ نواب صاحب اسے سات پردوں میں چھپا کر رکھتے تھے کہ کہیں کسی کی میلی نگاہ اس پر نہ پڑ جائے پھر شادی کے دو سال بعد سنگیتا نے ایک بیٹے کو جنم دیا جس کا نام اکبر زمان رکھا گیا۔

ڈائری میں آگے نواب صاحب نے لکھا تھا کہ ان کا بیٹا بڑا ہوا تو انہوں نے اچھی تعلیم کے حصول کیلئے اسے بورڈنگ اسکول میں داخل کروا دیا۔ پھر ایک دن انہیں اپنی بیوی پر شک ہو گیا اور انہوں نے مختلف طریقوں سے اس کی نگرانی کی تو پتا چلا کہ وہ حویلی کے ایک خوبرو ملازم کے عشق میں مبتلا ہے۔ نواب صاحب نے ملازم کو بڑی ہوشیاری سے غائب کروا دیا اور بیوی کو قید کروا دیا اور لوگوں میں مشہور کرا دیا کہ ان کی بیوی بے وفائی کر کے ایک ملازم کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔ انہوں نے شدید غصے کے عالم میں اپنی بیوی کے دونوں ہاتھ تیزاب میں ڈال کر ضائع کر دیئے۔ پھر سنگیتا جانبر نہ ہو سکی اور قید خانے میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئی۔

زبیر شاہ ڈائری کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ ورق کے ساتھ ساتھ وقت بھی کروٹیں بدل رہا تھا۔ نواب شیر زمان کا بیٹا اکبر زمان جوان ہو چکا تھا۔ اس کی شادی ہو چکی تھی پھر نواب صاحب کی بہو نے ایک خوبصورت بیٹی کو جنم دیا۔ ان کی ننھی سی پوتی کا حسن ہر اعتبار سے مکمل تھا لیکن ان کے دونوں ہاتھ کہنیوں سے لے کر انگلیوں تک مفلوج تھے۔

اپنی پوتی کے دونوں ہاتھوں کو دیکھ کر نواب صاحب کو سنگیتا کے ہاتھ یاد آئے۔ ان کی بہو نے جب اپنی بیٹی کے مفلوج ہاتھوں کو دیکھا تو صدمے سے رونے لگی۔ اس نے روتے روتے بتایا کہ جب وہ حاملہ تھی تو اسے اکثر وہ ہاتھ نظر آتے تھے اور کسی عورت کی آواز سنائی دیتی تھی وہ کہتی تھی کہ میرے ہاتھ تیرے بڑوں کی زیادتی کی وجہ سے جاتے رہے اگر تیری بیٹی ہوئی تو اس کے بھی ہاتھ مفلوج ہوں گے اور تیری بیٹی کو میں اپنے پاس رکھوں گی۔ نواب صاحب نے خود کو ان دونوں کا مجرم گردانتے ہوئے اپنے بیٹے کو ساری حقیقت بتا دی۔

اس کے بعد ڈائری ختم ہو گئی تھی۔ زبیر شاہ نے اخذ کیا کہ بیٹے نے ضرور باپ سے بدلہ لیا ہوا گا۔ پھر اکبر زمان اور اس کی بیوی کا کیا ہوا؟ لیکن اس ڈائری سے یہ تصدیق ہوئی تھی کہ بوڑھی دادی چڑیل ہے اور یہ اس کی پوتی چندیری ہے جو نواب شیر زمان کی اصلی وارث ہے۔

زبیر شاہ کو ایک اور حقیقت پتا چلی کہ چندیری تو بہت بڑی جائیداد کی مالک ہے۔ بہر حال زبیر شاہ ڈائری بند کر کے سگریٹ سلگانے لگا۔ اسی دوران چندیری آ گئی اور زبیر شاہ کو مخاطب کر کے کہا۔

''تم نے ڈائری پڑھ لی ہو گی۔ اس کے بعد کے واقعات مجھ سے سن لو۔ میرے باپ نے میرے دادا کو اپنے ہاتھوں سے مار دیا تھا لیکن پھر میرے والد میرے غم میں گھل گھل کر مر گئے۔ پھر جب میں دس سال کی تھی تو میری زندگی میں ایک زبردست تبدیلی آئی۔''

''وہ کیا۔۔۔۔۔۔۔؟'' زبیر شاہ نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

''ایک دن حویلی میں ایک نہایت ہی حسین عورت آئی۔ وہ امی کے سامنے اپنا دکھڑا رونے لگی کہ وہ بیوہ ہے اور دنیا والے اس کے حسن اور جوانی کو ہوس کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اتنی بڑی دنیا میں کہیں بھی عزت و آبرو سے زندگی گزارنے کو جگہ نہیں ہے۔ ممی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے اس پر ترس کھا کر اسے حویلی میں پناہ دے دی۔ وہ عورت میرا بڑا خیال رکھنے لگی۔ وہ مجھے اپنے ہاتھوں سے نہلاتی اور کپڑے پہناتی تھی۔ اس عورت کے آنے کے بعد ایک دن مجھے محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھ حرکت کر رہے ہیں۔ پہلے تو میں نے اسے وہم سمجھا لیکن پھر میں نے باقاعدہ محسوس کیا کہ کبھی میرے دونوں ہاتھوں میں جان آجاتی ہے اور کبھی یہ پہلے جیسے ہو جاتے ہیں۔ میں نے امی سے کہا تو انہوں نے بھی مختلف وقتوں میں میرا جائزہ لیا اور حیران رہ گئیں۔ لیکن میرے ہاتھوں کی حرکت کا مستقل علاج دریافت نہ ہو سکا۔

وقت گزرتا رہا اور میں پندرہ سال کی ہوگئی پھر ایک اور انکشاف ہوا۔ ایک رات امی نے مجھے سوتے سے جگایا اور مجھ سے کہا کہ دوا کی شیشی نہیں مل رہی میں نے دوا ڈھونڈ کر انہیں کھلا دی۔ امی نے ملازمہ کو آواز دی لیکن وہ سو رہی تھی۔ امی اُٹھ کر اس کے پاس گئیں اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا لیکن وہ بالکل بے حس و حرکت تھا۔ امی اس کے قریب گئیں اور ہاتھ چھو کر دیکھا اس وقت بوڑھی کا ہاتھ مردہ تھا۔ امی پھر میرے پاس آئیں اور میرے ہاتھوں کو ہلا جلا کر دیکھا وہ بالکل حرکت میں تھے۔ امی نے مجھے وہیں چھوڑا اور ایک خنجر لے کر ملازمہ کے کمرے کی طرف چلی گئیں۔ میں ان کے پیچھے چل دی۔ میں نے دیکھا کہ ممی نے اس عورت کو مارنے کیلئے خنجر بلند کیا ہے لیکن اسی وقت میرے ہاتھ نے حرکت کی اور امی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''ممی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ اسے کیوں ہلاک کرنا چاہتی ہیں؟''

''چندیری' یہ کوئی پراسرار روح ہے۔ اگر یہ مر گئی تو شاید تیرے ہاتھ واپس آجائیں۔ میں نے ابھی ابھی محسوس کیا ہے کہ اس کے ہاتھ بے حرکت ہیں۔ یہی عورت شاید تمہارے باپ کے خواب میں آتی تھی اور کہتی تھی کہ تیری بیٹی میری' اس کے ہاتھ بھی میرے۔ میں اس عورت کو مار دوں گی تو تیرے ہاتھ واپس آجائیں گے۔ چھوڑ دے بیٹا میرا ہاتھ۔''

اور زبیر شاہ میرے ہاتھ پھر بے جان ہوتے گئے۔ اتنی دیر میں وہ عورت اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے عجیب سی نظروں سے امی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''تیرے سسر نے میرے ہاتھ تیزاب سے گلا دیئے تھے۔ مگر میں نے اپنی پوتی کے ہاتھ اپنا لئے ہیں۔ میں جب چاہتی ہوں اس کے ہاتھوں کو استعمال کرتی ہوں پھر سوتے وقت یہ ہاتھ اسے واپس کر دیتی ہوں۔ اس طرح یہ ہاتھ دادی کے بھی ہیں اور پوتی کے بھی۔ چندیری کے یہ ہاتھ جس طرح اس کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح میری بھی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ یہ میرے بھی ہاتھ ہیں۔''

اس دن مجھ پر یہ راز کھلا ہے کہ وہ میری دادی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ

''تم میری دادی نہیں۔ ڈائن ہو۔ تم میرے ہاتھ مجھے واپس کر دو تو میں تمہارا گلا گھونٹ دوں۔''

''تم ایسا نہیں کر سکتی۔'' بوڑھی عورت نے مسکرا کر کہا۔

''خونی رشتے ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ میں نے اب تک اپنے بیٹے' بہو یا پوتی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ ہاتھ جو میرے پاس ہیں یہ تمہارے ہی ہیں۔ تمہیں واپس مل جائیں گے تو تب بھی تم مجھے نقصان نہیں پہنچا سکو گی۔ یہ لو میں واپس کرتی ہوں تم انہیں آزما لو۔''

یہ کہہ کر اس نے زانوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔ اسی وقت میرے دونوں ہاتھوں میں جان آگئی۔ میں نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس عورت کا گلا دبانا چاہا لیکن وہ آگے نہیں بڑھ رہے تھے۔ بوڑھی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''بیٹی چندیری۔ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ یہ ہاتھ صرف تمہارے ہی نہیں میرے بھی ہیں اور جب یہ میرے ہیں تو یہ میرا گلا کیسے گھونٹ سکتے ہیں؟''

اس دوران میں ہر ممکن کوشش کرتی رہی کہ میرے ہاتھ کسی طرح دادی اماں کے گلے تک پہنچ جائیں لیکن میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ بہر حال اس رات میں اور میری امی واپس اپنے کمرے میں آگئے۔ دادی اماں نے واقعی نہیں یا مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ امی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے ایک بہت ہی عمدہ ترکیب سوچ لی تھی۔ دوسری رات جب دادی اماں اپنے کمرے میں سونے کیلئے گئیں تو امی نے میرے بے حس ہاتھوں کو پشت کی طرف ایک مضبوط رسی سے باندھ دیا تاکہ جب دادی اماں گہری نیند سو جائیں اور مجھے میرے ہاتھ واپس مل جائیں تو وہ بدستور رسی سے بندھے رہیں اور جب وہ دادی اماں کو ہلاک کرنے جائیں تو یہ ہاتھ ان کی حفاظت نہ کر سکیں۔ ان کے منصوبے کے مطابق میرے دونوں ہاتھ بندھے رہے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد جب میں نے امی کو بتایا کہ میرے ہاتھوں میں جان آگئی ہے تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ دادی اماں گہری نیند سو گئی ہیں۔ میں اور امی دادی اماں کے کمرے میں گئے وہاں دادی اماں سو رہی تھیں۔ امی نے خنجر کا بھرپور وار دادی اماں پر کیا مگر یوں لگا جیسے وہ گوشت پوست کے بجائے صرف ہڈیوں سے ٹکرایا ہو۔ امی نے کوشش کر کے خنجر نکالا اور دوبارہ وار کیا لیکن ان کی چیخ نکل گئی۔ وہ ایک دم سے لڑکھڑا کر فرش پر گریں۔ ان کے منہ سے بڑی مشکل سے نکلا تھا۔

''یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ تو ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔''

امی گھور کر دادی اماں کو دیکھنے لگیں۔ دادی اماں بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی تھیں۔ پھر وہ تلخی سے مسکرا کر بولیں۔

''میں تم دونوں کو دہشت زدہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اب تم دیکھ ہی چکی ہو تو یہ سن لو کہ میں ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوں۔ یہ گوشت پوست کا بدن محض فریب نظر ہے' مجھے مرے ہوئے ایک مدت گزر گئی ہے۔ مرنے کے بعد انسان کی ہر چیز گل جاتی ہے صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔''

میرے دونوں ہاتھ بُری طرح مچل رہے تھے۔ دادی اماں کہنے لگیں۔

''چندیری میں تمہاری دادی ہوں۔ تمہیں اور تمہاری امی کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ تمہاری امی بھی مجھے ہلاک نہیں کر سکتیں۔ مجھے زندہ رہنے کیلئے ہر رات انسانی لہو مل جاتا ہے۔ جب تک میں لہو پیتی رہوں گی اس وقت تک اس حالت میں زندہ رہوں گی۔ اس لئے نہ مجھے نقصان پہنچاؤ اور نہ ہی کبھی دل میں یہ خیال لانا کہ تم دونوں میں سے کوئی مجھے نقصان پہنچا سکے گا۔ جاؤں اپنی امی کو سنبھالو۔''

میں اپنی امی کو سنبھالنے کیلئے ان پر جھکی تو پتا چلا کہ وہ وحشت کے مارے مر چکی ہیں۔ مجھے دادی اماں پر غصہ آ رہا تھا مگر میں انہیں الزام نہیں دے سکتی تھی کیونکہ انہوں نے امی کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ انہوں نے تو ہماری بھلائی کیلئے یہ بات بھی چھپا رکھی تھی کہ وہ حقیقتاً ہڈیوں کا ڈھانچہ ہیں۔ صرف نگاہوں کو فریب دینے کیلئے وہ ایک عورت کے روپ میں نظر آتی ہیں۔''

زبیر شاہ بھی خاموش ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اپنی ماں کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ کتنی غمزدہ ہو گئی ہو گی۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ جس قدر جلد ہو سکے وہ چندیری کو دادی اماں سے دور لے جائے گا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے چندیری سے پوچھا۔

''کیا آج ہماری شادی نہیں ہو سکتی؟''

چندیری نے سر اُٹھا کر محبت سے اسے دیکھا پھر بولی۔

''شادی ہو یا نہ ہو لیکن میں ہر حال میں تمہاری ہوں۔ تم سے پہلے چانن کمہار بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا۔''

زبیر شاہ کو اچانک یاد آیا کہ چانن کمہار بھی تو اس حویلی کے تہہ خانے میں موجود ہے اگر میں اسے قانون کے حوالے کر دوں تو میری ترقی ہو جائے گی۔ حالانکہ چندیری کے پاس اتنی دولت تھی کہ اب تو نوکری کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ لیکن ایک عام شہری کی حیثیت سے بھی تو وہ قانون کا ساتھ دے سکتا تھا۔ اس نے کہا۔

''تم نے خوب یاد دلایا' قاتل تہہ خانے میں موجود ہے اور میرے ہاتھوں بُری طرح زخمی بھی ہو چکا ہے۔ میں ابھی جا کر اسے ہتھکڑی لگاؤں گا۔''

''یہ پچھلی رات کی بات ہے۔ تم نے اسے پچھلی رات تہہ خانے میں دیکھا تھا۔ تمہیں شاید وقت گزرنے کا احساس بھی نہ ہوا ہو۔ بہر حال میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ قاتل پچھلی رات دادی اماں کا شکار تھا۔ اس کی لاش حویلی سے دور ایک چٹان کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پیچھے پڑی ہے اور اب اس کے بدن میں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ دادی اماں نے لہو سے خالی لاش کو گھسیٹ کر وہاں پہنچا دیا ہے۔''

زبیر شاہ نے چندیری کی جانب دیکھا وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ لیٹنے کا انداز ایسا تھا کہ بدن کی شادابیاں جگہ جگہ سے اُجاگر ہو رہی تھیں۔ تنہائی ہو اور جوان عورت ساتھ ہو اور اپنے لیٹنے کے انداز سے قیامت جگا رہی ہو تو کچھ بھی یاد نہیں رہتا صرف دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔ اس نے جذبات کی ہلچل میں کہا۔

''اس وقت مجھے جا کر قاتل کی لاش کو اپنے قبضے میں کرنا چاہیے۔ لیکن تمہارے پاس سے جانے کو جی بھی نہیں چاہتا۔ ایک طرف فرض ہے اور دوسری طرف محبت۔ بولو میں کِدھر جاؤں۔''

چندیری نے جواب میں نظریں جھکا لیں۔ اس کے چہرے پر بھی جذبات کی دھوپ چھاؤں تھی۔ اس کی شرمیلی ادائیں بتا رہی تھیں کہ وہ بھی زبیر شاہ کو خود سے دور جاتے نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

زبیر شاہ نے کہا ''تم نے جواب نہیں دیا کہ میں تمہارے پاس آؤں یا فرض پورا کرنے جاؤں۔ میرا خیال ہے کہ چٹان کے پیچھے چانن کمہار کی لاش محفوظ ہوگی میں بعد میں بھی وہاں جا سکتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ چندیری کی طرف بڑھا۔

خواب گاہ کے باہر حویلی کے ایک بڑے حال میں ایک بڑی سی میز پر ایک شمعدان رکھا ہوا تھا جس میں چار موی شمعیں روشن تھیں۔ روشنی کے اس طرف ایک ایزی چیئر پر بوڑھی سنگیتا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ کرسی کے اطراف جھول رہے تھے۔ کبھی وہ بہت ہی حسین اور جوان تھی۔ اب کتنی بوڑھی نظر آ رہی تھی۔ زبیر شاہ اگر اسے دیکھتا تو اپنی معلومات کے مطابق یہی سوچتا کہ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ بوڑھی رات کی خاموشی میں زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔

''چندیری بہت معصوم ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ مانگتے مانگتے اپنی عمر کا بہت سا حصہ گزار دیا ہے۔ اس نے اب تک اس لئے شادی نہیں کی کہ وہ مکمل عورت نہیں تھی۔ وہ محبت سے اپنے شوہر کے گلے میں بانہیں نہیں ڈال سکتی تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں سے ایک بیوی یا ماں کے فرائض پورے نہیں کر سکتی تھی پھر وہ کس سے او رکس لئے شادی کرتی۔''

اس کی آواز اس مکھی کی طرح بھنبھنا رہی تھی جو مکڑی کے جال میں پھنس گئی ہو۔ چندیری کا وجود ایک چمکتے ہوئے جال کی طرح بستر پر بچھا تھا۔ بستر کے سرہانے پر ایک شمع روشن تھی۔ زبیر شاہ اس کی طرف بڑھا۔ چندیری نے شرما کر ایک پھونک ماری اور شمع بجھا دی۔ خواب گاہ میں گہری تاریکی چھا گئی۔ زبیر شاہ بستر کے قریب جا کر اس پر جھکا تو جوان سانسوں کی سرسراہٹ کے ساتھ اسے چندیری کی آواز سنائی دی۔

''تمہیں پچھلی رات دیکھتے ہی میرا دل تم سے محبت کرنے کیلئے مچل گیا تھا۔ لیکن میرا پیٹ بھر چکا تھا کیونکہ پچھلی رات چانن کمہار میرا شکار تھا۔ محبت کیلئے تمہیں دوسری رات کیلئے روکنا ضروری تھا۔ آؤ اب میری بانہوں میں آ جاؤ۔''

بات ختم ہوتے ہی دو بانہیں زبیر شاہ کی گردن کا ہار بن گئیں مگر وہ استخوانی بانہیں تھیں۔ زبیر شاہ ہڑبڑا کر اس کے بدن سے ٹکرا گیا اس کا بدن بھی ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ خواب گاہ کے باہر بوڑھی عورت کے رونے کی آواز آ رہی تھی وہ روتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

''دادی اماں' تم آخر کب تک مجھ پر ظلم کرو گی؟ کب تک میرے ہاتھ مجھے واپس نہیں کرو گی؟ میں بھی بہت ضدی ہوں میں موقع پا کر مسافروں کو بتا دیتی ہوں کہ تم ایک حسین بلا ہو۔ میں نے تہہ خانے میں چانن کمہار کو بھی سمجھایا۔ انسپکٹر کو بھی تمہارے شیطانی ارادوں سے آگاہ کیا مگر تمہارے حسن کا چوند کے آگے میری کوئی سنتا ہی نہیں اور تمہارے شکنجے میں چلا جاتا ہے۔ آہ تم مردہ ہو کر بھی زندہ ہو اور میں زندہ ہو کر بھی ہاتھوں کے بغیر مردہ ہوں۔''

وہ معصوم اور مظلوم بوڑھی آواز اندھیرے میں سسک رہی تھی۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

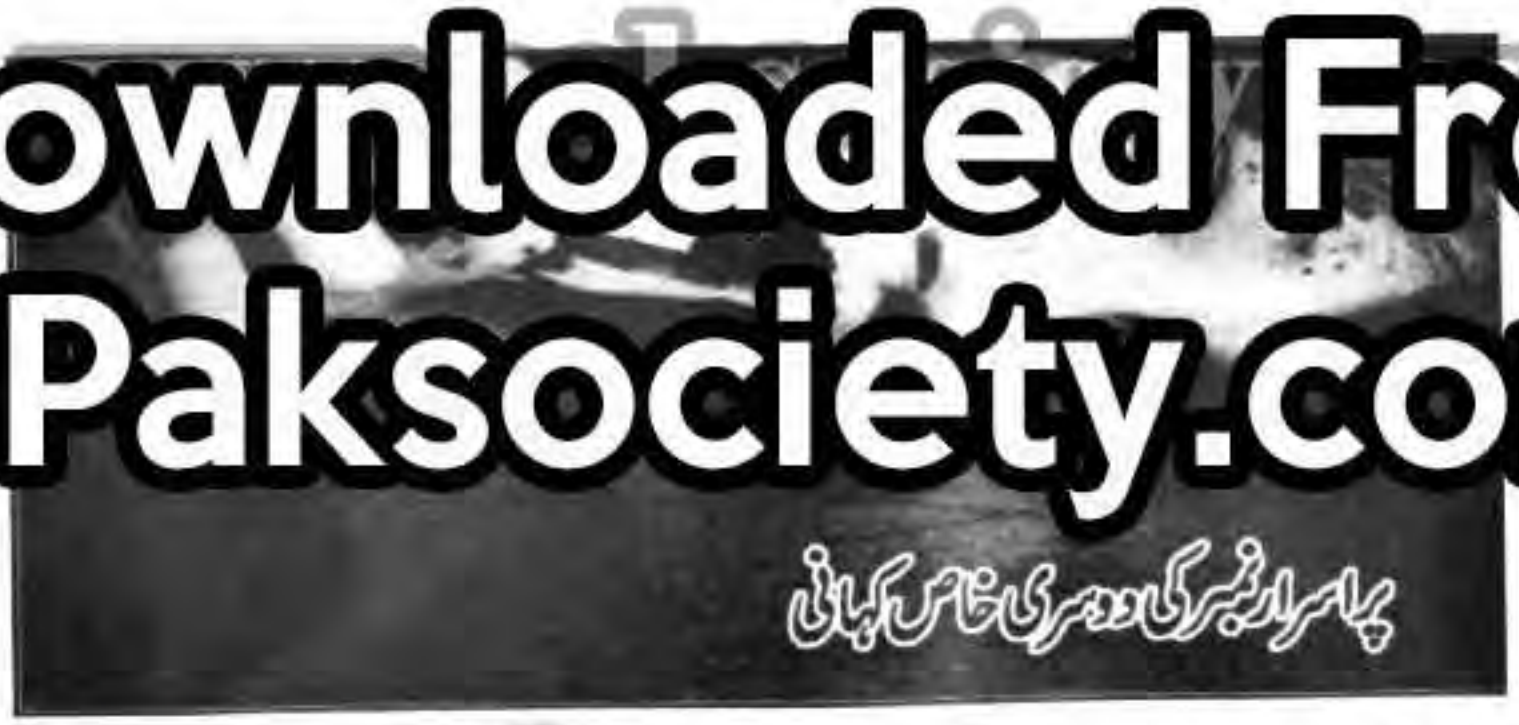

وہ پھر سے زندہ ہوگئی

محمد سلیم اختر

اُس ہندو دوشیزہ کی داستان عجب، جو مر کر پھر سے زندہ ہوگئی

میرے باپ کی گاؤں کے بازار میں کپڑے کی دکان تھی۔ میں جوان ہوا تو میرے باپ نے مجھے اسکول سے اٹھالیا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ آٹھویں جماعت تک پڑھ لینا بہت ہے۔ مجھے اپنے باپ کے ساتھ دکان پر بیٹھنا پڑا۔ چار پانچ سال کے مختصر عرصے میں بھگوان کی مہربان اور ہماری محنت سے ہمارا

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کاروبار چمک اٹھا۔ پھر میں نے نزدیکی قصبہ کے مین بازار میں دکان کھول لی۔ گاؤں والی دکان پر پتا جی بیٹھتے تھے اور قصبہ والی دکان میں نے سنبھال لی تھی۔ اب میرے والدین میری شادی کی فکر کرنے لگے مگر میں شادی کے بارے میں سنجیدہ نہ تھا۔ سچ پوچھیں تو میں نے اپنے آپ کو کاروبار میں اتنا الجھا رکھا تھا کہ سوائے روپیہ کمانے کے مجھے کوئی اور سوچ ہی نہ تھی۔ میری ماں میرے سر پر سہرا سجانا چاہتی تھی۔ لیکن میں شادی سے دامن بچا کر اپنے کاروبار کو بڑھانے اور پھیلانے کے چکر میں تھا۔ یہی میری ضد تھی۔ جس کے آگے میرے والدین بے بس تھے۔

ایک دن ایک لڑکی اپنی نوکرانی کے ہمراہ میری دکان پر آئی۔ میرا واسطہ ہر طرح کے گاہکوں سے رہتا تھا۔ مگر میں نے اس لڑکی کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ بہت خوب صورت تھی۔ اس کا رنگ بھی سانولا تھا مگر اس کی آنکھوں میں ایسی کشش تھی جن میں جادو کا سا اثر تھا۔ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے ایسا لگا جیسے یہ لڑکی نہیں کوئی دیوی ہے۔ اس کی آنکھوں کی کشش مجھے مسحور کر رہی تھی۔ شاید میں ہونق لگ رہا تھا۔ وہ مسکرادی اور بولی۔

''آپ کے پاس پیرس ہوگی؟''

آپ کو معلوم ہوگا کہ ہماری نوجوانی کے زمانے میں ''پیرس'' بہت مہنگا اور مشہور کپڑا ہوا کرتا تھا۔ میں نے فوراً پیرس کے تھان نکالے اور اس کے آگے ڈھیر کر دیئے۔ اس نے دو سوٹ خریدے اور وہ تو چلی گئی تھی مگر مجھے لگا کہ میرا سب کچھ اپنے ساتھ لے گئی ہو۔ میں آج تک حیران ہوں کہ مجھ جیسے مکمل کاروباری شخص پر اس کے عشق کا بھوت کیسے سوار ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں کوئی ایسا جادو تھا۔ جس نے میرے اندر کے نوجوان وکرم کو جگا دیا تھا۔ اب تو مجھے کسی پہلو چین نہ تھا۔ اس کو پھر سے دیکھنے کی خواہش من میں مچلنے لگی۔ مگر اس کا حصول کیسے ممکن ہو؟ اس سوال کا کوئی جواب میرے پاس نہ تھا۔ گھر گیا تو طبیعت بوجھل بوجھل سی تھی۔ وہ رات میں صحیح طریقے سے سو نہ سکا۔ صبح صبح نہانے گیا پھر مندر بھی گیا۔ بھگوان سے اس کے ملن کی دعا کی اور یہ امید لیے دکان پر آیا کہ شاید وہ حسینہ پھر آجائے مگر یہ تو ممکن نہ تھا۔ ابھی تو وہ کل کپڑا لے کر گئی تھی۔

کئی دنوں کے مسلسل انتظار کے بعد میری دکان کے بھاگ جاگے۔ اس دفعہ وہ اپنی ایک سہیلی کے ہمراہ آئی میں نے اپنے ہوش وحواس قائم رکھے۔ میرے چہرے پر ایک انجانی سی مسرت آگئی۔ ایسے لگا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ وہ خود ہی بولی۔

''اس دن آپ نے غلطی سے کپڑا بہت سستا دے دیا تھا مجھے تو شاید پتا بھی نہ چلتا۔ میری اس سہیلی پونم کو جب میں نے سوٹ دکھائے اور قیمت بتائی تو یہ حیران رہ گئی۔ اس نے یہی کپڑا چند دن گزرے خریدا تھا۔ آج پھر ہم نے بازار سے معلوم کیا تو پتا چلا کہ اس کپڑے کا ریٹ واقعی زیادہ تھا۔ لگتا ہے تم سے بھول ہوگئی ہے۔''

وہ یہ ساری باتیں ایک ساتھ کہہ گئی۔

''دیوی جی! آپ نے اور کپڑا لینا ہے تو لے جائیں۔ اس سے بھی آدھے ریٹ پر دوں گا۔''

میری بات سن کر وہ طیش میں آگئی اور پھٹ پڑی۔ کہنے لگی۔

''بکواس بند کرو۔ تم نے مجھے کیا سمجھ لیا ہے۔ میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔ جو کپڑے کے ٹکڑے پر بک جاتی ہیں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنا پرس کھولا۔ باقی رقم میرے منہ پر ماری اور بکتی جھکتی غصے میں پیر پٹختی دکان سے چلی گئی۔ یہ سب کچھ پلک جھپکتے میں ہوگیا اور میں اپنی صفائی میں کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ اس کے جانے کے بعد بھی میں کھڑا سوچتا رہا کہ میں نے آخر کون سی خطا کی ہے۔ میں غلیظ کردار کا آدمی نہ تھا۔ یہ سوچ کر میری آنکھیں بھیگ گئیں۔

☆☆☆

منوج میرا جگری یار تھا۔ اکثر شام کو میری دکان پر آتا تھا۔ وہ حسب معمول اسی شام کو آیا تو میں نے اسے پوری کہانی سنا دی۔ وہ جگت استاد تھا۔ کہنے لگا۔

''وکرم! تم اپنا کاروبار آرام سے کرو۔ لڑکیوں کے چکر میں نہ پڑو۔ اپنا کاروبار بھی برباد کرو گے اور بدنامی مفت میں ملے گی۔''

مگر میری حالت پھر سے قابو سے باہر تھی۔ میں نے منوج کی بہت منت سماجت کی۔ اس نے میری مدد

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کرنے کا وعدہ کیا۔ شاید وہ بھی اس معاملے کی سنگینی کو سمجھ گیا تھا۔ اس کی دکان پر ایک بڑھیا آیا کرتی تھی۔ جس کی لڑکیاں دست کاری میں مہارت رکھتی تھیں۔ وہ ان کے کاڑھے ہوئے کپڑے منوج کی دکان پر لاتی تھی اُس کے کئی گھروں میں آنا جانا تھا۔ منوج نے اس سے رازداری کا وعدہ لے کر میری بات کی۔

وہ بڑھیا بڑی تیز نکلی۔ اس نے لڑکی کا مکمل پتا معلوم کرلیا۔ وہ لڑکی سیٹھ بھگوان داس کی سب سے بڑی بیٹی ساریکا تھی۔ ساریکا سے چھوٹی تین بہنیں اور تھیں۔ بھائی کوئی نہ تھا۔ بڑھیا کے بقول ساریکا پاکیزہ اور نیک لڑکی تھی۔ میں نے بڑھیا کو اس کی توقع سے بڑھ کر انعام سے نوازا۔ بڑھیا کی خواہش تھی کہ وہ میرے اور ساریکا کے درمیان تعلق پیدا کردے گی۔ مگر ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے بڑھیا کو اس کام سے روک دیا۔

اور ایک دن میں نے اپنی ماں سے کہہ دیا کہ میں سیٹھ بھگوان داس کی بڑی بیٹی ساریکا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر ایسا نہ ہوسکا تو میں ساری عمر شادی نہیں کروں گا۔''

☆☆☆

شادی کا سن کر میری ماں بہت خوش ہوئی۔ اور اگلے ہی دن میرے ماں باپ سیٹھ بھگوان داس کی حویلی میرے رشتے کے لیے چلے گئے۔ میں اس کام کو بہت دشوار سمجھ رہا تھا۔ مگر سیٹھ بھگوان داس میرے باپ کا پرانا جاننے والا نکلا اور پلک جھپکتے میں میری شادی ساریکا سے ہوگئی۔ شادی سے پہلے اسے میرے متعلق کچھ علم نہ تھا شادی کے بعد جب اسے پوری کہانی کا علم ہوا تو وہ میری محبت کی قائل ہوگئی۔

ہماری شادی کو چند ہی ماہ گزرے تھے۔ پوہ کا مہینہ تھا۔ شدید سردی تھی۔ اس دن میں گھر پہ ہی تھا کہ باہر دروازے پر ایک جوگی نے صدا لگائی۔ دروازہ کھلا تھا اور جوگی کشکول لیے کھڑا تھا۔ میری ماں نے ساریکا سے کہا۔

''جاؤ بیٹی! جوگی بادشاہ کو اپنے ہاتھ سے کچھ دے آؤ۔ ساریکا نے کچھ پیسے لیے اور جوگی کو دینے گئی۔ جوگی نے اپنا کشکول آگے کرنے کے بجائے پیچھے کرلیا۔ اور نگاہیں ساریکا کے چہرے پر مرکوز کرلیں۔

اتنے میں میری ماں بولی۔

''جوگی بادشاہ! نئی دلہن ہے۔ اس کو دعا دو۔''

جوگی بولی۔ ''دعا رحم کی یا قہر کی؟''

میری ماں ڈر سی گئی اور کہا۔ ''مہاراج! رحم کی دعا کرو۔ رحم کی۔''

میں صحن میں بیٹھا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جوگی نے اپنے کشکول سے گندم کے چند دانے اٹھا کر ساریکا کے چہرے پر مارے۔ اور بغیر کچھ کہے چلا گیا۔ میری ماں گھبرا گئی۔ میں نے اُٹھ کر ماں کو تسلی دی مگر وہ کہہ رہی تھی کہ ایسے لگتا ہے۔

''جوگی بادشاہ ہم سے ناراض ہوگیا ہے۔''

جوگی کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ساریکا کے پیٹ میں بائیں جانب درد شروع ہوگیا۔ میں دوڑ کر گیا اور ایک مسلمان حکیم کو بلالایا۔ حکیم صاحب بہت ہی ہمدرد اور نیک انسان تھے۔ وہ فوراً میرے ہمراہ آگئے ساریکا درد سے تڑپ رہی تھی۔ حکیم صاحب نے ایک سفوف پانی میں گھول کر ساریکا کے منہ میں ڈالا۔ جس سے درد کی شدید میں کمی آگئی۔ مگر وہ بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ مجھے پتا نہیں۔ حکیم صاحب کی دوائی کا اثر تھا یا وہ درد کو برداشت کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ حکیم صاحب نے مجھے کہا کہ تم اپنی بیوی کو شہر لے جاؤ وہاں ہسپتال میں ایک انگریز ڈاکٹر ہے۔ جو بہت مشہور ہے اس سے بیوی کا علاج کراؤ۔

☆☆☆

میں نے فوراً ایک بیل گاڑی کا انتظام کیا۔ ساریکا کو اس میں ڈالا اور شہر روانہ ہوئے۔ ابھی شہر کافی دور تھا کہ ساریکا نے آنکھیں کھولیں۔ ایک نظر بھر کر دیکھا اور پھر آنکھیں موند لیں۔ اس کے ساتھ ہی اس کی سانسوں کی آمدورفت کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔ میری دنیا اندھیر ہوگئی۔ وہیں سے بیل گاڑی واپس مڑی۔ میری حالت غیر ہورہی تھی۔ بہرحال ایک حقیقت ہے۔ ساریکا کو میں نے بڑی چاہت سے حاصل کیا تھا۔ محبت کی جیتی ہوئی بازی میں اتنی جلدی ہار جاؤں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گا۔ اس کا میں کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔

☆☆☆

اس شام کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ جب ساریکا کی ارتھی شمشان بھومی لے جائی جارہی تھی۔ پھر میری ساریکا کو بہت ساری خشک لکڑیوں میں دفن کردیا گیا۔ کئی کنستر دیسی گھی لکڑیوں پر انڈیل دیا گیا۔ شام گہری ہوگئی۔ سردی زیادہ تھی اور آسمان گہرے کالے بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میرے باپ نے مجھے چتا کو آگ لگانے کے لیے کہا۔ ایک مذہبی فرض کی بجا آوری کی خاطر میں نے اپنی محبوب پتنی کی چتا کو آگ لگادی۔ اب ساریکا کی چتا بڑے دھیمے انداز میں جل رہی تھی۔ حالانکہ اس پر خاصی مقدار میں دیسی گھی ڈالا گیا تھا۔ سردی اور تاریکی بڑھتی جارہی تھی۔ چتا کی آگ نے تھوڑی سی جگہ کو روشن کررکھا تھا۔ ورنہ ہر سُو گھپ اندھیرا تھا۔ آہستہ آہستہ سارے رشتے دار کھسکنے لگے۔ باپ نے مجھے کہا کہ تم بھی چلو۔ صبح آکر پھول چُن لیں گے ہم ہندو لوگ مردے کی جلی ہوئی ہڈیوں کو پھول کہتے ہیں۔ میرا دل وہاں جانے کو نہ چاہ رہا تھا۔ میں نے باپ سے کہا کہ آپ لوگ چلیں میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ وہ چلے گئے اور میں تنہا اس ہیبت ناک مقام پر موجود رہا۔ میرے سامنے ساریکا کی چتا جل رہی تھی۔ نہ جانے کتنی چتائیں اس جگہ جلی ہوں گی۔ میں نے اپنی زندگی میں کئی چتائیں جلتی دیکھی تھیں مگر میری بیوی کی چتا اس طرح نہیں جل رہی تھی۔ ایسی لگ رہا تھا جیسے آگ میری بیوی کو جلانا نہیں چاہتی تھی۔ شمشان بھومی میں خود رو جھاڑیاں تھیں۔ جنھوں نے اندھیری رات میں اس منظر کو اور بھی بھیانک بنادیا تھا۔ تیز ہوا سے جھاڑیوں میں جو سرسراہٹ پیدا ہوئی۔ اس سے خوف آتا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے گردونواح میں بہت ساری روحیں بے چین پھر رہی ہوں۔ میرا جسم سردی سے سُن ہورہا تھا۔ میں ایک جھاڑی کی اوٹ میں بیٹھا رو رہا تھا۔ شدید سردی کے علاوہ جو دوسری پریشانی مجھے لاحق تھی وہ یہ کہ چتا کی آگ ہوا کے جھونکوں سے بھڑکنے کے بجائے بجھتی جارہی تھی۔

میں واپس جانے کا سوچ ہی رہا تھا کہ میرے سامنے کی جھاڑیوں میں مجھے ایک ہیولہ سا دکھائی دیا۔ میں نے اپنی نگاہیں اس سائے پر مرکوز کردیں۔ خوف کی ایک سرد لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ میری حالت یہ تھی کہ اگر میں اپنی جگہ سے معمولی سی حرکت کرنا بھی چاہتا تو نہ کرسکتا تھا۔ وہ سایہ آہستہ آہستہ چتا کی جانب بڑھنے لگا۔ جوں ہی وہ چتا کے قریب پہنچا تو میں نے چتا کی آگ کی روشنی میں اسے دیکھا تو ایسے لگا کہ جیسے میرا دل اُچھل کر حلق میں آگیا ہو۔ میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ یہ وہی جوگی تھا۔ جو دن کو ہمارے گھر آیا تھا۔ اور اس نے ساریکا کے چہرے پر گندم کے دانے مارے تھے۔ وہ سارا منظر میری آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔

جوگی نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اور پھر دھیمی آواز میں کوئی منتر پڑھنا شروع کیا۔ کچھ دیر منتر پڑھنے کے بعد اس نے چتا کے گرد آہستہ آہستہ چکر لگانے شروع کردیے۔ اس کے کشکول میں کچھ منکے تھے جن کو وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے چتا پر پھینکتا جارہا تھا۔ چتا کی آگ پہلے بھی صحیح طریقے سے نہیں جل رہی تھی۔ اب جوگی بادشاہ کے منتر نے رہی سہی کسر پوری کردی۔ اب تو آگ مکمل طور پر بجھ گئی تھی۔ جوگی کے منہ سے غیر مبہم سی آوازیں مسلسل نکل رہی تھیں۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ میرے دل میں خوف کی شدت میں بھی کمی آرہی تھی۔

جب آگ اچھی طرح بجھ گئی تو جوگی نے اپنا کشکول زمین پر رکھ دیا اور چتا کی لکڑیوں کو ہٹانا شروع کردیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ساریکا کی لاش تک آگ پہنچی تھی یا نہیں۔ کیونکہ اندھیرے میں نظر نہ آتا تھا۔ جوگی نے ساریکا کی لاش کو اٹھا کر چتا کے ساتھ زمین پر رکھ دیا اور خود لاش کے سر کے پاس آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ پھر وہی غیر مبہم سی آوازیں اس کے منہ سے نکلنے لگیں۔ نہ جانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر جوگی نے اُٹھ کر پانی کی طرح کا کوئی مائع ساریکا کی لاش پر چھینکنا شروع کردیا۔ پھر میں نے وہ منظر دیکھا کہ جس کو میں مرتے دم تک فراموش نہ کرسکوں گا۔ میرے سامنے پڑی ہوئی ساریکا کی لاش نے حرکت کی پھر جوگی نے اسے ایسے اٹھایا جیسے کوئی کسی کو سوتے میں جگاتا ہے۔ ساریکا اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مجھے ایسا لگا کہ جیسے میرے جسم میں خون جم گیا ہو۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رک گئی۔ میرا دماغ ماؤف ہو چکا تھا میں اسی کشمکش و پنج میں تھا کہ یہ کیا ہے کہ جوگی ایک طرف چل پڑا۔ اور ساریکا اس کے پیچھے پیچھے اس طرح چلنے لگی جیسے کوئی سدھایا ہوا جانور اپنے مالک کے پیچھے چلتا ہے۔ کچھ دیر تو میں وہاں شمشان بھومی میں بیٹھا رہا۔ میرے ہوش ٹھکانے آئے تو میں ان کے پیچھے چل پڑا۔ شمشان بھومی سے تھوڑی دور راستے کے ساتھ چند مسلمان کسانوں کے گھر تھے۔ ان لوگوں کو میں اچھی طرح جانتا تھا۔ راستے کے ساتھ والا گھر گلستان خان کا تھا۔۔ جب جوگی اُن مسلمان کسانوں کے گھروں کے پاس سے گزرنے لگا تو میری نگاہ ایک کسان پڑی۔ جو اس بلا کی سردی میں لالٹین لے کر مویشیوں کے باڑے خانے میں نہ جانے کیا کر رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر میرا حوصلہ بڑھا۔ مجھے ایسے لگا جیسے میرے اندر کوئی قوت پیدا ہو گئی ہو۔ میں نے پورے زور سے چیخنا شروع کر دیا۔ جتنا شروع مچا سکتا تھا مچایا اور ساتھ ہی جست لگا کر ساریکا کو پکڑ لیا۔ جوں ہی میں نے ساریکا کو چھوا وہ ایک بے جان مجسمے کی طرح زمین پر گر پڑا۔ چند کسان لاٹھیاں لے کر دوڑتے ہوئے میری طرف آئے۔ گلستان خان آگے آگے تھا۔ اس کے بعد میں بھی ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔ اور جب ہوش یا تو میں اپنے گھر چارپائی پر پڑا تھا اور حکیم صاحب میرے سرہانے بیٹھے تھے۔ کچھ رشتہ دار ہمارے گھر جمع تھے۔ سب سے پہلے میں نے ساریکا کے متعلق پوچھا۔ پتا چلا کہ وہ گھر میں ہے اور ہوش میں آ چکی ہے۔

☆☆☆

شمشان بھومی کے باہر جب میں چیختے چیختے بے ہوش ہو گیا تھا تو گلستان خان اور اس کے ساتھیوں نے مجھے پہچان لیا تھا۔ وہ مجھے اور ساریکا کو اٹھا کر ہمارے گھر لے آئے تھے۔ جہاں میں اور ساریکا کچھ گھنٹے بے ہوش رہنے کے بعد ہوش میں آ گئے تھے۔ اس جوگی کا کسی کو پتا نہ چلا کہ کدھر غائب ہو گیا تھا۔

جب میرے اوسان بحال ہوئے تو میں نے گھر والوں کو تمام حالات تفصیل سے بتائے۔ وہ سب حیران رہ گئے اگر وہ میری کہانی پر یقین نہ کرتے تو کیا کرتے۔ کیونکہ ان میں سے بہت سارے لوگ ایسے موجود تھے جن کے سامنے ساریکا مری تھی اور انھوں نے اس کی آخری رسومات میں شرکت کی تھی۔

قارئین! آپ یہ سن کر اور بھی زیادہ حیران ہوں گے کہ ساریکا نے اس کہانی پر بالکل یقین نہ کیا۔ وہ کہنے لگی کہ اسے اتنا ہی یاد ہے کہ جوگی ہمارے دروازے پر آیا تو وہ اس کے پاس گئی۔ جوگی نے اپنی نگاہیں اس پر گاڑ دیں تو ساریکا کو اپنے اندر بجلیاں سی کودتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ پھر جوگی نے گندم کے چند دانے کشکول سے اُٹھا کر ساریکا کے منہ پر مارے۔ اور وہ چلا گیا۔ اس کے بعد ساریکا کے پیٹ میں درد اٹھا جو بڑھتا ہی گیا۔ ساریکا نے کہا کہ اسے یہ بھی یاد ہے کہ حکیم صاحب نے اسے دوائی دی تھی اور پھر وہ سو گئی۔ یا بے ہوش ہو گئی تھی۔ ساریکا نے کہا کہ اسے ہوش آیا تو وہ گھر میں اپنی چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اسے کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

☆☆☆

میں اور ساریکا اس کے بعد چالیس برس اکٹھے رہے۔ اس کے بطن سے میری دو بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوا۔ ان چالیس برسوں میں۔ میں نے کئی بار اس سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا۔ مگر ہر بار اس کا یہی جواب تھا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ مرنے سے تین چار دن قبل اس کو ٹھنڈ لگ گئی اور ساتھ تیز بخار ہو گیا۔ اور یہی بخار اس کی موت کا سبب بن گیا۔ اس کی آخری رسومات میں شرکت کرنے والے کئی لوگ ایسے بھی تھے جو چالیس برس پہلے بھی ساریکا کی ان رسومات میں شرکت کر چکے تھے۔ اس بار بھی چتا کو میں نے ہی آگ لگائی۔ اور اب کوئی غیر معمولی واقعہ نہ ہوا۔ آگ نے ساریکا کو جلا کر راکھ کر ڈالا۔ ساریکا کی خواہش تھی کہ اس کے پھول ہردوارے جا کر گنگا میں بہائے جائیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور اس کے پھول لے کر ہردوارے گیا اور گنگا میں بہا دیے اس واقعہ کے کئی عینی گواہ ابھی زندہ ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ساریکا کو چالیس سال قبل سکتہ ہو گیا تھا۔ لوگ سمجھے کہ وہ مر گئی ہے۔ اس کی چتا کو آگ تو لگا دی گئی۔ پھر جوگی نے منتر پڑھا تو ہوش میں آ گئی۔ مگر مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا کہ اسے سکتہ ہو گیا تھا۔ نہ جانے حقیقت کیا تھی۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

وہ فرشتہ

حنا بشریٰ

اس مہربان دوست کی کہانی جو ہمیشہ فرشتہ بن کر اپنے دوست کی مدد کرتا رہا مگر.....

''نماز نیند سے بہتر ہے۔ جلدی جلدی اٹھیے اور نماز فجر ادا کریں۔''

وہ اپنے مخصوص انداز میں یہ الفاظ ادا کرتا ہوا چلا آرہا تھا۔ یہ اس شخص کا معمول تھا کہ فجر کی اذان ہوتی اس کے پانچ یا دس منٹ بعد آجاتا۔ موسم کی شدت سے بے پروا اپنی ڈیوٹی دینے پر مجبور تھا۔ شاید کسی مذہبی جماعت سے تعلق تھا۔ میں وضو کرتے ہوئے اسی نکتے پر غور کررہا تھا، بھئی بہت باہمت انسان ہے، میں دل ہی دل میں اس سے متاثر بھی ہورہا تھا۔

دھند نے پوری گلی کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ عام انسان تو فجر کے لیے وضو کرنے کے لیے سو دفعہ ارادہ باندھتے ہیں۔ پھر کہیں جا کر لحاف سے نکلنے کی ہمت ہوتی ہے۔ میں نے وضو کیا اور باہر نکل آیا۔ وہ ابھی گلی میں ہی تھا اور اپنی مخصوص صدا لگا رہا تھا۔ میں پاس سے گزرا تو اس نے میری طرف دیکھا، سلام کیا اور آگے بڑھ گیا۔ سردی کی وجہ سے اس نے اپنا چہرہ چادر سے چھپا رکھا تھا۔ اس کے سلام میں پہل کرنے پر مجھے کچھ شرمندگی سی ہوئی ہم تو شاید نام کے مسلمان ہیں، میرا ضمیر مجھے ملامت کررہا تھا۔

میں نے نماز فجر ادا کی کچھ وظائف ادا کیے جو مجھے مسجد کے امام صاحب نے بتائے تھے۔ میں نوکری کے لیے بہت پریشان تھا۔ دعا مانگ کر میرے دل کو سکون ملا۔

☆.....☆

گھر آیا تو امی نے ناشتا تیار کیا ہوا تھا۔ میں ناشتا کر کے تیار ہوا اور امی سے ڈھیروں دعائیں لیں۔ میرا آج انٹرویو تھا۔ میں آفس پہنچا جہاں انٹرویو کے لیے بلایا گیا تھا۔ انٹرویو بہت اچھا ہوا تھا۔ مجھے بہت امید تھی کہ یہاں ضرور جاب مل جائے گی۔

ایک ہفتہ گزر گیا مگر جاب کے حوالے سے کوئی خوش خبری نہ ملی۔ امی بہت پریشان تھیں۔

''علی بیٹا نوکری کے حوالے سے کوئی خبر نہیں آئی؟'' امی فکرمندی سے پوچھ رہی تھیں۔

''آجائے گی امی آپ بالکل فکر نہ کریں۔'' میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com

نے اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے نارمل انداز میں کہا۔

''انشاء اللہ سب خیر ہی ہوگا۔'' امی میری تسلی پر مطمئن ہوتے ہوئے بولیں۔

میں اپنی کمزوری امی کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اگر میں ہی پریشانی دکھاتا تو وہ بے چاری اس عمر میں کیسے حوصلہ کرتیں۔ میں روز کہیں نہ کہیں انٹرویو کے لیے نکل جاتا مگر کہیں سے مثبت جواب نہ ملتا۔ تعلیمی قابلیت ہونے کے باوجود میں دھکے کھا رہا تھا صرف اس لیے کہ میرے پاس سفارش نہیں تھی، کسی بڑی شخصیت سے میرے تعلقات نہ تھے۔

☆.....☆

فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ آج میرا نماز پڑھنے اور وظائف پڑھنے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔ شاید مایوسی طاری ہو رہی تھی کہ اتنے دن سے تو پڑھ رہا ہوں ابھی تک نوکری نہیں مل رہی۔ مایوسی نے میرا گھیراؤ کیا ہوا تھا میں کان لپیٹ کر پڑا ہوا تھا کہ اسی اجنبی شخص کی آواز آئی۔

''قبر میں پہلا سوال نماز کا ہوگا۔'' آج اس نے ایک نئے جملے کا اضافہ کیا تھا۔ میرے دل پر اس جملے کا ایسا اثر ہوا کہ میں فوراً بستر سے نکل آیا۔ وضو کیا اور باہر آ گیا۔ وہ ابھی گلی میں ہی تھا میں نے جلدی سے سلام میں پہل کی۔ آنکھوں کے علاوہ اس کا باقی چہرہ چادر سے چھپا ہوا تھا۔ میرے سلام کرنے پر اس کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

آنکھیں مجھے مسکراتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ وہ بہت شفقت سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔ میرے سلام کا جواب دے کر وہ چلا گیا تھا۔

اب روز ہی میری اس شخص سے ملاقات ہونے لگی۔ وہ بہت اچھی گفتگو کرتا تھا۔ لمبا قد، سفید شلوار قمیض اور سیاہ چادر کے ساتھ وہ مجھے بہت متاثر کرتا۔ آج باتوں کے دوران اس نے چہرے پر سے چادر ہٹادی۔ وہ عمر سے 35 سال کا لگ رہا تھا۔ اس کا چہرہ انتہائی نورانی اور لبوں پر بے حد مہربان مسکراہٹ تھی۔

''کیا آپ کا تعلق کسی مذہبی جماعت سے ہے؟'' میں ایکدم سوال کر بیٹھا۔

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''تو آپ کو اس کام کا کوئی معاوضہ ملتا ہے، میرا مطلب ہے اجرت وغیرہ؟'' میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں میرا تعلق نہ تو کسی مذہبی جماعت سے ہے اور نہ ہی میں کسی ادارے کا تنخواہ دار ملازم ہوں۔ میں تو سرورِ کون و مکاں کا بس ادنیٰ سا غلام ہوں۔ میری اس کوشش سے اگر ایک مسلمان بھی نمازی بن جاتا ہے تو یہی میری اجرت ہے۔ ہاں میرے بڑوں نے مجھے یہ کام سونپا ہے جب تک ان کا حکم ہوگا ادا کرتا رہوں گا۔'' اس نے بڑی تفصیل سے بتایا۔

''اگر آپ کو برا نہ لگے تو آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟'' میں نے گھبراتے ہوئے ایک اور سوال کر ڈالا۔

''نعمان۔'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟'' میں ساری باتیں آج ہی پوچھنا چاہ رہا تھا۔

''جماعت کھڑی ہونے والی ہے اس کا جواب پھر سہی۔'' وہ کہہ کر تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا مسجد میں داخل ہوگیا۔ وہ اس قدر توجہ سے نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے اپنی نماز کا سوچ کر شرمندگی ہونے لگی جو صرف ٹکریں لگ رہی تھیں۔

ایک بات میں نے ہمیشہ نوٹ کی تھی کہ نعمان مسجد میں تو میرے ساتھ ہی آتا تھا مگر نکلتے وقت کبھی نظر نہیں آتا تھا۔ پتا نہیں اتنی تیزی سے وہ کہاں چلا جاتا تھا۔

ایک دن میں نے جلدی جلدی نماز ادا کی اور نماز کے بعد نعمان پر نظر رکھنے کے لیے مسجد کے باہر جا کر کھڑا ہوگیا۔ اتنی دیر میں امی کا فون آگیا میں اس میں ایسا الجھا کہ نعمان میرے ذہن سے ہی نکل گیا۔

''آپ نماز کے بعد دعا نہیں مانگتے؟'' میں نے نعمان سے سوال کیا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا تھا۔ مجھے لگا کہ اس سوال کے در پردہ جو اصل بات پوچھنے کا مقصد تھا وہ نعمان جان گیا تھا۔ مجھے کچھ شرمندگی سی محسوس ہوئی۔ نعمان خاموش رہا۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے بھی ارادہ کیا دل ہی دل میں کہ نعمان سے اس کی ذات کے بارے میں ایسے فضول سوال نہیں کروں گا۔

☆.....☆

اب میں جلدی اٹھ جاتا، پہلے ہی وضو کر لیتا تاکہ ٹائم بچ جائے اور میں زیادہ سے زیادہ نعمان سے باتیں کر سکوں۔ پتا نہیں کیوں مجھے اس سے باتیں کرنا اچھا لگنے لگا تھا۔ کوئی نہ کوئی اچھی بات سیکھنے کو مل جاتی تھی۔

آج اس کے پاس سے اس قدر اچھی خوشبو آرہی تھی جیسے کوئی بہت عمدہ عطر لگایا ہو۔ ابھی میں خوشبو کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی عطر کی بوتل نکالی اور میری طرف بڑھادی۔

''یہ لو۔'' نعمان میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''نہیں یہ میں نہیں لے سکتا۔'' میں ہچکچاتے ہوئے بولا۔

''ارے انکار مت کرو۔ دوستی کا پہلا تحفہ سمجھ کر قبول کرلو۔'' یہ کہتے ہوئے اس کے لبوں کے ساتھ آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔

''دوستی'' اس لفظ کو میں اپنے لیے اعزاز سمجھ رہا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تھا۔ میں نے شکریہ کہہ کر اس کا تحفہ قبول کرلیا۔ میں ابھی اپنی سوچوں میں مگن تھا کہ نعمان بولا۔

''اللہ بڑا کریم ہے ہم مطلب کے لیے اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں مگر پھر بھی وہ ہمیں نوازتا ہے۔'' نعمان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میں گھبرا گیا۔ مجھے لگا کہ وہ میرا نماز پڑھنے کا اصل مقصد جان گیا ہو میں نے نظریں چرالیں۔

میں اپنی کزن ہما کو پسند کرتا تھا۔ وہ میری خالہ زاد تھی۔ میں نے گریجویشن کرلی مگر ابھی تک جاب کی کوئی صورت نہیں بنی تھی۔ تو میں نے اپنا مسئلہ مسجد کے امام صاحب کو بتایا انہوں نے کہا کہ باجماعت نماز ادا کرو اور کچھ وظائف پڑھنے کو بتائے۔

آج جب نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو مجھے نعمان کی بات یاد آگئی، مجھے اپنا آپ اللہ کے سامنے بڑا مطلبی سا لگ رہا تھا۔

ہم انسان بھی کتنے خودغرض ہوتے ہیں۔ کبھی شکر نہیں ادا کرتے ہمیشہ مانگتے ہیں اور وہ ہمیں نوازتا رہتا ہے۔ وہ ہم سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے مگر ہماری زندگی میں تو اتنا وقت ہی نہیں کہ ہم اس کی عبادت کے لیے ٹائم نکالیں۔ محبت تو بہت دور کی بات ہے اور کچھ نہ ملنے پر فوراً شکوہ کرتے ہیں کہ اتنی دیر سے نماز پڑھ رہا ہوں۔ میرا فلاں کام نہیں ہوا یا اتنی دیر سے دعا مانگ رہا ہوں۔ میری فلاں حاجت پوری نہیں ہوئی۔ واقعی وہ بہت کریم و رحیم ہے۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ نعمان یہ ایک اور بات سکھائی تھی مجھے۔ صبح میری نعمان سے ملاقات ہوئی تو میں خلافِ معمول خاموش سا تھا۔

''کیا ہوا پریشان ہو؟'' نعمان نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی۔'' میں مختصراً بولا۔

''مجھے بتاؤ شاید میں کوئی مدد کرسکوں۔'' وہ ہمدردانہ لہجے میں بولا۔

''میں اپنی خالہ زاد سے شادی کرنا چاہتا ہوں مگر بے روزگاری آڑے آرہی ہے۔'' میں نے اپنا مسئلہ اسے بتایا۔ بہت توجہ سے وہ میری بات سن رہا تھا۔

کچھ دیر غور کرنے کے بعد اس نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور مجھے پکڑا دیا۔

''علی تم جب انٹرویو کے لیے جاؤ تو جو شخص تمہارا انٹرویو لے رہا ہو اس کی میز کے نچلے حصے پر یہ نظر بچا کر چپکا دینا۔ تمہارا کام ہو جائے گا۔'' نعمان سنجیدگی سے بولا۔ میں نے مزید کچھ پوچھنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ جماعت نکل نہ جائے۔''

پتا نہیں کیوں مجھے لگ رہا تھا کہ آج مجھے ضرور نوکری مل جائے گی۔ میں نے امی سے دعائیں لیں اور گھر سے نکل آیا۔ آفس پہنچا تو دیکھا صرف دو سیٹیں اور امیدوار لاتعداد..... میرا تو حوصلہ ہی ٹوٹ گیا۔ میری باری آئی میں کمرے میں داخل ہوا تو وہ شخص فون پر کسی سے بات کررہا تھا۔ میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے وہ کاغذ جو نعمان نے مجھے دیا تھا وہ میز کے نچلے حصے پر چپکا دیا۔ کیونکہ اس نے فون کرتے ہوئے مجھے اشارے سے بیٹھنے کے لیے کہا تھا جو میرے لیے فائدہ مند ثابت ہوا تھا اور میں نے موقع سے فائدہ اٹھالیا۔ اس افسر نے میرے کاغذات بے دلی سے دیکھے اور بغیر انٹرویو لیے مجھے کہا۔

''سوری آپ کی تعلیم اس سیٹ کے لیے ناکافی ہے آپ جاسکتے ہیں۔'' میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میں نے مایوسی سے اپنے کاغذات اٹھائے اور مردہ قدموں سے چلتا ہوا کمرے کے دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ فون کی بیل بجی اسی شخص نے کسی سے بات کی اور فون بند کرتے ہی مجھے آواز دی۔

''مسٹر علی۔'' میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ شخص مجھے ہی بلا رہا تھا۔

''مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ آپ کے پیچھے اتنی بڑی سفارش ہے۔'' وہ شخص مجھے مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یعنی مجھے جاب مل گئی تھی۔

میں خوشی سے پاگل ہو رہا تھا۔ امی کو خوش خبری سنائی وہ خوشی سے نہال ہوگئیں۔ ظل ہما کو بھی بتایا مگر اصل بے چینی تو نعمان کو بتانے کی تھی۔ میں نے پتا نہیں کیسے رات گزاری۔ صبح اذان سے پہلے ہی اٹھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

گیا۔ وضو کیا اور نعمان کے انتظار میں گلی میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ نعمان کی آواز دور سے آتی ہوئی سنائی دی۔ اس پر نظر پڑتے ہی میں خوشی سے دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

''لگتا ہے نوکری مل گئی ہے۔'' نعمان نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''لیکن آپ کو کیسے پتا چلا؟'' میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

''دوست اپنے دوستوں پر نظر رکھتے ہیں۔ اس لیے دوست کا غم یا خوشی بنا بتائے پتا چل جاتی ہے۔'' نعمان گہرے انداز میں بولا۔

''تو پھر دوستی پکی؟'' میں نے جوش سے ہاتھ آگے کر دیا۔

''سوچ لو برداشت کرلو گے؟'' نعمان مجھے جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''کیا مطلب؟'' میں ناسمجھی سے بولا۔

''مطلب یہ کہ دوستی برداشت کرنے کی ہمت ہے؟'' نعمان پراسرار لہجے میں بولا۔

''ایک تو آپ باتیں بہت عجیب کرتے ہیں۔'' میں نے مصنوعی ناراضگی دکھائی۔

''اچھا ہاتھ تو ملائیں۔'' میں نے اصرار کیا۔

نعمان نے چادر سے ہاتھ نکالا اور میرا ہاتھ تھام لیا۔ نعمان سے ہاتھ ملاتے ہوئے میری چیخ نکل گئی۔ میرا ہاتھ بالکل سرخ ہو گیا جیسے آگ لگ گئی ہو۔ میں درد سے وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔ درد کی شدت سے میں نماز بھی پڑھنے نہ جاسکا۔ گھر آیا تو امی نے مجھے دیکھا بہت سے ٹوٹکے کیے مگر جلن ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ میڈیکل اسٹور کھلنے میں کافی دیر تھی۔ میں کافی دیر تک برف لگاتا رہا۔ وقتی سکون کے بعد پھر وہی درد شروع ہو جاتا۔ ایک پل سکون نہیں آرہا تھا۔ درد کی سارا دن شدت ہی اتنی رہی کہ میں نعمان کو بھول سا ہی گیا۔

رات کو نیند نہیں آرہی تھی۔ جلن کی وجہ سے میں بے چینی سے کروٹیں بدل رہا تھا کہ اچانک نعمان سے ہاتھ ملانے کا واقعہ یاد آگیا۔ پتا نہیں کیوں مجھے نعمان سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ مجھے ایک بات سوچ کر انتہائی حیرت ہوئی کہ جب میں جلن سے بے حال ہو رہا تھا۔ نعمان اس وقت ایک دم کہاں چلا گیا تھا۔ رات کو پتا نہیں کب آنکھ لگی، دیر سے سونے کی وجہ سے صبح اذان کے وقت آنکھ نہ کھل سکی۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ امی نے آکر بتایا کہ کوئی نہیں ہے۔ دوبارہ دستک ہونے پر میں اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر نکلا دیکھا تو نعمان کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''کیسے ہو دوست؟'' نعمان نے پوچھا۔

''میں.....'' آج مجھے نعمان سے خوف محسوس ہو رہا تھا میں کچھ بول ہی نہیں پایا تھا۔

''ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' وہ جیسے میری ایک ایک سوچ پڑھ رہا تھا۔ اس کے کہنے پر میں حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

''حیران ہو؟'' نعمان مزید بولا۔

''ہاں۔'' میرے منہ سے اچانک نکلا تھا۔

''تم ہی ہاتھ ملانے کی ضد کر رہے تھے۔ میں نے تو پہلے ہی پوچھا تھا کہ برداشت کرلو گے؟'' نعمان پراسرار انداز میں بولا۔ مجھے اس کی بات بے حد عجیب لگی تھی مگر چپ رہا۔

''یہ لو۔'' نعمان کے ہاتھ میں چھوٹی سی ڈبیہ تھی۔

''یہ کیا ہے؟'' میں نے ڈبیہ پکڑتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

''یہ مرہم ہے۔ تم اسے اپنے ہاتھ پر لگا لو آرام آجائے گا۔'' نعمان مہربان آواز میں بولا۔ میں نے فوراً مرہم اپنے ہاتھ پر لگایا۔ جلن ایسے غائب ہو گئی جیسے تھی ہی نہیں۔ میں نے شکر گزار نظروں سے نعمان کو دیکھا تھا۔

''مقصد پورا ہوا اور فوراً نماز بھول گئے یہ ناشکری نہیں تو اور کیا ہے؟'' نعمان ملامت بھرے لہجے میں بولتا مجھے شرمندہ کر گیا۔

''وہ اصل میں دو دن سے جلن کی وجہ سے.....'' ان کی بات پر میں بوکھلاتے ہوئے بولا۔

''اتنی معمولی سی جلن برداشت نہیں کر سکے۔ کل دوزخ کی آگ کیسے برداشت کرو گے، میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

دوست؟'' نعمان نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا۔
میں نے شرمندگی سے سر جھکالیا۔
''میں وعدہ کرتا ہوں اب کبھی نماز نہیں ترک کروں گا۔'' میں ندامت سے بولا۔ میں نعمان کے ساتھ چلتا ہوا مسجد میں پہنچا۔ اس دوران میں نے نوٹ کیا کہ نعمان کی چال کسی قدر تیز تھی۔ بظاہر لگتا تھا کہ چل رہا ہے مگر ساتھ چلنے سے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ اڑ رہا ہو۔ میرا سانس پھولنا شروع ہو جاتا اس کے ساتھ چلتے ہوئے۔

☆.....☆

میرے افسر مجھ سے بہت خوش تھے۔ وہ مجھ پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔ میں بھی اپنی ذمہ داری ایمانداری سے نبھاتا تھا۔ انہوں نے ایک ضروری فائل مجھے دی کہ میں حفاظت سے اپنے پاس رکھوں۔ یہ بات صرف میرا کولیگ فیاض جانتا تھا۔ انہوں نے کچھ دنوں بعد وہ فائل منگوائی تو وہ ملی نہیں میں نے ہر جگہ تلاش کی مگر نہ ملی۔ امی سے پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ صبح نعمان سے ملاقات ہوئی۔ میری خاموشی اور پریشانی وہ جان چکا تھا۔ مجھے تو جیسے عادت سی ہوگئی تھی نعمان کو ہر بات بتانے کی۔ میں نے اسے تمام صورت حال بتائی تو اس نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی۔
''علی تمہاری فائل گم نہیں ہوئی چوری ہوئی ہے۔'' نعمان ٹھوس لہجے میں بولتا مجھے حیران کر گیا۔
''کیا! چوری..... نعمان یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ بھلا میری فائل کیوں کوئی چوری کرے گا۔'' میں بے یقین لہجے میں بولا۔ میری حیرت پر اس کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔
''نعمان میرے علاوہ تو اور کوئی جانتا ہی نہیں پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' میں ابھی بھی حیران پریشان تھا۔
''ایک اور بھی شخص ہے جو جانتا ہے۔'' نعمان حیران پر حیران کیے جا رہا تھا۔
''ہاں مجھے یاد آیا، فیاض.....! فیاض ہی دوسرا فرد ہے جو اس بات سے واقف تھا۔'' میرے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا۔
''تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' میں اس کے اتنے صحیح اندازے پر متفق ہوتے ہوئے بولا۔ ''تم کل جلدی آفس چلے جانا اور اس شخص کی الماری کی تلاشی لینا۔'' نعمان نے مجھے ہدایت کی تھی۔
اگلے دن میں جلدی آفس پہنچا، ابھی صرف چپڑاسی آیا ہوا تھا۔ میں نے فیاض کی الماری کی تلاشی لی مگر کچھ نہ ملا۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ 9 بجنے والے تھے۔ یعنی اسٹاف آنے والا تھا۔ میں وہیں مایوس ہو کر بیٹھ گیا نوکری ہاتھ سے جانے کا خطرہ میرے سر پر منڈلا رہا تھا کہ اچانک کوئی چیز میرے سر پر گری۔ میں نے سنبھل کر اسے پکڑ لیا۔ دیکھا تو حیرت کا جھٹکا لگا کہ وہ وہی فائل تھی۔ میں نے وہ فائل اپنے افسر کے حوالے کر دی مگر نعمان کے کہنے کے مطابق فیاض سے اس بات کا ذکر بھی نہیں کیا تھا۔

☆.....☆

''تمہیں کیسے پتا چلا تھا کہ وہ شخص فیاض ہی تھا؟'' میرے لبوں پر سوال آ ہی گیا۔
''تمہارا یہ سوال بالکل غیر ضروری ہے۔'' نعمان مسکرایا۔
''فیاض نے ایسا کیوں کیا؟'' میرے لہجے میں حیرت تھی۔
''دیکھو علی اس نے جس مقصد کے لیے بھی کیا ہو اس بات کی بجائے تم یہ غور کرو کہ لوگوں کو کیسے پرکھنا ہے۔ بہت سے لوگ حاسد طبیعت کے ہوتے ہیں۔ یہ تمہارا کام ہے کہ ان سے کیسے ہوشیار رہنا ہے۔ ہر ایک پر اندھا اعتماد کر لینا عقل مندی نہیں۔'' نعمان ناصحانہ انداز میں بولا۔ ''یہ دنیا ہے اور یہاں ہر طرح کے لوگ ملیں گے۔ بچ کر نکلنا ہی کمال کی بات ہے۔ دوسروں کو نقصان پہنچانا اچھی بات نہیں مگر یہ بھی ٹھیک نہیں کہ لوگوں کے ہاتھوں نقصان اٹھاؤ۔'' وہ مزید بولا۔
آج نعمان کی باتوں نے مجھے زندگی کا ایک نیا رخ دکھایا تھا کیونکہ سچ ہے کہ ہر ہاتھ ملانے والا دوست نہیں ہوتا۔

☆.....☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

امی خالہ کے گھر میری اور ظل ہما کی منگنی کی بات کرنے گئیں۔ میں بہت خوش تھا مجھے اپنی بچپن کی محبت ملنے والی تھی۔ میں صبح ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ نعمان کو بتائے بغیر میرا کھانا کہاں ہضم ہونا تھا۔ صبح اس کی آواز سن کر میں جلدی سے باہر نکلا۔ اسے منگنی کی خوش خبری سنائی اس کے چہرے پر فکر کے آثار نمایاں ہو گئے۔

''کیا ہوا، تم خوش نہیں ہوئے؟'' میں نے اسے دیکھتے ہوئے پریشانی سے بولا۔

''تمہارا اور اس کا مزاج نہیں ملتا۔'' نعمان سنجیدگی سے بولا۔

''ارے یہ کیسی بات کی تم نے۔ تم اس سے کہاں ملے ہو جو اس کا مزاج جانتے ہو۔'' میں اس کی بات پر ایکدم ہنسا تھا۔

''جاننے کے لیے ملاقات شرط تو نہیں۔'' نعمان اپنے مخصوص انداز سے بولا۔

''میں نہیں جانتا کہ تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو مگر میں اور ظل ہما بچپن سے ساتھ کھیلے اور پڑھے ہیں۔ میں تو اس کے علاوہ کسی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اور پھر یہ بھی دیکھو کہ اس کی محبت کی طاقت کہ اس نے مجھے باجماعت نماز پڑھنے پر مجبور کر دیا۔'' میرے لہجے میں اپنی محبت پر فخر نمایاں تھا۔

''دیکھو علی میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں مگر کبھی کبھی انسان جو چاہ رہا ہوتا ہے وہ اس کے لیے بہتر نہیں ہوتا مگر انسان ضد کرتا رہتا ہے اور پھر وہ اپنی چاہت حاصل بھی کر لے تو اس میں برکت نہیں رہتی اور پھر انسان چاہ کر بھی خوش نہیں رہتا۔ تم اور وہ دو الگ مزاج کے لوگ ہو۔ اس فیصلے میں سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔'' نعمان مایوسی سے بولتا چلا گیا تھا۔

☆.....☆

میری اور ظلم ہما کی منگنی ہو گئی میں بہت خوش تھا۔ اپنی خوشی میں بالکل بھول ہی گیا تھا کہ نعمان نے ظل ہما کے بارے میں کوئی مثبت پہلو نہیں بتایا تھا۔ میں نے مٹھائی خریدی اور نعمان کے لیے رکھ لی۔ صبح جلدی اس کے انتظار میں باہر نکل آیا۔ انتظار کرتے کرتے کافی ٹائم ہو گیا۔ نعمان نہیں آیا میں جلدی سے مسجد کی طرف بھاگا۔ شاید کہ وہاں ملاقات ہو جائے مگر وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ جماعت کھڑی ہو گئی مگر نعمان نہ آیا۔ پتا نہیں کیا ہوا تھا، کہیں وہ بیمار تو نہیں ہو گیا یا کوئی حادثہ نہ پیش آ گیا ہو، اندیشے مجھے ڈرا رہے تھے۔ میں سارا دن نعمان کا ہی سوچتا رہا۔

مجھے نعمان کا انتظار کرتے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا مگر وہ نہیں آیا۔ مجھے سخت تشویش ہو رہی تھی۔ نہ مجھے اس کے گھر کا پتا معلوم تھا نہ رابطے کا کوئی نمبر۔ مجھے اپنی بے وقوفی پر شدید غصہ آیا کہ میں نے کبھی اس سے اس کا اتا پتا نہیں پوچھا۔

☆.....☆

میری ظل ہما سے شادی ہو گئی۔ بہت خوشگوار زندگی گزر رہی تھی۔ امی بھی بے حد خوش تھیں۔ پھر رفتہ رفتہ گھر کا ماحول روایتی سا ہوتا چلا گیا۔ امی ذرا مذہبی مزاج کی عورت تھیں۔ ایک سادہ گھریلو مشرقی پردہ دار عورت، وہ اپنی بہو سے بھی ایسی ہی توقع کر رہی تھیں۔ وہ ظل ہما کو کچھ سمجھاتیں تو اس کا موڈ آف ہو جاتا۔ میں اسے سمجھاتا تو وہ مجھ سے بھی ناراض ہو جاتی۔ آئے روز اپنے گھر چلی جاتی۔ ایک دن میں اسے منانے اس کے گھر چلا گیا۔

''ظل ہما کیوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑی خوشیوں کو قربان کر رہی ہو؟'' میں اسے حسب معمول سمجھا رہا تھا۔

''یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ خالہ جان کی ہر وقت کی روک ٹوک سے میرا دم گھٹنے لگ گیا ہے۔'' ظل ہما اپنی ضد پر قائم تھی۔

''امی کچھ غلط نہیں کہتیں۔ وہ تجربہ کار ہیں ہم ناسمجھ اور نادان ہیں۔ وہ ہماری بھلائی چاہتی ہیں۔'' میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ظل ہما خاموش رہی تھی مگر چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ قائل ہونے کے موڈ میں نہیں ہے۔

''علی تم اسے الگ گھر لے دو۔'' خالہ جان نے اچانک آ کر مجھے حیران کر دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں خالہ جان۔'' میں ہنوز حیران تھا۔

''کیوں ایسا کیا غلط کہہ دیا میں نے، جو تم یوں حیران ہو رہے ہو؟'' خالہ امی ناراضگی سے بولیں۔

''خالہ جان آپ اسے سمجھانے کی بجائے مجھے مشورہ دے رہی ہیں کہ میں اس عمر میں اپنی ماں کو اکیلا چھوڑ دوں۔'' میں افسوس بھرے لہجے میں بولا۔ ''ظل ہما مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اس قدر جذباتی اور کم عقل ہو گی۔'' میں نے ظل ہما کو کڑے تیوروں سے گھورا۔

''کان کھول کر سن لو میں کسی صورت میں الگ گھر نہیں لوں گا اور نہ ہی اپنی ماں کو اکیلا چھوڑوں گا۔ میں باہر صرف پانچ منٹ تمہارا انتظار کروں گا۔ آنا ہو تو آجاؤ۔'' میں اٹل لہجے میں کہتا باہر نکل گیا۔

ان دونوں کو اندازہ نہیں تھا کہ میں اس طرح کا ردِعمل کروں گا۔ ظل ہما میرے ساتھ واپس آ گئی تھی۔ ظل ہما سے محبت بھی ایک حقیقت تھی مگر میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ میری ماں میرے لیے دنیا میں سب سے زیادہ اہم ہے۔

☆.....☆

میں آفس سے گھر آیا تو امی نے مجھے دادی بننے کی نوید سنائی تھی۔ میں بے حد خوش ہوا اپنے کمرے میں آیا تو ظل ہما کا موڈ بہت خراب تھا۔

''کیا ہوا تم خوش نہیں ہو؟'' میں اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔

''نہیں۔'' ظل ہما جواب میں پھنکاری تھی۔

''کیوں ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟'' میں حیران ہوا۔

''میں ابھی اولاد نہیں چاہتی۔'' ظل ہما کی اپنی منطق تھی۔

''مگر ظل ہما یہ تو خدا کی رحمت ہے کہ وہ ہمیں اولاد سے نواز رہا ہے۔'' میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ پھر میرے اور امی کے سمجھانے پر وہ مان تو گئی مگر خوش نہیں تھی۔ ظل ہما سے شادی کے بعد مجھے بارہا نعمان کی باتیں یاد آئیں۔ کتنا سچ کہا تھا اس نے کہ ہم دونوں کا مزاج نہیں ملتا مگر اب یہ زندگی سمجھوتے کی نذر ہو رہی تھی۔

☆.....☆

امی سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ نوکری ملنے کے بعد آپ کو عمرے کی ادائیگی کے لیے لے جاؤں گا۔ میری اولاد کی خوش خبری سن کر امی نے کہا کہ میں شکرانہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارا ویزا لگ چکا تھا۔ ظل ہما کو میں نے خالہ کی طرف چھوڑا اور امی کے ساتھ ایئرپورٹ آ گیا۔ میری فلائٹ رات کو ایک بجے تھی۔ ہم انتظار میں بیٹھے تھے کہ اچانک میرے ذہن میں خیال آیا کہ تمام ضروری کاغذات چیک کر لوں۔ میں نے بیگ کھولا تو میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ تمام ضروری کاغذات اور ٹکٹوں والا بیگ موجود نہیں تھا۔ میں نے امی سے پوچھا تو ان کے پاس بھی نہیں تھا۔ میری پریشانی دیکھ کر وہ رونے لگیں۔ میرے گھر سے ایئرپورٹ تک کا سفر ڈیڑھ گھنٹے کا تھا۔ یعنی آنے جانے میں فلائٹ نکل سکتی تھی میں پریشانی سے بوکھلا رہا تھا مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کروں امی کو میں نے وہیں سامان کے پاس بٹھایا اور خود رکشہ ڈھونڈنے لگا۔ کوئی رکشہ بھی نہیں مل رہا تھا۔

''یا اللہ میری مدد فرما۔ تجھے اپنے حبیب کا واسطہ ہے۔'' میرے لبوں پر دعا اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ اتنی دیر میں امی کو دور سے آتے ہوئے دیکھا۔ وہ مجھے ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلا رہی تھیں۔ میں بھاگتا ہوا ان تک پہنچا۔

''یہ لو علی یہی بیگ تھا نا۔'' امی نے میرے ہاتھ میں بیگ پکڑاتے ہوئے پوچھا۔

''جی امی یہی تھا مگر آپ کو کہاں سے ملا۔'' میری حیرت ختم نہیں ہو رہی تھی۔ پھر امی نے جو بات بتائی وہ مجھے حیرت میں ڈال گئی۔ ایک آدمی آیا تھا جس نے سفید شلوار قمیض اور سیاہ چادر اوڑھ رکھی تھی۔ دراز قد تھا، اس نے یہ بیگ مجھے دیا اور کہا کہ یہ علی کو دے دیں اور اسے کہیں کہ اللہ کے گھر میں میرے لیے بھی ضرور دعا کرنا۔'' یہ کہہ کر امی خاموش ہو گئیں۔

وہ کون تھا جو میرا نام جانتا تھا۔ میں اس کا کیا نام

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

لے کر دعا کروں میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ نعمان کی خوشبو میرے ارد گرد پھیل سی گئی۔ مجھے خوشگوار حیرت ہونے لگی تھی۔ پتا نہیں کیوں میرے دل کو یقین سا ہونے لگا تھا کہ وہ شخص اور کوئی نہیں نعمان ہی تھا۔

☆.....☆

میرا بیٹا ہوا تھا۔ میں تو خوشی سے نہال ہو رہا تھا۔ امی بھی بے حد خوش تھیں دادی بن کر انہیں ایک کھلونا جو مل گیا تھا جس سے وہ کھیلتیں۔ میں ان کی خوشی میں خوش تھا کہ ظل ہما نے پھر سے پرسکون جھیل میں پتھر مار کر مجھے بے سکون کر دیا تھا۔ میں دفتر سے گھر آیا تو امی پریشان تھیں اور میرے بیٹے کو سنبھال کر ہلکان ہو رہی تھیں۔

''امی ظل ہما کہاں ہے؟'' میں نے بچے کو گود میں لیتے ہوئے پوچھا۔

''بیٹا وہ اپنی ماں کے گھر چلی گئی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ مجھے بچے پالنے کا کوئی شوق نہیں۔ آپ کو شوق تھا آپ ہی پالیں۔'' امی کے لہجے میں دکھ تھا۔ میں بے حد غم زدہ ہوا تھا کہ کیسی ماں ہے جسے اپنے بچے پر بھی رحم نہیں آیا۔

میں اس کے گھر گیا تھا وہ یوں مطمئن تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

''ظل ہما یہ کیا حرکت ہے؟'' میں دکھ اور افسوس سے بولا۔

''علی میں تمہارے ساتھ مزید زندگی نہیں گزار سکتی۔ تمہارے گھر کی پابندیاں میری برداشت سے باہر ہیں۔ بچہ تمہاری خواہش تھا میری نہیں اس لیے یہ تمہارے پاس ہی رہے گا اور خلع کے پیپر تمہیں جلد مل جائیں گے۔'' یہ کہہ کر وہ بے رحمی سے اندر چلی گئی۔

ایک پل میں سب ختم ہو گیا تھا۔ ظل ہما نے محبت کا مان بھی نہیں رکھا تھا۔ میں گھر آ گیا مجھے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا محسوس ہو رہا تھا۔ مجھے نعمان کی شدت سے یاد آ رہی تھی۔ مجھے اس کا کہا ہوا ایک ایک لفظ یاد آ رہا تھا کہ تم اور ظل ہما دو الگ مزاج کے لوگ ہو۔ ضد سے حاصل کی گئی چیز میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔'' میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ میں اپنا جلا ہوا ہاتھ دیکھ رہا تھا جو مجھے نعمان کی پرخلوص دوستی کی یاد دلا رہا تھا۔

''نعمان کہاں ہو تم، میں بہت پریشان ہوں تم تو بغیر کہے میری مشکل جان لیتے تھے۔ مجھے تمہاری بہت ضرورت ہے دوست۔ ایک دفعہ آ جاؤ میں تمہاری ہر بات مانوں گا۔ ظل ہما سے شادی کرنے میں تمہارا مشورہ نہیں مانا تھا شاید تم ناراض ہو گئے تھے۔'' میں اپنے جلے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کر نہ جانے کب تک خود کلامی کرتا رہا اور میری آنکھ لگ گئی۔

''خواب میں دیکھا کہ ایک بہت خوب صورت جگہ ہے جو نہ زمین لگ رہی تھی نہ آسمان۔ عجیب نور بھرا ماحول تھا۔ لگتا تھا کسی جشن یا دعوت کا انتظام ہو رہا تھا۔ بہت سے دراز قد مرد اور نقاب پوش عورتیں پھر رہی تھیں۔ بچے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ میری نظر نعمان پر پڑی جو مسکراتا ہوا میری جانب آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔

''نعمان تم کہاں چلے گئے تھے۔ میں کتنی مشکل میں ہوں تم تو ایک دفعہ بھی لوٹ کر نہیں آئے۔'' میرے لبوں پر شکوہ امڈ آیا۔ میرے رونے پر وہ محبت سے مسکراتے ہوئے میرے گلے لگ گیا۔

''میں کچھ مجبوریوں کی وجہ سے نہیں آ سکا مگر دیکھو میں نے تمہیں تو اپنے پاس بلا لیا۔'' نعمان کے خوب صورت چہرے پر مسکراہٹ تھی میں ہنوز غم زدہ تھا۔ میری خاموشی پر وہ اچانک بولا۔

''آج کل تم جس مسئلے کی وجہ سے پریشان ہو اس کا کچھ حل نہیں نکلنا، تم ظل ہما کو آزاد کر دو۔ میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا۔'' نعمان مخلصانہ لہجے میں بولا۔

''میری آنکھ کھل گئی۔ اذان ہو رہی تھی۔ پتا نہیں کیوں لگ رہا تھا کہ میں نے خواب نہیں دیکھا۔ یکا یک نعمان کی دلفریب خوشبو میرے ارد گرد پھیل سی گئی۔ میں نے گلی میں دیکھا کوئی نہیں تھا۔ مسجد میں بھی نظر نہ آیا۔ میری ملاقات تو نہ ہو سکی مگر کسی نہ کسی طریقے سے وہ مشکل کا حل بتا گیا تھا۔ میں نے ظل ہما کو آزاد کر دیا تھا کیونکہ میں اسے زبردستی ساتھ رکھنے کا قائل

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

نہیں تھا۔ جب اسے میری محبت اور اپنے بچے کا خیال نہیں تھا تو پھر کیا بات اسے روک سکتی تھی۔

☆.....☆

میں نے اپنے بیٹے کا نام شرجیل رکھا تھا۔ میں آفس سے گھر آتا اور اپنے بچے کے ساتھ کھیلتا رہتا۔ امی مجھے دیکھ کر دکھی تو ہوتی تھیں۔ مگر شرجیل نے انہیں بھی بہلا دیا تھا۔ سارا سارا دن اس کے کاموں میں مگن رہتیں۔ اکثر میرے دل میں خواہش آتی کہ کاش نعمان آتا میں اسے اپنے بیٹے سے ملواتا۔ میں سوچتا اور خود ہی مسکرا دیتا۔

سردی کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ میرا بیٹا بہت بیمار رہنے لگا تھا۔ بہت ٹیسٹ کروائے۔ دوائیاں لے کر دیں مگر افاقہ نہ ہو۔ میں اس کی وجہ سے آفس سے جلدی آجاتا وہ بے تحاشا روتا رہتا۔ ایک دن تو وہ اتنا بے چین تھا کہ ایک پل کے لیے بھی چپ نہیں ہو رہا تھا۔ امی بے چاری ہلکان ہو رہی تھیں اسے سنبھال کر۔ میں نے اسے گود میں اٹھایا اور گلی میں ٹہلنا شروع کر دیا حالانکہ خاصی سردی تھی۔ میں اسے لے کر گلی میں ٹہل رہا تھا کہ آواز آئی۔

''گرم انڈے۔'' میں نے سنا مگر شرجیل کو چپ کروانے کی وجہ سے میں نے ایک پل کے لیے بھی اسے نہ دیکھا میں دوبارہ چکر لگانے لگا دیکھا ایک دراز قد شخص میرے قریب کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں انڈوں کی بالٹی تھی۔

''لگتا ہے آپ کا بیٹا بیمار ہے۔'' وہ اجنبی آواز میرے قریب سے ابھری۔

''جی اس کو سردی لگ گئی ہے۔'' میں نے بغیر دیکھے جواب دیا۔

اس آدمی نے اپنا ہاتھ چادر سے نکالا اور میرے بیٹے کے سوئیٹر میں ڈال کر سینے پر رکھ دیا۔ میرا بیٹا جو ایک منٹ کے لیے بھی چپ نہیں ہو رہا تھا۔ اب یوں پرسکون تھا جیسے بیمار ہی نہ ہو۔ میرا بیٹا اس شخص کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا بلکہ بار بار ہاتھ اس کی طرف بڑھاتا کہ جیسے اس کی گود میں جانا چاہ رہا ہو۔

''اس کا نام بدل دو۔ لفظ ش کے نام ہر کسی کو راس نہیں آتے۔ اس لیے یہ بیمار رہتا ہے۔'' اس نے بالٹی میں سے ایک انڈا نکالا اور میرے بیٹے کو پکڑا دیا وہ ایسے کھانے لگا جیسے کافی دنوں کا بھوکا ہو۔ وہ شخص جانے لگا تو میں نے پکارا۔

''بھائی پیسے تو لیتے جاؤ۔'' اس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔

''دوستوں سے پیسے نہیں لیے جاتے۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے گلی سے نکل گیا۔ میرا دل چیخ چیخ کر گواہی دے رہا تھا کہ یہ نعمان تھا۔

میں تیزی سے گلی کے کونے پر گیا مگر اس شخص کا کہیں پتا نہ تھا اتنی جلدی وہ کہاں چلا گیا تھا۔ میرا بیٹا بہت دنوں بعد پرسکون نیند سو رہا تھا۔ اس شخص کے الفاظ میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ اس نے مجھے دوست کیوں کہا؟ اس کو کیسے پتا چلا کہ میرے بیٹے کا نام ش سے ہے۔

میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ مہربان اجنبی کوئی اور نہیں نعمان ہی تھا۔ آج پھر ایک دفعہ وہ میری مشکل میں کام آیا تھا۔

☆.....☆

میرا بیٹا نعمان پانچ سال کا ہو گیا ہے جی ہاں میں نے اس کا نام بدل دیا ہے اور نعمان سے محبت کا یہ انداز ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام اپنے عزیز دوست کے نام پر رکھ دیا ہے۔ آج بھی جب سرد راتوں میں کوئی آواز لگاتا ہے 'گرم انڈے' یا نماز فجر کے وقت کوئی پکارتا ہے 'جلدی جلدی اٹھیے اور نماز فجر ادا کریں' تو میں باہر گلی میں نکل آتا ہوں۔ مجھے آج بھی اس فرشتے جیسے مہربان دوست کی تلاش ہے۔

اسے یاد کرتے ہوئے میری آنکھیں بھر آتی ہیں۔ نہ جانے وہ مجھے یاد کرتا ہوگا یا نہیں۔ ابھی بھی نعمان کی خوشبو مجھے اپنے اردگرد سے آنے لگی ہے۔ جیسے وہ میرے قریب ہی بیٹھا ہو مگر ایسی کون سی پابندی ہے جو اسے میرے سامنے نہیں آنے دیتی۔ اس سوال کا جواب شاید میں کبھی بھی نہ پا سکوں گا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com
Downloaded From
Paksociety.com

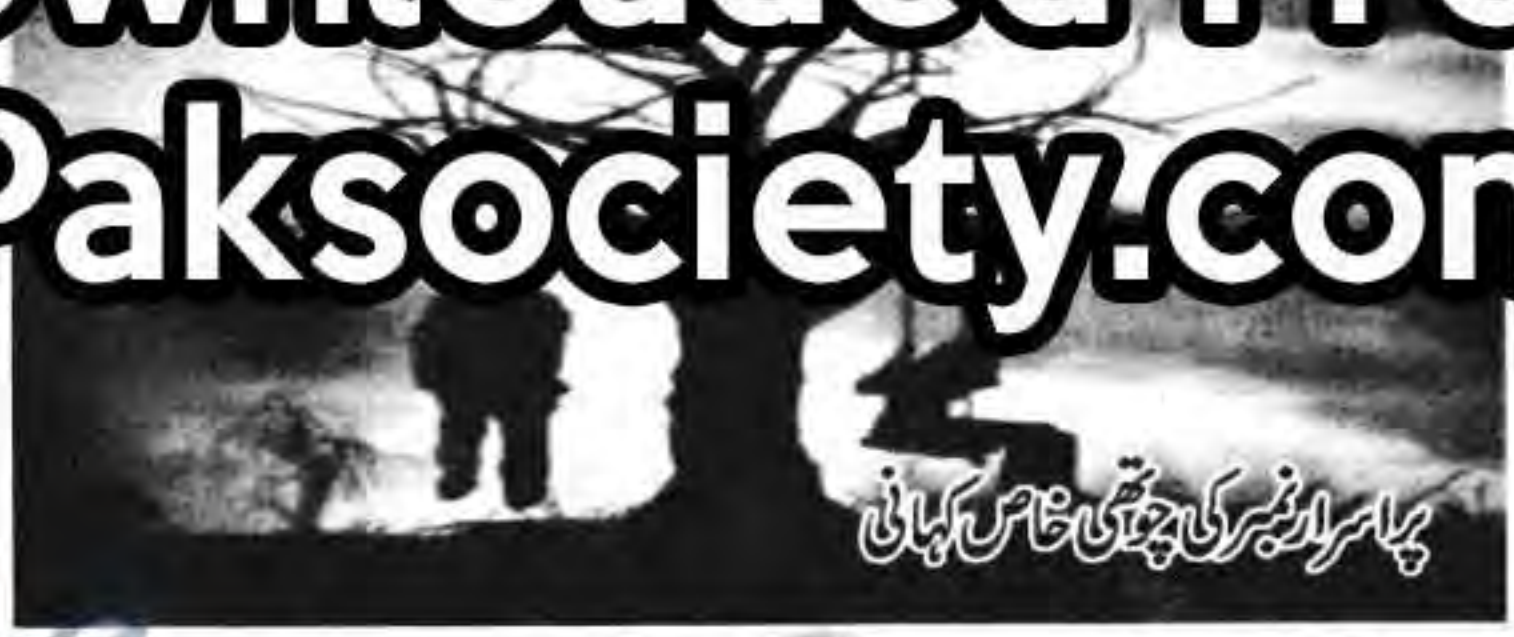

پاور آف لو

ضرغام محمود

اُس شخص کی کہانی، جو بیوی کے قاتل سے انتقام لینے کے لیے مرکر بھی نہ مرا تھا

میں اندھیرے میں چپ چاپ کھڑا اپنی سوچوں میں گم تھا میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں اور مجھے یہ کمزوری کیوں محسوس ہو رہی ہے میرے سر میں درد کے دھماکے کیوں ہو رہے ہیں میں نے اپنا ہاتھ اٹھا کر سر پر پھیرنا چاہا تو میرا ہاتھ میرے سر پر رکھی گرم ٹوپی سے ٹکرایا موسم چونکہ بے حد سرد تھا لہٰذا میں نے نہ صرف گرم کوٹ پہنا ہوا تھا بلکہ سر پر گرم ٹوپی بھی پہن رکھی تھی۔ میں نے ٹوپی کے اوپر ہاتھ رکھ کر اپنے درد سے پھٹتے سر کو سہلانا چاہا جیسے ہی میں نے ہاتھ ٹوپی پر رکھا میرے سر میں اٹھتی ٹیسیں مزید تیز ہوگئیں۔ میں نے جلدی سے اپنے سر پر سے اپنا ہاتھ ہٹایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مار کر انہیں گرم کرنے لگا پھر میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں ابھی تک اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔ مجھے تو گھر جانا تھا میری بیوی نے مجھے فون کر کے فوراً گھر پہنچنے کا کہا تھا مگر۔۔۔ مگر میں یہاں کیوں آگیا۔

میں مسلسل سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا اور یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔ پھر میں نے ایک جگہ رک کر جہاں تھوڑی روشنی تھی میں نے اپنے ہاتھ میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھا رات کے دس بج رہے تھے۔

'میں۔۔۔ میں شام کو پانچ بجے اپنے شوروم سے گھر جانے کے لیے نکلا تھا۔۔۔ ہاں یاد آیا۔۔۔ میں اپنی گاڑی میں شوروم سے گھر جانے کے لیے نکلا تھا۔۔۔ تو پھر۔۔۔ یہاں۔۔۔ شادمان روڈ کیسے پہنچا۔۔۔'

میں ایک بار پھر سوچوں میں گم ہوگیا۔ میری سوچ کی سوئی بار بار اس بات پر اٹک رہی تھی کہ میں رات کے دس بجے شادمان روڈ پر کیا کر رہا ہوں۔ یہ سڑک عموماً سنسان رہتی ہے اور اس سڑک پر لوگ شام کے بعد سفر کرنے سے ڈرتے ہیں کیونکہ اس سڑک کے اطراف میں اکثر جرائم پیشہ افراد گھومتے رہتے ہیں جو موقع ملنے پر کسی کو بھی لوٹ لیتے ہیں۔ اس سڑک پر کئی ڈکیتی کی وارداتیں ہو چکی ہیں جس میں لوگ قتل تک ہو چکے ہیں لہٰذا کوئی بھی شریف آدمی شام کے بعد اس سڑک پر سفر نہیں کرتا اور۔۔۔ اور میں رات کے دس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بجے اس سنسان سڑک پر کیا کر رہا ہوں۔

میں مسلسل سوچ رہا تھا۔ سوچنے سے میری سر کا درد مزید بڑھ گیا تھا'' آخر میرے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔۔''

''ہاں مجھے یاد آیا شام کو پانچ بجے جب میں اپنے شوروم پر مصروف تھا تو میری بیوی شہنائی کا فون آیا شہنائی میری بیوی کا پیار کا نام ہے اس کا اصل نام شہنیلا یاسر ہے۔ وہ ملک کی کافی مشہور صحافی اور اینکر پرسن ہے۔ خاص طور پر انوسٹی گیشن صحافت اس کی خاص پہچان ہے۔ شہنیلا نے بڑے بڑے حکومتی گھپلوں کو بے نقاب کیا اس کا نام ملک کے انتہائی معتبر صحافیوں میں ہوتا ہے۔ شہنائی اور میری لو میرج تھی ہماری شادی کو تین سال ہو چکے ہیں۔ میں ایک بڑے الیکٹرونکس شوروم کا مالک ہوں۔ میرا کاروبار کافی بڑا

Downloaded From Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہے لہٰذا ہمیں روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے اور ہم دونوں انتہائی خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں۔

''ہاں یاد آیا۔۔۔شہنائی پچھلے کچھ دنوں سے کافی پریشان ہے۔میں نے کئی مرتبہ اس سے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھی مگر وہ ہر بار بڑی خوبصورتی سے میری بات ٹال جاتی اور۔۔اور آج شام پانچ بجے شہنائی کا فون میرے شوروم پر آیا وہ کافی گھبرائی ہوئی تھی اس نے مجھے فوراً گھر پہنچنے کا کہا۔شہنائی کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر میں پریشان ہوگیا اور شوروم اپنے ایک قابلِ اعتماد ملازم کے حوالے کر کے میں اپنی گاڑی میں آندھی طوفان کی طرح گھر کی جانب روانہ ہوا۔جب میں اس بلڈنگ کے سامنے پہنچا جہاں پر ہمارا اپارٹمنٹ تھا تو میں نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔شام کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔''

''اف۔۔۔پھر کیا ہوا۔مجھے تو اپنے گھر پر شہنائی کا پاس ہونا چاہیے تھا پھر۔۔پھر میں اپنے گھر کے بجائے شادمان روڈ پر کیا کر رہا ہوں۔۔ساڑھے پانچ بجے سے رات دس بجے تک میں کہاں رہا۔میرے ساتھ کیا ہوا۔۔۔یہ مجھے اتنی کمزوری کیوں محسوس ہو رہی ہے۔۔میرے سر میں کیوں اتنا شدید درد ہو رہا ہے۔۔۔

میری۔میری گاڑی کہاں ہے۔میں۔۔میں شادمان روڈ پر کیا کر رہا ہوں'' مسلسل سوچنے سے میرے سر میں ہونے والے درد میں مزید اضافہ ہوگیا۔

''اللہ کے نام پر۔۔۔کچھ دے دو صاحب۔۔۔میرا بچہ دو دن سے بھوکا ہے۔۔'' میں چلتے چلتے ایک کھمبے کے پاس پہنچا کھمبے پر لگے بلب کی ملگجی روشنی سڑک پر پھیل رہی تھی اسی کھمبے کے پاس کھڑی ایک جوان فقیرنی جس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا میرے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگنے لگی۔

فقیرنی کی آواز سن کر میں اپنی سوچوں سے باہر آیا اور میں نے نظر اٹھا کر فقیرنی کی جانب دیکھا میری نظروں میں الجھن ہی الجھن تھی۔میں غیر ارادی طور پر فقیرنی کو گھور رہا تھا اچانک فقیرنی زور زور سے چیخنے لگی۔۔وہ بہت زیادہ خوفزدہ نظر آرہی تھی فقیرنی کے اس طرح چیخنے پر میں نے پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھا پوری سڑک سنسان تھی۔ہم دونوں کے علاوہ وہاں کوئی اور نہیں تھا جوان فقیرنی اپنے بچے کو سینے سے لگائے مجھے خوفزدہ نظروں سے تک رہی تھی،اس کے منہ سے مسلسل چیخیں نکل رہی تھیں۔

''کیا ہوا؟'' میں نے پریشان نظروں سے فقیرنی کو گھورتے ہوئے پوچھا اور دو قدم آگے کی جانب بڑھا میرے اس طرح آگے بڑھنے سے وہ فقیرنی اور تیزی کے ساتھ چیخنے لگی وہ مجھے ایسی نظروں سے گھور رہی تھی جیسے میں انسان نہیں کوئی بھوت ہو۔

''کیا ہوگیا۔۔کیوں اس طرح چلا رہی ہو۔۔؟'' میں فقیرنی کے مقابل کھڑا ہوا اس سے پوچھ رہا تھا۔

''اوئے۔۔۔اکیلا دیکھ کر جوان لڑکی کو چھیڑتا ہے۔۔۔'' نہ جانے کہاں سے ایک لحیم شحیم کالا سا آدمی غراتا ہوا میری جانب بڑھا۔میں اس آدمی کی جانب متوجہ ہوا تو وہ فقیرنی اپنے بچے کو سینے سے لگائے سڑک پر سیدھی بھاگ نکلی۔

''میں نے اسے نہیں چھیڑا۔۔۔نہ جانے اسے کیا ہوگیا وہ بلاوجہ ہی چیخنے لگی۔۔'' میں نے اس آدمی کو وضاحت دی۔

''وہ بلاوجہ چیخنے لگی یا تو نے اس سے دست درازی کی کوشش کی۔۔۔'' موٹا آدمی میرے قریب آتے ہوئے بولا۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا میں تو۔۔۔۔'' میں اپنی صفائی دینا چاہتا تھا مگر وہ موٹا آدمی کچھ سننے کے لیے تیار نہیں تھا اس نے مزید آگے بڑھ کر میرا گریبان پکڑ لیا اور مجھے زور کا جھٹکا دیا جھٹکے کی وجہ سے میرے سر پر رکھی ٹوپی زمین پر گر پڑی۔

''چھوڑو میرا گریبان۔۔'' میں نے اس آدمی سے اپنا گریبان چھڑانا چاہا۔میں اس موٹے کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا تھا۔میں چاہ رہا تھا کہ وہ موٹا آدمی میری بات سمجھ جائے کیونکہ وہ مجھ سے کہیں زیادہ طاقتور تھا اگر بات مار کٹائی تک آجاتی تو وہ موٹا میرا بھرکس بنا سکتا تھا۔

''میرا گریبان چھوڑو۔۔۔'' میں نے ایک بار پھر اس موٹے سے اپنا گریبان چھڑانا چاہا تو اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

موٹے نے میرا گریبان چھوڑ دیا۔

میرا گریبان چھوڑتے ہوئے اس موٹے کا ہاتھ بری طرح کپکپانے لگا اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمایاں ہو گئے اس کی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اس کی آنکھوں میں خوف صاف نظر آ رہا تھا وہ میرا گریبان چھوڑ کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور خوفزدہ نظروں سے مجھے تکنے لگا۔

''کیا بات ہے۔۔۔اب تم بھی اس فقیرنی کی طرح مجھ سے خوفزدہ دکھائی دے رہے ہو،،'' میں نے مسکرا کر موٹے سے کہا تو موٹے کی کپکپاہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔

''کیا ہو گیا بھائی۔۔؟'' میں نے آگے بڑھ کر موٹے کے کندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا تو موٹا ہڑ بڑا گیا اور پھر زور سے چیختا ہوا سنسان سڑک پر دور تک بھاگ گیا۔ وہ بھاگتے ہوئے بار بار مڑ مڑ کر خوفزدہ نظروں سے میری جانب دیکھ رہا تھا اس کا چہرہ خوف کی وجہ سے سفید پڑ گیا تھا۔ وہ مجھے خوفزدہ نظروں سے دیکھتا ہوا اندھیرے میں کھو گیا۔

موٹے اور فقیرنی کے اس طرح خوفزدہ ہونے سے میں مزید پریشان ہو گیا

''یہ۔۔۔یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔کیا میری شکل خوفناک ہو گئی ہے۔۔'' میں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا پھر میں نے زمین پر گری اپنی ٹوپی اٹھائی اور اسے سر پر رکھا اور سوچتے ہوئے سڑک پر سیدھا چلنے لگا۔

''کچھ دور چلنے کے بعد مجھے ایک رکشہ نظر آیا میں نے جلدی سے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا تا کہ دیکھ سکوں کہ میرا وائلٹ (پرس) میری جیب میں ہے یا نہیں ۔۔۔۔۔جیب میں میری انگلیاں میرے وائلٹ سے ٹکرائیں تو میں نے وائلٹ جیب سے نکالا اور اسے کھول کر دیکھا وائلٹ میں کافی پیسے تھے۔

''اگر مجھے کسی نے نہیں لوٹا۔۔۔اور میری مڈبھیڑ کسی جرائم پیشہ سے نہیں ہوئی تو۔۔تو پھر میں یہاں شادمان روڈ پر کیا کر رہا ہوں اور۔۔اور یہ میرے سر میں اتنا شدید درد کیوں ہو رہا ہے۔۔۔کیا میرے سر پر چوٹ لگی ہے۔۔'' میں نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا۔

''میں اپنے شوروم سے گھر جانے کے لیے نکلا تھا تو۔۔تو یہاں کیسے پہنچ گیا۔۔۔شوروم پر میری بیوی شہنائی کا فون آیا تھا وہ۔۔وہ کافی خوفزدہ تھی حالانکہ شہنائی ایک بہادر اور دلیر عورت ہے۔۔۔مگر۔۔مگر اس نے انتہائی خوفزدہ آواز میں مجھے فوراً گھر پہنچنے کا کہا۔۔میں۔۔میں اپنی گاڑی میں اپنے گھر جانے کے لیے نکلا تھا تو۔۔تو پھر میری گاڑی کہاں ہے۔۔۔اور۔۔اور میں یہاں شادمان روڈ پر پیدل کیوں چل رہا ہوں۔۔میں۔میں یہاں پہنچا کیسے۔۔۔؟''

مسلسل یہ تمام سوالات مجھے پریشان کر رہے تھے یہی سب سوچتے ہوئے میں سڑک کنارے کھڑے رکشے کی جانب بڑھا۔

''بھائی۔۔گرین اسٹریٹ چلو گے۔۔'' میں نے رکشے کے پاس پہنچ کر رکشے والے کو مخاطب کیا رکشے والا اپنے رکشے کی پچھلی سیٹ پر آرام سے سو رہا تھا میں نے اسے جھنجھوڑ کر اٹھایا اور اپنا مدعا بیان کیا۔

''ضرور چلیں گے صاحب۔۔'' رکشہ ڈرائیور نے آنکھیں کھولیں اور رکشے سے اتر کر سڑک پر کھڑا ہو گیا وہ اپنی آنکھیں مسلسل مسل رہا تھا شاید اس طرح وہ اپنی نیند بھگا رہا تھا۔

''گرین اسٹریٹ پر کہاں جانا ہے۔۔'' رکشے والے نے اپنی آنکھیں مسلتے ہوئے پوچھا۔

''گرین اسٹریٹ پر جو بڑا قبرستان ہے وہاں تک جانا ہے۔۔'' میں نے رکشے والے سے کہا کیونکہ گرین اسٹریٹ پر بنے بڑے قبرستان کے پاس ہی وہ بلڈنگ تھی جس کے ساتویں فلور پر میرا اپارٹمنٹ تھا۔

''بڑا قبرستان۔۔'' رکشے والے نے نظر اٹھا کر میری جانب دیکھا تو۔۔۔تو اس کی آنکھیں اپنے حلقوں سے باہر نکلنے لگیں وہ۔۔وہ شدید خوفزدہ نظر آنے لگا۔

''کیا ہوا بھائی کیا میرے سر پر سینگ اگ آئے ہیں۔۔'' میں نے رکشے والے کو مخاطب کیا تو رکشے والا چونک پڑا اور پھر وہ بھی اس فقیرنی اور اس موٹے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آدمی کی طرح چیختے ہوئے اپنا رکشہ چھوڑ کر سیدھا بھاگتا چلا گیا۔

''یہ۔۔یہ کیوں بھاگ گیا۔۔'' میں نے بوکھلا کر سوچا

''یہ سب لوگ مجھ سے خوفزدہ کیوں ہو رہے ہیں۔۔۔کہیں میرا چہرہ خوفناک تو نہیں ہو گیا یا واقعی میرے سر پر سینگ نکل آئے ہیں'' میں یہ سب سوچنے لگا اور رکشہ چھوڑ کر پیدل ہی ایک جانب چلنے لگا۔

''کہیں ایسا تو نہیں کہ میرا چہرہ کسی جانور کے چہرے میں تبدیل ہو گیا ہو۔۔'' میں نے سوچا کیونکہ کچھ دن پہلے ہی میں نے ایک رسالے میں ایک کہانی پڑھی تھی جس میں ایک آدمی رات کو انسان کے روپ میں سوتا ہے اور صبح اٹھتا ہے تو وہ خونخوار کتے کے روپ میں ہوتا ہے۔ ہارر کہانیاں پڑھنا اور ہارر موویز دیکھنا میرا شوق ہے مگر۔۔۔مگر اس وقت تو میں خود کسی ہارر موویز کا خوفناک کردار بنا ہوا ہوں جس سے ہر شخص ڈر کر بھاگ رہا ہے۔

میں نے جلدی سے اپنے ہاتھ پیروں پر نظر دوڑائی اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دیکھا۔

''میں۔۔۔میں انسان ہی کے روپ میں ہوں۔۔'' میں نے اپنے ہاتھ پیروں کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

''میرا خیال ہے مجھے پیدل ہی گھر چلنا چاہیے آدھا ایک گھنٹے کی واک سے میں گھر پہنچ جاؤں گا۔۔'' میں نے ایک بار پھر سوچا اور اپنے قدم آگے بڑھا دیئے۔

میں تیز تیز قدموں سے چل رہا تھا تیز چلنے کی وجہ سے میرے سر میں درد کے دھماکے ہو رہے تھے مگر میں نے پروا نہیں کی اور میں تیز چلتا رہا میں سر جھکائے چل رہا تھا کہ میری نظر سامنے اٹھی سامنے ایک چائے کا چھوٹا سا ہوٹل تھا چائے کا ہوٹل دیکھ کر مجھے ایک دم چائے کی شدید طلب ہونے لگی۔ چائے کی طلب محسوس کرتے ہی میں نے اپنا رخ چائے کے ہوٹل کی جانب کیا اور آگے بڑھا۔

چائے کا وہ ہوٹل چھوٹا سا تھا مگر صاف ستھرا تھا جب میں ہوٹل میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ پورا ہوٹل خالی ہے بس ایک پٹھان کونے میں کھڑا چائے بنا رہا ہے۔

''لالہ ایک کپ اسٹرانگ سی دودھ پتی چائے تو بنا دو۔۔'' میں نے چائے بناتے پٹھان بھائی کو مخاطب کیا۔

''ابھی بناتا ہے۔۔بیٹھو۔۔'' پٹھان بھائی نے اپنے مخصوص کھردرے لہجے میں جواب دیا تو میں ایک اسٹول اٹھا کر لایا اور پٹھان بھائی کے سامنے بیٹھ گیا چونکہ سردی خاصی تھی اور پٹھان کے سامنے چولھا جل رہا تھا لہٰذا میں چولھے کی آگ پر ہاتھ تاپنے لگا۔

''کیا بات ہے۔۔۔ہوٹل خالی ہے۔۔'' میں نے پٹھان سے بات چیت شروع کی۔

''سردیوں کی وجہ سے لوگ جلدی گھر چلے جاتے ہیں'' پٹھان چائے کی کیتلی میں چینی اور پتی ڈالتے ہوئے بولا اس نے اب تک نظر اٹھا کر میری نہیں دیکھا تھا بس وہ نظریں نیچی کیے چائے بنا رہا تھا۔ چائے بنانے کے بعد اس نے چائے ایک کپ میں ڈالی اور چائے کا کپ میری جانب بڑھایا تو میں نے ایک ہاتھ چائے کا کپ تھامنے کے لیے بڑھایا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے سر پر پہنی ٹوپی اتار کر کاؤنٹر پر رکھی۔

پٹھان نے چائے کا کپ میری جانب بڑھاتے ہوئے نظر اٹھا کر میری جانب دیکھا تو۔۔۔تو اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ چھوٹ گیا اور وہ چیختا ہوا ہوٹل سے باہر کی جانب بھاگا۔

''رکو۔۔۔رکو۔۔لالہ۔۔۔کیا ہوا۔۔؟'' میں چیخا مگر پٹھان نے میری بات پر دھیان نہیں دیا اور چیختا ہوا ہوٹل سے باہر بھاگ گیا۔

''یا خدایا۔۔یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔سب لوگ مجھے دیکھ کر کیوں ڈر رہے ہیں کہیں میرے چہرے پر کوئی خوفناک بات تو نہیں ہے۔۔'' میں نے یہ سوچتے ہوئے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا مگر مجھے اپنے چہرے پر کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی میری ناک میرے ہونٹ میرے کان سب اپنی جگہ پر موجود تھے۔ میں نے اپنے چہرے کو آئینے میں دیکھنے کی غرض سے ہوٹل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

www.paksociety.com

میں چاروں طرف نظریں گھمائی کہ شاید مجھے کوئی آئینہ مل جائے جس میں، میں اپنی صورت دیکھ سکوں تاکہ مجھے معلوم ہو سکے کہ لوگ مجھ سے کیوں خوفزدہ ہو رہے ہیں ہوٹل میں چاروں طرف نظریں دوڑانے کے بعد بھی مجھے ہوٹل میں کوئی آئینہ نظر نہیں آیا جس میں، میں اپنی صورت دیکھ سکوں ہوٹل کے چاروں اطراف نظر دوڑانے کے بعد جب کوئی آئینہ مجھے نہ ملا تو میں نے مایوسی کے عالم میں کاؤنٹر پر رکھی اپنی ٹوپی اٹھائی اور اسے سر پر جمایا اور ہوٹل کے باہری دروازے کی جانب قدم بڑھائے۔

اس سے پہلے کہ میں ہوٹل سے باہر نکلتا ایک کالا بھجنگ آدمی ہوٹل میں داخل ہوا، اس موٹے تازے کالے آدمی نے کالی جینز کی پینٹ اور کالی ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی اس کے پیر میں کالے اسپورٹس شوز تھے۔ گویا وہ آدمی اوپر سے نیچے تک کالے لباس میں ملبوس تھا۔ اس کی کالی ٹی شرٹ پر اورنج رنگ سے ایک کھوپڑی کا نشان بنا ہوا تھا ایسا لگتا تھا گویا اندھیرے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اس آدمی کے چہرے پر دائیں جانب گال پر ایک بڑے گھاؤ کا نشان تھا شاید کافی عرصہ پہلے اسے کسی نے چاقو سے زخمی کیا تھا جس کا نشان اس کے چہرے پر رہ گیا تھا۔ وہ کالا آدمی اپنے چہرے مہرے اور چال ڈھال سے ہی غنڈہ معلوم ہو رہا تھا اس غنڈے نے ہوٹل میں داخل ہو کر چاروں طرف اپنی نظریں دوڑائی پھر اس کے نظر مجھ پر پڑی تو اس کی نظریں مجھ پر جمی کے جمی رہ گئی۔

''تم۔۔۔تم۔۔۔'' غنڈے نے حیرت زدہ انداز میں کہا

''ہاں۔۔۔میں'' میں نے بھی حیرت کا اظہار کیا مجھے اس بات کی خوشی ہو رہی تھی کہ یہ غنڈہ مجھے دیکھ کر خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔

''تم۔۔۔تم۔۔'' وہ غنڈہ ایک بار پھر حیرت سے بڑبڑایا

''ہاں۔۔۔میں۔۔کیا ہوا؟'' میں نے بھی حیرت سے پوچھا اور اس غنڈے کی جانب بڑھا مجھے اس طرح اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر وہ غنڈہ بھی خوفزدہ ہو گیا

''دور رہو۔۔۔مجھ سے دور رہو۔۔'' وہ غنڈہ زور سے چیخا اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

''کیا ہوا بھائی۔۔خیریت تو ہے نا۔۔؟'' میں نے حیرت سے اس سے پوچھا۔

''تم۔۔تم زندہ کیسے ہو گئے۔۔'' اس غنڈے نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''میں مراکب تھا۔۔۔۔جو زندہ کیسے ہو۔۔'' میں نے حیرت سے اس غنڈے کی لہجے کی نقل اتاری۔

''تم۔۔۔تم زندہ نہیں ہو سکتے۔۔۔تم۔۔تم مر چکے ہو۔۔'' وہ غنڈہ حیرت سے چیخا تو۔۔۔۔تو میں بھی حیرت زدہ رہ گیا۔

''میں زندہ ہوں اور پوری طرح صحت مند ہو۔۔'' میں نے اپنا ہاتھ آگے کرتے ہوئے اس غنڈے کو جواب دیا۔

''دور رہو۔۔۔مجھ سے دور رہو۔۔'' اچانک اس غنڈے نے اپنی جیب سے پستول نکال لیا۔

''کیا ہو گیا بھائی۔۔۔کیوں مجھ سے ڈر رہے ہو۔۔میں زندہ ہوں۔۔۔میں نہیں مرا۔۔'' میں نے اپنی جگہ پر رکتے ہوئے جواب دیا میری نظریں اس غنڈے کے پستول پر جمی ہوئی تھیں۔

''نہیں۔۔۔نہیں تم زندہ نہیں ہو سکتے۔۔تم مر چکے ہو۔۔میں نے خود تمہاری لاش دیکھی تھی۔۔''

''تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے میرے دوست۔۔۔'' میں نے پیار سے اس غنڈے سے کہا مجھے خطرہ تھا کہ کہیں وہ غنڈہ خوفزدہ ہو کر گولی نہ چلا دے ''میں زندہ ہو۔۔اور صحت مند بھی ہو۔۔تم نے شاید کسی اور کی لاش دیکھی ہو گی۔۔تمہیں مغالطہ ہو رہا ہے۔'' میں نے غنڈے کو رام کرنا چاہا۔

''نہیں مجھے کوئی مغالطہ نہیں ہو رہا۔۔وہ تم ہی تھے۔۔تم۔۔تم مر چکے ہو۔۔'' غنڈہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

''تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو۔۔'' میں جھنجھلا گیا۔

''تم۔۔تم یاسر جواد ہو نا۔۔مشہور صحافی شہنیلا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

یاسر کے شوہر۔۔۔'' غنڈے نے مجھ سے تصدیق چاہی۔

''ہاں۔۔۔ہاں میں یاسر جواد ہو۔۔۔شہنیلا یاسر کا شوہر۔۔'' میں نے اس غنڈے کی بات کی تصدیق کی۔

''پھر تم۔۔۔تم مر چکے ہو۔۔'' میری بات سن کر اس غنڈے نے کہا اور اپنا پستول والا ہاتھ اوپر کیا اور میرے سینے کا نشانہ لینے لگا۔۔مگر اس کے ہاتھ بری طرح کپکپا رہے تھے خوف اس کے چہرے پر صاف نظر آ رہا تھا۔

''تم۔۔۔تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں مر چکا ہوں۔۔۔'' میں نے جھنجھلا کر غنڈے سے پوچھا اس غنڈے کی بے تکی باتوں سے مجھے جھنجھلاہٹ ہونے لگی تھی اور مجھے غصہ آ رہا تھا۔

''میں۔۔۔میں یہ بات اس لیے یقین سے کہہ سکتا ہو کہ۔۔۔کہ میں نے ہی تمہیں قتل کیا تھا۔۔'' اس غنڈے نے انکشاف کیا

''کیا''

''ہاں میں نے تمہارے فلیٹ میں تمہیں قتل کیا تھا مگر۔۔شاید اس وقت کوئی کمی رہ گئی۔۔لہٰذا اب تم مجھ سے نہیں بچ سکتے۔۔'' اتنا کہہ کر اس غنڈے نے پستول پر اپنا ہاتھ سخت کیا اور ٹریگر پر دباؤ ڈالنے لگا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں، وہ غنڈہ گولی چلانے کے لیے بالکل تیار تھا اس نے ٹریگر پر دباؤ بڑھایا مگر پستول سے گولی نہیں چلی۔ایک لمحے کو غنڈے کی توجہ مجھ پر سے ہٹی اور وہ اپنے پستول کو دیکھنے لگا میرے لیے یہ بہترین موقع تھا میں نے قریب رکھی میز سے پانی سے بھرا جگ اٹھایا اور اس غنڈے کے منہ پر دے مارا میری اس اچانک حرکت سے وہ غنڈہ بوکھلا گیا۔ جگ کا سارا پانی اس غنڈے کے منہ پر گرا وہ غنڈہ ایک ہاتھ سے اپنا منہ صاف کرنے لگا اور اگلے ہی لمحے اس نے اپنے قدم پیچھے کیے اور وہ ہوٹل سے باہر کی جانب بھاگ کھڑا ہوا۔

''اے۔۔۔اے میری بات سنو۔۔۔دیکھو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔۔رک جاؤ۔۔'' میں اس غنڈے کے پیچھے بھاگتے ہوئے چیخا میری آواز سن کر اس غنڈے نے مڑ کر میری جانب دیکھا اور مجھے اپنے تعاقب میں آتا دیکھ کر اور تیز بھاگنے لگا۔

''میں بھی پوری طاقت سے اس غنڈے کے پیچھے بھاگ رہا تھا اس طرح تیز بھاگنے کی وجہ سے میرے سر میں درد کے دھماکے ہو رہے تھے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میں چکرا کر گر جاؤں گا مگر میں ہمت کر کے اس غنڈے کا پیچھا کرتا رہا مگر جلد ہی میری ہمت ٹوٹ گئی اور میں نے بھاگنا بند کر دیا۔ وہ غنڈہ انتہائی تیزی کے ساتھ دوڑتا ہوا اندھیری گلیوں میں گم ہو گیا جب وہ غنڈہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میں اپنی جگہ رک گیا اور اپنی پھولی ہوئی سانسوں پر قابو پانے لگا۔سانسوں پر قابو پانے کے ساتھ میں غنڈے کی باتو ں پر بھی غور کر رہا تھا۔

''اس غنڈے نے مجھے صحیح شناخت کیا کہ میں مشہور صحافی شہنیلا یاسر کا شوہر یاسر جواد ہو مگر۔۔۔مگر وہ یہ کیوں کہہ رہا تھا کہ میں مر چکا ہوں'' میں سوچنے لگا۔

''اور وہ یہ بھی کہہ رہا تھا کہ اس نے مجھے قتل کیا ہے۔۔۔مگر اس نے مجھے کیوں مارا۔۔۔'' میں اپنے ذہن پر زور ڈالنے لگا اچانک میرے ذہن میں بجلی کا جھماکا ہوا مجھے۔۔۔مجھے یاد آیا شہنائی (شہنیلا) کئی دنوں سے بہت پریشان تھی میں نے جب بھی اس سے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھی وہ ہنس کر ٹال گئی میرے بے حد اصرار پر اس نے مجھے صرف اتنا بتایا کہ حکومت کے خلاف کرپشن کی تحقیقات کے دوران اسے ایک انتہائی اہم حکومتی عہدیدار کے خلاف ایک بہت اہم ثبوت حاصل ہوا ہے۔اس ثبوت سے روسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حکومتی عہدیدار دراصل۔۔۔دشمن ملک کا جاسوس ہے اور حکومت میں اعلیٰ عہدہ حاصل کر کے وہ ہمارے پیارے وطن کے اہم راز دشمن ملک کو بھیج رہا تھا اور اس طرح وہ ہمارے پیارے وطن کی جڑوں کو کاٹ رہا ہے۔''

میرے بار بار اصرار کے باوجود شہنائی نے مجھے اس عہدیدار کا نام نہیں بتایا اور آج۔۔۔آج شام کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اس نے انتہائی خوف کے عالم میں مجھے فون کیا اور گھر بلایا پھر ۔۔۔ پھر کیا ہوا۔۔ میں گھر پہنچا۔۔ یا ۔۔نہیں۔

"اف مجھے یہ کیوں یاد نہیں آرہا کہ میں شوروم سے نکل کر کہاں گیا۔۔" میں پریشانی کے عالم میں بڑبڑایا۔

"پھر لوگ مجھے دیکھ کر کیوں خوفزدہ ہو رہے ہیں۔۔ وہ فقیرنی، کالا آدمی ۔۔۔ رکشے والا۔ پٹھان چائے والا۔۔ اور پھر وہ غنڈہ۔۔ اور وہ غنڈہ تو کہہ رہا تھا کہ۔۔ کہ میں مر چکا ہوں۔۔۔۔۔ بھلا مرنے کے بعد کوئی اس طرح سڑک پر گھوم سکتا ہے۔۔" میں سوچ رہا تھا۔

"آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے۔۔" میں مسلسل سوچوں میں غلطاں تھا۔

"مجھے فوراً گھر چلنا چاہیے۔۔۔ نہ جانے شہنائی کے ساتھ کیا حالات پیش آئے۔۔" میں سوچا۔

"لیکن کوئی رکشہ ٹیکسی والا تو مجھے بٹھائے گا نہیں۔۔۔ پھر۔۔"

"مجھے پیدل ہی چلنا چاہیے۔۔ آدھے ایک گھنٹے میں، میں پیدل ہی گھر پہنچ جاؤں گا۔۔" میں نے سوچا پیدل چلنے کا سوچ کر مجھے سکون ملا اور میں نے سڑک پر آگے کی جانب اپنے قدم بڑھا دیئے۔

میں سوچوں میں گم سڑک کے کنارے کنارے چلا جا رہا تھا میری کوشش تھی کہ میں لوگوں کی نظروں میں نہ آؤں۔۔۔ اس لیے میں زیادہ تر اندھیرے کی جانب سفر کر رہا تھا۔

"آخر لوگ مجھ سے کیوں خوفزدہ ہو رہے ہیں۔۔ میرے چہرے میں ایسی کیا تبدیلی ہو گئی ہے ۔۔ جسے دیکھ کر ہر کوئی خوفزدہ ہو رہا ہے۔۔" میں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا۔

اسی وقت میری نظر سامنے ایک بنک پر پڑی۔ بنک بند تھا بنک کے ساتھ اے، ٹی، ایم مشین لگی ہوئی تھی اے، ٹی، ایم مشین جس جگہ لگی ہوئی تھی وہاں شیشے کا دروازہ تھا شیشے کا دروازہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ میں شیشے میں اپنا عکس دیکھوں اور یہ جاننے کی کوشش کروں کہ لوگ مجھ سے کیوں خوفزدہ ہو رہے ہیں یہ خیال آتے ہی میں شیشے کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا اور شیشے میں اپنا عکس دیکھنے لگا۔

"یہ۔۔ یہ میرے چہرے کو کیا ہوا۔۔" میں نے اپنے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچا میرا چہرہ بالکل سفید تھا حالانکہ میں پہلے بھی سرخ و سفید رنگ کا مالک تھا مگر اب میرے چہرے سے سرخی غائب ہو چکی تھی میرا پورا چہرہ سفید پڑا ہوا تھا میں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو مجھے اپنی جلد بھی لٹکی ہوئی محسوس ہوئی میں بغور اپنے چہرے کو دیکھنے لگا پھر میں نے اپنے سر پر پہنی ٹوپی اتاری تو۔۔۔ تو میرے منہ سے چیخ نکل گئی میں انتہائی خوفزدہ نظروں سے شیشے میں موجود اپنے عکس کو گھورنے لگا۔ خوف سے میرا برا حال تھا میرے جسم سے تو ایسا لگتا تھا جیسے میرا سارا خون نکال لیا گیا ہو مگر ۔۔۔ مگر میرا سر۔۔۔ اف۔۔۔ میں۔۔۔ میں زندہ کیسے ہو۔۔۔ یہ۔۔ یہ میری کھوپڑی۔۔۔ میری کھوپڑی کہاں غائب ہو گئی۔۔۔ ماتھے کے بعد سے پچھلے حصے تک میری کھوپڑی غائب تھی۔۔۔ اندر سے میرا پلپلا، لجلجا دماغ جھانک رہا تھا دماغ کی اندرونی رگیں اور دماغ کے اندرونی حصے صاف نظر آرہے تھے۔ میرا دماغ پھول اور پچک رہا تھا۔ میں نے ہاتھ لگا کر اپنے دماغ کو چھونا چاہا تو درد کی ایک تیز ٹیس میرے بدن میں دوڑ گئی۔ میں نے جلدی سے اپنے سر پر ٹوپی رکھی اور چور نظروں سے چاروں طرف دیکھا کہ کوئی۔۔۔ کوئی مجھے دیکھ تو نہیں رہا۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر کہ مجھے کسی نے نہیں دیکھا مجھے اطمینان ہوا اور میں جلدی سے بنک کے سامنے سے ہٹ گیا۔

"یہ۔۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میری کھوپڑی کہاں گئی۔۔۔ یہ حادثہ میرے ساتھ کب پیش آیا اور۔۔۔ بغیر کھوپڑی کے میں زندہ کیسے ہو۔"

میں یہ سب سوچتے ہوئے اپنے گھر کی جانب روانہ ہوا میں لوگوں سے بچتا بچاتا چل رہا تھا۔ آخر کار میں اس بلڈنگ کے سامنے پہنچ گیا جس بلڈنگ کے ساتویں فلور پر میرا فلیٹ تھا میں چوکیدار کے نظروں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سے بچتا ہوا بلڈنگ کے اندر داخل ہوا تو۔۔تو پارکنگ میں مجھے اپنے گاڑی کھڑی نظر آئی۔ میں گاڑی کے پاس جا کر رک گیا۔

'' گاڑی یہاں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ میں۔۔میں شہنائی کا فون سننے کے بعد اپنے اپارٹمنٹ پہنچ گیا تھا۔۔'' میں اپنی گاڑی کے پاس کھڑا سوچ رہا تھا اور یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ جب شہنائی نے مجھے فون کیا تھا تو میں عجلت میں شوروم سے نکلا اور تیز رفتاری کے ساتھ یہاں تک پہنچا پھر۔۔پھر کیا ہوا۔۔میرے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا۔۔میں یہاں سے شادمان روڈ کیسے پہنچ گیا اور پھر۔۔۔پھر میری کھوپڑی کہاں گئی۔

میں سوچوں میں گم تھا کہ اچانک۔۔۔اچانک میرے ذہن میں روشنی کا تیز جھماکا ہوا اور۔۔۔اور میری آنکھوں کے سامنے پچھلے واقعات آنے لگے۔ میرے دماغ کے اسکرین پر پچھلے واقعات کسی فلم کی طرح چل رہے تھے۔۔۔جب شہنائی کا فون میرے شوروم پر آیا تو۔۔تو میں فوراً اپنے گھر کی جانب بھاگا۔ میں نہایت عجلت میں شوروم سے نکلا اور اپنی گاڑی میں سوار ہو کر تیز رفتاری کے ساتھ اپنے گھر کی جانب روانہ ہوا۔ میرے ذہن میں شہنائی کا فون گونج رہا تھا۔

'' یاسر۔۔۔یاسر۔۔۔تم۔۔تم جلدی سے گھر پہنچو۔۔''

'' کیا ہوا شہنائی۔۔۔خیریت ہے نا۔۔''

'' یاسر میں نے اس دشمن ملک کے جاسوس کے بارے میں انتہائی اہم ثبوت حاصل کر لیا ہے۔۔مگر اب مجھے دھمکیاں مل رہی ہیں مجھے لگتا ہے کہ۔۔کہ میرے پیچھے اجرتی قاتل لگا دیا گیا ہے۔۔۔پلیز یاسر جلدی سے گھر پہنچو مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔'' شہنائی نے جلدی جلدی کہا۔

'' میں۔۔۔میں ابھی پہنچتا ہوں۔۔۔تم۔۔تم اپنا خیال رکھنا اور اپارٹمنٹ کے سارے دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر لینا۔۔بس میں پہنچ رہا ہوں۔۔''

'' جلدی آؤ یاسر۔۔۔مجھے لگتا ہے وہ قاتل میرا تعاقب کرتے ہوئے بلڈنگ تک پہنچ چکا ہے۔۔''

''بس۔۔دو منٹ میں پہنچتا ہوں۔۔''

اپنے اپارٹمنٹ کے سامنے پہنچ کر میں نے گاڑی پارکنگ میں کھڑی کی اور تیزی کے ساتھ لفٹ کی جانب لپکا جیسے ہی لفٹ سیونتھ فلور پر پہنچی میں چھلانگ مار کر لفٹ سے باہر نکلا اور دوڑتا ہوا اپنے اپارٹمنٹ تک پہنچا۔اپارٹمنٹ کا دروازہ بند تھا میں نے دروازے سے کان لگا کر اندر کی صورتحال معلوم کرنا چاہی مگر اندر مکمل خاموشی تھی پھر میں نے اپنی جیب سے اپارٹمنٹ کی چابی نکالی اور دروازے کے کی ہول میں چابی لگائی اور نہایت احتیاط سے چابی گھمائی ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ تالا کھل گیا۔ میں نے انتہائی آہستگی اور احتیاط کے ساتھ دروازہ کھولا اور اندر جھانکا اندر مکمل سکوت تھا مجھے شہنائی نظر نہیں آئی میں اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہوا اور میں نے مڑ کر دروازہ بند کیا اور آہستہ سے آگے بڑھا مگر۔۔۔مگر تھوڑا آگے بڑھتے ہی میں ٹھٹک کر رک گیا۔ سامنے رکھے صوفے کے پیچھے شہنائی اوندھے منہ پڑی تھی اس کی پیٹھ میں ایک بڑا سا خنجر دستے تک گھسا ہوا تھا اس خنجر سے بننے والے زخم سے خون بہہ رہا تھا جس نے شہنائی کے آس پاس ایک چھوٹا سا خون کا تالاب بنا دیا تھا شہنائی کو اس حالت میں دیکھ کر میں بوکھلا گیا اور جلدی سے شہنائی کی جانب بڑھا اور اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور سیدھا کیا۔

'' شہنائی۔۔۔۔شہنائی۔۔۔۔'' میں نے شہنائی کو مخاطب کیا اور اس کا سر اپنے زانوں پر رکھا شہنائی زندہ تھی اس کے ہونٹ ہل رہے تھے اس کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔ میری آواز سن کر شہنائی نے اپنی آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھا پھر اس کے ہونٹ ہلے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر۔۔۔مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ سکتی مجھے اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہوئی میں نے جلدی سے مڑ کر دیکھنا چاہا مگر۔۔۔مگر افسوس مجھے دیر ہو گئی ایک زوردار ڈنڈا میرے سر پر پڑا اور میرے سر سے خون کا فوارا بہہ نکلا۔ ڈنڈا پڑنے کی وجہ سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میرے منہ سے ایک تیز چیخ نکلی فوراً ہی میرے سر پر ڈنڈے کا ایک اور وار ہوا اور مجھے اپنی کھوپڑی چٹختی ہوئی۔ محسوس ہوئی درد کی شدت اتنی تھی کہ میں برداشت نہیں کر پا رہا تھا اسی وقت ایک بار پھر ڈنڈا میرے سر پر پڑا اور میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

یہ سب یاد آتے ہی میں تیزی کے ساتھ لفٹ کی جانب لپکا لفٹ خالی تھی میں نے سیونتھ فلور کا بٹن دبایا لفٹ نے سیکنڈوں میں مجھے سیونتھ فلور پر پہنچا دیا۔ میں لفٹ سے نکلتے ہی تیزی کے ساتھ اپنے اپارٹمنٹ کی جانب بڑھا مگر پھر مجھے ٹھٹک کر رکنا پڑا میرے اپارٹمنٹ کے سامنے کئی پولیس والے کھڑے تھے۔ میں بوکھلا گیا اور تیزی کے ساتھ اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہونے لگا۔

''اے کون ہو تم ۔۔کہاں جا رہے ہو۔۔؟'' ایک سپاہی نے مجھے روکنا چاہا۔

''میں ۔۔میں یاسر جواد ہو۔۔اور یہ میرا فلیٹ ہے۔۔'' میں نے جواب دیا اور فلیٹ میں داخل ہو گیا اندر علاقے کے ایس ایچ او انسپکٹر خان اور پولیس سرجن ڈاکٹر احمد کے ساتھ کئی اور پولیس والے کھڑے تھے۔۔میں نے فلیٹ میں داخل ہو کر نظریں دوڑائی مجھے شہنائی کی لاش نظر نہیں آئی۔ شاید پولیس والے شہنائی کے لاش لے جا چکے تھے کمرے میں ابھی تک شہنائی کا خون پڑا ہوا تھا جو اب جم کر سیاہ پڑ رہا تھا۔

''مسٹر یاسر۔۔۔آپ ۔۔آپ کہاں تھے؟'' انسپکٹر خان نے مجھے سنبھالتے ہوئے پوچھا کیونکہ مجھے شدید چکر آنے لگے تھے۔

''پتا نہیں ۔۔م۔۔میں۔۔'' میرے منہ سے بے ترتیب الفاظ نکل رہے تھے مجھے چکراتا دیکھ کر انسپکٹر خان نے مجھے صوفے پر بٹھایا اور ڈاکٹر احمد نے مجھے ایک گلاس پانی لا کر دیا میں نے کھٹا کھٹ پانی پی لیا

''مسٹر یاسر آپ کی وائف کو۔۔۔۔'' انسپکٹر خان نے کہنا چاہا

''ہاں ۔۔میں جانتا ہوں ۔۔شہنائی کو قتل کر دیا گیا ہے۔۔۔اور اس قاتل نے مجھے بھی قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔'' میں نے انسپکٹر خان کی بات کاٹ کر جواب دیا۔

''یاسر۔۔۔قاتل نے تم پر بھی حملہ کیا۔۔۔'' ڈاکٹر احمد جلدی سے میرے پاس آئے ڈاکٹر احمد سے میرے دوستانہ تعلقات تھے اس لیے وہ مجھ پر حملے کا سن کر بے چین ہو گئے۔

''ہاں اس نے مجھے بھی مارنے کی کوشش کی۔۔۔یہ دیکھو۔۔'' میں نے جواب دے کر اپنے سر سے ٹوپی اتاری میرا بغیر کھوپڑی کا سر دیکھ کر وہاں موجود پولیس والوں کی چیخیں نکل گئیں۔

''یاسر۔۔۔یاسر تم ۔۔۔تم بہت زیادہ زخمی ہو۔۔۔'' ڈاکٹر احمد بے چین ہو کر میرے برابر بیٹھ گیا اور میرے سر کا معائنہ کرنے لگا

''یاسر۔۔۔۔یاسر تم آرام سے لیٹ جاؤ ۔۔پلیز کوئی حرکت مت کرو۔۔۔میں ایمبولینس کو فون کرتا ہوں۔۔'' ڈاکٹر احمد نے مجھے صوفے پر لٹاتے ہوئے کہا۔

''تم اپنی بیوی کے قتل کے متعلق کچھ بتا سکتے ہو۔۔'' انسپکٹر خان نے مجھ سے سوال کیا۔

''پلیز انسپکٹر۔۔۔اس سے کوئی سوال نہیں کرو ۔۔یاسر کی کنڈیشن ایسی نہیں ہے کہ وہ کسی سوال کا جواب دے سکے۔۔'' ڈاکٹر احمد نے انسپکٹر خان سے کہا۔

''ٹھہرو ۔۔میں سب کچھ بتاتا ہوں۔۔ میں نے ڈاکٹر احمد سے بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

''پلیز یاسر زیادہ باتیں مت کرو تم بہت زخمی ہو۔۔میں ۔۔میں ایمبولینس کو فون کرتا ہوں۔۔'' ڈاکٹر احمد نے مجھ سے کہا اور ایمبولینس کے لیے فون کرنے لگے۔

''مجھے اندازہ ہے کہ میں کتنا زخمی ہوں۔۔۔بس چند سانسیں ہیں جو ایک باریک ڈور سے بندھی ہیں ۔۔نہ جانے یہ ڈور کب ٹوٹ جائے۔۔۔مجھے سب کچھ بتانے دو۔۔'' میں نے ڈاکٹر احمد سے التجا کی تو اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''کچھ دنوں سے شہنائی ایک خاص کیس پر کام کر رہی تھی حکومت کا اعلیٰ عہدیدار جو کہ اصل میں دشمن ملک کا جاسوس تھا شہنائی نے اس کے خلاف کافی ثبوت حاصل کر لیے تھے۔۔۔'' میں نے کہنا شروع کیا انسپکٹر خان اور ڈاکٹر احمد دونوں بغور مجھے سن رہے تھے۔

''اس عہدیدار کا نام کیا ہے۔۔'' انسپکٹر خان نے مجھ سے سوال کیا۔

''شہنائی نے مجھے اس بارے میں نہیں بتایا۔۔'' میں نے جواب دیا اور پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد گویا ہوا۔

''آج شام پانچ بجے شہنائی کا فون میرے شوروم پر آیا وہ۔۔۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ اس نے اس دشمن ملک کے جاسوس کے خلاف کافی ثبوت حاصل کر لیے ہیں مگر اس جاسوس کو بھی شہنائی کے متعلق پتا لگ گیا ہے لہٰذا اس نے کرائے کا قاتل شہنائی کے پیچھے لگا دیا ہے۔ پانچ بجے شہنائی نے مجھے فون کر کے بتایا کہ وہ کرائے کا قاتل اس بلڈنگ تک پہنچ گیا ہے۔ شہنائی بہت گھبرائی ہوئی تھی اس نے مجھ سے فوراً گھر پہنچنے کا کہا۔ میں نے شہنائی کو تسلی دی اور شوروم سے نکل یہاں کے لیے روانہ ہوا۔ جب میں یہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ شہنائی اس صوفے کے پیچھے اوندھے منہ پڑی ہے اور اس کی پیٹھ میں ایک بڑا سا خنجر دستے تک گھسا ہوا ہے۔ میں نے شہنائی کو سیدھا کیا وہ اس وقت زندہ تھی وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر۔۔۔ مگر چھپے ہوئے قاتل نے کسی بھاری چیز سے میرے سر پر وار کیا اور۔۔ اور میں بے ہوش ہو گیا۔۔۔۔۔ بس اس سے آگے مجھے کچھ یاد نہیں۔۔ جب مجھے ہوش آیا تو۔۔ تو میں شادمان روڈ پر تھا اور زخمی حالت میں پھر رہا تھا۔۔ بے ہوش ہونے کے بعد میں کیسے ہوش میں آیا اور شادمان روڈ تک کیسے پہنچا۔۔ مجھے یاد نہیں۔۔'' میں نے بے بسی کے ساتھ ساری داستان سنا ڈالی۔

''اس کا مطلب ہے تم نے قاتل کا چہرہ نہیں دیکھا۔۔'' انسپکٹر خان نے مایوسی کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

''اس وقت۔۔۔ جب اس نے میرے سر پر وار کیا تھا تو اس وقت میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا مگر۔۔۔'' میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''مگر۔۔ کیا'' انسپکٹر خان اور ڈاکٹر احمد کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''جب میں زخمی حالت میں شادمان روڈ پر پھر رہا تھا تو مجھے ایک غنڈہ ملا۔۔ جو مجھے دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس نے قبول کیا کہ اس نے میرے سر پر وار کر کے مجھے مارا تھا۔۔۔ وہ مجھے مردہ کہہ رہا تھا۔۔'' میں نے آہستہ آہستہ کر کے پوری داستان ڈاکٹر احمد اور انسپکٹر خان کو سنا دی۔

''اوہ یہ تو بہت اہم بات ہے۔۔ تم قاتل کو پہچان سکتے ہو۔۔'' انسپکٹر خان نے پوچھا۔

''سو فیصد۔۔۔ میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔۔'' میں جواب دیا

''اگر وہ قاتل پکڑا گیا تو اس کے ذریعے ہم اس ملک دشمن جاسوس تک پہنچ سکتے ہیں جو ہمارے پیارے وطن کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے'' انسپکٹر خان نے سوچتے ہوئے کہا۔

''آپ لوگوں نے اپارٹمنٹ کی تلاشی لی۔۔ شاید شہنائی نے فائل یہیں کہیں چھپائی ہو۔۔'' میں نے انسپکٹر خان سے پوچھا

''ہم نے پورا اپارٹمنٹ چھان مارا۔۔ ہمیں کوئی فائل نہیں ملی۔۔'' انسپکٹر خان نے جواب دیا۔

''میں دیکھتا ہوں۔۔۔ شاید وہ فائل مجھے مل جائے۔۔ وہ کالے رنگ کی فائل ہے جس میں شہنائی نے اس جاسوس کے خلاف سارے ثبوت اکٹھا کیے ہیں۔۔'' میں صوفے سے اٹھتا ہوا بولا مگر ڈاکٹر احمد نے کندھے سے پکڑ کر مجھے دوبارہ صوفے پر بٹھا دیا۔

''یاسر۔۔ تم بہت زخمی ہو زیادہ ہل جل مت کرو۔۔''

''مم۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔'' میں نے ٹوپی اپنے سر پر جماتے ہوئے ڈاکٹر احمد کو جواب دیا۔

اسی وقت اپارٹمنٹ کے کھلے دروازے سے دو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آدمی اندر داخل ہوئے دونوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور انھوں نے اپنے ہاتھوں میں اسٹریچر اٹھایا ہوا تھا۔ ڈاکٹر احمد نے اسٹریچر میرے قریب رکھوایا اور مجھے اس اسٹریچر پر لٹا دیا۔ میرے لیٹتے ہی ان دونوں آدمیوں نے اسٹریچر اٹھایا اور باہر کی جانب چل دیئے۔ میرے اسٹریچر کے ساتھ ڈاکٹر احمد بھی چل رہے تھے۔ بلڈنگ سے باہر آکر ان دونوں آدمیوں نے میرا اسٹریچر ایمبولینس میں رکھا ڈاکٹر احمد میرے اسٹریچر کے برابر بیٹھ گئے۔ ہمارے بیٹھتے ہی ایمبولینس ڈرائیور نے ایمبولینس چلا دی۔

ڈاکٹر احمد میرے اسٹریچر کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر پہلے میری نبض دیکھنے کی کوشش کی پھر اسٹتھسکوپ اپنے کانوں سے لگا کر میرے دل کی دھڑکن سننے کی کوشش کرنے لگا۔

''احمد بے کار کی کوششیں مت کرو۔۔۔ نہ میری نبض چل رہی ہے اور نہ ہی میرا دل دھڑک رہا ہے۔۔۔ سائنسی طور پر میں مر چکا ہوں'' میں نے اسٹریچر پر بیٹھتے ہوئے ڈاکٹر احمد سے کہا تو وہ مجھے عجیب سے نظروں سے دیکھنے لگا۔

''احمد تم میرے دوست ہو۔۔ پلیز میری بات سمجھو۔۔۔ مجھے جانے دو۔۔'' میں نے ڈاکٹر احمد سے کہا۔

''کہاں جاؤ گے تم؟'' ڈاکٹر احمد نے پوچھا۔

''شہنائی کے قاتل نے مجھے دو مرتبہ قتل کرنے کی کوششیں کیں اور میں اس کو اچھی طرح پہچان گیا ہوں۔ یقیناً یہ بات اس قاتل کو کھٹک رہی ہوگی۔ وہ مجھے ایک بار پھر قتل کرنے کی کوشش کرے گا شاید اس طرح وہ قاتل پکڑا جائے۔۔'' میں نے تفصیل سے ڈاکٹر احمد سے کہا۔

''پاگل ہو گئے ہو۔۔ اس طرح تو تمہاری جان کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔۔'' میری بات سن کر ڈاکٹر احمد بھڑک اٹھا۔

''کیا میں زندہ ہوں؟'' میں نے ڈاکٹر احمد سے سوال کیا تو وہ بے یقینی سے مجھے دیکھنے لگا۔

''میری نبض نہیں چل رہی۔۔ میرا دل نہیں دھڑک رہا۔۔ کیا ایسے انسان کو تم زندہ کہہ سکتے ہو۔۔'' میں نے ڈاکٹر احمد سے پھر سوال کیا۔

''سمجھنے کی کوشش کرو احمد۔۔۔ نہ میرا دل دھڑک رہا ہے اور نہ ہی میری نبض چل رہی ہے۔۔۔ پھر بھی میں زندہ ہوں کیوں۔۔۔ قدرت نے مجھے اس حالت میں کیوں زندہ رکھا ہوا ہے۔۔'' میں نے ڈاکٹر احمد سے پھر سوال کیا۔

''میں اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔۔۔ یہ صحیح ہے کہ نہ تمہاری نبض چل رہی ہے اور نہ ہی تمہارا دل دھڑک رہا ہے۔۔ مگر۔۔۔ مگر تم زندہ ہو۔۔'' ڈاکٹر احمد نے جواب دیا۔

''سوچو احمد۔۔ خدا نے مجھے اس حالت میں کیوں زندہ رکھا ہے۔۔۔ پھر شہنائی کے قاتل نے میرے سر پر ساڑھے پانچ بجے وار کیا تھا اور مجھے جب ہوش آیا تو رات کے دس بج رہے تھے اور میں شادمان روڈ پر کھڑا تھا۔ آخر اس ساڑھے چار گھنٹے میں کہاں رہا۔۔۔ یقیناً خدا نے مجھے دوبارہ اس دنیا میں صرف شہنائی کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے بھیجا ہے۔۔۔ پلیز احمد۔۔'' میں نے ڈاکٹر احمد سے التجا کی۔

''یہ بدلے اور انتقام کی باتیں چھوڑو اور آرام سے لیٹ جاؤ۔۔''

''نہیں احمد میں ضرور جاؤں گا۔۔'' میں اسٹریچر سے اٹھتا ہوا بولا تو احمد نے سختی سے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھا اور مجھے زبردستی اسٹریچر پر لیٹا دیا۔

''تم آرام سے لیٹے رہو۔۔ ہسپتال آنے والا ہے۔۔'' ڈاکٹر احمد نے میرے کندھوں پر دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا تو میں اسٹریچر پر لیٹ گیا اور میں نے اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیا میرے ہاتھ اسٹریچر سے نیچے لٹک گئے اسٹریچر سے نیچے ایمبولینس کے فرش پر میرا ہاتھ کسی نوکیلی چیز سے ٹکرایا تو میں نے اس چیز کو اپنی گرفت میں لے لیا وہ نوکیلی چیز ایک میڈیکل نشتر تھا جس سے ڈاکٹر آپریشن کے وقت انسانی جسم کو کاٹتے ہیں۔ نشتر کو گرفت میں لیتے ہی میں جھٹکے سے اسٹریچر پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں نے ڈاکٹر احمد کی گردن

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پر نشتر رکھ دیا۔

''ایمبولینس روکو ورنہ میں ڈاکٹر کی گردن کاٹ دونگا۔۔'' میں نے خوفناک لہجے میں ایمبولینس ڈرائیور کو مخاطب کیا تو اس نے ایمبولینس کے بریک پر پیر رکھ دیئے۔ ایمبولینس آہستہ ہو کر سڑک کنارے رک گئی۔ ڈاکٹر احمد حیرت زدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''سوری احمد۔۔معاف کرنا میں مجبور ہوں۔۔'' میں نے ڈاکٹر احمد سے کہا اور ایمبولینس کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

''یاسر۔۔۔یاسر تم غلطی کر رہے ہو۔۔'' ڈاکٹر احمد نے مجھ سے کہا۔

''میں کوئی غلطی نہیں کر رہا ہوں۔۔۔اور کوئی میرے پیچھے آنے کی کوشش نہ کرے۔۔'' میں نے نشتر لہراتے ہوئے کہا اور سڑک کے ساتھ بنی گلیوں میں بھاگ کھڑا ہوا۔

ایمبولینس سے دور ہونے کے بعد میں دوبارہ سڑک پر آ گیا۔

''مجھے شادمان روڈ چلنا چاہیے۔۔مجھے شہنائی کا قاتل وہیں ملے گا۔۔'' میں نے سوچا اور شادمان روڈ کی جانب قدم بڑھا دیئے میں تیز تیز قدموں سے شادمان روڈ کی جانب رواں دواں تھا۔ تیز چلنے کی وجہ سے میرے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں مگر میں نے پروا نہ کی۔ مجھ پر جنون سا طاری ہو رہا تھا میں جلد از جلد شہنائی کے قاتل تک پہنچنا چاہتا تھا میری کوشش تھی کہ میں لوگوں کی نظروں سے بچتا رہوں ویسے بھی رات کے بارہ بج چکے تھے سردی اپنی عروج پر تھی اس لیے سڑک زیادہ تر سنسان و ویران تھی کبھی کبھی ایک آدھ آدمی آتا جاتا نظر آ رہا تھا۔

''اے خدا۔۔اے میرے مالک۔۔۔تو نے مجھے ابھی تک زندہ رکھا ہے تو میرے معبود۔۔۔مجھے اس قاتل تک بھی پہنچا دے۔۔'' چلتے چلتے میں نے ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا مانگی۔

تھوڑی دیر چلنے کے بعد میں شادمان روڈ پہنچ گیا۔

''شادمان روڈ اتنا بڑا ہے۔۔۔میں اس قاتل کو کہاں ڈھونڈوں۔۔'' شادمان روڈ پہنچ کر میں نے سوچا۔

''قاتل کو اس جگہ پر ڈھونڈنا چاہیے جہاں پر وہ کچھ دیر قبل بھاگتے ہوئے میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔۔'' میرے ذہن میں سوچ ابھری۔

یہ سوچتے ہی میں اس جگہ کی جانب چل دیا جہاں کچھ دیر قبل میں نے قاتل کو کھو دیا تھا اس جگہ پہنچ کر میں نے چاروں طرف بغور نظریں دوڑائیں تو کچھ فاصلے پر مجھے ایک عمارت کے کھنڈرات نظر آئے۔ کافی عرصہ پہلے اس عمارت میں آگ لگ گئی تھی جب سے یہ عمارت اسی طرح ادھ جلی حالت میں کھڑی ہے۔

میں آہستہ آہستہ احتیاط کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے اس عمارت کے قریب پہنچا۔ جب میں اس عمارت کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس عمارت کی جلی ہوئی دیوار کے ساتھ ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہے۔

''اتنی رات گئے اس جلی ہوئی عمارت میں کون ہے اور کیا کر رہا ہے۔۔'' سیاہ کار دیکھ کر تجسس نے میرے اندر سر ابھارا۔

میں نے عمارت کی چھوٹی سے باؤنڈری وال پھلانگی اور عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ عمارت کے اندر داخل ہو کر میں نہایت احتیاط کے ساتھ آواز کیے بغیر آگے بڑھنے لگا۔

عمارت کے اندر ایک کمرے میں مجھے ہلکی سے روشنی نظر آئی جیسے کوئی ایمرجنسی لائٹ جل رہی ہو۔ میں احتیاط کے ساتھ اس کمرے کی جانب بڑھا میں حتی الامکان کوشش کر رہا تھا کہ میرے چلنے سے آواز نہ ہو۔ عمارت مکمل طور پر سنسان تھی سوائے اس ایک کمرے کے عمارت میں مکمل اندھیرا تھا۔ اس عمارت کے متعلق عجیب عجیب کہانیاں مشہور تھیں لہٰذا کوئی اس عمارت کی جانب رخ نہیں کرتا تھا عمارت کی حالت بھی بہت بری تھی۔ جگہ جگہ سے دیواریں گری ہوئی تھیں پلاسٹر اکھڑا ہوا تھا آگ اور دھوئیں سے عمارت مکمل طور پر سیاہ ہو چکی تھی۔ عمارت میں جگہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

جگہ چمگادڑیں الٹی لٹکی نظر آرہی تھیں۔ چمگادڑوں کی سرخ آنکھیں ماحول کے ڈراؤنے پن میں مزید اضافہ کررہی تھیں۔

میں احتیاط کے ساتھ بے آواز چلتا ہوا اس کمرے کے دروازے تک پہنچا جہاں سے روشنی باہر نکل رہی تھی مجھے کمرے سے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں میں دروازے کی آڑ میں چھپ گیا اور کمرے سے آنی والی آوازوں پر کان لگادیئے۔

''وہ۔۔۔وہ زندہ ہے اور۔۔۔مجھے ڈھونڈ رہا ہے۔۔'' مجھے اسی غنڈے کی آواز سنائی دی جو مجھے چائے کے ہوٹل میں ملا تھا شاید کمرے میں کوئی اور بھی تھا جس سے وہ غنڈہ مخاطب تھا۔

غنڈے کی آواز سن کر میری آنکھیں تشکر سے بھیگ گئیں۔ خدا نے میری دعا سن لی اور مجھے شہنائی کے قاتل تک پہنچا دیا ورنہ۔۔اس بڑے سے شہر میں کسی کو تلاش کرنا بھوسے میں سے سوئی ڈھونڈنے کے برابر ہے۔

میں نے اپنے کان اندر سے آنے والی آوازوں پر لگادیئے۔

''بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔۔۔تم نے ہی مجھے فون کر کے کہا تھا کہ تم نے دونوں میاں بیوی کو مار دیا ہیں۔۔پھر۔۔'' مجھے ایک بھاری سی آواز اور سنائی دی

''یہ آواز۔۔۔یہ آواز تو میں پہلے بھی سن چکا ہوں۔۔'' بھاری آواز سن کر میں سوچ میں پڑ گیا ''اس آواز کو میں نے کہاں سنا ہے۔''

''ہاں وہ مر چکا تھا۔۔۔میں نے خود اس کی نبض اور دل کی دھڑکن چیک کی تھی۔۔میری ضرب سے اس کی کھوپڑی ٹوٹ کر اس کے جسم سے علیحدہ ہوگئی تھی اس کا پلپلا مغز اس کے سر سے باہر نکل گیا تھا مگر۔۔مگر اب وہ اسی ٹوٹی کھوپڑی کے ساتھ مجھے ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔۔'' غنڈے کی آواز میں خوف نمایاں تھا۔

''وہم کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔کوئی شخص مرنے کے بعد زندہ نہیں ہوتا۔۔'' بھاری سے آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

''یہ آواز۔۔یہ آواز۔۔یاد آگیا مجھے یاد آگیا۔۔یہ۔۔یہ تو سردار ریاض کی آواز ہے۔اوہ میرے خدا۔۔تو۔۔تو دشمن ملک کا جاسوس۔۔یہ ہے۔اتنی اہم پوسٹ پر بیٹھا ہوا یہ شخص دشمن ملک کا جاسوس ہے۔۔اور۔۔اور۔۔اس نے میری شہنائی کو مروایا ہے۔۔'' غصے سے میری مٹھیاں بھنچ گئیں۔

''فائل کہاں ہے۔۔؟'' سردار ریاض کی آواز پھر ابھری میں نے دروازے کی درز سے کمرے میں جھانکا اندر وہ غنڈہ اور سردار ریاض ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے

''یہ رہی فائل۔۔۔مگر سر میرا کیا ہوگا؟'' غنڈے نے ایک سیاہ رنگ کی فائل سردار ریاض کو دی یہ وہی فائل تھی جس میں شہنائی نے سردار ریاض کے خلاف سارے ثبوت جمع کئے تھے۔سردار ریاض فائل کھول کر دیکھنے لگا۔

''ٹھیک ہے۔۔'' سردار ریاض نے فائل بند کی اور ایک لفافہ اس غنڈے کی جانب بڑھایا۔

''یہ لو۔۔اس لفافے میں رقم ہے اور تمہارا پاسپورٹ اور بنکاک کا ٹکٹ بھی ہے۔تمہاری صبح کی فلائیٹ ہے۔۔۔تم بنکاک چلے جانا اور جب تک یہ معاملہ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا وہیں رہنا۔۔'' غنڈے نے سردار ریاض سے لفافہ لیا اور اسے کھول کر دیکھنے لگا میں دروازے کی جھری سے یہ ساری کاروائی دیکھ رہا تھا۔اب معاملہ میری برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ میں نے ایک زور دار ٹھوکر دروازے کو ماری اور کمرے میں داخل ہوگیا۔

''تم ہو وہ زہریلے ناگ۔۔جس نے میری شہنائی کو قتل کروایا۔۔'' میں نے زہر قند لہجے میں سردار ریاض کو مخاطب کیا مجھے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر سردار ریاض بری طرح بوکھلا گیا۔

''یہ۔۔یہ دیکھیے سر۔۔یہ۔۔یہ زندہ ہے۔۔'' غنڈہ مجھے دیکھتے ہی سردار ریاض سے بولا اس کے آواز میں کپکپاہٹ نمایاں تھی پھر اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا لفافہ کمرے کے کونے میں اچھالا اور اپنی پاس پڑی ایک نوکیلی سلاخ اٹھا کر جنونی انداز میں مجھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پر حملہ آور ہوا میں نے جھکائی دے کر اس غنڈے پر وار خالی کیا اس طرح جھکائی دینے سے میرے سر پر رکھی ٹوپی گر گئی اور میرا بغیر کھوپڑی کا سر عریاں ہو گیا۔

''دیکھے۔۔سر اس کی کھوپڑی غائب ہے۔۔''

غنڈہ میری جانب اشارہ کر کے سردار ریاض سے بولا سردار ریاض کھوپڑی کے بغیر میرے سر سے جھانکتا میرا دماغ دیکھ کر شکتے کی کیفیت میں آ گیا غنڈے نے ایک بار پھر سلاخ سنبھالی اور مجھ پر حملہ کرنا چاہا مگر میں نے آگے بڑھ کر سلاخ کا دوسرا سرا پکڑ لیا غنڈہ مجھ سے سلاخ چھیننے کی کوشش کرنے لگا مگر نہ جانے مجھ میں کہاں سے اتنی طاقت آ گئی کہ وہ غنڈہ مجھ سے سلاخ نہ چھین سکا۔ میں نے سلاخ کو ہلکا سا جھٹکا دیا تو اس غنڈے کے ہاتھ سے سلاخ نکل گئی اور وہ دور جا گرا۔ گرتے ہی اس غنڈے نے پینترا بدلا اور کسی اڑیل بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا میری جانب بڑھا میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی سلاخ سیدھی کر دی سلاخ سیدھے غنڈے کے سینے میں گھس گئی اور وہ ایک بھیانک چیخ مار کر الٹ گیا اور کمرے کے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ غنڈے کے سینے سے گاڑھا گاڑھا سرخ لہو نکل کر کمرے میں پھیلنے لگا۔ تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد غنڈہ ٹھنڈا ہو گیا۔ غنڈے کے مرتے ہی میں سردار ریاض کی جانب مڑا۔ سردار ریاض کمرے کے ایک کونے میں ساکت کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا۔

''تو وہ تم ہو جو میرے پیارے وطن کی جڑوں کو کاٹ رہے ہو اور تم نے میری شہنائی کو بھی مروایا ہے۔۔'' میں نے سردار ریاض کو مخاطب کر کے زہریلے لہجے میں کہا تو سردار ریاض چونک پڑا۔

میں سردار ریاض کی جانب بڑھا تو سردار ریاض نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک سیاہ ریوالور نکال کر مجھ پر تان لیا۔

''میری قریب مت آنا ورنہ۔۔۔ورنہ میں گولی مار دونگا۔۔'' سردار ریاض کی آواز کپکپا رہی تھی۔

''ہاہاہا۔۔'' میں نے ایک قہقہہ لگایا۔۔''اس کھلونے سے وہ ڈرتے ہے جو زندہ ہوں۔۔۔میں تو ایک مردہ ہوں۔۔''

''مم۔۔۔میرے قریب مت آؤ ورنہ میں۔۔۔میں گولی چلا دونگا۔۔'' سردار ریاض خوف سے کانپتے ہوئے بولا۔

''میں موت کا فرشتہ ہوں اور اپنی بیوی کا انتقام لینے آیا ہوں۔۔تم اپنی خواہش پوری کر لو۔۔چلاؤ گولی۔۔'' میں نے آگے بڑھتے ہوئے سردار ریاض سے کہا تو۔۔۔تو سردار ریاض نے خوف سے کانپتے ہوئے گولی چلا دی۔

گولی چلنے کا زور کا دھماکا ہوا اور گولی سیدھی میرے سینے میں گھس گئی مگر۔۔مگر مجھے اس گولی سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی بس ایسا لگا جیسے کوئی سوئی چبھی ہو۔۔میرے بڑھتے جسم کو ایک جھٹکا لگا اور بس۔۔میں نے اپنے سینے کی جانب دیکھا۔ جہاں گولی لگی تھی۔ وہاں ایک سوراخ ہو گیا تھا اور اس سوراخ سے سیاہ مادہ نکل رہا تھا میں نے اپنی انگلی اس سوراخ میں ڈالی اور اسے گھمایا تو میری انگلی سیاہ مادے سے بھر گئی میں نے اپنی انگلی اپنے کپڑوں سے صاف کی اور سردار ریاض کی جانب بڑھا جو انتہائی خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ خوف کے مارے اس کی آنکھیں اس کے حلقوں سے باہر نکل رہی تھیں۔ اس کے پیر کانپ رہے تھے اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑ چکا تھا۔ وہ دیوار کے سہارے کھڑا مجھے تک رہا تھا میں نے آگے بڑھ کر سردار ریاض کی گردن پکڑ لی سردار ریاض میرے ہاتھوں میں بنا پانی کی مچھلی کی طرح تڑپنے لگا میں اپنا دوسرا ہاتھ بڑھا کر سردار ریاض کے ہاتھ سے وہ سیاہ فائل چھین لی جس کی وجہ سے میری شہنائی کی جان گئی تھی۔ جس میں سردار ریاض کے جاسوس ہونے کے تمام ثبوت موجود تھے فائل کو دیکھ کر مجھے ایک دم غصہ چڑھ گیا اور میں نے سردار ریاض کے گلے پر اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھا دیا سردار ریاض بری طرح تڑپ رہا تھا اس کے منہ سے بھیانک چیخیں نکل رہی تھیں میں نے اپنا انگوٹھا سردار ریاض کے نرخرے پر رکھا اور اپنی پوری قوت سے دبایا تو میرا انگوٹھا سردار ریاض کے نرخرے کو پھاڑتا ہوا اندر گھس گیا۔ سردار ریاض کے حلق سے خون کا فوارا بہہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نکلا میں نے سردار ریاض کو چھوڑ دیا۔ سردار ریاض کمرے کے فرش پر گر کر تڑپنے لگا اور کچھ دیر تڑپنے کے بعد اس نے اپنی جان دے دی۔ کمرے کے فرش پر سردار ریاض لاش کی صورت میں پڑا تھا۔ میں نے سردار ریاض کے لاش پر نفرت سے تھوک دیا۔

یہ وہ ظالم تھا جس نہ صرف میرے ملک سے غداری کی بلکہ میری شہنائی کو بھی مجھ سے چھین لیا۔ مجھے سردار ریاض کے چہرے سے گھن آرہی تھی میں نے نفرت سے سردار ریاض کی لاش کو دیکھا اور اپنا دایاں پیر اٹھا کر زور سے سردار ریاض کے چہرے پر مارا تو سردار ریاض کا منہ ٹیڑھا ہوگیا۔

سردار ریاض کے مرنے کے بعد میں فائل لے کر اس جلی ہوئی عمارت سے باہر آیا اور سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگا اچانک میرے پیچھے کسی گاڑی نے زوردار بریک لگائے۔ بریک لگانے کی بھیانک آواز فضا میں پھیلی تو میں اچھل پڑا اور فوراً ایک سائیڈ میں ہوگیا پھر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرے پیچھے ایک ایمبولینس کھڑی تھی اور اس ایمبولینس میں سے ڈاکٹر احمد باہر نکلا اور میرے پاس آیا۔

''مجھے معاف کرنا احمد میں نے تمہاری ساتھ ناروا سلوک کیا۔'' ڈاکٹر احمد جب میرے قریب آیا تو میں نے اس سے گزشتہ واقعے کی معافی مانگی۔ جب میں نے ایمبولینس سے فرار ہوتے وقت ڈاکٹر احمد کی گردن پر نشتر رکھا تھا۔

''کوئی بات نہیں یاسر۔۔۔تم نے جو کیا وہ حالات کی مجبوری تھی۔۔۔مگر اب تمہیں فوراً ہسپتال چلنا چاہیے۔۔'' ڈاکٹر احمد نے مجھے بازو سے پکڑتے ہوئے کہا۔

''ضرور۔۔۔اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔۔میں نے اپنی شہنائی کا بدلہ لے لیا''

''کیا۔۔کیا تم نے شہنیلا کے قاتلوں کو مار ڈالا۔۔'' ڈاکٹر احمد نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں۔۔۔اس کی لاش اس جلی ہوئی عمارت کے کھنڈر میں پڑی ہے اور ساتھ ہی حکومت کے ایک اعلیٰ عہدیدار سردار ریاض کی لاش بھی اس کھنڈر میں پڑی ہے جو دراصل دشمن ملک کا جاسوس تھا۔ سردار ریاض کے خلاف سارے ثبوت اس فائل میں موجود ہیں سردار ریاض ہی نے کرائے کے قاتل کے ذریعے شہنائی کو مروایا تھا۔۔'' میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی فائل ڈاکٹر احمد کو دے دی۔

ڈاکٹر احمد نے فائل میرے ہاتھ سے لی اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔

''اوہ مائی گاڈ۔۔اس میں تو اور بھی لوگوں کے نام ہیں جو ہمارے دشمن ملک کے لیے جاسوسی کر رہے ہیں۔۔'' ڈاکٹر احمد فائل پڑھتے ہوئے بولا۔

''میں آئی جی کو فون کرتا ہوں۔۔'' اتنا کہہ کر ڈاکٹر احمد نے اپنا موبائل نکالا اور آئی جی کو فون کرنے لگا۔

مجھے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ میں ایمبولینس کا سہارا لے کر سڑک پر بیٹھ گیا فون سے فارغ ہو کر ڈاکٹر احمد میرے پاس آیا اور مجھے سہارا دے کر کھڑا کیا اور ایمبولینس کا دروازہ کھول کر مجھے اسٹریچر پر لٹایا اور آکسیجن کا ماسک میرے منہ پر لگایا پھر ایمبولینس کے ڈرائیور کو مخاطب کر کے کہا۔

''یاسر کو فوراً ہسپتال لے جاؤ اور وہاں ڈاکٹر شائستہ سے کہنا کہ یاسر کو فوری ٹریٹمنٹ دے۔۔۔''

اتنا کہہ کر ڈاکٹر احمد میری جانب مڑا اور کہنے لگا۔

''آئی جی اور پولیس کے دیگر حکام خود یہاں آرہے ہیں۔۔۔مجھے ان کا انتظار کرنا پڑے گا لہٰذا تم ہسپتال جاؤ۔۔'' ڈاکٹر احمد کی بات سن کر میں نے اقرار میں سر ہلا دیا۔ ڈاکٹر احمد کے ایمبولینس سے اترتے ہی ایمبولینس ڈرائیور نے ایمبولینس آگے بڑھا دی مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ میرا ذہن اندھیروں میں ڈوب رہا تھا میں نے آنکھیں بند کر لیں تھوڑی ہی دیر میں، میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگیا میرا ذہن اندھیروں میں ڈوب گیا میری آنکھیں بند ہوگئیں۔

''ویل ڈن۔۔مسٹر یاسر نے تو بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔۔'' آئی جی فائل پڑھتے ہوئے بولے

''سر اس فائل کے لیے یاسر کے وائف مشہور صحافی شہنیلا یاسر کا قتل ہوا اور خود یاسر شدید زخمی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہے۔'' ڈاکٹر احمد نے آئی جی کو بتایا۔

''ہوں۔۔'' آئی جی نے ہنکارا بھرا۔ ''میں نے اعلیٰ حکام کو فون پر تفصیل بتا دی ہے جن لوگوں کا نام اس فائل میں ہے بس کچھ ہی دیر میں وہ سب گرفتار ہو جائیں گے۔۔'' آئی جی بولے۔

''سر۔۔ شہنیلا اور یاسر کی قربانی ضائع نہیں جانی چاہیے۔۔'' ڈاکٹر احمد نے آئی جی سے کہا۔

''قطعی نہیں۔۔۔ میں نے اس فائل کی بابت آرمی کو بھی مطلع کر دیا ہے۔۔ وہ لوگ بھی پہنچنے والے ہیں۔۔'' آئی جی نے جواب دیا۔

''یاسر خود کہاں ہے۔۔؟'' اتنی دیر سے خاموش انسپکٹر خان نے ڈاکٹر احمد سے پوچھا

''یاسر کی حالت بہت خراب تھی لہٰذا میں نے اسے ہسپتال روانہ کر دیا۔۔'' ڈاکٹر احمد نے جواب دیا

کچھ ہی دیر میں وہاں پولیس اور آرمی کے اعلیٰ افسران پہنچ گئے۔ فائل کو محفوظ ہاتھوں میں دیکھ کر ڈاکٹر احمد اور انسپکٹر خان ہسپتال کی جانب چل دیئے۔

☆☆☆

''ڈاکٹر شائستہ۔۔'' ہسپتال کے کوریڈور میں ڈاکٹر احمد نے ڈاکٹر شائستہ کو پکارا ڈاکٹر احمد کے ساتھ انسپکٹر خان بھی موجود تھے۔

''سر آپ۔۔۔ اتنی رات کو۔۔'' ڈاکٹر شائستہ نے ڈاکٹر احمد کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔

''ڈاکٹر شائستہ میں نے ایک گھنٹہ پہلے ایک مریض آپ کو ریفر کیا تھا اس کی حالت اب کیسی ہے۔۔'' ڈاکٹر احمد نے ڈاکٹر شائستہ کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

''مریض۔۔'' ڈاکٹر شائستہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔۔ ''سر آپ نے مریض نہیں بلکہ ایک لاش بھیجی تھی۔ مشہور صحافی شہنیلا یاسر کے شوہر یاسر جواد کی لاش۔۔'' ڈاکٹر شائستہ نے تفصیل سے جواب دیا۔

''لاش۔۔'' ڈاکٹر احمد اور انسپکٹر خان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''جی ہاں۔۔ لاش اور میں نے اس لاش کا پوسٹ مارٹم بھی کر دیا ہے۔۔ یہ رہی اس کی رپورٹ۔۔'' ڈاکٹر شائستہ نے اپنی ہاتھ میں پکڑی رپورٹ ڈاکٹر احمد کو دی تو ڈاکٹر احمد رپورٹ پڑھنے لگے۔

''یہ۔۔ یہ کیسے ممکن ہے۔۔'' رپورٹ پڑھنے کے بعد ڈاکٹر احمد بولے۔

''کیا ہوا۔۔'' انسپکٹر خان نے پوچھا تو ڈاکٹر احمد نے رپورٹ انسپکٹر خان کو دے دی۔

''یہ۔۔ یہ کیسے ممکن ہے مسٹر یاسر کی موت شام ساڑھے پانچ بجے ہو گئی تھی۔۔ ڈاکٹر شائستہ آپ سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی کیونکہ رات گیارہ بجے تو یاسر ہمارے ساتھ تھا۔۔'' انسپکٹر خان حیران تھے۔

''پوسٹ مارٹم کرنے کا میرا بیس سال کا تجربہ ہے۔۔ میں لاش دیکھ کر اس کے مرنے کا صحیح وقت بتا سکتی ہوں۔۔ مسٹر یاسر کے موت شام ساڑھے پانچ بجے سر پر لگنے والی شدید ضرب کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔ اس شدید ضرب نے مسٹر یاسر کے کھوپڑی کو چٹخا کر رکھ دیا تھا اور مسٹر یاسر نے موقع پر ہی دم توڑ دیا تھا۔'' ڈاکٹر شائستہ نے جواب دیا۔

''لیکن۔۔۔'' انسپکٹر خان نے کچھ کہنا چاہا مگر ڈاکٹر احمد نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں مزید کچھ بولنے سے روک دیا۔

''کچھ باتیں ہماری عقل سے باہر ہوتی ہیں۔۔۔ شہنیلا سے شدید محبت اور اس کے قاتل سے انتقام لینے کے لیے یاسر کی روح دوبارہ اس کے جسم میں داخل ہو گئی تھی۔۔ شاید یہ بات ہماری عقل میں نہ آئے مگر جب ایمبولینس میں، میں نے نبض دیکھنی چاہی اور اس کے دل کی دھڑکن سننی چاہی تو نہ اس کی نبض چل رہی تھی اور نہ ہی اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ سائنسی طور پر وہ اس وقت ہی مر چکا تھا بس انتقام کے جنون میں اس کا مردہ زندہ تھا اور جیسے ہی اس نے اپنا انتقام لیا وہ مر گیا۔۔ شاید عقل اس بات کو تسلیم نہ کرے لیکن محبت میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔۔'' ڈاکٹر احمد نے انسپکٹر خان سے کہا تو انسپکٹر خان نے شیشے کی دیوار کے پار رکھی یاسر جواد کی لاش کو دیکھا یاسر کا چہرہ ایک دم پرسکون تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ مرا نہیں ہو بلکہ پرسکون نیند سو رہا ہو۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

بس ذرا سی چھاؤں لی تھی

محمد قاسم خان بلوچ

اُس نوجوان کی پُراسرار داستان، جو آج بھی ایک بُری آتما کی قید میں جی رہا ہے

وہ گرمیوں کے دن تھے۔ ہمارے ساتھ والے گاؤں میں میرے ایک دوست کی والدہ فوت ہوگئی تھیں اور آج اُن کے ختم شریف کا دن تھا۔ میں نے صبح صبح ہی وہاں جانے کی تیاری کی اور سائیکل پر سوار ہوکر اس گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر ختم شریف میں شامل ہوا پھر اپنے دوست سے اجازت لے کر واپس اپنے گاؤں کی طرف چل پڑا۔ تقریباً ایک کلومیٹر کا سفر طے کرنے کے بعد میں نے اپنی سائیکل کا رخ ایک کچی سڑک کی طرف موڑ لیا۔ میری کوشش تھی کہ میں درمیانی رستوں سے ہوتا ہوا جلد سے جلد اپنے گھر پہنچ جاؤں۔ جس کچی سڑک کی طرف میں نے اپنی سائیکل کا رخ موڑا تھا یہ کچی سڑک ایک بڑی نہر کے ساتھ دور تک منسلک تھی نہر اور کچی سڑک کے کناروں کے ساتھ بہت سارے پرانے درخت بھی موجود تھے جن سے مجھے یہ فائدہ ہو رہا تھا کہ چلتے ہوئے جسم پر ان درختوں کا سایہ پڑ رہا تھا اور کچھ حد تک گرمی سے بچت ہو رہی تھی۔

پھر کافی دور تک چلنے کے بعد جب میں تھک گیا تو میں نے ایک جگہ رکنے کا فیصلہ کیا تاکہ کچھ دیر کے لیے کسی درخت کے سائے میں بیٹھ کر آرام کرسکوں۔ یہی سوچ کر ایک جگہ میں نے اپنی سائیکل روک لی اور سائیکل روکنے کے بعد میں نے سائیکل کے دونوں ٹائروں کی ہوا چیک کی اور ساتھ ہی ایک کیکر کے درخت کے پاس اس کی چھاؤں میں بیٹھ گیا۔ کیکر کا یہ ایک بہت پرانا درخت تھا جس کے تنے پر چند شاخیں موجود تھیں لیکن اس کی چھاؤں گھنی اور نہایت ٹھنڈی تھی۔ میرے چہرے کا رخ کیکر کے اس درخت کے تنے کی طرف تھا۔ میں نے اس درخت کا بغور جائزہ لیا۔ اس درخت کا رنگ عمر کی زیادتی کی وجہ سے بہت زیادہ سیاہ ہو چکا تھا لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اس درخت کا تنا ابھی بھی ٹھیک حالت میں تھا۔ اس کی چھاؤں میں سکون اس قدر تھا کہ میں کتنی ہی دیر تک اس درخت کے پاس بیٹھا رہا۔ مجھے کچھ بھی یاد نہیں تھا بس مجھے وہاں سکون اتنا مل رہا تھا کہ دل کر رہا تھا کہ ساری زندگی اس درخت اور اس جگہ پر گزار دوں اور یہاں سے دور کہیں نہ جاؤں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پتا نہیں اس درخت میں ایسی کیا بات تھی کہ میں نے دو تین بار وہاں سے اٹھنے کی کوشش بھی کی لیکن اس درخت کی چھاؤں نے وہاں سے نہ جانے پر مجبور کر دیا۔ میں نے سوچا کچھ دیر اور رک جاتا ہوں۔ جانا تو ہے ہی تھوڑی دیر بعد چلا جاؤں گا۔ چند لمحے اور گزرے تو مجھے نیند آنے لگی اور میں غنودگی کی حالت میں ڈوب گیا۔ اچانک نیند کی وجہ سے مجھے شدید جھٹکا لگا تو میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا لیکن سوائے میری سائیکل کے اور کوئی چیز موجود نہیں تھی۔

اب میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ اب جو بھی ہو میں یہاں سے ضرور اٹھ جاؤں گا، میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سائیکل پر سوار ہو کر جیسے ہی آگے بڑھنے کی ہمت کی لیکن سائیکل لے کر آگے بڑھنے سے جواب دے دیا اس لیے کہ سائیکل کے پچھلے ٹائر میں ہوا موجود نہیں تھی۔ ٹائر میں ہوا کا نہ ہونا ایک عجیب سی بات تھی کیونکہ جب میں نے اس جگہ سائیکل کھڑی کی تھی تو میں نے تسلی سے دونوں ٹائروں کی ہوا چیک کی تھی۔ اب یہ ہوا ٹیوب ٹائر سے کس طرح غائب ہو گئی تھی۔ یہ بات میری سمجھ سے باہر تھی۔ لہٰذا اب باقی سفر مجھے پیدل طے کرنا پڑ گیا تھا۔ خیر جانا تو مجھے لازمی تھا سو میں پیدل چلنے لگا۔

تھوڑی دور پیدل چلنے کے بعد میں کچی سڑک سے اتر کر ایک پگڈنڈی پر ہو لیا۔ میری سوچیں ابھی بھی اس درخت اور اس جگہ کی طرف ہی مائل تھیں اور دل اداس ہو گیا تھا اس درخت اور جگہ کو چھوڑ کر آنے سے میرا دل مجھے بار بار مجبور کرنے لگا کہ میں پھر واپس اس جگہ چلا جاؤں جہاں میں کچھ دیر کے لیے بیٹھا تھا۔ میں نے کس طرح اپنے دل پر قابو رکھا یہ میں ہی جانتا ہوں۔ میں پیدل چلتا رہا پھر ایک ڈیرہ آ گیا، میں اس ڈیرے کے قریب گیا تو وہاں یہ موجود میرا ایک واقف دوست چارپائی پر لیٹا سگریٹ پی رہا تھا۔ اس نے آواز دے کر مجھے اپنے پاس بلا لیا۔ سلام دعا کے بعد وہ میرے لیے ٹھنڈا پانی لے آیا میں نے پانی پی لیا تو وہ کہنے لگا۔

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

''یار جابد خیر تو ہے تم پیدل آرہے تھے۔ حالانکہ تمہارے پاس سائیکل بھی ہے۔'' میں نے اسے ساری بات بتائی تو وہ کہنے لگا۔ ''یار تم پریشان نہ ہو، میں ہوا بھرنے والا پمپ لے آتا ہوں۔ تم ہوا بھر کے دیکھ لو ہو سکتا ہے ہوا ٹائر میں بھر جائے اور تم آسانی سے گھر جا سکو۔''

اپنے دوست کی بات سن کر مجھے تسلی ہوئی تو میں نے اسے کہا کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ اب جلدی سے پمپ لے آؤ۔''

یہ سن کر وہ اپنے گھر گیا اور پمپ لے آیا اور اس نے خود ہی سائیکل میں ہوا بھری یوں میں نے اس سے اجازت مانگی اور اپنے گاؤں کی طرف چل پڑا۔ باقی سفر میں نے سائیکل پر آدھے گھنٹے میں طے کیا لیکن حیرانگی والی بات میرے لیے یہ تھی کہ اتنی دیر اور اتنے وقت میں ابھی تک ٹائر سے ہوا نہیں نکلی تھی۔

گھر پہنچ کر میں نے نماز عصر ادا کی اور سو گیا پھر جیسے ہی مجھے نیند جاگ ہوئی میں نے ایک بار پھر سائیکل کے پچھلے ٹائر کی ہوا چیک کی لیکن ہوا ابھی تک موجود تھی۔ اب میں کچھ پریشان سا ہو گیا کہ اگر ٹائر پنکچر ہوتا تو اب تک ہوا کو نکل جانا چاہیے تھا لیکن ٹائر صحیح ہونے پر اس کی ہوا کا غائب ہو جانا..... آخر یہ کیا راز تھا؟ میں نے بہت غور کیا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

نماز عشاء ادا کرنے کے بعد میں قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہو گیا۔ میری عادت تھی کہ میں نماز عشاء کے بعد قرآن مجید کی تین سورتیں لازمی تلاوت کرتا تھا۔ اپنی والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لیے، جن میں سورۂ بقرہ کی آخری آیات، سورۂ یاسین، سورۂ ملک اور سورۂ مزمل ان سورتوں کی تلاوت کے بعد میں اپنی چارپائی پر لیٹ گیا اور ذکرِ الٰہی کرنے لگا۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میں جب لیٹ کر ذکر الٰہی کر رہا تھا تو اپنے ہوش و حواس میں تھا اور نیند تو مجھ سے کوسوں دور تھی میری عادت بن چکی تھی میں رات کو تھوڑا لیٹ سوتا تھا۔ پر اب میں نے محسوس کیا کوئی زبردستی میری آنکھوں کو بند کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں جاگ رہا تھا لیکن میری آنکھیں اچانک بند ہو گئیں اور مجھے اپنی آنکھوں پر تھوڑا سا بوجھ بھی محسوس ہوا۔ میں نے فوراً اپنی آنکھیں کھولیں اور سوچ میں پڑ گیا کہ یہ ابھی کیا ہوا تھا میرے ساتھ۔

میں نے اپنے باقی گھر والوں کی طرف دیکھا وہ سبھی سو رہے تھے جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو میں پھر اپنی چارپائی پر لیٹ گیا اور پھر سے ذکر الٰہی کرنے لگا ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے پھر سے وہی کچھ محسوس ہوا۔ میں جاگ رہا تھا لیکن میری آنکھیں پھر سے بند ہو رہی تھیں لیکن اب میں کوشش کرنے کے باوجود اٹھ نہ سکا اور میری آنکھیں بند ہوئیں اور مجھ پر نیند طاری ہونے لگی اور سکون بھی۔ وہ منظر ابھی تک یاد ہے کہ میں سو ضرور گیا تھا لیکن مجھے ہوش بھی تھا اور جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا تھا وہ میں محسوس کر رہا تھا لیکن میرا وجود بے بس ہو گیا تھا کہ میں کوئی حرکت کر سکوں۔

جب مجھے نیند آئی تو میں نے دیکھا کہ خواب میں، میں ایسی جگہ پر کھڑا ہوں۔ وہ جگہ ویران سی جگہ ہے اور اس ویران جگہ پر میرے سامنے دو عورتیں کھڑی تھیں اور میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔

ان دونوں میں ایک بوڑھی عورت تھی جب کہ دوسری نہایت خوب صورت اور جوان لڑکی۔ میں بھی ان دونوں کی طرف دیکھ رہا ہوں خوب صورت اور جوان لڑکی نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور اپنے ساتھ کھڑی بوڑھی عورت سے پوچھنے لگی امی یہ خوب صورت لڑکا کون ہے۔ تو بوڑھی عورت اسے بتانے لگی۔ بیٹی کیا تجھے نہیں پتا یہ وہی لڑکا تو ہے جو آج دوپہر کے وقت ہماری رہائش والی جگہ پر آ کر بیٹھا تھا۔ دھوپ اور گرمی کی وجہ سے۔ میں نے اسے وہاں دیکھا تو یہ مجھے بہت اچھا لگا اور میں نے اس کے ساتھ ایک شرارت بھی کی تھی تاکہ یہ وہاں سے ہمیں چھوڑ کر اپنے گھر نہ جا سکے لیکن یہ پھر بھی وہاں نہ رکا اور اپنے گھر چلا گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ اس کے گھر چلی آئی تاکہ اس کا گھر دیکھ سکوں اس کو اس بات کی ذرا بھی خبر نہیں تھی کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میرے گھر آیا ہے۔

اب سیتا بیٹی میں تمہیں اپنے ساتھ اس کے گھر لے آئی ہوں تاکہ تو بھی اسے پسند کرلے میں نے تو اسے تیرے لیے پسند کرلیا ہے۔ یہ سن کر وہ جوان لڑکی کہنے لگی۔ امی یہ لڑکا مجھے بھی پسند آیا ہے لیکن ہم میں اور اس میں فرق بہت بڑا ہے۔ امی تم نے دیکھا نہیں کہ یہ نماز اور قرآن کی تلاوت بھی کررہا تھا کچھ دیر پہلے جس کا مطلب کہ یہ ایک مسلمان لڑکا ہے اور ہم تو مسلمانوں سے سخت نفرت کرتے ہیں۔''

یہ سن کر بوڑھی عورت نے اپنی جوان لڑکی کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔ سیتا بیٹی تو فکر مت کر ہم اس کے جسم اور دماغ پر قبضہ کرلیں گے تو پھر یہ ہمارے حکم اور ہماری مرضی کے مطابق اپنی زندگی گزارے گا اور یہ اپنی مرضی کا کوئی بھی کام نہیں کرسکے گا۔ یہ سن جوان لڑکی خوش ہوئی اور کہنے لگی پر امی یہ سب کچھ ہوگا کس طرح یہ سن کر بوڑھی عورت کہنے لگی۔ سیتا بیٹی ابھی سب کچھ دکھاتی ہوں کہ یہ کس طرح ہوگا۔

یہ کہہ کر اس بوڑھی عورت نے اپنا ایک بازو میری طرف لمبا کیا اور اپنا ہاتھ میرے سینے پر دل کی جگہ پر رکھا تو میرے دل میں شدید درد ہوا اور دل میں گھبراہٹ اور خوف کی وجہ سے میں ایک زوردار چیخ کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔ چیخ کی آواز سن کر سبھی گھر والے بھی گھبرا کر اٹھ گئے۔ میرے ابو نے جلدی سے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور پوچھنے لگے۔

''عابد بیٹا کیا ہوا خیر تو ہے، کس چیز سے ڈر گئے کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا تم نے۔''

لیکن میں ڈر اور خوف میں اس قدر بندھا تھا کہ مجھے میرے ہی گھر سے خوف آرہا تھا۔ میرے آس پاس گھر والے ضرور موجود تھے لیکن ان کے علاوہ مجھے کسی اور مخلوق کی موجودگی کا بھی احساس ہورہا تھا۔ میرے ابو نے جب دوبارہ مجھ سے پوچھا تو میں نے کچھ بتائے بغیر اپنے ابو سے کہا۔

''ابو خدا کے لیے مجھے اس گھر سے کہیں دور لے جاؤ۔ مجھے اس گھر سے ڈر لگ رہا ہے۔''

ابو مجھے تھام کر اپنے ساتھ میرے چچا کے گھر لے آئے۔ وہ سب بھی اس صورت حال سے پریشان ہو گئے پھر بھی کہنے لگے عابد اب ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں تم خواب میں ڈر گئے تھے۔ اب آیت الکرسی پڑھ کر ادھر ہی سو جاؤ۔ انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا دوبارہ۔'' لیکن اب میں ان سب لوگوں کو کیا بتاتا اور کس طرح یقین دلاتا کہ میں نے خواب میں سب کچھ حقیقت میں دیکھا ہے اور میں اپنے پاس کسی اور مخلوق کی موجودگی بھی محسوس کررہا ہوں اور میرے جسم میں کچھ عجیب طرح کی حرکتیں ہورہی ہیں۔

میرے جسم میں ایک عجیب طرح کی حرکت ہورہی تھی۔ خاص طور پر ٹانگوں اور دماغ میں۔ مجھے اپنی رگوں میں چیونٹیاں رینگتی محسوس ہورہی تھیں۔ ٹانگوں اور دماغ میں سنسناہٹ تھی، میں خوف کے عالم میں اپنے رب کو یاد کرکے اس سے مدد مانگ رہا تھا کہ یا اللہ یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے یا اللہ میری مدد کر۔ کچھ دیر بعد سبھی لوگ سو گئے لیکن مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ میرے دماغ میں نہ جانے کس نے یہ خیال پیدا کردیا کہ عابد اگر تم نے سونے کی کوشش کی تو ہم تم کو پھر ڈرائیں گے۔ بہتر ہے جاگتے رہو یہ تمہارے لیے اچھا ہے۔'' مجھے پورا یقین ہوگیا تھا کہ میرا جسم میرا دماغ کسی اور مخلوق کے قبضے میں ہے۔ میں پریشان اور خوف زدہ سا سوچوں میں گم تھا تو میں نے اپنے بہت ہی قریب ایک عجیب سی آواز سنی۔ ڈر کر اپنے آس پاس دیکھا تو میرے سامنے سے ایک بے نام سا سایہ صحن کی دیوار کی طرف جاتا ہوا دکھائی دیا اور پھر وہ سایہ دیوار کے پاس جاکر ایک انتہائی خوفناک شکل میں تبدیل ہوگیا جس کی وحشت میری کمزور آنکھیں برداشت نہ کرسکیں اور میں چیخیں مارنے لگا۔

اس بار میری چیخوں کی آواز بہت سارے گھروں میں سنائی دی تھی تو بہت سارے لوگ ہمارے پاس جمع ہوگئے اور پوچھنے لگے عابد کو آج کیا ہوگیا ہے جو یہ ڈر کر اتنی زور سے چیخیں مار رہا ہے ابو نے سب کو سب کچھ بتایا کہ یہ پہلے خواب میں ڈرا تھا اور اب جاگتے ہوئے ڈرا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ سن کر کچھ لوگ کہنے لگے عابد بیٹا بتاؤ بھلا آج تم کہاں گئے تھے اور کس کس جگہ بیٹھے تھے۔ کہیں تم کسی ایسی جگہ تو نہیں جا کر بیٹھے جہاں ہوائی مخلوق رہتی ہو اور ان کو تمہارا وہاں بیٹھنا پسند نہ آیا ہو۔ اس لیے وہ تم کو اب ڈرا رہے ہوں، اس بات کا بدلہ لینے کے لیے۔''

یہ سنتے ہی مجھے سب کچھ یاد آ گیا کہ میں کس جگہ دھوپ سے بچنے کے لیے بیٹھا تھا۔ وہ جگہ، وہ کیکر کا درخت میری آنکھوں میں کسی عکس کی طرح آ بسا جیسے میں ابھی بھی اس درخت کے پاس بیٹھا ہوں۔

جب یہ سب کچھ میرے ذہن میں آ گیا تو ایک بار پھر میرے دماغ میں کسی نے یہ بات کہی کہ عابد تم کو ابھی جو کچھ بھی یاد آیا ہے وہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ تم دوپہر کو ہمارے پاس آ کر بیٹھے تھے اور ہم اس جگہ کے مالک ہیں اور ہم ہی تم کو ڈرا رہے ہیں۔ ہم تم کو اپنا بنانے کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں لیکن اب یہ کسی کو بھی مت بتانا کہ میں دوپہر کو کس جگہ پر جا کر بیٹھا تھا۔ وہ کس طرح کی جگہ تھی اور وہاں کیا کچھ تھا ورنہ ہم تم کو ڈرا ڈرا کر مار دیں گے۔''

میں نے اپنے دماغ میں یہ بات سنی تو میں نے ڈر کے مارے اپنے دماغ میں ہی ان کو جواب دیتے ہوئے کہا خدا کے لیے مجھے ڈراؤ مت میں کسی کو بھی کچھ نہیں بتاؤں گا۔''

میری اس بات پر پھر میرے دماغ میں کہا گیا۔ شاباش عابد ہماری بات مانو گے تو بھلائی میں رہو گے۔''

اب اس بات میں کوئی شک تو باقی نہیں رہا تھا کہ میں کسی اور مخلوق کے قبضے میں پھنس گیا تھا اور جس جگہ پر میں دوپہر کو جا کر بیٹھا تھا وہاں حقیقت میں ہوائی مخلوق کی رہائش تھی۔ جنات یا پھر کسی چڑیل کی۔ اب میں ان کی قید میں آ چکا تھا میں افسوس کرنے لگا کاش میں اس جگہ نہ بیٹھتا تو اب اس مصیبت میں نہ پھنستا اب سوائے افسوس کے اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔

پوری رات بیت گئی۔ میں ایک پل بھی نہ سو سکا اور ساری رات میرے دماغ میں ڈر اور خوف چھایا رہا۔ میرے ساتھ میرے ابو بھی جاگتے رہے اور مجھے تسلیاں دیتے رہے کہ عابد بیٹا فکر نہ کرو صبح ہو گی تو میں آپ کو کسی پیر کے پاس لے جاؤں گا۔'' وہ میرا باپ تھا اور ایک باپ ہونے کے ناتے میرا دکھ درد محسوس کر رہا تھا۔

☆.....☆

اگلی صبح دس بجے میرے ابو اور دو لڑکے مجھے ایک پیر صاحب کے پاس لے گئے۔ ابھی ہم راستے میں تھے کہ میرا جسم بے چین اور بے قرار ہونے لگا۔ جیسے میں صدیوں کی مسافت طے کر کے تھکا ہوا تھا۔ ٹانگوں میں گرمائش اور درد ہونا شروع ہو گیا، دل گھبرانے لگا اور پھر وہ مخلوق دماغ میں ہی مجھ سے باتیں کرنے لگی۔

''عابد! تم اچھا نہیں کر رہے ہو پیر صاحب کے پاس جا کر۔ تم نے رات کو وعدہ کیا تھا کہ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا اب کیوں پیر صاحب کے پاس جا رہے ہو۔ بہتر ہے واپس چلے جاؤ نہیں تو بعد میں تم کو بہت ساری تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے گا جو تمہاری ہمت سے کہیں بڑھ کر ہوں گی اور ہاں عابد ہم تم کو اب بتا رہے ہیں کہ ہم تمہارے کو زندگی بھر نہیں چھوڑیں گے۔ یہ ہمارا تم سے وعدہ ہے تم کہیں بھی بھاگ کر ہم سے دور نہیں جا سکتے۔ اس لیے کہ تمہارا وجود ہماری قید میں ہے۔

عابد میں تم کو اب بتا رہی ہوں کہ میرا نام سیتا ہے اور میں جنات میں سے ہوں میں نے تم کو اپنے لیے پسند کیا ہے۔ اب تم میرے ہو اور میرے رہو گے۔ تم اس پیر تو کیا خواہ اس سے بڑے طاقت ور پیر کے پاس بھی چلے جاؤ یہ تمہیں ہم سے کبھی جدا نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے بہتر ہے واپس چلے جاؤ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اب تم اگر پیر صاحب کے پاس چلے جاؤ گے تو وہ ہمیں تھوڑی بہت تکلیف دے گا اور بعد میں اس تکلیف کا بدلہ ہم تم سے لیں گے۔ تمہیں سزا دے کر اب تمہاری مرضی ہے۔''

ان کی اس بات پر میں نے بس اتنا ہی کہا تم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

صرف مجھے تنگ کررہے ہو۔ نہ آپ کو مجھ سے محبت ہے اور نہ ہمدردی۔ میں اپنے جسم میں آپ کا وجود برداشت نہیں کرسکتا۔ میں ضرور پیر کے پاس جاؤں گا۔''

اس کے بعد میرا جسم ہلکا ہونا شروع ہوگیا اور میں اونچی آواز میں کلمہ طیبہ کا ورد کرنے لگا۔ میں اچھی طرح سے سب کچھ سمجھ رہا تھا کہ کلمہ طیبہ کا اونچی آواز میں ورد میں نہیں کررہا تھا بلکہ میرے جسم میں موجود جاوی جن جس نے اپنا نام سیتا بتایا تھا یہ ورد وہ کررہی تھی۔ اس کلمہ طیبہ کا اونچی آواز میں پڑھنے کا مقصد میرے ساتھ آنے والے لوگوں کو دھوکہ دینے کا تھا کہ وہ اب جان تو چکے ہیں کہ اس لڑکے پر کسی ہوائی مخلوق کا سایہ ہوگیا ہے۔ تو اب ان کو یہ بھی پتا چل جائے کہ یہ ہوائی مخلوق ایک مسلمان ہے جو اس لڑکے کو نقصان نہیں دے گی بلکہ اس کو فائدہ دے گی اور یہ لوگ بھی میرے حق میں ہو جائیں فلی الوقت کلمہ پڑھنے کے بعد وہ پھر مجھے کہنے لگی۔

''عابداب دیکھنا کہ میں کس طرح ان لوگوں اور تمہارے پیر کو دھوکا دیتی ہوں۔''

خیر ہم پیر صاحب کے آستانے پر پہنچ گئے۔ سلام دعا کے بعد میرے والد صاحب نے پیر صاحب کو سب کچھ بتا دیا کہ رات سے اس لڑکے کے ساتھ یہ سب کچھ ہورہا ہے۔ پیر صاحب نے مجھے اپنے آگے بٹھالیا اور مجھ سے سب کچھ پوچھنے لگے۔ پھر میں جیسے جیسے سب کچھ پیر صاحب کو بتا رہا تھا تو دکھ اور غم سے میری عجیب سی کیفیت ہورہی تھی اور آنکھوں سے آنسو بھی نکل رہے تھے۔

سب کچھ سن کر پیر صاحب نے مجھے تھپکی دی اور کہنے لگے۔ ''بیٹا سب ٹھیک ہو جائے گا تم سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ۔''

پھر مجھے اتنا یاد ہے کہ کچھ دیر بعد پیر صاحب نے کچھ پڑھا تھا اور مجھے اپنے آپ کا کچھ بھی ہوش نہیں تھا۔ میں کہاں ہوں اور میرے ساتھ کیا کچھ ہورہا ہے۔

جب مجھے ہوش آیا تو پیر صاحب مجھ سے کچھ پوچھنے لگے۔ ''اب بتاؤ تو بھلا عابد بیٹا تم جانتے ہو کہ ابھی تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا۔'' لیکن میں نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں پیر جی! مجھے کچھ یاد نہیں۔''

پھر پیر صاحب کہنے لگے۔ ''بیٹا تم پر ایک مسلمان جن لڑکی عاشق ہوگئی ہے۔ اس کا نام مریم ہے۔ وہ تمہیں بہت فائدہ دینا چاہتی ہے اور وہ اب وہ تمہیں تنگ نہیں کرے گی اور نہ ہی تمہارے پاس آئے گی۔ میں نے اس کو تمہارے جسم سے نکال دیا ہے۔ وہ تو چاہتی تھی کہ وہ تمہارے ساتھ تمہارے جسم میں موجود رہے لیکن میں نے اس کو بڑی مشکل سے جانے پر راضی کیا تو وہ کہنے لگی میں چلی جاتی ہوں لیکن مہینے میں ایک دو بار اس کے پاس آجایا کروں گی جس پر تمہارے ابو بھی راضی ہوگئے اور انہوں نے بھی کہہ دیا ٹھیک ہے تم اسے ڈرا دھمکا نہیں اور کبھی کبھی اس کے پاس آجانا۔''

پیر صاحب کی بات ختم ہوئی تو میں نے دل ہی دل میں پیر صاحب سے کہا۔ ''واہ پیر صاحب یہ آپ نے کیا کردیا اب میں آپ کو کیا بتاؤں کہ وہ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں گئی بلکہ پیر جی وہ تو ابھی بھی میرے جسم میں موجود ہے۔ وہ کبھی مجھے نہیں چھوڑے گی یہ تمہاری پہلی غلطی ہے اور دوسری غلطی یہ کہ وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔ وہ کبھی تمہاری بات نہیں مانے گی۔ وہ مجھے فائدہ نہیں بلکہ نقصان دے گی اور وہ بھی سزاؤں کی صورت میں۔''

ہوائی مخلوق سیتا نے مجھے ٹھیک ہی کہا تھا کہ دیکھنا عابداب میں کیسے تمہارے پیر کو دھوکا دیتی ہوں اور یہ کبھی تمہیں ہم سے جدا نہیں کرسکے گا۔

مجھے یہ سب اسی وقت پتا چل گیا تھا جب مجھے ہوش آیا تھا اور پیر صاحب یہ کہہ کر خوش ہورہے تھے کہ میں نے اس ہوائی لڑکی کو تمہارے جسم سے بھگا دیا ہے تو اس جنات سیتا نامی لڑکی کی اپنے وجود میں موجودگی میں نے محسوس کرلی تھی اور پیر جی کی باتیں سن کر سیتا نامی جنات نے میرے دماغ میں کہہ دیا تھا دیکھا عابد تمہارے پیر کو میں نے دھوکا دے دیا نا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پھر وہ مسکرانے لگی تھی۔

یوں ہم پیر صاحب کے آستانے سے نکل کر اپنے گاؤں پہنچ گئے تو میرے والد صاحب مجھ سے کہنے لگے۔ ''عابد اب تم ڈرو نہیں اور اپنے گھر چلو۔'' گھر کا نام سن کر میں پھر خوف زدہ ہو گیا اور میں نے ابو کو انکار کر دیا گھر جانے سے اور سیتا نے بھی یہ بات سن لی تھی اب وہ مجھے بتا رہی تھی کہ بھول کر بھی اپنے گھر مت جانا ورنہ پچھتاؤ گے۔''

میں بھی نہیں چاہتا تھا کسی اور بڑی مصیبت میں پڑتا میں تو پہلے ہی ایک ایسی مخلوق کی قید میں آ چکا تھا جو ظالم بھی تھی اور کافر بھی۔

اور ایک مسلمان کیسے اپنے وجود میں کسی اللہ کے منکر کو برداشت کر سکتا ہے۔

میں نے ابو کو انکار کرتے ہوئے کہا۔ ''ابو میں ابھی اپنے گھر نہیں جاؤں گا جب تک میں ٹھیک نہیں ہو جاتا۔ مجھے اس گھر سے اتنی دور بھی خوف آ رہا ہے تو میں گھر کے اندر کیسے چلا جاؤں۔'' لیکن ابو اصرار کرنے لگے کہ میں اب ٹھیک ہوں اور اپنے گھر چلا جاؤں۔ یہ سن کر نہ جانے مجھے کیا ہوا کہ میں نے بڑی ہی وحشت ناک نظروں سے والد صاحب کو دیکھا تو میرے ابو نے پلک جھپکتے ہی اپنی نظریں جھکا لیں اور مجھے کہنے لگے۔

''عابد بیٹا تم جہاں رہنا چاہو رہ سکتے ہو، اپنی مرضی سے۔'' ابو کی بات سن کر میں نے کہا۔

''ابو جان کیا بات ہے ابھی تم کہہ رہے تھے کہ میں اپنے گھر جاؤں اور ابھی آپ کہہ رہے ہو جہاں مرضی رہنا چاہو رہ سکتے ہو۔ آپ کی بات فوراً کیوں بدل گئی بتاؤ ابو جان مجھے۔''

میرے والد صاحب کہنے لگے۔ ''بیٹا! کیا بتاؤں جب تم نے میری طرف دیکھ کر یہ کہا کہ میں اس گھر میں نہیں جاؤں گا تو خدا کی پناہ تمہاری آنکھوں میں مجھے خوف دکھائی دیا تھا جس کی تاب میں نہیں لا سکا۔ میں حیران ہوں تمہاری آنکھوں میں یہ خوف یہ وحشت کہاں سے آئی۔ پہلے تو یہ وحشت اور خوف نہیں تھا۔''

میں تو جانتا تھا کہ یہ خوف کس وجہ سے آ رہا تھا۔ بظاہر تو میری آنکھوں سے لیکن میری آنکھوں میں دو آنکھیں اور بھی تھیں جو انتہائی وحشت ناک آنکھیں تھیں جن سے دیکھنے والے کو خوف آنے لگا اور وہ یہ سمجھتا کہ میری آنکھوں میں خوف نظر آ رہا ہے۔

پھر یہ ہوا جو بھی ایک بار میری آنکھوں میں دیکھ کر بات کرتا تھا تو دوسری بار اس کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ دوبارہ میری طرف ایک نظر دیکھ لے اور یہ بات بالکل سچ تھی۔ مجھے کئی دوستوں اور لوگوں نے بتایا تھا کہ یار عابد آپ کی آنکھوں سے خوف آتا ہے۔ کیا ہوا ہے تمہاری آنکھوں کو۔'' لیکن میں کسی کو کچھ بھی نہیں بتاتا تھا کہ میرے ساتھ کیا مسئلہ ہوا ہے اور ویسے بھی مجھے اجازت تو تھی نہیں۔ سیتا نامی اس ہوائی مخلوق نے مجھے حکم دے رکھا تھا کہ میں اپنا کوئی بھی راز کسی کو نہ بتاؤں خاص طور پر ہم دونوں کی محبت کے بارے میں۔

☆.....☆

پیر صاحب سے ملاقات کے کچھ روز بعد شام کے وقت سیتا نے میرے دماغ میں یہ بات کہی۔

''عابد! اب سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس دن تم نے پیر صاحب سے مجھے سزا دلوائی تھی اب میں تمہیں سزا دوں گی تاکہ تم کو ہماری طاقت کا پتا چل جائے کہ ہماری بات نہ ماننے والوں کو ہم کتنی سخت سزائیں دیتے ہیں۔'' میں جانتا تھا کہ سیتا ضرور مجھے سزا دے گی۔ اس لیے میں نے سیتا سے کہا۔

''سیتا! تم مجھ سے یہ کیسی محبت مجھ سے کرتی ہو جو مجھے اب ذرا ذرا سی بات پر سزا دینا چاہتی ہو مطلب تم مجھ سے محبت نہیں بلکہ محبت کے نام پر مجھے دھوکا دے رہی ہو۔''

تو سیتا کہنے لگی۔ ''میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں جس کی کوئی بھی حد نہیں اور میں چاہتی ہوں کہ تو صرف میرا حکم مانو۔ یہاں تک کہ تم اپنی مرضی بھی بھول جاؤ اور تمہارا وجود اب مکمل طور پر میرے قبضے میں ہے۔ میں جو چاہوں وہ تم سے کروا سکتی ہوں۔''

سیتا کی یہ بات بھی سچ ہی نکلی۔ میں ایک بار نماز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو نماز میں مجھے نیند آگئی اور میں خاموش کھڑا رہا۔ مجھے کچھ پتا نہیں چلتا تھا کہ میں نے نماز میں کچھ پڑھنا بھی ہے۔ اگر میں رکوع میں جاتا تو دس دس منٹ رکوع کی حالت میں رہتا اور کبھی کبھی نماز توڑ دیتا لیکن یہ سب میں خود نہیں کر رہا تھا بلکہ یہ سب سیتا کا کارنامہ تھا اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگتا تو اس میں بھی مجھے نیند آجاتی۔ کبھی اس طرح بھی ہو جاتا کہ میری زبان سے قرآن اور نماز کے متعلق غلط قسم کی باتیں نکلنا شروع ہو جاتیں اور میں نماز اور قرآن کو اس مجبوری کی وجہ سے چھوڑ دیتا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ قرآن اور نماز کی بے ادبی نہ کرے۔ وہ میرے ساتھ محبت کے نام دھوکا اور ظلم کر رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں نماز اور قرآن پڑھوں کیونکہ وہ میرے وجود میں تھی تو ان چیزوں کے پڑھنے سے اس کے جسم کو تکلیف ہوتی تھی۔

کئی روز تک ایسا چلتا رہا۔ اب سیتا کی قرآن اور نماز کے بارے میں گستاخیاں حد سے آگے تجاوز کر رہی تھیں۔ اب وہ جب دیکھتی کہ میں نماز اور قرآن پڑھنے لگا ہوں تو وہ مجھے بہکانے لگتی اور ایسے غلط الفاظ کہنے لگتی جو الفاظ یہاں لکھنا مناسب نہیں سمجھتا کہ کسی بھی مسلمان کو ان باتوں سے تکلیف نہ ہو۔

سیتا جو سزائیں مجھے دینا چاہتی وہ سزائیں مجھے دے رہی تھی۔ میں راتوں کو جاگتا رہتا۔ نیند تو میری آنکھوں سے ختم ہو گئی تھی اور نماز، قرآن کو میں ایسے بھول گیا جیسے یہ میری زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں تھا۔ قرآن اور نماز کا پڑھنا۔

میں اب اکثر تنہائی اور ویران جگہوں پر چلا جاتا اور پراسرار طور پر پرانے درختوں کی طرف دیکھتا رہتا۔ کئی بار میں نے بہت لمبے لمبے سفر بھی پیدل طے کیے۔ میرے قدم تھکتے نہیں تھے بلکہ میرے جسم میں طاقت بھی اتنی آجاتی تھی کہ میرے قدم خود بخود اٹھنے لگتے۔

میرے اندر سے میری تمام خواہشیں اور میری مرضی تو ختم ہو گئی تھی۔ میں جو بھی کام کرتا وہ سیتا کی مرضی کا ہوتا۔ میں اگر اس کی بات نہ بھی مانتا تو وہ خود منوا لیتی۔ اب تو میرا دل کرتا تھا کہ میں کسی ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں پر کوئی نہ ہو اور میں مندر پوجا پاٹ کروں۔

یہ خواہش دن بدن میرے اندر بڑھتی چلی گئی اور ایک دو بار مندر کی زیارت اور پوجا کے لیے میں صوبہ سندھ کے ایک علاقے بھاگ ناڑی بھی گیا جو ہندوؤں کی بستی ہے اور یہاں پر ایک بڑا سا مندر بھی موجود ہے۔ میں مندر سے جیسے ہی واپس آیا تو میں نے اپنے جسم میں ایک عجیب سا سکون پایا اب میری کوشش ہوتی ہر وقت سویا رہوں اور میرا دل اور دماغ مندر میں موجود مورتی کی طرف مائل رہتا اور میں عکس میں اس کی زیارت اور پوجا کرنے لگتا۔

ایک دن سیتا کہنے لگی۔ ''عابد ہم دونوں محبت میں بہت آگے تک جا چکے ہیں اب تمہاری جدائی کا خیال بھی سوچنا تکلیف اور دکھ دیتا ہے تم زندگی بھر کے لیے میرے ہو جاؤ اور میری ہر بات مان لو تو میں تمہیں زندگی میں کبھی دکھ نہیں دوں گی۔ جس طرح تم نے قرآن اور نماز کو چھوڑا ہے اسی طرح اب اپنے خدا اللہ اور اس کے پیارے رسول کو بھی چھوڑ دو۔''

سیتا کی یہ بات سن کر میں غصے میں آگیا اور میں نے سیتا اور اس کے جھوٹے خداؤں کو گالیاں اور لعنتیں دینی شروع کر دیں اور میں نے سیتا سے کہہ دیا کہ تم جو مرضی کر لو مجھے جتنی بھی تکلیفیں دے دو۔ میں اپنے رب اللہ اور پیارے محمدﷺ سے کبھی بغاوت نہیں کروں گا۔ یہ نام مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں۔''

اب سیتا کا اصل مقصد بھی میرے سامنے آچکا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں اپنا ایمان اپنے دل سے نکال دوں اور اس کا حکم مانتے ہوئے اس کے خداؤں کو پوجوں اور ان کو حقیقی خدا مانوں۔ بھلا یہ میں کیسے برداشت کرتا۔ پھر میں نے سیتا کو کہا کہ سیتا تمہارے خداؤں کا کوئی وجود نہیں یہ محض پتھروں کے پتلے ہیں جو اپنا اچھا اور برا نہیں سوچ سکتے اور وہ تم کو کیا فائدہ اور نقصان دیں گے۔''

تو سیتا کہنے لگی۔ ''اس بات کو چھوڑو اور جو کہا ہے وہ کرو۔'' لیکن میں نے اس کی بات کا انکار

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

کر دیا۔ سیتا نے پھر مجھے دھمکی دے کر کہا۔
''ٹھیک ہے۔ پھر میری نافرمانی پر تکلیفوں کے لیے تیار ہو جاؤ۔''
میں نے اسے کہہ دیا کہ ''میں تیار ہوں ہر دکھ سہنے کے لیے لیکن میں اپنے سچے رب اور سچے رسول کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ میرا ایمان پختہ ہے اور اللہ میرے ایمان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ وہی میرے دکھ اور سکھ کا مالک ہے۔''
اس کے بعد کچھ پل اور گزرے تو خود بخود مجھے نیند آنے لگی اور نیند میں میرے ساتھ کچھ اور ہونے لگا۔ ایک خوب صورت لڑکی ہر رات نئے روپ میں آتی اور میرے ساتھ گناہ عظیم کرتی اور یہ گناہ ہر رات کا معمول بن گیا۔ وہ خوب صورت لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ وہ سیتا ہی تھی جو میرے پاس آ کر اپنی جسم کی بھوک مٹاتی اور میں انکار کے باوجود بھی یہ گناہ کرتا کیونکہ جب میں اس گناہ سے انکار کرتا تو میرے ساتھ عجیب طرح کی حرکتیں ہونی شروع ہو جاتی اور میں مجبور و بے بس ہو جاتا۔ کبھی میرا گلا دبنے لگتا تو کبھی میرا سانس رک جاتا جس سے مجھے انتہائی تکلیف ہوتی۔
ایک دن میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ اگر آج سیتا اس گناہ کے ارادے سے میرے پاس آئی تو میں یہ گناہ نہیں کروں گا چاہے کچھ بھی ہو۔
رات ہوئی اور سیتا میرے پاس آئی تو اس نے جیسے ہی اپنے گندے ارادے کا اظہار کیا تو میں نے سیتا کو انکار کر دیا۔ وہ شدید غصے میں آ کر کہنے لگی۔
''اچھا ہے مان جاؤ ورنہ مجھے بہت کچھ کروانا آتا ہے لیکن میں نے دوبارہ انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ تم مجھے گناہوں کی دلدل میں دھکیلتی جا رہی ہو اور میں مجبور بے بس ہو کر ہر گناہ کرتا جا رہا ہوں۔''
سیتا میرے قریب آئی اور میرے جسم سے لپٹ گئی۔ میں نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر جڑ دیا اور دھکا دے کر اپنے وجود سے الگ کر دیا۔ سیتا اب نہایت غصے میں آ گئی اور اپنی وحشت ناک نظروں سے میری طرف دیکھ کر سیتا نے بھی مجھے ایک تھپڑ مارا اور میں چیخ مار کر نیند سے جاگ گیا۔ پھر میرے کانوں سے سانپوں کے پھنکارنے کی آواز آنے لگیں جیسے میرے آس پاس بہت سارے سانپ ہوں اور پلک جھپکتے ہی مجھے ڈسنا چاہتے ہوں۔ میرے جسم میں عجیب سی سرسراہٹ ہو رہی تھی میں نے ڈر کے مارے سیتا سے کہا۔
''خدا کے لیے سیتا تم ایسا مت کرو میرے ساتھ۔ میں یہ ظلم برداشت نہیں کر سکتا۔'' مجھے ڈر اور خوف میں مبتلا دیکھ کر سیتا خوش ہو کر کہنے لگی۔
''بس یہی تھی تیری تیرے رب سے محبت۔ اسے کہو وہ آپ کو ہم سے بچا لے۔''
پھر وہی ہوا جو سیتا کی مرضی تھی اور جو وہ چاہتی تھی۔ بعد میں، میں نے اللہ سے رو رو کر دعا مانگی۔
''یا اللہ! مجھے اس ظالم اور کافر مخلوق سے بچا کر اپنی پناہ میں رکھ۔ یا اللہ مجھے اس کافر مخلوق سے بچا لے۔ پھر شاید میری یہ دعا رب کے دربار میں ابھی قبول نہ ہوئی۔
یوں مشکل گھڑیوں میں ڈوب کر میری زندگی گزرتی تو رہی لیکن اللہ پاک کی ذات سے بہتر کوئی نہیں جانتا، میں کس قدر مجبور تھا میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ ایک ظالم مادی جن کے آگے جب میرا جسم اور میرا دماغ ہی میرے بس میں نہیں رہا تھا کہ میں ان تکلیفوں سے بچ سکوں۔
سائنس کا علم آسیب اور آسیبی مخلوق پر یقین نہیں رکھتا جس کی وجہ سے آسیب میں پھنسے کئی پڑھے لکھے لوگ طرح طرح کی مصیبتوں اور دکھوں میں اپنی زندگی برباد کر چکے ہیں۔ سائنس قرآن کے آگے صفر ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو حدیث نبویؐ اور قرآن مجید کو پڑھنے اور سمجھنے کی ہمت دے، آمین۔ خیر سیتا نے مجھ پر کئی طرح کے ظلم کیے کچھ ایسے بھی ظلم اس نے مجھ پر کیے جو میں یہاں لکھنا مناسب نہیں نہ وہ پڑھنے اور لکھنے کے قابل ہیں۔ میں زندگی سے تنگ آ چکا تھا، نت نئے دکھوں اور تکلیفوں کی وجہ سے اب میں اللہ سے یہ ہی دعائیں مانگ رہا تھا کہ یا اللہ یا تو اس ظالم مخلوق کو مجھ سے جدا کر دے یا پھر مجھے موت دے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دے لیکن میری سب دعائیں ناقابل قبول ثابت ہورہی تھیں۔ شاید مجھے ابھی اور بھی بہت سارے ظلم سیتا کی ذات سے سہنے تھے۔

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے اس بیماری کی وجہ سے میں پورے دو سال تک سو نہیں سکا تھا اور اگر مجھے کبھی نیند آ بھی جاتی تھی تو سیتا خواب میں آجاتی تھی۔ اس دوران میں اپنے گھر بھی ایک پل کے لیے نہ جاسکا تھا۔

ایک دن دوپہر کے وقت میں پیدل چلتا ہوا کیکر کے اس درخت کے پاس چلا گیا جیسے ہی میں اس درخت کے قریب پہنچا تو میری عجیب کیفیت ہورہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے میں صدیوں بعد اس جگہ پر آیا ہوں اور اس درخت اور اس جگہ سے میرا بہت پرانا رشتہ ہے۔ میں نے اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''اے خدائی قدرت سے پیدا کی ہوئی مخلوق آج میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں کہ میں تھوڑی دیر کے لیے اگر آپ کی اس رہائش میں بیٹھ گیا تو یہاں بیٹھنے کی اتنی سزائیں کیوں دے رہی ہو۔''

''جو تمہارے وجود میں سیتا نامی جن عورت رہتی ہے وہ میری بیٹی ہے اور ہم نے اس کو قسم دے رکھی تھی کہ وہ تمہارے پورے وجود پر اپنا قبضہ کرلے اور تم سے ہر وہ غلط کام کروائے جس کام کو تمہارا رب اور رسولؐ ناپسند کرتے ہیں اور تم بھی۔ ہم تمہیں ایک شرط پر رنگ نہیں کریں گے کہ تم ہمارے ہنومان (رب) کو اپنا رب مان لو اور ہم نے چھوڑنا تو ویسے بھی آپ کو نہیں۔ بہتر ہے ہماری بات مان لو۔''

اس کے بعد مجھے اتنا یاد ہے کہ میرا سر جھکا اور وہیں اٹک گیا۔ میں نے بہت کوشش کی اپنی گردن کو سیدھا کرنے کی لیکن تکلیف اور خوف سے میں بے ہوش ہوگیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں اپنے چچا کے گھر میں چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ وہاں سے گزرنے والے کچھ لوگ یہاں لے آئے تھے۔ پھر میری زندگی تھی اور سیتا کی طرح طرح کی سزائیں اور دکھ جو شاید میرا مقدر بن چکی تھیں۔ ان سارے حالات سے تنگ آکر ایک دن میں ایک مفتی صاحب کے پاس چلا گیا۔ ان سب حالات کے بارے میں تو میں نے مفتی صاحب کو اپنے ساتھ گزرنے والے ہر دکھ اور تکلیف کے بارے میں بتادیا۔

میری آپ بیتی سن کر مفتی صاحب ششدر رہ گئے اور میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے۔ ''اللہ تم کو اپنی پناہ میں رکھے۔'' اور مجھے کچھ حدیث کا حوالہ دے کر کہا۔ ''تمہارا فی الحال اس میں کوئی جرم نہیں اگر ہے تو اللہ معاف کرے تم یہ سب کچھ اپنی مرضی سے نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اپنی طاقت سے ایسا کرنے کے لیے تمہارا دماغ اور جسم استعمال کرتے تھے اور بعد میں تمہارے دماغ میں یہ خیال ڈال دیتے کہ یہ سب تم اپنی مرضی سے کررہے ہو اور تمہارا جسم تو ان کے قبضے میں تھا۔ ہر وقت وہ تمہارے بڑے دشمن تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ تم قرآن اور نماز پڑھو اور ان کے سامنے اللہ رسول کا نام لو کیونکہ جب تم قرآن اور نماز پڑھتے تھے تو ان کو ان چیزوں سے تکلیف ہوتی تھی اور پھر گستاخانہ لفظ بولتے تھے۔ اب نیکی کرنا تمہارے بس میں نہیں تو اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں اللہ آپ کو معاف کرے گا وہ چاہتے تھے کہ تم بھی ان کے مذہب میں شامل ہوکر کافر ہوجاؤ لیکن اللہ کا شکر ادا کرو کہ تمہارا ایمان مضبوط تھا اللہ نے تمہارے ایمان کی حفاظت کی۔''

مفتی صاحب خاموش ہوئے تو میں انہیں خدا حافظ کہتا ہوا واپس لوٹ آیا اور اپنے ساتھ ہونے والے آئندہ ظلم وستم سے اللہ کی پناہ مانگنے لگا۔

ساتھیو! یہ بالکل سچے لفظ ہیں جو ایک کہانی کی صورت میں آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے ہیں۔ اللہ سے ہمیشہ دعا کریں کہ وہ ہمیں ایسی شر مخلوق سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین۔ عابد کا جسم اب بھی سیتا کی قید میں ہے۔ آپ بھی دعا کریں کہ مالک عابد کو اس گندی آتما سے جلد چھٹکارا نصیب فرمادے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

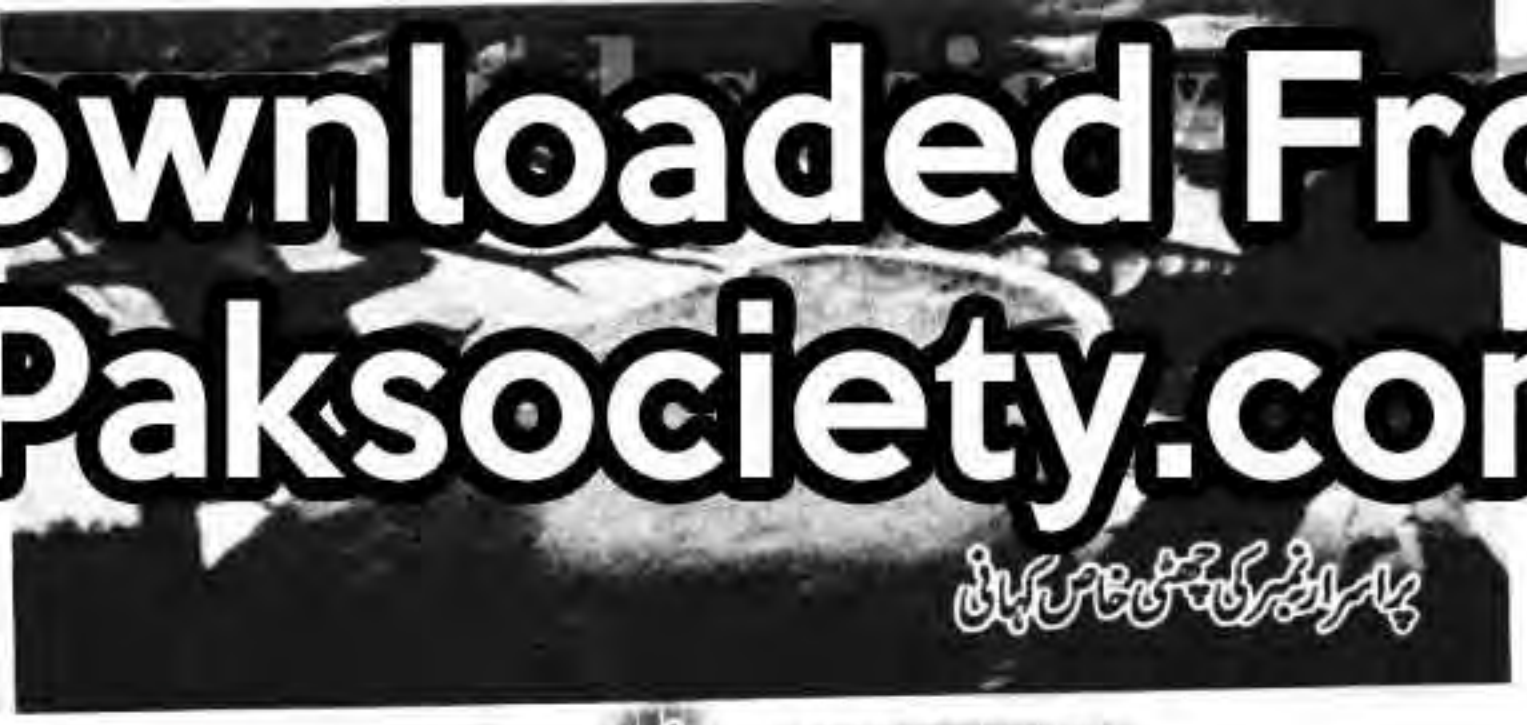

VICTIM کون؟

ماہ وش طالب

اُس خاندان کی کہانی، جس میں کوئی یکمین نا جان پایا کہ شیطان آخر کس شخص میں سرائیت کر گیا ہے

سیاہ آسمان پر اکا دُکا ستارے ٹم ٹم کر رہے تھے، صحن میں لگے دیو قامت نیم کے پیڑ کی شاخیں اور دیواروں میں چھپے جھینگروں کی آوازیں سناٹے میں سما رہی تھیں۔ وہ چار پائی پر آنکھیں موندے چت لیٹی تھی۔ اچانک ایک جہاز بالکل اس کے سر کے اوپر مشرق سے اور دوسرا مغرب سے آیا۔ کان کے پردے چیر دینے والی آوازوں کے ساتھ وہ ایک دوسرے سے ٹکرائے، یکا یک منظر بدلا۔ چادر اوپر لینے کو اس نے ٹانگوں کی جانب ذرا سا ہاتھ بڑھایا تو چار پائی کے نیچے سے کسی نے اس کی بائیں ٹانگ کھینچی۔ ''آ آ آ.....'' دبی، سہمی چیخ کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اپنی ٹانگوں کی جانب دیکھا تو بستر پر کوئی چادر نہ تھی۔ چہرہ پسینے سے تر بتر تھا۔ وہ فوراً بھاگ کر اندر کمرے کی جانب لپکی۔ امی اور بابا خراٹے لیتے گہری نیند سو رہے تھے۔ اسے بچپن سے ہی جہازوں سے ڈر لگتا تھا۔

☆.....☆

بیسن کی ٹکیا کی مانند زرد آفتاب اپنی توانائی اہل زمین کو سونپنے کو تیار تھا۔ اس نے جلدی سے اپنی بیٹی نینا کو اسکول کے لیے تیار کیا اور فیکٹری جانے سے پہلے اسے اسکول ڈراپ کیا۔ عفان جس روز دیر سے آفس جاتے، نینا کو اسکول چھوڑنے اور لینے کی ذمہ داری انہی کی ہوتی۔ شام میں نینا کو ہوم ورک کراتے ہوئے اس نے اس کی ڈائری چیک کی تو مس کا پیغام پڑھ کر چونک گئی۔

''مسز جہانگیر! میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی مگر اس کی ٹیچر کو کوئی حل نظر نہیں آیا تو آپ کو بلوانا پڑا۔''

''نہیں کوئی بات نہیں آپ بتائیے۔ کیا نینا نے کوئی بدتمیزی کی ہے۔'' وہ تفکر آمیز لہجے میں بولی۔

''ارے نہیں آپ کی بیٹی تو بہت پیار کرنے والی تمیز دار ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ.....'' پرنسپل بات کرتے ہوئے لحظہ بھر کو رکی اور پاس کھڑی مس شائستہ کی جانب دیکھا۔

''اس کی مس نے اکثر و بیشتر اسے باتیں کرتے دیکھا ہے خود سے۔ صرف یہ زیادہ قابل حیرت بات نہ ہوتی اگر.....'' پرنسل اور مس شائستہ اسے جیسے جیسے بتا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

رہی تھیں اس کا تنفس ویسے ویسے تیز ہو رہا تھا۔ گزشتہ دو ماہ کے واقعات اسے یاد آنے لگے جو حقیقتاً غیر معمولی تھے۔

☆......☆

''مما میرا لنچ باکس؟'' بارہ سالہ نینا اسکول کے لیے تیار ہوئی اور ڈائننگ ٹیبل کے پاس آرکی۔

''نینا! یہ کیسا نشان ہے ادھر دکھاؤ ذرا۔'' پانی کی بوتل اور ٹفن اس کے بیگ میں رکھتے ہوئے اس کے

Downloaded From Paksociety.com

کالر کے پاس گردن کے قریب سرخ گول دائرے نما دھبے کو دیکھ کر وہ ٹھٹکی۔

''یہ...... پتا نہیں، صبح اٹھی تو گردن پر یہ بنا ہوا تھا۔ مچھر نے یا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہوگا۔ میں آکر کوئی کریم لگا لوں گی اب چلیں۔'' وہ لاپروائی سے کہتی گیراج کی جانب بڑھی۔

ویک اینڈ پر عفان جہانگیر ندا اور نینا پکنک کے لیے ہاکس بے گئے راستے میں بڑی پھوپو کو بھی پک کرلیا۔

سمندر کے ٹھنڈے یخ پانی سے کسی کا بھی دل نہیں بھر رہا تھا۔ رات گئے وہ لوگ لوٹے۔ نینا کپڑے چینج کرکے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہوگئی بالوں میں کنگھا پھیرتے ہوئے وہ چونکی تھی۔ کھڑکی کا پردہ بنا ہوا کے سرسرا رہا تھا۔

اس نے چاروں اطراف نظر دوڑا کر دوبارہ شیشے میں دیکھا تو دل ڈوب کر ابھرا تھا جیسے کوئی تیزی سے اس کے پیچھے سے گزرا۔ اس نے مڑ کر دیکھا......اور......پھر......'' اور پھر اطمینان بھری سانس خارج کی۔ مما دودھ کا گلاس لیے آرہی تھیں۔

''بابا سوگئے؟''

''ابھی کہاں، جب تک ایک آدھ کتاب نہ چاٹ لیں نیند تو آتی نہیں۔'' وہ اس کے ساتھ بیڈ پر ٹک گئیں۔

''یہ تو ہے......آج کتنا انجوائے کیا ناں، پھوپو بھی کتنی خوش تھیں آج۔'' وہ دودھ پیتے ہوئے بولی رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تھی۔

کافی دیر تک کانپتی رہی۔

''ہاں..... بالکل! چلو اب تم جلدی سے سو جاؤ کل تمہاری پیرنٹ ٹیچر میٹنگ بھی ہے۔''

''جی بس سونے ہی والی تھی۔ آئی ایم ویری ایکسائیٹڈ اباؤٹ ٹومارو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''ہم م م..... انشاءاللہ..... او کے شب بخیر بیٹا۔''

''گڈ نائٹ مما۔'' اس نے کمبل اوڑھا۔ ندا کے جانے کے تیس سیکنڈ بعد تک دروازہ چرچراتا رہا۔ وہ گہری نیند سو چکی تھی۔

☆.....☆

''جہانگیر آج آپ نینا کو چھوڑ آیئے گا اسکول اور واپسی پر راشن بھی خریدنا ہے۔ میں حمیدہ کے ساتھ مل کر صفائی کرواؤں گی۔'' وہ ناشتے کے برتن سمیٹ رہی تھی۔

''او کے باس..... نینا بیٹی..... کم آن سوئٹی ہری اپ!'' عفان کرسی سے اٹھتے ہوئے بولے۔ ان کے جانے کے بعد ندا نے نینا کے کمرے سے آغاز کیا۔ بکھرا ہوا سامان سمیٹنا تھا۔ پردے، فٹ میٹ وغیرہ نکالنے تھے۔

''حمیدہ جاؤ یہ شیمپو اور ٹوتھ پیسٹ اوپر باتھ روم میں رکھ آؤ۔''

''اچھا باجی۔'' کچھ دیر بعد وہ پھولی سانسوں سمیت ہاتھ میں بیڈ شیٹ اور تکیوں کے غلاف وغیرہ لیے واپس آئی۔

''باجی..... با..... جی۔'' وہ ڈرامائی وقفہ دے رہی تھی۔

''کیا ہے بول بھی چکو۔'' ندا اکتائی۔

''باجی، نینا بیٹی کے باتھ روم کے شیشے ٹوٹے ہوئے ہیں۔''

''ٹوٹے ہوئے ہیں کیا مطلب؟'' وہ حیران ہوئی اور پھر اوپر جا کر خود دیکھا۔

''حد کرتی ہو..... حمیدہ اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔ ٹوٹ گیا ہوگا۔ ہٹو میں کرلوں گی خود صفائی، تم نیچے کے کمرے دیکھو۔'' ندا اس کے اس تھڑدلے پنے سے بہت چڑی تھی۔ حمیدہ نیچے آ کر بھی

''نہ جانے کیوں بیگم صاحبہ کو وہ خون کے چھینٹے نظر نہیں آئے یا شاید میرا ہی وہم ہوگا۔'' بمشکل ڈر کو جھٹکتے ہوئے اس نے اپنی توجہ کام کی جانب مبذول کی۔

اگلی صبح غیر معمولی تھی۔

''نینا! یہ کیا ہے؟'' اس کے دونوں بازوؤں، گردن اور چہرے پر سرخ دھبوں کی بہتات تھی۔

''کیا ہوا مما؟'' وہ ایک بار پھر لاپروائی سے بولی۔

''یہ داغ..... کیا الرجی ہے تم نے جراثیم کش دوا نہیں لگائی تھی۔''

''اوہ مما..... یاد نہیں رہا۔ آپ فکر نہ کریں ٹھیک ہو جائیں گے۔'' اس کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہوئے تھے۔

''نہیں تم ابھی چلو میرے ساتھ۔ کتنا برا حال ہو گیا ہے ایک ہی رات میں۔ مسئلہ بڑھ نہ جائے۔'' اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود وہ اسے ساتھ والے کلینک لے گئی۔

ڈاکٹر سامیہ نے الرجی کی کریم لکھ کر دی تھی۔

''کہا تھا نا کوئی مسئلہ نہیں۔'' گھر آ کر وہ جتاتے ہوئے بولی۔ شولڈر کٹ بال، تیکھی ناک اور گہری براؤن آنکھیں وہ بے حد معصوم اور پرکشش تھی۔ ندا اسے دیکھ کر پیار سے مسکرا دی۔

''اچھا جی۔ کنفرم ہو گیا میری بھی تسلی ہو گئی۔''

''اچھا مما میں اپنے روم میں پڑھنے جا رہی ہوں۔ کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔'' وہ کہتے ہوئے تیزی سے سیڑھیاں پار کر گئی۔

☆.....☆

رات کا اندھیرا ہولے ہولے سناٹا پھیلا رہا تھا۔ تیز آندھی کے بیچ بتی بھی چلی گئی۔ کتے کے بھونکنے کبھی بلی کی میاؤں کی آواز چونکا دیتے۔ دور یا قریب کہیں بارش ہوئی تھی شاید۔

''کہاں سے آئی ہو تم؟ تم مجھے بالکل پسند نہیں..... چلی جاؤ..... ٹھاہ۔'' چھن سے کسی چیز کے ٹوٹنے کی آواز آئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

دروازے پر دستک دینے کے بعد ندا اندر داخل ہوئی۔

''ارے سوئی نہیں بیٹا ابھی تک؟ بتی بجھادو، یو پی ایس ٹرپ ہو جائے گا۔''

''جی مما بس..... لائٹ ہی بند کرنے کے لیے اٹھی تھی۔ دودھ مجھے پکڑا دیں۔ آپ لائٹ آف کر جائیے گا۔'' اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر گلاس پکڑ لیا۔ کچھ دیر بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ مما نیچے چلی گئی ہیں تو اس نے لائٹ دوبارہ آن کی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے سے چادر ہٹائی۔ ٹوٹے ہوئے شیشے میں نینا کا بکھرا ہوا عکس نظر آرہا تھا۔

☆.....☆

ندا کچھ دنوں سے نوٹ کر رہی تھی نیناں کا عجیب و غریب رویہ۔ وہ پہلے کی طرح فریش نہیں رہتی تھی۔ نہ ہی شام کا وقت مما اور بابا کے ساتھ گزارتی تھی۔ بلکہ کترائی کترائی پھرتی رہتی تھی۔ عفان سے ذکر کیا تو انہوں نے یہ تسلی دے کر ٹال دیا کہ پڑھائی کی مصروفیت ہوگی۔

اگلے ہفتے وہ تینوں نانو کی طرف گئے۔ نینا کے چہرے کے نشانات قدرے ہلکے ہو گئے تھے مگر پوری طرح ختم نہ ہوئے۔ دانیہ، مریم کے ساتھ اس نے کافی اچھا وقت گزارا، ندا کی پریشانی بھی رفع ہو گئی۔ کچھ وقت گزر جانے کے بعد نشانات پھر سے گہرے ہو گئے۔

ندا نے فیکٹری سے چھٹی کی تھی۔ لہٰذا عفان کے ساتھ نینا اسکول گئی تھی۔ ندا بے فکری کی نیند لے کر اٹھی تھی تو پورے گھر کا بکھرا حال دیکھ کر بری طرح ٹھٹکی۔ گھر کے تمام شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔ باتھ روم، صحن، بیڈ روم، سب میں دراڑیں پڑی ہوئی تھیں۔ پریشانی سی پریشانی، حیرت صد حیرت، آج حمیدہ بھی نہیں آئی تھی۔ معمہ کیا تھا۔ وہ سمجھ نہ سکی۔ عفان کو پتا چلا تو بولے۔

''اتنا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے بھاری ٹریفک کے گزرنے سے تڑک گئے ہوں۔ میں کل ہی مستری کو لاؤں گا نئے شیشے لگوا دے گا۔'' شاور لینے کے بعد وہ کرکٹ کھیلنے چلے گئے۔

''اگلے دن سب ضروری جگہوں پر نئے شیشے ڈلوائے گئے۔ نینا کے کمرے کی باری آئی تو وہ اندر سے لاکڈ تھا اور چابی کہیں نہ ملی۔ خود نینا اس وقت اسکول میں تھی۔

☆.....☆

''صرف یہی نہیں مسز جہانگیر اس نے اسکول کے باتھ رومز کے شیشے توڑ دیے ہیں۔ ہمیں پتا نہ چلتا کہ یہ کام اسی کا ہے اگر چپڑاسی اسے ایک ہفتہ پہلے باتھ روم سے زخمی ہاتھ لیے نکلتے نہ دیکھتا۔'' وہ مس شائستہ کے ساتھ اب گراؤنڈ میں آگئی جہاں بیری کے خوفناک درخت کے سامنے وہ کھڑی تھی۔ کچھ لمحے قبل نینا نے نظر اٹھا کر بڑی سی شاخ کی جانب دیکھا اور مسکرائی۔ پھر ایڑیوں کے بل اونچا ہوئی اور ہاتھ بڑھا کر شاخ کو لگایا۔ جیسے کسی سے ہاتھ ملا رہی ہو۔ ندا کو یاد تھا جب ہاتھ پیر پٹی باندھے وہ گھر آئی تھی اور ندا کے پوچھنے پر اس نے یہ کہہ کر دیا کہ کلاس فیلو کے ہاتھ سے بلیڈ لگ گئی۔

''آپ تحمل سے کام لیں۔ کسی سائیکاٹرسٹ کو چیک کروائیں۔ جو بھی مسئلہ ہوگا سامنے آجائے گا۔'' مس شائستہ کہتے ہوئے اسٹاف روم کی جانب چلی گئی۔

ندا نے گھر آکر ساری صورت حال عفان کو بتائی۔ بات ناقابل یقین تھی۔ عفان کا خیال تھا پہلے کسی ماہر نفسیات کو چیک کرانا چاہیے مگر ندا نے فیصلہ کر لیا تھا اس کے گاؤں میں جو حکیم بی بی رہتی ہیں، ان سے رجوع کرے گی۔ اس سے بھی پہلے ان دونوں نے نینا سے براہِ راست بات کرنے کی کوشش کی مگر نینا ہاتھ ہی نہیں آرہی تھی۔ اس کا انداز اور رویہ بالکل نارمل ہو گیا۔ اس کے کمرے کے شیشے بھی لگ چکے تھے اور پھر دنوں تک سب کچھ نارمل ہی رہا۔ وہ پہلے کی طرح گھر میں مما بابا کے ساتھ کھیلتی دھیان سے پڑھائی کرتی مگر پھر ایک شام..... جب ندا اسے جگانے کے لیے اوپر اس کے کمرے میں گئی تو ٹھٹک کر دروازے پر ہی رک گئی۔

''اب ٹھیک ہے، میں تمہارے ساتھ کھیل بھی لیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کروں گی اور مجھے ڈر بھی نہیں لگے گا۔ کیوں کہ اندھیرے میں تم مجھے شیشے میں نظر بھی نہیں آسکو گی لیکن مما کو اگر پتا چل...... شی......''

ندا کے پیروں تلے سے زمین نکلی تھی۔ اس نے تیزی سے دروازہ کھولا اور حیرت کی انتہا نہ رہی۔ نینا اسٹڈی ٹیبل پر کتابیں بکھیرے پڑھ رہی تھی۔ اس نے کمرے کے اطراف میں دیکھا لائٹ آن تھی۔ آئینہ سلامت تھا۔ ہر شے سلیقے سے رکھی تھی۔

''کیا ہوا مما؟'' وہ معصومیت سے بولی۔

''آہا...... کچھ نہیں...... جب پڑھ لو تو نیچے آجانا۔ میں نے نگٹس بنائے ہیں۔''

''او کے۔'' ندا کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ ہر شے سمجھ سے باہر تھی یا شاید سمجھ آنے لگی تھی مگر وہ سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

☆......☆

اگلے ہی دن اس نے حکیم بی بی کو بلوالیا۔ پینتیس چالیس سال کے لگ بھگ کی چہرے پر نور لیے حکیم بی بی جیسے ہی گھر کے بیرونی دروازے سے داخل ہوئیں۔ ندا، نینا اور عفان کی جانب دیکھ کر ان کا سر چکرا گیا۔ بمشکل خود پر قابو پاتی وہ آگے بڑھیں۔ ندا اور پھر عفان نے انھیں نینا اور گھر میں ہونے والی گاہے بگاہے تبدیلیوں سے آگاہ کیا اور یہ بھی کہ ہر رات کے دوسرے پہر کسی آہٹ کا احساس ضرور ہوتا تھا۔ نینا اس دوران ایک سوبر بچی بنی ہوئی تھی۔

ان کے گھر رہتے ہوئے حکیم بی بی نے غور کیا تھا تنہائی میں نینا ان کے سامنے آنے سے کتراتی تھی۔ چہرے پر نشان مدھم ہو گئے تھے۔ البتہ باقی جسم پر جوں کے توں تھے۔

یہ ایک سنانے والی تپتی دوپہر تھی۔ ندا اور عفان جب گھر لوٹے تو حکیم بی بی کسی وظیفے میں مشغول تھیں۔

''پہلے مجھے لگا کہ اس گھر میں سایہ ہے۔'' ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر انھوں نے بات شروع کی۔ ''اس دن جب میں گھر میں داخل ہوئی تو تمہارے پیچھے سے کوئی ہیولہ گزرا تھا۔'' وہ عفان کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں۔ جواباً اس کا رنگ فق ہوا تھا۔

''تو کیا یہ گھر تبدیل کر لینا چاہیے۔'' ندا بے تابی سے بولی۔

''اس سے کیا ہوگا...... مسئلہ گھر میں نہیں۔'' الٹا سوال کر کے حکیم بی بی انہیں مزید ہولا رہی تھیں۔

''آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟'' عفان ہر چیز کے لیے تیار تھا۔

''مسئلہ تم تینوں میں سے کسی کے ساتھ ہے۔'' اب کی بار انہوں نے دھماکا کیا۔

''کیا؟''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' ندا اور پھر عفان دنگ رہ گئے۔

''آپ جائیے یہاں سے، ہم کسی ڈاکٹر سے چیک کروائیں گے اپنی بیٹی کو، آپ تو انتہائی ناقابل یقین بات کر رہی ہیں۔'' عفان طیش سے بولتا ہوا صوفے سے اٹھ گیا۔

''جو حقیقت ہے بیٹا وہی بتا رہی ہوں۔ آنکھیں بند کرنے سے خطرہ ٹل نہیں جاتا۔ البتہ آنکھوں کے آگے اندھیرا ضرور چھا جاتا ہے۔'' وہ سپاٹ انداز میں بولیں۔ ''اور ایک اہم بات...... Victim جانتا ہے کہ وہ شکار Haunted ہے۔''

''اچھا تو پھر آپ ہی بتائیے کہ کون ہے وہ؟'' ندا کی آواز کنویں میں سے آتی محسوس ہوئی۔

''میں کچھ نہیں جانتا...... آپ برائے مہربانی تشریف لے جائیے۔'' عفان بدلحاظ ہوا۔

''ٹھیک ہے بیٹا جیسے تم چاہو۔''

ان کے جانے کے گھنٹوں بعد تک وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں نہ ملا سکے۔

''مما...... آنٹی چلی گئیں؟''

''ہاں بیٹا۔''

''شکر ہے مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی تھیں۔ عجیب طرح سے دیکھتی رہتی تھیں مجھے۔'' نینا ریلیکس لگ رہی تھی۔

''ہم م م اس لیے ہم نے بھیج دیا انہیں، چلو بیڈمنٹن کی ایک گیم لگاتے ہیں لیکن [illegible] ماحول میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

چھائے تناؤ کو ختم کرنے کے لیے عفان اسے لان میں لے گیا۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ جب آہٹ سے عفان جہانگیر کی آنکھ کھلی۔ اس نے لیمپ روشن کیا کھڑکی کے پاس سے آوازیں آرہی تھیں۔ کھڑکی باہر کو کھولتے ہوئے ایک تاسف بھری 'آہ' اس نے خارج کی۔ ایک کبوتر مردہ حالت میں پڑا تھا اور پانچ چھ کبوتر اس کے گرد گھومتے شور مچا رہے تھے۔ کھڑکی بند کر کے وہ واپس اپنے بستر پر آ گیا۔

''ایک نظر دائیں طرف لیٹی ندا پر ڈالی۔ بتی بجھائی۔ ساری رات آنکھوں میں جلن اور ذہن میں پریشانی لیے کٹی تھی۔

☆.....☆

مطلع ابر آلود ہو رہا تھا۔ لگتا تھا آندھی اب آئی کہ تب..... ڈاکٹرز نینا کی سچویشن سمجھنے سے قاصر تھے۔ تنگ آ کر بہت سوچ بچار کے بعد عفان نے حکیم بی بی کو دوبارہ بلوا لیا کہ جو بھی تھا ان کے آنے سے گھر میں ایک غیر معمولی سا سکون محسوس ہوتا تھا۔ وہ اب ہر طرح کے نتائج بھگتنے کے لیے تیار تھا۔

''میں نہیں جانتی کہ Victim کون ہے۔ اس کے لیے مجھے تھوڑا وقت چاہیے۔'' سبز شیفون کے دوپٹے کو حجاب کی مانند سر پر لپیٹے وہ نرم لہجے میں گویا ہوئیں اور پھر کچھ ہی دنوں بعد جب دھلے کپڑے تار پر لٹکے تھے۔ ندا نہ جانے کہاں تھی ہوا، حبس محسوس ہو رہا تھا، بارش کے آثار تھے۔ لہٰذا حکیم بی بی جلدی سے لان میں تار سے کپڑے اتارنے آئیں۔ کپڑے اتارتے ہوئے وہ چونکی تھیں۔ کالے بادل کا ٹکڑا عین ان کے سر پر آ کر ٹک گیا۔ ایک سنسناہٹ سی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔ آخر سفید دوپٹے کو تار پر سے اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو یکا یک دوپٹہ ہوا میں بلند ہوتا اڑا۔ دھیرے دھیرے وہ کسی وجود کی شکل اختیار کر گیا۔ وہ پہنچ سے دور ہوتا اوپر والے کمرے کی کھڑکی سے ٹکرا کر غائب ہو گیا۔

''نینا!'' حکیم بی بی چیختے ہوئے اندر کی جانب بھاگیں اور کچھ ہی لمحوں بعد نینا کے کمرے کا منظر بدلا ہوا ملا۔

''ندا! کیا تم ٹھیک ہو؟'' وہ پریشانی سے گویا ہوئی۔

''جی بی بی..... مجھے کیا ہونا تھا۔'' اس کے برعکس وہ لاپروائی سے بولی اور نیچے چلی گئی۔ حکیم بی بی کی پیشانی پر سلوٹوں کا جال بچھ گیا۔

دو دن سے ندا فیکٹری نہیں جا رہی تھی۔ گھر کی فضا میں کچھ تناؤ سا گھلا تھا۔ حکیم بی بی بدستور وظائف میں مشغول تھیں۔ البتہ عفان کی روٹین نارمل تھی۔ تیسرے دن نینا کو اسکول سے پک کرتے ہوئے وہ واپس گاڑی میں بیٹھنے کی بجائے گراؤنڈ کی جانب چلی آئی۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے اس کے سامنے کھڑی رہی۔ ندا بے تاب اور مضطرب نظر آ رہی تھی۔ بیری کے درخت کی بڑی سی شاخ پر رسی بندھا کوئی بدہیت وجود لٹکا تھا اور ندا سپاٹ تاثرات لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنا دایاں بازو آنکھوں کے سامنے کیا جس پر لال دائرے نما دھبے اور خراشیں نظر آ رہی تھیں۔ اس کے ذہن میں فلیش بیک چلا تھا۔ تین دن پہلے وہ مضطرب مضطرب سی نینا کے کمرے میں گئی تھی۔ وہ اس کے بستر پر چت لیٹی تھی۔ جب کسی بدروح نے اس پر جھپٹا مارا۔ اپنے لمبے ناخن اس نے ندا کے بازوؤں پر گاڑ دیے۔ وہ خوف اور درد سے چیخی تھی اور اچانک پھر اس بدروح نے خون بھری قے ندا کے منہ میں انڈیلی۔ چند لمحوں بعد حکیم بی بی کمرے میں آئیں تب تک ندا سنبھل چکی تھی۔

''مما چلیں نا۔'' نینا بیزاری سے بولی۔

''ٹھیک ہے بیٹا چلتے ہیں۔ پہلے بتاؤ تمہیں اس درخت پر کچھ نظر آ رہا ہے؟'' ندا نے سکون سے کہتے ہوئے آخر میں پوچھا۔

''نہیں، یہ درخت تو بالکل خالی ہے۔''

''اچھا..... چلو پھر چلیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''تمہاری کمر پر جو دھبے تھے ختم ہو گئے نا؟'' بیرونی دروازہ پار کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''جی مما وہ تو پچھلے ہفتے ہی ختم ہو گئے تھے۔'' وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

سادگی سے بولی۔
سفر کے دونوں میں خاموشی رہی۔
''مما کیا ہم گھر نہیں جا رہے؟'' انجان راستے پر گاڑی دیکھ کر نینا نے سوال کیا اور جواباً وہ محض مسکرا کر اتنا بولی۔ ''کون سا گھر.....''

☆.....☆

''عفان بیٹا.....ندا.....تمہاری بیوی نارمل نہیں ہے۔ وہ Huanted ہے۔ شیطان اس کے اندر سرائیت کر گیا ہے جو اسے اپنی ہی اولاد کو مارنے پر اکسا رہا ہے۔'' حکیم بی بی کے انکشاف پر عفان کو لگا کمرے کی ساری دیواریں اس پر آن گری ہوں۔
''آپ کیا کہہ رہی ہیں.....میں.....''
''خاموشی سے میری بات سنو۔'' انہوں نے فوراً اس کی بات کاٹی۔ ''کیا کبھی.....میرا مطلب ہے بچپن میں اس پر کوئی سایا رہا؟'' حکیم بی بی کے سوال پر عفان سناٹے میں آ گیا۔
''عفان کیا میں تمہاری خاموشی کا مطلب ہاں سمجھوں؟'' اس کے جواب نہ دینے پر انہوں نے اصرار کیا اور پھر عفان نے جو تفصیل بتائی حکیم بی بی تو پریشان تھیں مگر ساتھ ہی ان کے سوالوں کے جواب دینے کے لیے کافی تھی۔
''اسے شروع ہی سے برے خواب آتے تھے۔ بڑے بڑے جہازوں کو ایک دوسرے سے ٹکراتے دیکھتی تو چیخ کر اٹھ بیٹھتی۔ وہ میری تایا زاد ہے۔ اس لیے ان حالات سے میں ناواقف نہ تھا۔ خواب میں وہ اکثر اپنے گھر کے صحن خصوصاً نیم کے درخت کے گرد ہوائی مخلوقوں کو گھومتے دیکھتی اور پھر باقی ساری ساری رات سو نہ پاتی۔ جہازوں کا ڈر اتنا بیٹھ چکا تھا کہ حقیقت میں جب کوئی جہاز آسمان پر اڑتا دیکھتی تو آنکھیں بند کر لیتی اور کانوں پر ہاتھ رکھ لیتی۔ پھر یوں ہونے لگا کہ وہ نیند میں اکثر اٹھ کر درخت کے گرد چکر لگانے لگتی۔ کمرے میں بیٹھی خود سے یا پھر شاید کسی نادیدہ مخلوق سے باتیں کرنے لگتی۔ محلے کے پیر صاحب جو حکیم بھی تھے سے علاج کروایا، دم درود کروائے گئے تو تھوڑے ہی عرصے میں سب ٹھیک ہو گیا۔ البتہ جہاز اور خواب سے ڈر نا نہیں چھوڑا تھا اس نے۔'' عفان ماضی میں چلا گیا۔
''ابھی کہاں ہے وہ۔'' حکیم بی بی کو فکر ہوئی جب کہ عفان کے چہرے کے تاثرات سمجھ کر وہ دونوں تیزی سے باہر بھاگے۔
''اوہ نو۔''
''ٹیکسی رکواؤ جلدی سے۔'' اسکول پہنچے تو پتا چلا بیگم صاحبہ ایک گھنٹہ پہلے اسے لے کر جا چکی ہیں۔
''فون کرو جلدی۔'' وہ لوگ واپس ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔
''کیا ہوا؟'' اڑی رنگت لیے عفان کی جانب دیکھ کر انہوں نے پوچھا۔ ''فون نہیں اٹھا رہی۔ بلکہ اب تو نمبر بھی بند جا رہا ہے۔''
''اف! یا الٰہی خیر۔'' ٹریفک جام کو چیرتے ٹیکسی ڈرائیور کو پیچھے تھپیچ کر لرزتے ہاتھوں سے ڈرائیونگ کرتا عفان گھر پہنچا تو بیرونی گیٹ کھلا دیکھ کر بری طرح وہ دونوں ٹھٹکے۔ لان میں لگا واحد نیم کا پیڑ پہلے کبھی اتنا بھیانک نہ لگا تھا جتنا کہ اب۔ اس کی ایک شاخ پر رسی بندھی تھی جس پر ہاتھ سے بنا روئی کا پتلا لٹک رہا تھا۔
''نینا۔'' عفان نے چیختے ہوئے اسے پکارا اور اندر بھاگا۔
''عفان آپ آ گئے؟'' پکار پر ندا ڈرائنگ روم میں آئی تو وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹا۔
''کیا ہوا۔'' ندا چیختے ہوئے سے بولی۔
''نینا کہاں ہے؟'' وہ درشتی سے بولا۔
''ریلیکس۔'' اس کے برعکس وہ لاپرواہی تھی۔
''میں پوچھ رہا ہوں نینا کہاں ہے؟''
''آرام سے عفان بیٹا۔'' حکیم بی بی نے معاملہ سنبھالنا چاہا۔
''وہ تو نہیں ہے۔''
''کیا مطلب.....یو.....''
''ندا بیٹا تحمل سے بتاؤ۔ نینا کہاں ہے۔''
''آپ دونوں اتنے حواس باختہ کیوں ہیں۔'' وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔
''نینا.....نینا بیٹا!'' وہ بے تابی سے پکارتا زینہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پار کر گیا۔ ''میں تمہیں جان سے مار دوں گا، کیا کیا ہے میری بیٹی کے ساتھ۔'' لمحوں بعد وہ واپس آیا تو زبان سے بولنے سے انکار کر دیا۔ پیروں تلے سے زمین نکل رہی تھی۔

''ہائے بابا۔'' نینا بیڈ روم سے باہر آئی۔

''نینا بیٹی، میری چندا۔'' عفان اس کی جانب لپکا۔

''میں ٹھیک ہوں بابا۔ میں اور مما واپسی پر آئس کریم کھانے چلے گئے تھے۔ اس لیے دیر ہو گئی۔'' عفان نے حیرت سے پہلے ندا اور پھر حکیم بی بی کی جانب دیکھا۔ ندا رونی صورت لے کر کمرے میں چلی گئی۔

''حکیم بی بی آپ نے خوامخواہ اتنی سراسیمگی پھیلائی۔'' عفان، حکیم بی بی پر ناراض ہو رہا تھا۔ جواباً وہ سر جھکائے خاموشی سے گیسٹ روم میں چلی گئیں۔ پھر عفان کے منائے بغیر ہی ندا مان گئی۔ گھر کا ماحول پہلے جیسا ہو گیا تھا۔ پرسکون اور ہلکا پھلکا۔ حکیم بی بی کو اپنی موجودگی غیر ضروری لگنے لگی سو انہوں نے واپسی کے لیے تیاری شروع کر دی مگر قدرت کو شاید حکیم بی بی کی اس گھر میں ابھی مزید موجودگی منظور تھی۔

گزشتہ رات ہونے والی بارش کے اثرات ختم نہ ہوئے تھے۔ بجلی ابھی بھی کڑک رہی تھی۔ وقفے وقفے سے تیز ہوا کے ساتھ بارش بھی تیز ہوتی جاتی۔ رات کے کسی پہر وہ کروٹ لینے کو کسمسایا۔ تو بستر کی دوسری جانب جگہ خالی تھی۔ ''ندا باتھ روم گئی ہو گی'' سوچ کر وہ اطمینان سے سو گیا مگر اگلے پہر بھی جب کمرے میں سردی بڑھنے لگی آہٹ مضطرب کرنے لگی تو وہ اٹھ بیٹھا۔

''چرر...... چرر......'' دروازہ ہلا تھا مگر ندا ہنوز غائب تھی۔ اس نے بیڈ سے اتر کر کمرے کی بتی جلائی اور باہر نکل آیا۔ ڈرائنگ روم ویران تھا وہ فوراً نینا کے کمرے کی جانب بھاگا۔ دروازے پر رک کر اس کے بدترین خدشات صحیح ثابت ہوئے۔ نینا دھیمی آواز میں کسی سے باتیں کر رہی تھی اور مخاطب کون تھا؟ اس کی تصدیق کرنے کے لیے عفان نے حکیم بی بی کو زحمت دی۔ وہ دوپٹہ سر پر اوڑھتی جلدی سے اوپر آئیں۔ ندا کے روپ میں بدروح اس سے عجیب باتیں کر رہی تھی کہ

اچانک ایک دلدوز چیخ کی آواز نے عفان سمیت حکیم بی بی کو بھی منجمد کر دیا۔ عفان نے تیزی سے دروازہ کھولنا چاہا مگر وہ اندر سے لاکڈ تھا۔ اس نے لاتوں اور مکوں کی مدد سے دروازہ توڑنا چاہا اور حکیم بی بی...... وہ جلدی سے نیچے آئیں۔ ٹی وی ٹرالی میں سے کچھ سی ڈیز تلاشنی شروع کر دیں۔ مختلف چینل سرچ کیے۔

''دروازہ کھولو...... ندا...... نینا بیٹی دروازہ کھولو...... میں ہوں آپ کا بابا۔'' دروازہ تھا کہ کھل کے نہیں دے رہا تھا۔ نیچے حکیم بی بی نہ جانے کس کھوج میں تھیں۔

''دھڑ دھڑ۔'' دھماکے کی آواز سے دروازہ کھلا اور ندا اپنے وحشی پن کے ساتھ نینا کو مارنے کے درپے تھی۔ ''میرے قریب مت آنا۔ ورنہ تمہیں بھی نہیں چھوڑوں گی۔'' وہ چاقو ہاتھ میں لیے کھڑی تھی جب کہ نینا الماری میں گھس کر چھپنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی اور پھر یکایک ندا نے نینا پر حملہ کیا مگر اس سے پہلے کہ چاقو کا وار کارگر ثابت ہوتا۔ نیچے سے آتی زوردار آوازیں ندا کو رکنے اور پھر چیخنے پر مجبور کر گئیں۔ عفان نے غور کیا تو وہ کوئی ایئر کریش کی ڈاکومنٹری لگتی تھی۔ دھماکے دار آوازیں سن کر ندا نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ عفان کو صورت حال سمجھ آ گئی۔ اتنے میں حکیم بی بی اوپر آئیں اور تیزی سے ندا کو پکڑ کر رسی کے ساتھ باندھ دیا۔ ندا چیختی رہی، مغلظات بکتی رہی مگر جیسے ہی حکیم بی بی نے تلاوتِ قرآن شروع کی، ندا کے اندر کا شیطان دبک کر نکل گیا۔

اس سارے معاملے کو سنبھالنے میں ساٹھ منٹ لگے تھے۔ عفان اور نینا بھی اپنی لرزش پر قابو پاتے، وضو کر آئے۔ وہ ساری رات ندا، عفان، جہانگیر نے کرسی پر بندھے گزاری تھی جب کہ عفان اور نینا نے جائے نماز پر حکیم بی بی نے مختلف وظائف پڑھنا جاری رکھا۔

اگلی صبح چمکدار تھی۔ سورج کی زردی مائل کرنوں نے ندا کے جسم پر پڑے لال دھبوں کو دفع کر دیا۔

''مجھے معاف کر دو نینا میری جان سے پیاری بیٹی۔'' ندا نے نینا کو گلے لگا لیا۔ عفان نے دونوں کے گرد اپنا بازو کا گھیرا کر دیا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

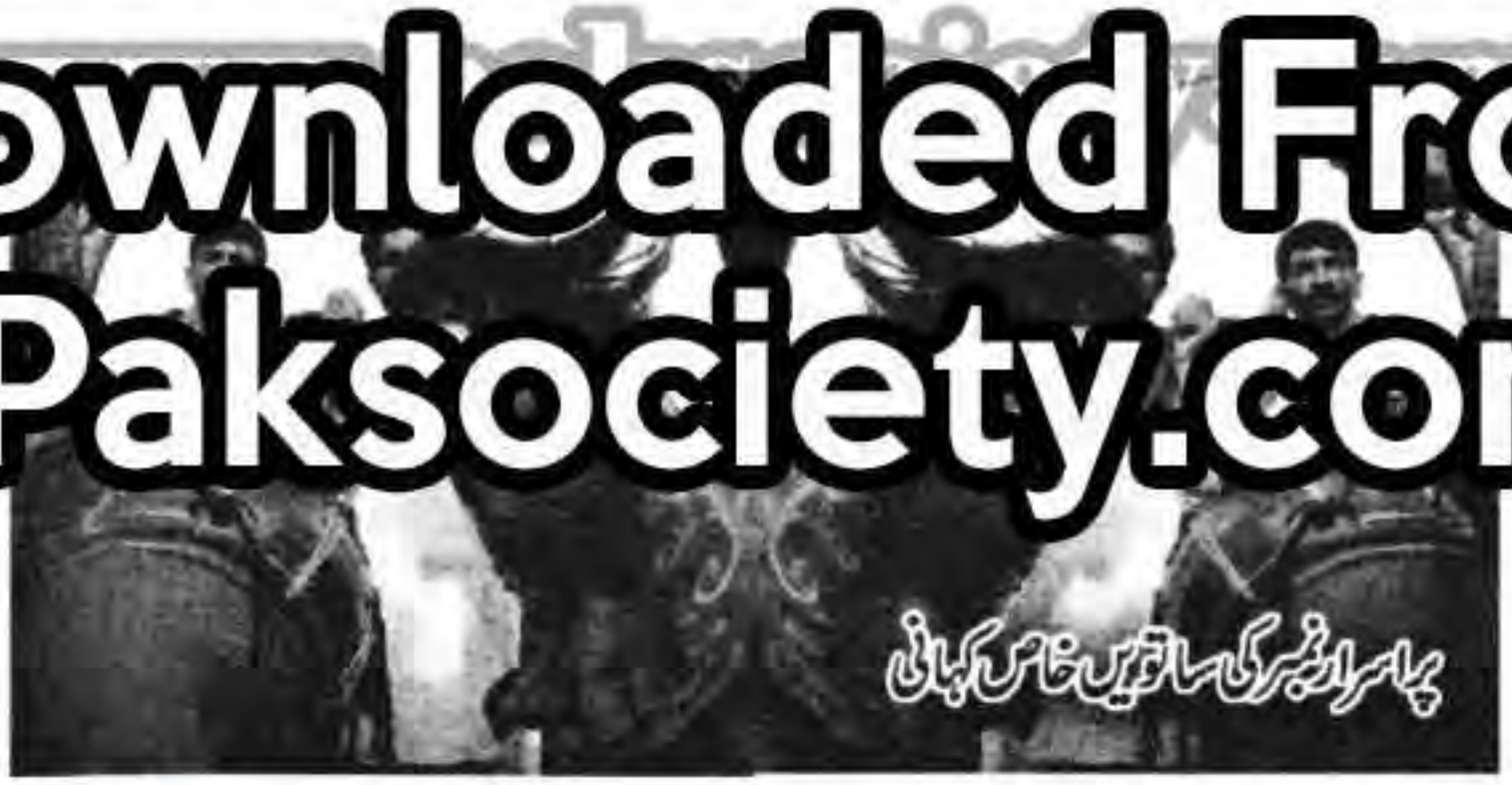

رب کا انصاف

ممتاز احمد

اس شیطان صفت شخص کی کہانی، جس نے رشتہ نہ ملنے پر کالے علم کا سہارا لے کر اپنا انتقام لیا مگر.....

مجھے آفس سے گھر آئے ابھی چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ عدنان کی کال آگئی۔ وہ سخت گھبراہٹ میں بول رہا تھا اور مجھے اپنے گھر بلا رہا تھا۔ اس کی کال کے دوران شور کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ میں نے پوچھا۔

''عدنان خیر تو ہے؟'' اس پر وہ بولا کہ خیر نہیں ہے بس تم جلدی سے آجاؤ اور ہاں بھابی کو ضرور ساتھ لے کر آنا۔''

میں نے کہا۔ ''یار عدنان کچھ تو بتاؤ معاملہ کیا ہے؟''

کہنے لگا۔ ''تم لوگ آؤ تو سہی سب بتا دوں گا۔''

پھر جلدی پہنچنے کی تاکید کے ساتھ ہی اس نے کال کاٹ دی۔ میں پریشان ہوگیا اور دل میں دعا کرنے لگا کہ خدا خیر کرے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں اور عدنان ہنستے کھیلتے آفس سے نکلے تھے۔ وہ بڑے ہپی موڈ میں اپنے گھر گیا تھا۔ اب پندرہ بیس منٹ کے بعد اس کا گھبرائی ہوئی آواز اور پریشانی میں کال کر کے اپنے گھر بلانا.....! یہ سب میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ اب اتفاق سے میری بیوی میکے گئی ہوئی تھی تو میں گہری سوچ میں گم صم بیٹھا تھا تو والدہ صاحبہ میرے کمرے میں آئیں تب ان کے استفسار پر ساری بات ان کے گوش گزار کی تو امی کہنے لگیں۔

''چلو میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ تم جلدی سے موٹر سائیکل نکالو۔''

اگلے پندرہ منٹ کے بعد ہم ماں بیٹا عدنان کے گھر کے گیٹ کے سامنے کھڑے تھے۔ ڈور بیل بجائی تو فوراً عدنان نے گیٹ کھول دیا۔ جیسے ہی ہم گھر کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ عدنان کی بیوی خالدہ جس کے سر کے بال جھاڑ جھنکار ہوئے شانوں پر لہرا رہے تھے سر سے دوپٹہ غائب تھا۔ اس کی انگارے کی طرح سرخ آنکھیں جن سے وہ عدنان کو گھور رہی تھی اور منہ سے غوں غوں کی آوازیں نکال رہی تھی۔ پھر یکلخت اس نے جنونی انداز میں سر کو دائرے کی شکل میں پوری شدت سے گھمانا شروع کر دیا جس سے اس کے کھلے ہوئے بال بھی ہوا میں لہرانے لگے۔ ہم یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ امی کچھ کچھ معاملہ سمجھ گئیں انہوں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ماہنامہ داستانِ دل ساہیوال

ادب کی دنیا میں ایک نیا نام

نئے لکھنے والوں کے لئے ایک بہترین پلیٹ فارم

اگر آپ لکھاری ہیں اور تحریر کسی مستند ادارے میں بھیجنا چاہتے ہیں تو ابھی داستانِ دل کو بھیجیں۔ آپ کی تحریر قریب کے شمارے میں پبلش کی جائے گی۔ آپ اپنے افسانے، ناولٹ، ناولز، کہانیاں، جگ بیتیاں، آپ بیتیاں، غزلیں یا پھر نظمیں ہمیں ای میل کے ذریعے، ڈاک کے ذریعے یہاں تک کہ وٹس ایپ کے ذریعے بھی بھیج سکتے ہیں۔ بس آپ کی تحریر اردو میں لکھی ہونی چاہیئے۔ اگر آپ نئے لکھاری ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ اپنی تحریر ہمیں بھیجیں ہم اس کو صحیح کر کے اپنے شمارے کا حصہ بنائیں گے۔ اگر آپ لکھنا نہیں جانتے تب بھی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں آپ ہمیں کوئی بھی اچھی سی غزل یا اقوال زریں انتخاب کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ وہ بھی داستانِ دل کا حصہ بنے گا۔ اس کے علاوہ آپ اپنی تحریر موبائل پر بھی میسج کر سکتے ہیں بس اردو میں تحریر ہو۔

ہمارے داستانِ دل کے سلسلے کچھ اس طرح سے ہیں

محبت نامے، ملک کی ممتاز شخصیات کا انٹرویو، افسانے ناولز، ناولٹ، غزلیں، نظمیں، حمد، نعت اور انتخاب

اس کے علاوہ آپ کی ہر تحریر کو ہمارے شمارے میں خاص جگہ دی جائے گی۔ آپ ہمارے سارے شمارے پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر پڑھ سکتے ہیں اور پڑھ کر اپنی رائے دے سکتے ہیں

ہمارا ایڈریس ہے۔

ندیم عباس ڈھکو چک نمبر L۔5/79 ڈاکخانہ 5.L/78 تحصیل و ضلع ساہیوال

وٹس ایپ نمبر:03225494228

ای میل ایڈریس ہے abbasnadeem283@gmail.com

www.paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com

بسم اللہ، درود پاک اور آیت الکرسی پڑھ کر عدنان کی بیوی خالدہ پر پھونک ماری اور آگے بڑھ کر اس کے سر پر دوپٹہ اوڑھایا۔ اس کی حالت درست کی اور اسے اپنے ساتھ صوفے پر بٹھا لیا۔ عدنان کو پانی لانے کا کہا تو امی نے پانی کے گلاس پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور گلاس خالدہ کے ہاتھ میں پکڑا دیا جسے وہ ایک ہی سانس میں پی گئی۔

عدنان میرا نہ صرف کولیگ تھا بلکہ بہت اچھا دوست بھی تھا۔ وہ ہمارے شہر سے پچیس کلومیٹر دور ایک گاؤں کا رہنے والا تھا۔ جب اس کو ملازمت ملی تو وہ روزانہ اپنے گاؤں سے آفس آیا جایا کرتا تھا۔ پانچ مہینے پہلے اس کی شادی ہوئی تھی۔ ایک مہینہ وہ چھٹی پر رہا پھر موٹر سائیکل پر وہ گاؤں سے آفس آنے لگا چونکہ سخت سردی کا موسم تھا۔ صبح کے وقت گہری دھند ہوتی تھی جس کی وجہ سے موٹر سائیکل کی سواری بہت دشوار کام تھا۔ دوسرا وقت پر آفس پہنچنا بھی محال تھا۔ چنانچہ عدنان نے اس مسئلے کا حل یہ نکالا کہ اپنے گھر والوں اور بیوی کے صلاح مشورے سے شہر میں ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لے لیا اور واجبی ضرورت کے سامان سمیت رہائش اختیار کر لی۔

جس دن عدنان اپنی بیوی خالدہ کے ساتھ شہر میں شفٹ ہوا، ہم نے ان دونوں میاں بیوی کی دعوت کی تو اس طرح میری بیوی اور خالدہ دونوں سہیلیاں بن گئیں۔ اب ہمارا ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا شروع ہو گیا۔ میری بیوی خالدہ کو زیادہ سے زیادہ ٹائم اور کمپنی دیتی ایک تو وہ نئی نویلی دلہن تھی، دوسرا وہ گاؤں کی رہنے والی تھی اور شہر میں پہلی بار آئی تھی تو اسے کسی قسم کی تنہائی کا احساس نہ ہو۔ پہلا مہینہ تو بڑے آرام سے ٹھیک ٹھاک گزرا پھر یوں ہونے لگا کہ خالدہ اکثر خلاؤں میں دیکھنے لگتی اور کافی دیر گم صم رہنے لگتی اور کبھی کبھی بیٹھے بیٹھے ایک دم چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتی ایسے لگتا جیسے ڈر گئی ہو مگر ان باتوں کا کسی نے کوئی خاص نوٹس نہ لیا تھا۔

دو مہینے بعد میرے سب سے چھوٹے سالے کی شادی تھی تو میری ساس صاحبہ نے میری بیوی کو کچھ دن کے لیے شادی کی تیاری کے سلسلے میں بلایا تھا اس لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

دو دن پہلے میری بیوی اپنے میکے جو کہ پچاس کلو میٹر دور ایک شہر میں تھا ایک ہفتے کے لیے وہاں گئی تھی۔ تو آج اچانک یہ واقعہ پیش آ گیا تھا۔

ہم کچھ دیر عدنان کے گھر بیٹھے رہے پھر عدنان سے کہا کہ خالدہ کو لے کر ہمارے ہاں آ جاؤ۔ اس طرح پوری رات خالدہ ہمارے گھر رہی۔ امی نے اسے اپنے پاس سلا لیا تھا مگر جیسے ہی اگلے دن عدنان اسے اپنے گھر لے کر گیا اس پر دیوانگی کے دورے پڑنے لگے۔ اس صورت حال سے عدنان بری طرح گھبرا گیا۔ اس نے خالدہ کو گاؤں لے جانے کی بجائے فون کر کے اپنی ماں اور بہن کو شہر بلا لیا تا کہ وہ اس کی دیکھ بھال کر سکیں مگر اب یہ ہونے لگا کہ خالدہ کی حالت دن بدن خراب ہونے لگی۔

عدنان ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ کئی آستانوں کے چکر بھی لگا چکا تھا مگر خالدہ کی حالت سنبھلنے یا بہتر ہونے کے بجائے دن بدن بگڑنے لگی۔ اب تو خالدہ اپنے کپڑے پھاڑ دیتی۔ اس کی آنکھیں لال سرخ ہو جاتیں وہ منہ سے مغلظات بکنے لگتی۔ جو چیز اس کے ہاتھ میں آتی وہ توڑ دیتی۔ اسے زیادہ تر نیند کی دواؤں کے زیر اثر رکھا جاتا مگر جیسے ہی دوائی کا اثر ختم ہوتا خالدہ ہذیان بکنے لگتی۔ عدنان اور اس کی ماں خالدہ کو گاؤں میں لے کر نہیں جانا چاہتے تھے کیونکہ برادری ان کے بہت شریک اور بدخواہ تھے اس لیے انہوں نے خالدہ کی اس حالت کو پوشیدہ رکھا اور جس نے جو علاج بتایا وہ کرتے رہے مگر خالدہ کی حالت میں ذرا بھی بہتری نہ آئی۔

خالدہ پر دیوانگی کے دورے پڑنے لگے۔ دن بدن اس کی حالت بگڑنے لگی۔ اس کی صحت تیزی سے گرنے لگی اور وہ بہت کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ عدنان اور اس کی ماں خالدہ کو لے کر کئی پیروں، فقیروں کے ڈیرے پر لے گئے مگر اس کی حالت جوں کی توں رہی۔ میری بیوی بھی میکے سے واپس گھر آ چکی تھی۔ وہ بھی خالدہ کی اس حالت پر بہت متفکر تھی۔

کچھ دن گزرے تو میری بیوی کو یاد آیا کہ اس کے میکے میں ایک لڑکی کے ساتھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا تھا تو انہوں نے بہت دور ایک شہر میں رہنے والے ایک اللہ والے بزرگ جو کہ متقی اور پرہیزگار عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فی سبیل اللہ خدمت خلق کے جذبے کے تحت پریشان حال اور مصیبت کے مارے لوگوں کی مدد کرتے تھے تو میری بیوی نے اپنے بھائی کے ذریعے کسی طرح ان بزرگ کا رابطہ نمبر لے کر خالدہ کے حالات انہیں بتائے تو انہوں نے خالدہ کے ساتھ اس کی ماں کا نام پوچھا اور تھوڑے توقف کے بعد کہا کہ فوراً خالدہ کو اس کی ماں کے ہمراہ لے کر ان کے پاس پہنچیں۔ چنانچہ فوراً خالدہ کی ماں کو اطلاع دی گئی اور اگلے ہی دن صبح صبح ایک ٹیکسی کروا کر عدنان نے اپنی ماں، خالدہ اور اس کی ماں کو ہمراہ ساتھ لے کر رخت سفر باندھا اور چار گھنٹے کی مسافت کے بعد ان بزرگ کے آستانے پر پہنچ گئے۔

انہوں نے پوچھا کہ خالدہ کی یہ حالت کب سے ہے تو عدنان نے بتایا کہ پندرہ سے بیس دن ہو گئے ہیں پھر انہوں نے خالدہ کی عدنان سے شادی کا پوچھا تو بتایا گیا کہ تین ماہ ہو گئے ہیں۔ پھر وہ بزرگ آنکھیں بند کر کے کسی گہری سوچ میں متفرق ہو گئے۔ دس منٹ کے بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں اور گویا ہوئے اور کہنے لگے کہ وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے خالدہ کی ماں سے پوچھا کہ خالدہ کی عدنان سے شادی سے پہلے کوئی رشتہ خالدہ کے لیے آیا تھا؟ تو خالدہ کی ماں نے جواب دیا کہ آٹھ نو مہینے پہلے کی بات ہے کہ ایک پرویز نامی لڑکے کا رشتہ آیا تھا خالدہ کے لیے۔ ایک مہینہ تک بات چلتی رہی پھر خالدہ کے باپ نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔''

بزرگ نے تفہیمی انداز میں سوال کیا کہ انکار کی کیا وجہ تھی؟ تو خالدہ کی ماں نے بتایا کہ ایک تو لڑکے کی عمر بہت زیادہ تھی، دوسرا اس کا چال چلن بھی ٹھیک نہیں تھا، تیسرا لڑکے کا کوئی ڈھنگ کا روزی کا ذریعہ نہ تھا اور چوتھا لڑکے کے گھر والوں نے بہت سی جھوٹی باتیں بتائی تھیں تو اس بنا پر خالدہ کے باپ نے رشتے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے فوراً بعد عدنان کا رشتہ آیا جو کہ ہمیں ہر لحاظ سے مناسب اور موزوں لگا تھا تو قبول کر لیا گیا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اور جلد ہی شادی بھی کردی۔''

بزرگ نے پوچھا کہ خالدہ کا باپ کدھر ہے۔'' تو خالدہ کی ماں نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

''محترم وہ تو پچھلے ایک ماہ سے اسپتال میں ہیں۔ ڈاکٹر ابھی تک ان کا مرض معلوم نہیں کر سکے۔ پہلے خالدہ کے باپ کی پریشانی تھی۔ اب خالدہ کے ساتھ یہ بات ہوگئی ہے کہ میری ایک ہی بچی ہے۔ جس کا بڑے چاؤ سے بیاہ کیا ہے۔ اب اس کی یہ حالت ہوگئی ہے دوسرا اس کا باپ اسپتال میں ہے۔ میری تو راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں کیا کروں کہاں جاؤں؟''

تو بزرگ کہنے لگے۔'' مایوسی گناہ ہے پریشان نہ ہوں، اللہ کرم فرمائے گا، انشاء اللہ خالدہ اور اس کا باپ ٹھیک ہو جائیں گے۔''

بزرگ نے حوصلہ اور تسلی دی پھر خالدہ کی ماں سے پوچھا کہ جب پرویز کے رشتے سے انکار کر دیا تھا تو اس کے بعد کوئی واقعہ رونما ہوا یا کوئی خاص بات ہوئی تھی؟''

خالدہ کی ماں کچھ دیر سوچتی رہی پھر بتانے لگی۔

''جب عدنان سے خالدہ کا رشتہ پکا ہو گیا تو اس کے بعد خالدہ کے ابو کا کاروبار خسارے میں جانے لگا اور آئے روز کوئی نہ کوئی نقصان ہونے لگا۔

جب خالدہ کی رخصتی کر دی تو کچھ دنوں کے بعد ہمیں اپنے مکان کے باہر دیوار پر خون کے چھینٹے نظر آئے تھے پھر اس کے بعد ہمارے صحن میں خون کے لوتھڑوں کے ساتھ کسی پرندے کے چھوٹے چھوٹے انڈے بھی گرنے لگے۔ میرا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا کہ ضرور کوئی بات ہے۔ میں نے خالدہ کے والد سے کہا کہ کسی بزرگ سے مل کر اس کا توڑ کرائیں لیکن وہ تعویذ گنڈوں کو نہیں مانتے۔ چند دن گزرے تو خالدہ کے والد کی اچانک طبیعت خراب ہوگئی۔ بیماری سے پہلے وہ کچھ چڑچڑے ہو گئے تھے۔ بات بات پر کاٹ کھانے کو دوڑتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کی طبیعت زیادہ بگڑنے لگی اور پھر یہاں تک نوبت آگئی کہ انہیں اسپتال میں داخل کروانا پڑا جہاں ان کے کئی مہنگے ٹیسٹ، الٹرا ساؤنڈ وغیرہ ہوئے مگر ان کا کسی ڈاکٹر کو سمجھ نہیں آسکا۔ ان کا وزن یکلخت پندرہ سے بیس پونڈ

مشہور مصنفین کے مقبول ترین ناول

جادو	ایم اے راحت	800/-
تیری یادوں کے گلاب	شازیہ اعجاز شازی	300/-
کانچ کے پھول	غزالہ جلیل راؤ	500/-
دیا اور جگنو	غزالہ جلیل راؤ	500/-
انابیل	غزالہ جلیل راؤ	500/-
جیون جھیل میں چاند کرنیں	فصیحہ آصف خان	500/-
عشق کا کوئی انت نہیں	فصیحہ آصف خان	500/-
سلگتی دھوپ کے صحرا	عطیہ زاہرہ	500/-
یہ دیا بجھنے نہ پائے	محمد سلیم اختر	300/-
وش کنیا	ایم اے راحت	400/-
درندہ	ایم اے راحت	300/-
تتلی	ایم اے راحت	200/-
بھرم	ایم اے راحت	200/-
چھون	خاقان ساجد	400/-
دھواں	فاروں انجم	300/-
دھڑکن	فاروق انجم	300/-
درخشاں	انوار صدیقی	700/-
آشیانہ	اعجاز احمد نواب	400/-
جزیرہ	اعجاز احمد نواب	500/-
ناگن	اعجاز احمد نواب	999/-

نواب سنز پبلی کیشنز

I/92، کوچہ میاں حیات بخش، اقبال روڈ

کمیٹی چوک راولپنڈی Ph: 051-5555275

لکھاری بہنیں اپنا ناول شائع کروانے کے لیے رابطہ کریں

0333-5202706

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گھٹ گیا۔ جسم سوکھتا جارہا ہے۔ وہ ہر وقت خلاؤں میں گھورتے رہتے ہیں اور اچانک ان پر کپکپی، گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔ سخت بے چینی اور بے قراری کی کیفیت میں کبھی بیٹھ جاتے ہیں، کبھی لیٹ جاتے ہیں، کبھی اٹھ کر باہر کو دوڑنے لگتے ہیں اور کبھی کبھی انتہائی غصے میں آکر مارنے کو دوڑتے ہیں۔ ہمارا تو سب کچھ اجڑ گیا ہے، کاروبار تباہ ہوگیا، اب اوپر سے خالدہ کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ کیا بنے گا ہمارا۔'' اتنا بتا کر خالدہ کی ماں زارو قطار رونے لگی اور روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

بزرگ فرمانے لگے۔ ''بی بی! اللہ سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ وہ قادر مطلق مسبب الاسباب، قاضی الحاجات ہے۔ آپ رونا بند کرو، انشاء اللہ سوہنے رب کے کرم سے خالدہ اور اس کا باپ دونوں بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔'' بزرگ اب خالدہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

خالدہ جو کہ بے انتہا حسین وجمیل اور بلا کی خوب صورت تھی۔ گورا چٹا رنگ چہرے پر انتہا کی معصومیت اور سادگی تھی مگر اس وقت وہ اس حال میں تھی کہ بار بار سر سے دوپٹا اتار پھینکتی سر کے بال جھاڑ جھنکار ہو گئے تھے۔ ایک پاؤں کی شلوار پنڈلیوں تک اوپر چڑھی ہوئی تھی۔ بزرگ نے براہ راست خالدہ کو مخاطب کیا۔

''بیٹی میری آواز سن رہی ہو؟ خالدہ بیٹی کیسی طبیعت ہے۔ تمہیں کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے؟''

مگر خالدہ کسی بھی بات کا جواب دینے کی بجائے ان کے چہرے کی طرف تکنے لگی۔ بزرگ نے خالدہ کے سر پر ہاتھ رکھا تو اگلے ہی لمحے اس نے نظریں جھکا لیں۔ بزرگ نے دعا کے لیے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیے اور رب کے حضور خالدہ اور اس کے باپ کی صحت یابی کے لیے دعا کی۔ پھر خالدہ کو دم کیا اور پانی کی ایک بوتل منگوائی۔ پانی پر دم کیا اور ہدایت کی کہ سب سے پہلے فوراً اللہ کی راہ میں صدقہ خیرات کریں اور آج کی رات اسی شہر میں رک جائیں۔ کل صبح دس بجے کے بعد آئیں اور پانی کی بوتل ساتھ لے جائیں اور ہر گھنٹے کے بعد تھوڑا تھوڑا پانی خالدہ کو پلاتے رہیں۔ بہتر یہی ہے کہ اسی شہر میں کسی قریب ترین ہوٹل میں آج کا باقی دن اور رات قیام کرلیں، انشاء اللہ اول تو کچھ نہیں ہوگا اگر خدانخواستہ خالدہ کی حالت یا طبیعت بگڑنے لگے تو فوراً انہیں اطلاع دی جائے۔'' یہ کہہ کر انہوں نے اس خاندان کو رخصت کیا اور دوسرے لوگوں کی دادرسی میں مشغول ہوگئے۔

☆.....☆.....☆

وہ بزرگ جن کا شمار خدا کے برگزیدہ بندوں میں ہوتا تھا وہ حقیقی اور خالصتاً اللہ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کے لیے مخلوق خدا کی مدد کرتے اور اللہ سے رو رو کر دعا اور فریاد کرتے کہ سب کی مشکلیں آسان ہوں، تمام بیماروں کو شفا ملے۔ پریشان حال لوگوں کی پریشانیاں دور ہوں، بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ ہدایت نصیب ہو۔ انہوں نے اس رات خالدہ اور اس کے باپ کے لیے تعویذ لکھنے سے پہلے مراقبہ کیا تو کچھ عجیب طرح کی صورت حال ان کے سامنے آئی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک ٹانگے میں چھ یا سات لڑکیاں کہیں جارہی ہوتی ہیں۔ گھوڑا سرپٹ بھاگ رہا ہے کہ اچانک ایک گہرے کھڈے میں ٹانگے کا پہیہ جاتا ہے اور اگلے ہی لمحے ٹانگہ الٹ جاتا ہے۔ لڑکیاں شور مچانے لگ جاتی ہیں۔ کوچوان بری طرح زخمی ہو جاتا ہے۔ گھوڑا بھی بے سدھ پڑا ہوتا ہے تو اسی اثناء میں ایک چیل اور گدھ نما بہت بڑا پرندہ تیزی سے آتا ہے اور ایک لڑکی پر جھپٹ پڑتا ہے اور اس کے سر پر لگا کچرا اتار کر لے جاتا ہے اور دوسرا حملہ کوچوان پر کرتا ہے اور اپنے نوکیلے پنجوں سے اسے اور زخمی کر دیتا ہے۔ پھر چاروں طرف سے خون کے چھینٹے پڑتے ہیں اور ساتھ ہی فضا میں گہرا گرد وغبار پھیل جاتا ہے۔''

اس مراقبے کے بعد انہوں نے کافی دیر غور و خوض کیا پھر تین تعویذ لکھے اور ذکر اذکار وظائف کے بعد سو گئے۔

☆.....☆.....☆

اگلے دن مقررہ وقت پر وہ لوگ خالدہ کو لے کر آگئے۔ پچھلا دن اور رات سکون سے گزری تھی۔ خالدہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پرسکون اور نارمل رہی اس پر دیوانگی کا کوئی دورہ نہ پڑا تھا۔ بزرگ نے خالدہ کو دم کیا اور تعویذ دیا کہ اسے خالص چاندی کے خول میں پیک کروا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے مگر تعویذ ڈالنے سے پہلے خالدہ کو دم کیے ہوئے پانی سے اچھی طرح نہلایا جائے اور نیا سوٹ پہنایا جائے اس کے زیر استعمال کپڑے خیرات کر دیے جائیں۔ ساتھ انہوں نے چینی اور پانی دم کر کے دیا کہ سات روز تک دن میں تین بار چٹکی بھر چینی کھلائی جائے اور تھوڑا تھوڑا پانی پلایا جائے۔ دوسرا تعویذ خالدہ کے والد کے لیے تھا کہ انہیں اسپتال سے گھر لے آئیں اور ان کے گلے میں تعویذ ڈال دیں اور ان کے لیے بھی چینی پانی دم کر کے دیا۔ تیسرا تعویذ خالدہ کے والد کے کاروبار کے لیے دیا کہ آئندہ کے لیے کوئی نقصان نہ ہو اور دوبارہ سے کاروبار چل پڑے اور اس کے لیے ہدایت کی کہ اسے کسی کے علم میں لائے بغیر یا تو دریا میں بہا دیا جائے یا پھر کسی کنویں میں ڈال دیا جائے۔ جب تک حالات سازگار نہ ہو جائیں۔ خالدہ اپنے خاوند عدنان کے گھر میں رہے اور اس کا والد بھی اپنے گھر میں رہے اس ضمن میں مکمل خاموشی اور احتیاط رکھی جائے۔ اس دوران اگر خدانخواستہ کوئی غیر معمولی صورت حال یا واقعہ رونما ہو تو فوراً ان بزرگ کو تفصیلاً مکمل حالات سے آگاہ کیا جائے۔''

چنانچہ ان ہدایات کے ساتھ ان کو جانے کی اجازت دے دی۔

☆.....☆.....☆

آنے والے چند دنوں میں حالات نے پلٹا کھایا اور اللہ رب العزت کے خاص فضل اور لطف و کرم سے سات دن کے اندر خالدہ مکمل طور پر ٹھیک ہو گئی اور اس کا باپ بھی بھلا چنگا ہو گیا۔ کوئی ناخوشگوار واقعہ یا صورت حال رونما نہ ہوئی۔ جب دوبارہ ان بزرگ سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ رب کے حضور شکرانے کے نوافل ادا کریں۔ دل کھول کر صدقہ خیرات کریں۔ دونوں خاندانوں کے تمام افراد نماز پنجگانہ کی پابندی کے ساتھ تلاوت کلام کا روزانہ کا معمول اپنائیں اور شریعت کے وضع کردہ اصولوں اور ہدایت پر سختی سے کاربند رہیں۔''

اگلے ایک مہینے کے اندر خالدہ نہ صرف مکمل طور پر صحت یاب ہو چکی تھی بلکہ حاملہ بھی ہو گئی۔ اسی طرح اس کا باپ بھی تندرست ہو گیا اور اس کا کاروبار بھی چلنے لگا۔

کافی اصرار کے بعد ان بزرگ سے ان معاملات کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ جب پرویز کو خالدہ کا رشتہ دینے سے انکار کیا گیا تھا تو اس نے اپنے دل میں کینہ اور بغض رکھ لیا اور انتقام کے طور پر کسی جادو گر ٹائپ خبیث شیطان کے چیلے سے کافی رقم دے کر گندہ عمل کروایا تاکہ خالدہ کا گھر نہ بسے اس کا والد بھی تباہ و برباد ہو جائے۔''

پھر قدرت کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آئی اور ہوا یوں کہ جو کنواں پرویز نے خالدہ اور اس کے باپ کے لیے کھودا تھا وہ خود اس میں گر گیا۔ اس کی دو بھینسیں تھیں جو کہ وافر مقدار میں دودھ دیتی تھیں یکے بعد دیگرے سانپ کے ڈسنے سے مر گئیں۔ اس کی فصل تباہ ہو گئی۔ وہ ٹی بی کے مرض کا شکار ہو گیا اور مناسب علاج نہ ہونے کی وجہ سے خون تھوکتا پھرتا ہے اور آج تک اس کی شادی نہ ہو سکی ہے۔ جب کہ خالدہ اپنے گھر میں بہت خوش و خرم زندگی گزار رہی ہے۔ اس کے دو بچے ہیں اس کے والد کا کاروبار پھر سے چل نکلا۔ اللہ نے اتنی برکت ڈالی کہ ہر طرح سے خوش حالی ہی خوش حالی ہے۔ خالدہ کی ماں اور باپ نے حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ خالدہ کے باپ نے خالدہ اور عدنان کو عمرہ کروایا اب عدنان نے شہر میں مکان بنانے کے لیے دس مرلے کا پلاٹ بھی لے لیا ہے۔

پرویز اپنی بدفطرتی، حسد، کینہ اور انتقام لینے کی کوشش میں انجام بد سے دوچار ہو کر دوسروں کے لیے عبرت کا نشان بن چکا ہے۔ سچ کہتے ہیں کہ گندم بیج کر چنا نہیں کاٹ سکتے جو لوگ اپنی اصلاح کرنے کی بجائے دوسروں کا برا سوچنے اور کرتے ہیں ان کا انجام ہمیشہ برا اور عبرت ناک ہوتا ہے۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

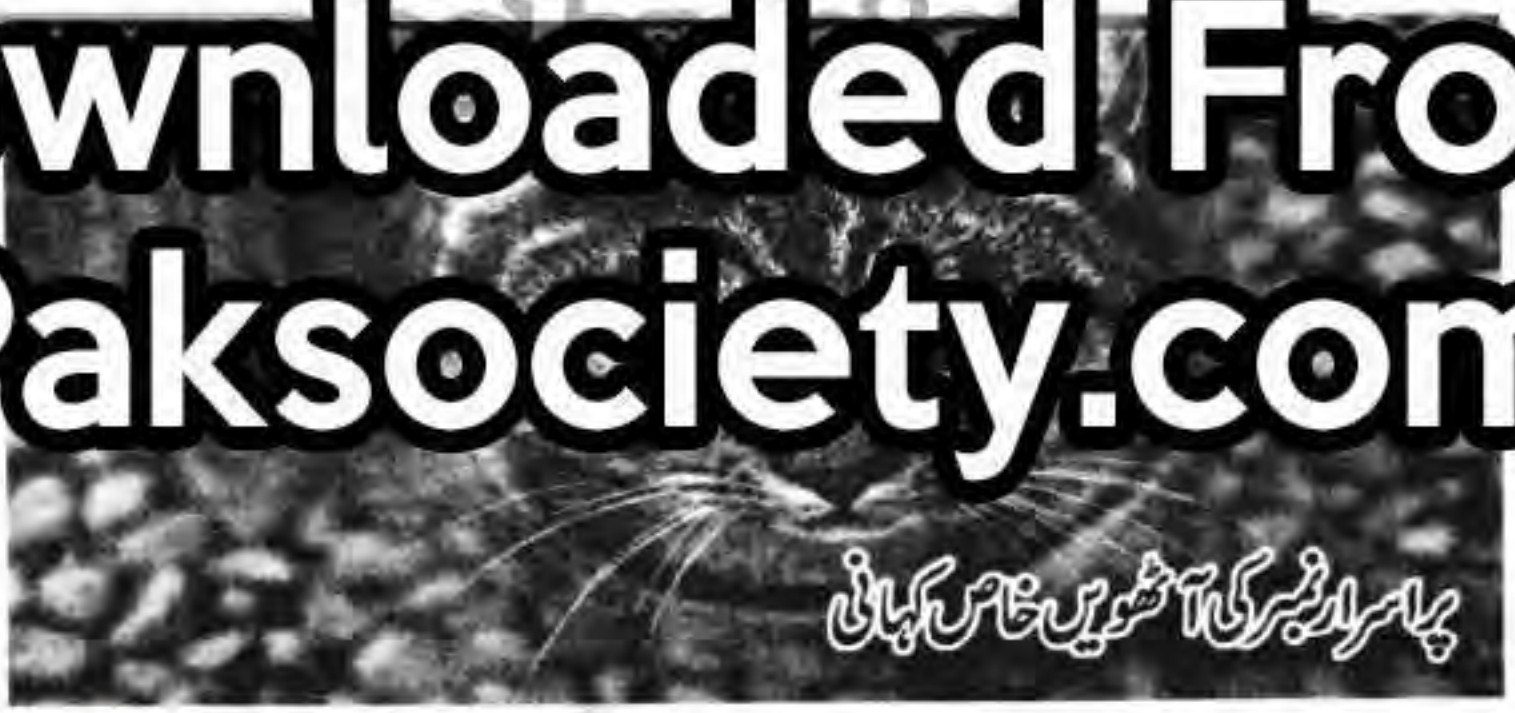

وہ چتکبری بلی

نادیہ ملک

اُن قارئین کے لیے پراسرار نمبر کی سوغات' جو بلیوں سے بہت عقیدت رکھتے ہیں

''میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھ سے ملنے کے لیے اتنی تکلیف اُٹھائی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم ایک معروف وکیل ہو اور تم نے محض میرے لیے اپنا وقت خراب کیا۔ حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میرے کیس میں کچھ جان نہیں۔ مگر میں کیا کروں مجھے معلوم ہے کہ جھوٹ بولنے والا کہیں نہ کہیں چوکنا ضرور ہوتا ہے اور میں اسی لیے کوئی من گھڑت کہانی نہیں سنانا چاہتا۔ میں نے اپنے وکیل مسٹر حامد سے بھی یہی کہا تھا اور یہ کہانی میں تمہیں بھی سنا رہا ہوں کیونکہ اس میں کوئی جھوٹ شامل نہیں ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں قابل یقین ہو یا نہ ہو لیکن بالکل صحیح ہے۔ میں نے صرف ایک بار فائر کیا تھا صرف ایک بار اور وہ بھی ایک بلی پر۔۔۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک بلی کو مارنے پر کسی کو پھانسی دے دی جائے۔''

بلال سے میری دوستی سکول کے زمانے سے تھی اور ہم بڑے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ جنگ کے بعد سے میری اور اس کی ملاقاتیں تقریباً بند ہو گئی تھیں۔ وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ملک کے دوسرے کونے میں مکین تھا لیکن پھر بھی نہ بھی ہم مل ہی لیتے تھے۔ ہمارے درمیان وقتاً فوقتاً خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔ آج سے دو سال قبل اس نے مجھے لکھا کہ وہ شادی کر رہا ہے۔ اس وقت وہ چالیس سال کا ہو رہا تھا اور میری ہی مانند کنوارا رہنے کا عزم کیے ہوئے تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی ہونے والی بیوی اس سے کوئی بیس سال چھوٹی تھی۔ بہر حال مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی اور میں نے اسے شادی پر ایک تحفہ بھی بھیجا تھا۔ بلال کے خط سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ وہ ایک بدیسی لڑکی تھی۔ اپنی فرم کی طرف سے وہ جب انگلستان گیا تھا تو وہ لڑکی اسے وہیں ملی تھی اور محض اتفاق سے ان دونوں کی ملاقات ہو گئی اور اس طرح وہ اسے لے کر یہاں آ گیا تھا۔ بظاہر بلال کو اپنی بیوی سے بے پناہ محبت تھی اور وہ اس کا دم بھرتا ہوا نظر آتا تھا۔

پہلے سال میری اس سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ بلال ایک تعمیراتی کمپنی میں انجینئر ہے ان دنوں وہ تاخیلا کے علاقے میں ایک ڈیم پر متعین تھا۔ جب مجھے بلال کا خط ملا اس نے مجھے تاخیلا گاؤں میں آنے کی دعوت دی تھی اور لکھا تھا کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

اس کی بیوی فلائس مجھ سے ملنے کی بے حد مشتاق ہے۔ گاؤں کے سرائے میں ہی اس نے کچھ کمرے لے رکھے تھے۔ تاخیلا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے لیکن وہاں کچھ مقامات سیاحوں کی لیے پُرکشش ضرور ہیں جس کے باعث وہ جگہ آس پاس کی جگہوں سے کچھ ترقی یافتہ ضرور ہے۔ ان دنوں میں بھی شہری زندگی سے اُکتا سا گیا تھا لہٰذا میں نے ہفتہ بھر کی لیے چھٹی لی اور تاخیلا کی لیے چل پڑا۔ ٹرین میں میرے ڈبے میں صرف دو اشخاص اور سفر کر رہے تھے۔ ایک ملٹری کا جوان اور ایک بڑی بی، جن کے ساتھ بہت سے جھابے اور تھیلے تھے۔

صبح سات بجے کے قریب جب میں ڈائنگ کار سے لوٹا تو ملٹری کا جوان موجود نہیں تھا البتہ ایک نئی جوان عورت ضرور موجود تھی۔ میں اپنی برتھ پر دراز ہو کر سگریٹ پینے لگا۔ لیکن چند ہی لمحوں بعد مجھ پر اُلجھن طاری ہونے لگی۔ کمپارٹمنٹ میں کہیں نہ کہیں کوئی بلی ضرور موجود تھی اور یہ بات میری چھٹی حس مجھے بتا رہی تھی۔ یہاں تم یہ جان لو کہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو بلی کی موجودگی کو قطعی برداشت نہیں کر سکتے۔ حالانکہ یہ بات مضحکہ خیز ہی ہے مگر بس نجانے کیوں اس جانور کی موجودگی میرے لیے اُلجھن کا باعث ضرور بن جاتی ہے۔

جلد ہی مجھے پتا چل گیا کہ بڑی بی نے کسی جھابے میں کوئی بلی ضرور رکھ چھوڑی ہے۔ جی میں آیا کہ گارڈ کو بُلا کر اسے یہاں سے نکلواؤں مگر پھر اس مضحکہ خیز خواہش کو سختی سے دبا اور اس خیال کو ذہن سے ہٹانے کی لیے نوجوان لڑکی کی سمت دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

لڑکی تھی بھی ایسی ہی' بے حد پُرکشش، سڈول اور سفید رنگت والی اس کی آنکھیں واقعی بے حد خوبصورت اور سیاہ تھیں۔ ایسی آنکھیں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہیں۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کے اندر کوئی الاؤ سا آہستہ آہستہ دہک رہا ہو۔ چند لمحوں تک تو میں اس لڑکی کے حسن میں گم سا رہا مگر اچانک پھر مجھ پر پہلے والی اُلجھن طاری ہوگئی۔

یہ بات میں تمہیں صرف اس لیے بتا رہا ہوں تاکہ تم میری بقیا داستان اچھی طرح سمجھ سکو۔ تمہیں اس سے اچھی طرح اندازہ ہو سکے گا کہ میں نے ریوالور کیوں خریدا تھا۔ جو شخص ایک بند بلی کی موجودگی سے اس قدر اُلجھ سکتا ہو وہ بھلا آزاد بلیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی لیے کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ نقطہ اہم ہے اور اسی لیے میں نے اس کی وضاحت کی ہے۔

ٹرین نے مجھے جب سلسرام اسٹیشن پر پہنچایا تو میں اُتر گیا کیونکہ وہاں سے تاخیلا کا گاؤں چند میل کے فاصلے پر تھا۔ پلیٹ فارم پر بلال موجود تھا' وہ نوجوان لڑکی جو میری ہمسفر تھی وہ بھی اسی اسٹیشن پر اُترتی نظر آ رہی تھی۔ ابھی میں نے مشکل سے اپنا سامان اُتارا تھا کہ بلال دوڑتا ہوا میرے پاس پہنچا اور مجھ سے لپٹتا ہوا بولا۔

''ہیلو! کتنا عجیب اتفاق ہے' کیا تم دونوں آپس میں متعارف ہو چکے ہو؟''

اس لمحے مجھے پتا چلا کہ وہ پُرکشش لڑکی ہی مسز بلال تھی یعنی فلائس بلال۔ اتفاق سے وہ بھی قریبی شہر گئی ہوئی تھی شاید کچھ شاپنگ کی لیے اور اس طرح ہم دونوں نے ایک ساتھ ہی خاصا لمبا سفر طے کیا تھا پھر ہمارے درمیان چند ابتدائی کلمات کا تبادلہ ہوا۔

کار میں مسز بلال پیچھے جا بیٹھی جب کہ میں بلال کے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ راستے میں بلال نے مجھے بتایا کہ وہ یہاں کی زندگی سے بے حد مطمئن ہے۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ فلائس کو شہری آب و ہوا راس نہیں آئی تھی اور وہ یہاں خود کو نہایت خوش و خرم اور تندرست محسوس کرتی ہے۔ اس نے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ صحتمند ہے مگر میں نے محسوس کیا کہ اس کی صحت پہلے کے مقابلے میں خاصی خراب تھی وہ قدرے دُبلا اور نروس سا نظر آ رہا تھا۔

قصبے کی سرائے جس کا نام 'مہمان خانہ' تھا بڑی پرانی اور عجیب وضع کی عمارت تھی۔ کم از کم مجھے اچھی ہی لگی تھی۔ فلائس نے تھکن کی شکایت کرتے ہوئے رخصت لے لی جبکہ بلال کے ساتھ میں قصبے میں گھومنے نکل گیا۔

یہ قصبہ پرانی وضع کا تھا۔ یہاں کے مکانات زیادہ تر کچے ہی تھے اور یہاں کے باشندے دقیانوسی وضع کے لباس میں ملبوس تھے۔ اس کے چوک میں چند دوکانیں بھی تھیں اور سیاحوں کے باعث ایک نئی قسم کا کیفے بھی موجود تھا۔ بلال کا ڈیم یہاں سے چند کلومیٹر دور بتایا جا رہا تھا۔

ہم جب لوٹے تو رات کے کوئی نو بج رہے تھے اس وقت سرائے کا مالک اپنے چائے خانے کو بند کر رہا تھا۔ یہ ایک موٹا سا شخص تھا اور اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے قطعی عاری لگتا تھا۔ اس کی بیوی دُبلی پتلی عورت تھی اور اس کے ہونٹ بھنچے بھنچے تھے اور دہانہ بھی غالباً بے حد تنگ ہی تھا۔

جہاں تک میرا خیال ہے سرائے کا مالک کسی خاص وجہ سے اپنی بیوی سے خوفزدہ ہی رہا کرتا تھا۔ جس دن میں پہنچا تھا وہ عورت پورچ میں بیٹھی ہوئی تھی اس نے میری طرف دیکھنے کی زحمت تک گوارا نہ کی۔ بظاہر وہ کچھ اچھی عورت نہ لگتی تھی البتہ ایک بات ضرور تھی کہ وہ سرائے کو بے حد صاف ستھرا رکھتی تھی۔

مجھے رہنے کی لیے بڑا اچھا کمرہ دیا گیا تھا۔ اس کی ایک کھڑکی باغیچے میں کھلتی تھی۔ میرے بستر پر جو چادر بچھی تھی اس میں سے لیونڈر کی خوشبو آ رہی تھی اس پر لیٹتے ہی مجھے نیند آ گئی۔ آخر میں تھکا ہوا تھا۔

کچھ رات گزرنے کے بعد میری نیند ٹوٹ سی گئی۔ اچانک مجھے گرمی محسوس ہونے لگی تھی۔ میں نے اُٹھ کر کمرے کی کھڑکی پوری طرح کھول دی اور وہیں رُک کر ہوا کھانے لگا۔ پورا باغیچہ اس وقت چاندنی میں نہایا ہوا کھڑا تھا۔ لان کے درمیان مجھے کوئی شے بار بار حرکت کرتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ میں نے ادھر غور سے دیکھا تو پتا چلا کہ دو بلیاں تھیں۔ اتنے فاصلے سے بہرحال مجھے ان سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ میں انہیں دیکھتا رہا وہ چند لمحوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

تک پاس ہی پاس بیٹھی رہیں پھر اُچھل کر دوڑنے لگیں۔ آگے پیچھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ گھاس پر خود اپنے سائے کا تعاقب کر رہی ہوں۔ یہ سب کچھ گویا کسی رقص کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔ اسی لمحے غالباً کسی کھٹکے نے ان کو چونکا دیا اور وہ بھاگتی ہوئی غائب ہو گئیں۔

میں دوبارہ بستر پر جا لیٹا البتہ نیند میری آنکھوں سے رخصت ہو چکی تھی میرے کان ان آوازوں پر لگے ہوئے تھے جو متواتر باغیچے میں سے آ رہی تھیں۔ بدقسمتی سے یہ آوازیں میرے کمرے کی دیواروں کے بہت ہی قریب سے آ رہی تھیں اور پھر یوں لگا جیسے کوئی شے اُچھل کر آواز کے ساتھ کھڑکی کی چوکھٹ پر آ ٹکی ہو۔ میں نے پلٹ کر دیکھا وہاں چوکھٹ پر ایک بڑی سی چتکبری بلی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنا سر اونچا کر رکھا تھا اور بڑے اطمینان سے اپنے کانوں کو سلاخ سے مس کر کے کھجانے لگی تھی۔

ظاہر ہے میرے لیے یہ صورتحال ناقابلِ برداشت تھی۔ میں نے اسے ہشکارا اور وہ اطمینان سے نیچے کود کر باغیچے میں چلی گئی۔ پھر گرمی کی پروا نہ کرتے ہوئے میں نے اُٹھ کر کھڑکی اچھی طرح بند کر دی اور بستر پر گر کر سو گیا۔

☆☆☆

دوسرے دن بلال مجھے اور فلائس کو ڈیم دکھانے لے گیا۔ وہاں جا کر مجھے پتا چلا کہ جس پیاری کا ذکر ایک بار بلال نے اپنے خط میں کیا تھا وہ فلائس میں ہنوز موجود تھی۔ ہوا یوں کہ بلال نے ہمیں ایک ایسے چشمے پر لے جانا چاہا جو کچھ زیادہ چوڑا نہ تھا اور جس پر لکڑی کے تختوں کا ایک ڈھیلا ڈھالا پُل بنا ہوا تھا اور تب فلائس نے اس پر سے گزرنے سے صاف انکار کر دیا۔

مزید اصرار پر وہ چیخنے لگی تھی اور مجبوراً ہم لوگوں نے ادھر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ بعد میں فلائس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک بار بچپن میں دریا میں گر گئی تھی اور تب سے پانی کا خوف میرے ذہن میں بیٹھ گیا ہے۔ اس عصبی کامپلکس کے سوا مجھے فلائس کی صحت قابلِ رشک حد تک اچھی محسوس ہوئی تھی۔ میں وہاں کوئی ہفتہ بھر تک رہا تھا اور جوں جوں یہاں گرمی بڑھ رہی تھی میں محسوس کر رہا تھا جیسے فلائس دن بہ دن صحتمند ہوتی جا رہی ہو۔ اس کے رخسار انار کی ہو رہے تھے اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے وجود کے اندر کی توانائی سے فروزاں ہوئی جا رہی ہو۔

بلال سارا دن کام کے سلسلے میں باہر ہی رہتا تھا اور یہ کام اس کی صحت پر اثر انداز ہو رہا تھا میں نے اس سے دریافت کیا' کیا تمہیں رات میں نیند نہیں آتی تو اس کے جواب میں اس نے بتایا کہ بات دوسری ہی ہے وہ ایسا سوتا ہے کہ اسے اپنا ہوش ہی نہیں رہتا۔ اسے اس نیند میں خواب تک نظر نہیں آتے تھے۔ اکثر سارا سارا دن میں اور فلائس ادھر اُدھر گھومتے رہتے تھے پورا ہفتہ میرا وہاں بے حد اچھا گزرا۔ اور اگر وہاں بلیاں نہ ہوتیں تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے وہاں کسی قسم کی تکلیف نہ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ہر رات باغیچے میں بلیاں ہی بلیاں آ بھرتی ہوں خصوصاً سے وہ چتکبری بلی جسے میں نے پہلے دن دیکھا تھا اور دو مزید بلیاں درد سر بنی ہوئی تھیں۔ ایک رات تو مجھے وہاں کوئی پندرہ عدد بلیاں نظر آئی تھیں۔ مجھے اپنی کھڑکی ساری رات بند ہی رکھنی پڑتی تھی کیونکہ اس چتکبری بلی نے میری کھڑکی پر اُچھل پھاند کو گویا دستور بنا رکھا تھا۔ مجھے دروازہ بھی بند ہی رکھنا پڑتا تھا کیونکہ جب میں دوسرے کمرے میں کسی ضرورت سے گیا تھا واپسی پر وہی چتکبری بلی مجھے اپنے بستر پر براجمان نظر آئی تھی مجبوراً مجھے اسے مار کر بھگانا پڑا۔

میں نے بلیوں کے سلسلے میں سرائے کی مالکہ سے رجوع کیا تو اس نے نہایت بدتمیزی سے کہا کہ سرائے میں کوئی بلی نہیں رہتی اور یہ حقیقت بھی تھی کیونکہ دن کی روشنی میں مجھے وہاں کبھی کوئی بلی نظر نہیں آئی تھی۔ وہاں ایک روز شام کے وقت میں نے سرائے کے مالک کو ضرور جا پکڑا تھا۔ وہ اس وقت ایک بھورے رنگ والی بلی کو شانے پر بٹھائے ہوئے اسے کچھ کھلانے میں مشغول تھا۔ پھر میں اس سے اُلجھ پڑا۔ میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ وہ مجھے کوئی اور کمرہ دے دے تاکہ بلیوں سے نجات ملی رہے۔ جواب میں اس نے مجھے یہ کہہ کر ٹرخا دیا کہ وہ اپنی بیوی سے پوچھ کر بتائے گا۔ اس عرصے میں موسم خاصا گرم ہو چلا تھا اور دن میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سخت تپش ہونے لگی تھی۔

مسز بلال سے میرے تعلقات معمولی اور دوستانہ نوعیت کے ہی تھے ہم دونوں بلال کی عدم موجودگی کے باعث زیادہ تر وقت ساتھ ضرور گزارتے تھے لیکن ہمارے درمیان کوئی خاص گفتگو نہ ہوتی تھی۔ فلائس خود بھی ایک خاموش طبع عورت تھی۔ وہ عموماً گفتگو پر دھوپ میں بیٹھ کر جسم سینکنے کو ترجیح دینے کی قائل تھی۔ شام کو وہ البتہ کچھ دیر بیٹھ کر گفتگو میں حصہ لیا کرتی تھی لیکن وہ سونے کی لیے ہمیشہ جلدی ہی اُٹھنے کی قائل تھی۔

ریوالور کے بارے میں' ہاں یہ ریوالور میں نے وہاں پہنچ کر کوئی ایک ہفتہ بعد خریدا تھا میں نے ایک کباڑیے سے جو سیکنڈ ہینڈ سامان کی دوکان رکھے ہوئے تھا۔ دوکاندار کے پاس یہ ریوالور کسی نے گروی رکھ دیا تھا اور پھر روپیہ ادا نہ ہونے کی صورت میں اس نے اسے فروخت کر دیا تھا۔ یہ محض اتفاق تھا اس بے چارے کو خود بھی اسلحہ کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہ تھیں۔ اس ریوالور کے ساتھ دس عدد کارتوس تھے اور اس نے شاید اسی لیے لائسنس وغیرہ کے چکر میں پڑے بغیر اسے میرے سپرد کر دیا۔ باتوں کے درمیان میں نے اس سے کہا بھی تھا کہ میں یہ دراصل بلیوں کو ختم کرنے کی لیے لے جا رہا ہوں۔ میری بات پر وہ کچھ چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا پھر اس نے پوچھا کہ میں کہاں مقیم ہوں اور جب میں نے اسے سرائے کا نام بتایا تو اس نے کہا

''محتاط رہیے گا جناب' کہا جاتا ہے کہ وہاں کی بلیوں کو مارنے والا مصیبت میں مبتلا ہوئے بنا نہیں رہتا۔''

اس کے بعد اس نے کچھ اور باتیں کہیں جو میری سمجھ میں نہ آسکیں غالباً وہ کسی چاندی کی گولی وغیرہ کے سلسلے میں بولنے لگا تھا۔ جس وقت میں ریوالور لے کر جا رہا تھا تو میں نے محسوس کیا جیسے وہ مجھے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔

اس رات بڑی زبردست گرج چمک کے ساتھ بارش ہوئی تھی۔ بلال اور فلائس دونوں ہی بارش سے کچھ زیادہ مایوس نظر آرہے تھے خود میرا حال بہتر نہ تھا۔ بلکہ اس رات تو یوں لگ رہا تھا جیسے بلیوں کی پوری فوج باغیچے میں در آئی ہو۔ یہ بات کم از کم مجھے پریشان کرنے کی لیے کافی تھی بارش کے باعث حبس شدید ہو گیا تھا اور پھر میں نے مجبور ہو کر کھڑکی کھول دی۔

وہاں رُک کر میں نے اپنی قمیض کے بٹن کھول دیئے اور کھڑکی کے پاس ہی بیٹھ کر ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے لطف اندوز ہونے لگا۔ ویسے میری چھٹی حس اس وقت صاف بتا رہی تھی کہ باغیچہ بلیوں سے ضرور بھرا ہوا ہے کوئی گیارہ بجے رات کے وقت اس بات کی تصدیق ہو گئی۔

بلا مبالغہ وہاں اس رات کوئی پچاس بلیاں ضرور ہوں گی۔ کچھ ہی دیر میں انہوں نے ایک مخصوص قسم کا ناچ شروع کر دیا۔ مجھے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی اور تب سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بلی نہ جانے کس طرح اندھیرے میں اندر آگئی اور اب وہ میرے بالکل قریب موجود تھی میں نے ایک بے تحاشا قسم کی چیخ کے ساتھ اسے زور سے جھٹکا پھر وہ اُچھل کر کھڑکی سے نیچے کود گئی۔

چند لمحوں کے لیے باغیچے میں بلیوں نے زور کا شور بلند کیا اور پھر ایکدم خاموشی سی چھا گئی۔ اسی وقت آسمان پر ایک زور کی کڑک کے ساتھ بجلی چمکی اور اس روشنی میں' میں نے دیکھا کہ باغیچے کی آخری دیوار پر بہت سی بلیاں قطار در قطار بیٹھی ہوئی ہیں جب دوسرا جھماکا ہوا تو وہ دیوار مجھے یوں خالی نظر آئی جیسے وہ بلیاں سرے سے رہی ہی نہ ہوں۔ وہ دیوار بالکل سنسان پڑی تھی۔

کوئی دو بجے بارش شروع ہو گئی۔ اس سے تین گھنٹے پہلے سے میں اپنی کھڑکی سے چپکا بیٹھا ہوا تھا۔ بارش شروع ہوئی تو گرمی میں ذرا کمی محسوس ہوئی۔ گاہے بگاہے ہوا کے جھونکوں کے ساتھ کچھ قطرات میرے چہرے پر بھی آرہے تھے' میں نے راہداری کے دوسرے سرے پر کسی کمرے کی کھڑکی بند کیے جانے کی آواز بھی سنی مگر میں بدستور وہیں بیٹھا رہا۔

بارش گرج چمک کے ساتھ جاری تھی۔ اچانک مجھے یوں لگا جیسے اس گرج میں کوئی اور آواز بھی آرہی ہے۔ کوئی میرے کمرے کے دروازے پر دستک دے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رہا تھا میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا باہر بلال ایک موم بتی ہاتھ میں لیے کھڑا تھا اس کے چہرے سے تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔

''فلائس کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔'' اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا ''وہ جاگ ہی نہیں رہی ہے۔ ذرا میرے ساتھ آؤ۔''

پھر میں اس کے ساتھ ہی راہداری میں چل پڑا۔ اس کے کمرے میں دو بستر موجود تھے۔ چھوٹا والا بستر خالی پڑا تھا اور اس کے کپڑے ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ غالباً بلال اسی سے اُٹھ کر گیا تھا۔ دوسرے بستر پر مسز بلال لیٹی ہوئی تھی۔ وہ غالباً مکمل طور پر عریاں تھی۔ ویسے سینے تک اس کا جسم ایک چادر سے ڈھکا ہوا تھا وہ چت لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے لمبے بال دو حصوں میں بٹے ہوئے اس کے سینے پر پڑے تھے۔ اس کا چہرہ پیلا اور منجمد نظر آ رہا تھا۔ اس کی نبض بھی بیحد سست تھی اور پہلی بار دیکھنے پر وہ زندہ محسوس ہی نہیں ہوتی تھی۔ اس کی سانسیں بھی بے حد آہستگی سے چل رہی تھیں۔ میں نے اسے بلا کر بیدار کرنا چاہا لیکن ناکام رہا۔ میں نے اس کے پپوٹے اُلٹ کر دیکھے تو وہاں سوائے سفیدی کے کچھ نظر نہ آ سکا۔ اس کی آنکھیں اوپر چڑھی ہوئی تھیں۔ بظاہر یوں ہی لگ رہا تھا گویا اس نے کوئی خواب آور دوا کھا رکھی ہو۔

بلال نے مجھے بتایا کہ گرمی کی وجہ سے اس نے وہی بستر چنا تھا جو کھڑکی کے قریب تھا۔ بارش کے باعث جب بوچھار اندر آئی تو وہ جاگ گیا۔ پھر وہ اُٹھا اور کھڑکی بند کر دی۔ اس سے فارغ ہو کر اس نے فلائس سے دریافت کیا کہ کیا وہ آرام سے سو رہی ہے لیکن وہاں سے اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے ایک موم بتی جلائی اور پھر اس نے جو کچھ دیکھا وہ اسے پریشان کرنے کی لیے کافی تھا۔ اس کے فوراً بعد ہی وہ مجھے بلانے چلا گیا تھا۔

میں نے بلال کی داستان سن کر اسے صبر کی تلقین کی اور پھر لیٹی ہوئی عورت کو ہوش میں لانے کی ترکیبیں کرنے لگا بس یوں سمجھئے کہ وہ سوائے سانس کے اتار چڑھاؤ کے بالکل کسی مردے کی مانند لگ رہی تھی میں نے بلال سے کہا کہ وہ کسی رومال وغیرہ سے مریضہ کے پیروں کی مالش کرے۔ پھر ہم دونوں اس کام میں جٹ گئے۔ اچانک ہمیں احساس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں کہیں قریب چل رہا ہو میں نے موم بتی اُٹھا کر دیکھا۔

کھڑکی کی چوکھٹ پر شیشوں کے پیچھے وہی چتکبری بلی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا تمام جسم بارش سے بھیگا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں مجھے اپنی سمت گھورتی ہوئی لگیں اس کا منہ احتجاج کے طور پر کھلا ہوا تھا۔ پھر وہ غرا کر کھڑکی کی سلاخوں کو کھرچنے لگی۔ گویا اندر آنے کے لیے بیتاب ہو۔

میں موم بتی رکھ کر دوبارہ فلائس کی سمت مڑا تو بلی نے باہر سے ایک اونچی غراہٹ بلند کی جو کسی چیخ سے مشابہہ تھی۔ میں نے بلال سے کہا کہ وہ جا کر سرائے کے مالک سے کچھ گرم پانی لے آئے۔ بلال فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا اور میں دوبارہ مریضہ کی سمت متوجہ ہو گیا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ خود میرے اپنے فلاسک میں کچھ چائے پڑی ہوئی ہے۔ میں فوراً اسے لینے کی لیے دوڑ پڑا۔ مجھے باہر نکلتے دیکھ کر غراتی ہوئی بلی اچانک خاموش ہوگئی۔ پھر جس وقت میں اندھیرے میں اپنا فلاسک ٹٹول رہا تھا میں نے ایک زور کی دھپ کی آواز سنی اور پھر میں نے دیکھا کہ وہی چتکبری بلی کھڑکی کے راستے میرے کمرے میں آ کودی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دوڑتی ہوئی دروازے سے راہداری میں غائب ہوگئی میں جس وقت فلاسک لے کر فلائس کے کمرے میں پہنچا تو مجھے بلال اور سرائے کا مالک دونوں زینوں پر ہی مل گئے۔

ہم ساتھ ساتھ کمرے میں داخل ہوئے اسی وقت فلائس کے غافل اور ساکت جسم میں کچھ حرکت سی ہوئی اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ اُٹھ بیٹھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بالکل ہی ٹھیک ہو۔

☆☆☆

دوسرے دن موسم خوشگوار ہو چکا تھا اور گرمی واقعی بہت کم ہوگئی تھی۔ مجھے پتا نہیں بلال نے اپنی بیوی سے کیا کہا۔ ویسے ہم میں سے کسی نے بھی رات کے واقعے کی تشہیر نہیں کی۔ مسز بلال ہر طرح سے اچھی اور صحتمند

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

نظر آ رہی تھی اس دن بلال کام پر نہیں گیا اور ہم تینوں پکنک منانے نکل گئے۔ ہم لوگوں کے مراسم انتہائی خوشگوار تھے تم اس کی تصدیق بلال سے کر سکتے ہو۔ ہمارے درمیان کوئی گنجائش نہ تھی مجھے یقین ہے کہ تمہارے سوال کا وہ بھی یہی جواب دے گا تم جب چاہو اس سے پوچھ سکتے ہو۔

اس قصے میں ۲۴ تاریخ کی بہت اہمیت ہے۔ ۲۴ جون' میں اب کچھ اور تفصیل نہیں بتا سکتا کیونکہ تمام ضروری باتیں میں کہہ چکا ہوں پکنک سے واپس ہو کر ہم نے کھانا کھایا۔ پھر خوشگوار موڈ کے ساتھ ہی ہم لوگ اپنے اپنے کمرے میں سونے کی لیے رخصت ہو گئے۔ اس روز بادل نہیں تھے اور آسمان پر پورا چاند موجود تھا۔ وہ پہلی رات تھی جس میں بلیوں سے نجات رہی۔ شاید اسی لیے میں نے کھڑکی کو بند کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ دروازہ بھی کھلا ہی تھا' سونے سے پہلے ریوالور رکھنے کا بھی کوئی خاص مقصد نہ تھا سوائے اس کے کہ میں اس سے کام لینا چاہتا تھا۔

میں خاصا تھکا ہوا تھا لیکن خلاف توقع مجھے نیند نہیں آئی۔ میں خاصی دیر تک جاگتا رہا اور باہر کی چاندنی کا لطف اُٹھاتا رہا۔ کوئی گیارہ بجے رات کے قریب مجھے ایک مخصوص قسم کی سرسراہٹ کی آواز سنائی دی اور میں سمجھ گیا کہ یقیناً کوئی بلی کھڑکی کے ادھر آ پہنچی ہے۔

مجھے اپنے اعضاء تنے ہوئے محسوس ہوئے۔ میں بستر میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اور ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ چند ہی لمحوں بعد دھپ کی آواز سنائی دی اور وہی چتکبری بلی حسب دستور کھڑکی کی چوکھٹ پر آ بیٹھی۔ اس نے مخصوص انداز میں سر اُٹھا کر اپنی دم ہلائی اور کھڑکی کی سلاخوں سے اپنے بدن کو رگڑ رگڑ کر کھجانے میں مصروف ہو گئی۔

میں نے بلا تامل ریوالور سیدھا کیا۔ نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔

اس جانور کے منہ سے ایک کریہہ چیخ نکلی اور وہ دھپ سے کمرے میں فرش پر آ گری۔

میں اُچھل کر بستر سے نکل آیا۔ فائر کی آواز نے عمارت کے سناٹے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

مجھے کافی دور سے کسی کے پکارنے کی آواز سنائی دی۔ زخمی بلی کرتے ہی اُٹھ کر بھاگی اور میں بھی وقت کھوئے بغیر اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ میرے ہاتھ میں ریوالور ہنوز دبا ہوا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس منحوس جانور کو ختم کر کے چھوڑوں گا۔ راہداری میں بلی کے پیچھے دوڑتا ہوا میں بلال کے کمرے تک جا پہنچا۔ وہیں میں نے کمرے کے دروازے پر فلائس کو کھڑے پایا وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے دروازے کو تھامے کھڑی تھی۔ اس کا سارا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ یکا یک ایک جھکولے کے ساتھ وہ فرش پر گر پڑی میں نے دیکھا اس کا ننگا سینہ خون سے لتھڑا ہوا تھا اور جس وقت میں ریوالور پر گرفت مضبوط کیے اسے دیکھنے میں منہمک تھا بلال کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے ہم دونوں کو اسی حالت میں دیکھا۔"

تو یہ ہے میری کہانی۔ تم یقین کرو اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ عدالت میں اس داستان پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ لیکن میں اور کہہ بھی کیا سکتا ہوں! خون کے قطرات میرے کمرے سے لے کر بلال کے کمرے تک راستے بھر موجود تھے۔ زخمی بلی یقیناً اسی راستے پر دوڑی ہو گی اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے صرف بلی پر گولی چلائی تھی مجھے کچھ پتا نہیں مسز بلال پر کس نے فائر کیا اور کیوں سرائے کے لوگ اگر یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے وہاں بھی کوئی چتکبری بلی نہیں دیکھی۔ تو بھلا میں کیا کروں! تم بلال سے پوچھو اس نے تو ایک رات وہ بلی خود بھی دیکھی تھی۔ مجھے یقین ہے وہ جھوٹ نہیں بولے گا۔ پوری عمارت کو اچھی طرح کھنگالو 'اب یہ ایک کام ہے جو تم کر سکتے ہو۔ پوری عمارت کے کونے کھدرے کی تلاشی لو۔ مجھے اُمید ہے تمہیں اس چتکبری بلی کی لاش کہیں نہ کہیں مل جائے گی۔ تمہیں اس کی لاش میں میری گولی ضرور موجود ملے گی۔

میں اِس داستان کو سن کر انہونی کے احساس کو لیے باہر چل پڑا۔ فلائس ہی وہ چتکبری بلی تھی میں یہ سوچ کر لرز جاتا ہوں اور خدائی مخلوق کی اقسام پر غور کرتا جاتا ہوں۔ واہ رے مولا..... تیری قدرت۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

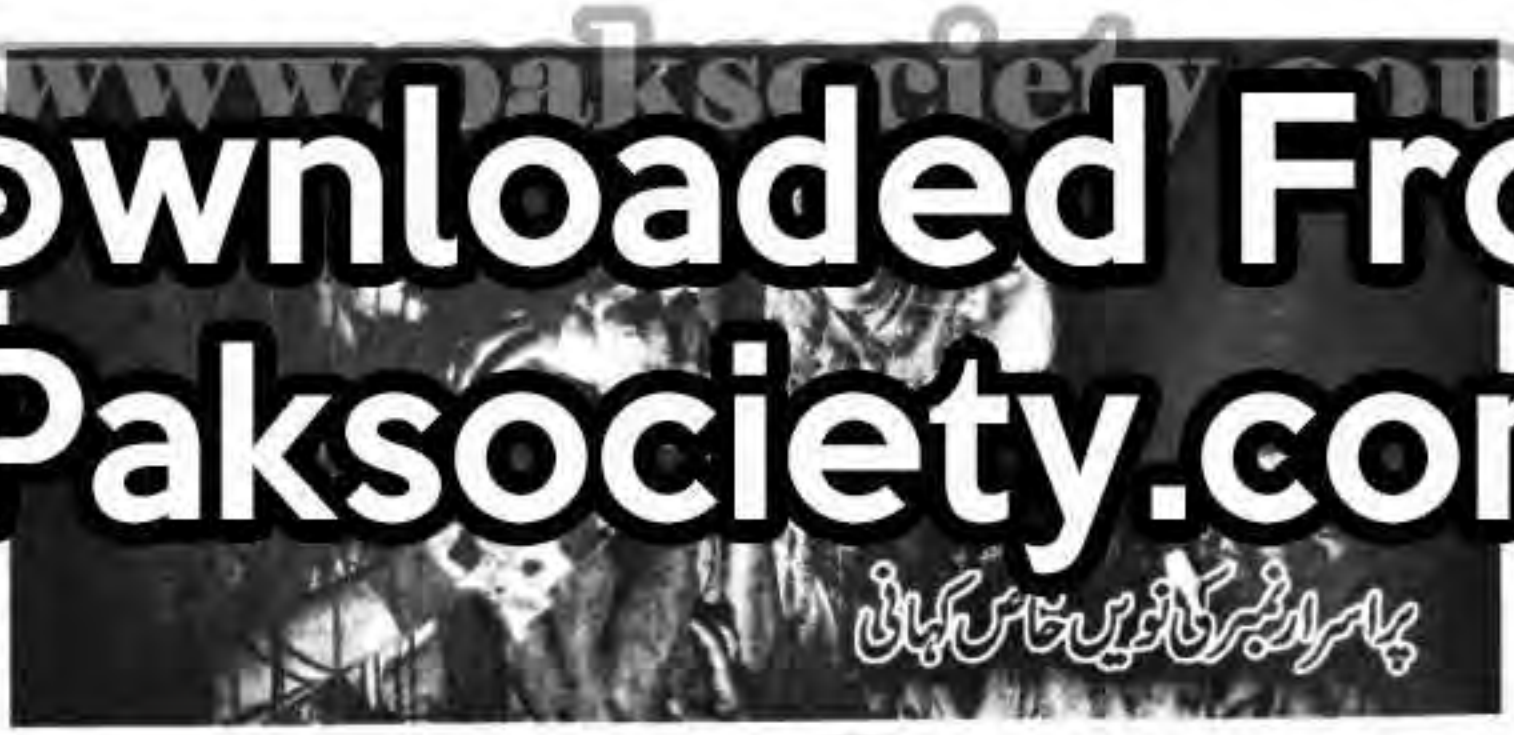

خمیازہ

ثمینہ طاہر بٹ

کھیل ہی کھیل میں پڑنے والی افتاد نے اُس خاندان پر زندگی ہی تنگ کردی تھی

اوائل جون کی تپتی دوپہر تھی۔ گرمی کا وہ عالم، چیل بھی انڈہ چھوڑ کر بھاگ جائے۔ سڑکیں سنسان اور گلیاں جیسے ایکدم ویران ہوگئی تھیں۔ انسان تو انسان۔۔ چرند پرند بھی اس جلتے بلتے موسم کی سختی اور

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

دھوپ کی تپش سے بچنے کے لیے کونوں کھدروں میں پناہ لے چکے تھے۔ ایسے میں بڑے سے بڑا جگرے والا بھی قبرستان کے نام پر ہی ہول اٹھتا ہوگا۔۔ مگر بچپن تو پھر بچپن ہی ہے۔۔ اسے نہ کسی کا ڈر۔۔ نہ کسی کا خوف۔۔ نہ آنے والے وقت کا خیال۔۔ اور نہ ہی گذرتے وقت کی پروا۔ اس تپتی، سلگتی دوپہر میں شہر کے سب سے پرانے اور بڑے قبرستان میں ایک طرف الگ تھلگ سے بنے احاطے میں چند بچے چھپن چھپائی کھیلنے میں مشغول تھے۔ یہ احاطہ قبرستان سے ذرا ہٹ کے بنا ہوا تھا۔ بیشمار گھنے درختوں کے جھنڈوں کی وجہ سے یہاں قدرے سکون تھا۔ اچھ گرم ترین موسم میں بھی یہاں اچھی خاصی ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا۔۔ اور اسی وجہ سے وہ بچے ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اپنے کھیل میں مگن نظر آ رہے تھے۔ وہ قریبی محلے کے رہائشی شبیر صاحب کے خاندان کے بچے تھے۔ شبیر صاحب کی اکلوتی چھوٹی بہن لاہور بیاہی ہوئی تھی۔ بچوں کو جیسے ہی گرمیوں کی چھٹیاں ہوتیں، یا تو وہ بچوں کے ساتھ اپنے دونوں بھائیوں کی طرف فیصل آباد چلی آتیں۔ یا پھر ان کے بھتیجے۔ بھتیجیاں ان سے ملنے لاہور چلے جاتے۔ شبیر صاحب، اور پھر سب مل کر خوب دھما چوکڑی مچاتے۔ اور یہ ان سب کا برسوں پرانا معمول تھا۔ اس بار بھی ناہید بچوں کے ساتھ چھٹیاں گذارنے آئی ہوئی تھیں۔ اور اس وقت وہ سب بچے ماؤں سے نظر بچا کر کھلنے کودنے کو قبرستان آن دھمکے تھے۔۔

"شاہ میر۔۔ شاہ میر۔۔!! باہر آ جاؤ یار۔۔ ہم ہار گئے، تم جیت گئے۔۔ بس اب فوراً باہر آ جاؤ۔!! " عرفان اپنے پھوپو زاد شاہ میر کو ڈھونڈنے کی ہر کوشش میں ناکام ہونے کے بعد با آواز بلند اپنی شکست کا اقرار کرتے ہوئے پکارا تھا، تاکہ وہ جہاں کہیں بھی ہو، جیت جانے کی خوشی اسے باہر کھینچ لائے۔۔ مگر اس کے تمام کزنز سمیت اس کی یہ کوشش بھی ناکام ثابت ہوئی تھی کیونکہ شاہ میر کہیں سے بھی آتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"دیکھا۔۔۔ میں نے تم لوگوں کو پہلے ہی منع کیا تھا ناں کہ اس بھری دوپہر میں اس سنسان، ویران جگہ پر کھیلنے کا پروگرام مت بناؤ۔۔ مگر تم لوگوں نے میری ایک نہیں سنی۔۔ اب دیکھا ناں، ہو گیا ناں شاہ میر گم۔۔ اب ہم پھوپو کو کیا جواب دیں گے۔۔ ہائے۔۔ میری تو کبھی کوئی سنتا ہی نہیں۔۔ اور امی۔۔ ابو۔۔ تایا ابو۔۔ ہائے میرے اللہ۔۔۔ امی تو میرا قیمہ بنا دیں گی۔۔ اب میں کیا کروں۔۔۔ یہ سب سے بڑا ہونا بھی نرا عذاب ہی ہے۔ اب ان سب کے سوالوں کے جواب بھی مجھے ہی دینے پڑیں گے اور سب سے زیادہ مار بھی مجھے ہی کھانی پڑے گی۔۔ میرے اللہ۔۔ شاہ میر کو واپس بھیج دے۔۔ ورنہ میرے خیر نہیں۔!!

"شاہ میر کی گمشدگی نے سب سے زیادہ ربیعہ کے ہاتھ پیر پھلائے تھے۔ وہ ان سب کزنز میں سب سے بڑی تھی۔۔ اور جتنی بڑی تھی، اتنی ہی دبو اور شرمیلی بھی تھی۔ ماں کو سب سے زیادہ رعب بھی اس پر ہی تھا اور اس کے ساتھ ساتھ چھوٹے بہن بھائیوں کی بہت سی ذمہ داریاں بھی اسی کے سر تھیں۔۔ اس کے چھوٹے بہن بھائی اسے سے بہت مختلف اور شرارتی تھے۔ ربیعہ بیچاری اکثر اب سب کی شرارتوں کی بھینٹ چڑھ جاتی اور پھر نتیجتاً ماں کی صلواتیں، دھموکے اس کا مقدر بنے رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی شاہ میر کے اچانک غائب ہو جانے پر وہ سب سے زیادہ حواس باختہ ہو رہی تھی۔

"عرفان۔۔ ہارون۔۔ خدا کے واسطے ڈھونڈو کہیں سے شاہ میر کو۔۔ اگر وہ نہ ملا تو ماموں، مامی جان تو بعد میں کوئی ایکشن لیں گے۔۔ امی تو یہ خبر سنتے ہی بیہوش ہو جائیں گی۔۔ اور پھر ابو۔۔۔ ابو ہمیں کبھی بھی فیصل آباد نہیں آنے دیں گے۔۔ اوہ خدایا۔۔ ہم کیا کریں اب۔۔ ارے۔۔ کچھ تو کرو تم لوگ۔۔ اب ایسے کیوں کھڑے ہو گئے ہو بت بن کر۔۔!!" ربیعہ کا واویلا ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ ماہ رخ دہائیاں دینے لگی۔ اس کا حال بھی کچھ ربیعہ جیسا ہی تھا۔۔ بڑی بہن ہونے کے ناتے شاہ میر جیسے چلبلے بھائی کی ذمہ داری خود بخود ہی اس کے ناتواں شانوں پر آن پڑی تھی۔ اور اسی لیے زیادہ پوچھ گچھ بھی اسی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہوتی تھی۔۔" ارے بچو۔۔!! آج پھر تم لوگ آگئے ادھر شور مچانے کے لیے۔۔؟؟ منع کیا تھا ناں تم لوگوں کو کہ اُدھر مت آنا۔ لیکن تم لوگ بھی ناں۔۔۔ باز نہیں آتے شرارتیں کرنے سے۔۔ لگتا ہوں میں تم لوگوں کی شکائیت بڑے میر صاحب سے۔۔ اب وہ ہی تم لوگوں کو ٹھیک کریں گے۔۔ میری تو ایک نہیں سنتے ہو تم لوگ۔" قبرستان کے پرانے رکھوالے منگو بابا نے انہیں پریشان حال اِدھر سے اُدھر دوڑتے دیکھا تو ان کی گوشمالی کرنے ان کے سر پر جا پہنچے اور بغیر کچھ دیکھے انہیں ڈانٹنے لگے۔۔ اسی اثنا میں ان کی نظر روتی ہوئی ربیعہ اور ماہ رخ پر پڑی تو وہ چونک گئے۔۔"

ارے بیٹا۔۔۔ تم دونوں رو کیوں رہی ہو۔۔؟؟ کیا ہوا۔۔؟؟ کہیں چوٹ ووٹ تو نہیں لگوا لی تم نے۔۔!!" منگو بابا ربیعہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے تشویش بھرے انداز سے پوچھا تو وہ اور زیادہ شدت سے رونے لگی۔۔"

نہیں بابا۔۔!! چوٹ تو نہیں لگی ابھی۔۔ لیکن لگے گی ضرور۔۔ اور وہ بھی بہت زیادہ۔۔ ظاہر ہے جب ہم لوگ شاہ میر کے بغیر گھر واپس جائیں گے تو امی اور ماموں کے سوالوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔ اور جب ہمارے پاس کوئی جواب ہی نہیں ہوگا تو پھر ہمیں ان کی ڈانٹ بھی کھانی پڑے گی اور مار بھی۔۔ تو پھر چوٹیں تو بہت آئیں گی ناں۔۔!!" ربیعہ کی جگہ ماہ رخ نے بسورتے ہوئے معصومیت سے منگو بابا کو جواب دیا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔۔

" کیا مطلب۔۔؟؟ شاہ میر کہاں گیا۔۔؟؟" بابا نے پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ان سے استفسار کیا تو سب کے سر جھک گئے۔۔

"بابا۔۔ شاہ میر گم ہوگیا ہے۔ ہم نے اسے ہر جگہ دیکھ لیا۔۔ مگر اس کا کوئی اتا پتا ہی نہیں مل رہا۔۔ ہمیں بہت ڈر لگ رہا ہے بابا۔۔ اگر وہ نہ ملا تو۔۔؟؟؟" عرفان نے فکر اور پریشانی سے کہا تو ربیعہ اور ماہ رخ کے رونے کی رفتار اور تیز ہوگئی۔ بابا ساری صورت حال جان کر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے سب بچوں کو ساتھ لیا اور ایک بار پھر شاہ میر کی تلاش میں قبرستان میں بھاگ دوڑ شروع کر دی۔۔ وہ سب دو دو کی ٹولیوں میں بٹ گئے اور یہاں وہاں شاہ میر کو آوازیں دیتے، گھومنے لگے۔ انہیں اس طرح بھاگتے دوڑتے کافی دیر ہو چکی تھی۔۔ اور جیسے جیسے وقت گذرتا جا رہا تھا، ان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ شاہ میر کے نہ ملنے کی پریشانی کے ساتھ ساتھ اب انہیں اپنی اپنی ماؤں کے جاگ جانے کا خوف بھی ستانے لگا۔ منگو بابا کی فکر اور پریشانی کا عالم ہی جدا تھا۔ انہیں کسی انہونی کے ہونے کا احساس بشدت سے ستا رہا تھا۔ مگر وہ کچھ بھی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔۔ اس لیے میرو کے بخیر و عافیت مل جانے کی دعائیں کرتے اسے تلاش کر رہے تھے۔

کافی دیر کی دوڑ دھوپ کے بعد آخر کار انہیں شاہ میر مل ہی گیا۔ وہ احاطے کے باہر، کافی دور درختوں کے جھنڈ کے پاس گھٹنوں میں سر دیئے چپ چاپ بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ اسے اس طرح اچانک اپنے سامنے دیکھ کر وہ سب اتنے خوش ہوئے کہ اس سے یوں پراسرار انداز میں غائب ہو جانے اور پھر آپوں آپ ہی مل جانے کے بارے میں اس سے کچھ پوچھنا انہیں یاد ہی نہیں رہا۔۔ مگر منگو بابا اسے اس طرح۔۔ اور اس جگہ دیکھ کر حد سے زیادہ پریشان نظر آنے لگے تھے۔

"شاہ میر پتر۔۔!! تم یہاں کیسے آگئے۔۔؟؟ ابھی تو ہم یہاں سے ہو کر گئے ہیں۔۔ تم کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اور اب اس طرح۔۔ اچانک۔۔ کہاں تھے تم بیٹا۔۔ تمہیں ہماری آوازیں بھی سنائی نہیں دے رہی تھیں کیا۔۔؟؟" منگو بابا نے شاہ میر کا بازو پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے حیرت اور پریشانی سے پوچھا تو وہ سر اٹھا کر انہیں عجیب خالی خالی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں غیر معمولی سرخ ہو رہی تھیں۔۔ اور چہرہ بھی لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ بال اور کپڑے اس طرح بھیگے ہوئے تھے جیسے ابھی ابھی کپڑوں سمیت نہا کر آیا ہو۔ منگو بابا اس کی حالت دیکھ کر چونک گئے۔ انکے ماتھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

پر تفکر کی لکیریں ابھر آئیں۔ وہ پریشانی کے عالم میں بار بار احاطے کی طرف دیکھتے اور پھر میرو کو دیکھ کر تاسف سے سر جھٹکتے۔ سب بچے شاہ میر کے مل جانے کی خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے اس لیے اس کی ظاہری حالت کی تبدیلی کا کسی نے نوٹس بھی نہیں لیا، اور اسے ساتھ لیے خوشی خوشی اچھلتے کودتے گھر واپسی کی راہ لی۔۔

"ربیعہ پتر۔۔!! مجھے کچھ اچھے آثار نظر نہیں آ رہے۔۔ میں اسی لیے تم لوگوں کو منع کرتا تھا کہ بھری دوپہروں میں یہاں مت آیا کرو۔۔ مگر تم لوگ بھی ناں۔۔ اللہ خیر ہی کرے۔۔ اب جانے کیا ہونے والا ہے۔۔ مجھے شاہ میر پتر کی بہت فکر ہو رہی ہے۔ میں بڑے میر صاحب سے بات کرتا ہوں۔۔ مجھے خطرے کی بو آ رہی ہے بیٹا۔۔ اللہ تم سب کو اپنی امان میں رکھے۔۔ اب تم لوگ اپنے گھر جاؤ۔۔ اور آئندہ ادھر مت آنا۔۔ سمجھی۔۔!!" شاہ میر کی خالی خالی اجنبی نگاہیں دیکھ کر بابا نے اپنی پریشانی کا اظہار ربیعہ سے کچھ اس طرح کیا کہ وہ بھی پریشان ہو گئی۔ بابا کی باتوں نے اس کے دل میں خوف سا بھر دیا تھا۔ وہ سب کو ڈانٹتی ڈپٹتی واپس گھر لے گئی۔

☆☆☆

جلد ہی منگو بابا کے خوف نے پوری میر فیملی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شام تک شاہ میر سخت بخار میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اس کا جسم ایسے جل رہا تھا جیسے بھٹی۔ سارے گھر والے اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو چکے تھے، اور اسے پریشانی میں شبیر میر صاحب نے لاہور فون کر کے رضا میر صاحب کو بھی مطلع کر دیا۔ رضا میر کو اپنے دونوں بچوں سے شدید قسم کی محبت تھی۔ انہیں جیسے ہی میرو کی خرابی صحت کی اطلاع ملی، وہ فوراً بھاگے چلے آئے۔ انہوں نے جب بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو ان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ انہوں نے اسی وقت شاہ میر کو گاڑی میں ڈالا اور واپس لاہور بھاگے۔ پھر شہر کے سب سے بڑے ہسپتال میں شاہ میر کو ایڈمٹ کروا دیا گیا۔۔ مگر مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی۔۔ کے مصداق ہر کوشش رائیگاں جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ میرو کی حالت کسی طرح بھی سنبھلنے میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ گم صم سا بیٹھا خلاؤں میں جانے کیا ڈھونڈتا رہتا تھا۔۔ لیکن جب اسے دورہ پڑتا، تو وہ کسی کے قابو میں آتا تھا۔ چلا چلا کر سارا ہاسپٹل سر پر اٹھا لیتا۔ نہ ڈاکٹرز کے قابو آتا اور نہ ہی پیرامیڈیکل اسٹاف اسے سنبھال پاتے۔ اس گیارہ سالہ لڑکے کے وجود میں جیسے چالیس آدمیوں کی طاقت بھر جاتی۔۔ نہ اس پر کوئی دوائی اثر کر رہی تھی اور نہ ہی کسی انجیکشن کا کوئی ری ایکشن ہو پا رہا تھا۔ اس کے گھر والوں کے ساتھ ساتھ ہاسپٹل کا عملہ بھی اس کی حالت دیکھ دیکھ کر حد سے زیادہ پریشان ہو چکا تھا۔ مگر کسی کی سمجھ میں نہ اس کی بیماری آ رہی تھی اور نہ ہی کوئی علاج سجھائی دے رہا تھا۔ ڈاکٹرز کے بورڈ روز اس کا تفصیلی معائنہ کرتے، مختلف ٹیسٹ اور دوائیں تجویز کرتے۔۔ مگر سب بے سود۔۔ میرو کو جب فٹس پڑتے تو پھر جب تک وہ نڈھال اور بے دم ہو کر خود ہی بیہوش نہ ہو جاتا، کوئی اسے قابو نہ کر سکتا تھا۔ رضا میر اپنے اکلوتے لاڈلے بیٹے کی یہ حالت دیکھ دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے۔ ناہید اور ماہ رخ کا بھی پریشانی اور فکر کے مارے برا حال ہو چکا تھا۔ ان سب کی زندگیوں کا رخ ایکدم تبدیل ہو کر رہ گیا تھا۔ شاہ میر سب کی آنکھ کا تارہ تھا۔ سب کا بے حد لاڈلا اور چلبلا سا لڑکا، جو نہ صرف انکے لیے بلکہ پورے میر خاندان کے لیے خاص مقام رکھتا تھا۔ وہ پورے خاندان کی رونق اور جان تھا۔ اور اب اس کی یہ ردی حالت دیکھ دیکھ کو وہ سب ہی بے جان ہوئے جا رہے تھے۔۔

"رضا میر صاحب۔۔!! ہم سے جو کچھ بھی ہو سکتا تھا ہم کر چکے۔ اب اس سے آگے ہماری ڈاکٹری، ہماری سائنس۔۔ سب بے بس ہو چکی ہیں۔۔ آپ شاہ میر بیٹے کو گھر لے جائیں۔ اس کے لیے دعا کریں کہ دعا میں بڑی طاقت ہے۔ ہم بھی آپکے بیٹے کے لیے دعا گو ہیں کہ وہ جلد صحت یاب ہو جائے۔۔ مگر ہم اب اس سے زیادہ آپکی مدد نہیں کر سکتے۔!! " پندرہ دن تک ہر طرح کو ناکام کوششیں کرنے کے بعد

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ڈاکٹرز کے بورڈ نے ایک طرح سے انہیں جواب دے دیا تھا۔۔اور اس خبر نے تو میر فیملی کے صحیح معنوں میں ہوش اڑا دیئے تھے۔ناہید اور ماہ رخ کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔اور رضا میر کو تو ایسے لگتا تھا کہ جیسے ان کی کمر ہی ٹوٹ گئی ہو۔خاندان کے چھوٹے بڑے سب میرو کے لیئے جہاں دل سے دعا گو تھے۔اور وہیں انہیں تسلی دلاسے بھی دیتے تھے۔۔مگر میرو کی حالت دیکھ دیکھ کر وہ تینوں دن بدن بجھتے جا رہے تھے۔

☆☆☆

"اللہ۔۔۔اللہ۔۔۔۔مجھے معاف کر دے اللہ۔۔۔یا اللہ۔۔غلطی ہوگئی مجھ سے۔۔معافی۔۔۔ معافی۔۔اللہ معافی۔!! "۔ شاہ میر کی چیخوں سے سارا گھر گونج رہا تھا۔دو ماہ سے اوپر ہو چکے تھے، ہر طرح کا علاج کروایا جا چکا تھا۔۔دم درود۔۔جھاڑ پھونک۔۔تعویذ دھاگے۔۔مگر سب بے سود۔۔کچھ بھی کام نہیں آ رہا تھا۔شاہ میر کی حالت دن بدن بگڑتی جا رہی تھی۔اس کی یہ حالت دیکھ دیکھ کر سب کانوں کو ہاتھ لگاتے تھے۔اور تو اور ماہ رخ سمیت خاندان کے سارے بچے اپنی چوکڑیاں بھول چکے تھے۔شاہ میر کے جنون اور دیوانگی نے ان سے جیسے ان کی ساری شوخیاں۔۔ساری شرارتیں ہی چھین لی تھیں۔میر فیملی میں ہر طرف ڈر اور خوف کا راج سا ہو چکا تھا۔۔اس وقت بھی رضا میر صاحب جمعہ کے نماز ادا کر کے مسجد سے آئے تھے اور بے حد مایوسی کے عالم میں سر جھکائے بے سدھ لیٹے شاہ میر کے سرہانے بیٹھے تھے۔اس کے دوسری طرف ناہید بیٹھی تلاوت کر رہی تھیں، اور اسی کمرے کے ایک کونے میں ماہ رخ جائے نماز بچھائے، رو رو کر اللہ سے اپنے چھوٹے بھائی کی زندگی، تندرستی اور سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

"بھائی جان۔۔!! کھانا یہیں لے آؤں یا ڈائننگ ٹیبل پر لگا دوں۔۔؟؟" ان کی پرانی خاندانی ملازمہ جمیلہ، (جنہیں بچے خالہ بی کہتے تھے)۔نے اندر آ کر رضا میر صاحب سے پوچھا تو انہوں نے نفی میں سر ہلا کر منع کر دیا۔

"لیکن۔۔بھائی جان۔۔!! باجی نے بھی صبح سے کچھ نہیں کھایا۔۔اور ماہ رخ بیچاری تو۔۔۔۔!!!!

"اللہ۔۔۔ اللہ۔۔۔معافی۔۔اللہ معاف کر دے۔۔اللہ۔۔اللہ۔۔!!" ابھی خالہ بی کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ شاہ میر کی حالت بگڑنے لگی۔وہ دونوں ہاتھ جوڑے کمرے میں جا بجا لگے قرانی آیات کے قطعوں اور خطاطی کی اعلیٰ پینٹنگز کے سامنے جھکتا چلا جا رہا تھا۔۔جیسے جیسے اسی گریہ وزاری میں اضافہ ہو رہا تھا ویسے ویسے اس کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔دیکھتے ہی دیکھتے اس کے حلق سے کربناک چیخیں برآمد ہونے لگیں۔اس کا جسم بستر سے دو دو فٹ اچھل رہا تھا۔رضا میر اور ناہید کے ساتھ جمیلہ بھی اسے قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔مگر بے سود۔۔وہ ان تینوں کے بس میں نہیں آ رہا تھا۔اس کا شور اور ناہید۔ماہ رخ کی چیخیں سن کر گھر کے دوسرے ملازمین بھی بھاگے چلے آئے تھے۔(یہ جمیلہ کے شوہر منور اور بیٹا انور تھے)۔اب وہ دونوں بھی انکے ساتھ مل کر میرو کو قابو کرنے کی کوششیں کرنے لگے، مگر اس میں جانے اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی کہ سب اس کے سامنے بے بس نظر آ رہے تھے۔اس کی حالت نے ناہید اور ماہ رخ سمیت جمیلہ بی کی بھی چیخیں نکلوا دی تھی۔وہ تینوں بری طرح سے روتے ہوئے میرو کو تڑپتا دیکھ رہی تھیں۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سر ایکدم پورے کا پورا گھوم گیا۔اس طرح کہ اس کا چہرہ اس کی پشت کی طرف چلا گیا اور بالوں سے بھری گدی سینے کی طرف آ گئی۔۔ایسے۔۔جیسے وہ کوئی انسان نہیں چابی والا کھلونا ہو۔شاہ میر کی یہ گت دیکھ کر ناہید اور ماہ رخ کی دلدوز چیخیں نکلیں اور پھر وہ دونوں وہیں بیہوش ہو کر گر گئیں۔جمیلہ بی کا بھی خوف کے مارے برا حال تھا۔وہ تھر تھر کانپ رہی تھیں، مگر جی کڑا کر کے خود کو سنبھالتی فوراً ناہید اور ماہ رخ کی طرف لپکی تھیں۔رضا میر، منور اور انور اس افتاد پر خوف اور دہشت کے ساتھ ساتھ عجیب طرح کی اذیت میں بھی مبتلا ہو چکے تھے۔مگر پھر بھی خود کو کمپوز کرتے ہوئے مسلسل میرو کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''نہیں چھوڑوں گا۔۔ کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔۔ ایک ایک سے بدلہ لوں گا۔۔ چن چن کر ماروں گا تم سب کو۔۔ کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔!!'' گیارہ سالہ شاہ میر کے مُنہ سے نکلنے والی آواز، ہرگز بھی گیارہ سالہ بچے کی تو نہیں تھی۔

''کون ہو تم۔۔؟؟ اور کیا بگاڑا ہے میرے بچے نے تمہارا۔۔؟؟ کیوں پیچھے پڑ گئے ہو اس معصوم کے۔۔؟؟ تمہیں اللہ کا واسطہ ہے جان چھوڑ دو ہماری۔۔ ارے۔۔ ہماری تو کسی انسان سے بھی کبھی کوئی دشمنی نہیں رہی تو پھر کسی دوسری مخلوق سے دشمنی کیسے مول لے سکتے ہیں ہم بھلا۔۔؟؟ ۔'' رضا میر سے تو پہلے ہی بیٹے کی حالت نہیں دیکھی جا رہی تھی، اس پر یہ نئی افتاد۔۔ انکے صبر کا پیمانہ جیسے لبریز ہی ہو گیا اس لیئے وہ ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے پھٹ سے پڑے تھے۔

اب کیوں معافیاں مانگ رہے ہو۔۔؟؟ پہلے تو اپنے بچوں کو کھلی چھوٹ دیتے ہو۔۔ انہیں تمیز تہذیب سکھانے کی بجائے، الٹا لاڈ پیار میں اس قدر بگاڑ دیتے ہو کہ یہ چھوٹے بڑے کی تمیز ہی بھول جاتے ہیں۔ نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں۔ بے ادب، بدتمیز اور بیہودہ ہو جاتے ہیں۔۔ اور تم لوگ۔۔ تم لوگ ان کی ایسی حرکتوں کو ان کی معصوم شرارتیں سمجھ کر خوش ہوتے رہتے ہو۔۔۔ ارے واہ۔۔ کسی جان گئی اور آپکی ادا ٹھہری۔۔؟؟۔ بس۔۔ بہت کر لیا میں نے برداشت۔۔ مگر اب۔۔ اب اور نہیں۔ اب تو سزا ملے گی۔۔ اور مل کر ہی رہے گی۔۔ اس لڑکے کو تو میں نے نہیں چھوڑنا۔۔ اور اس کے بعد اب سب بچوں کی باری بھی آئے گی جو بھری دوپہروں میں سنسان قبرستانوں کو کھیل کا میدان سمجھ کر کدکڑے لگاتے پھرتے ہیں۔!!''

''بس۔۔ عبدالجلال بس۔۔!! بہت ہو گیا۔ ان بچوں کی غلطی سے زیادہ تم انہیں سزا دے چکے ہو۔ اب کیا جان لو گے ان معصوموں کی۔۔؟؟'' اسی بھاری آواز میں شاہ میر کے منہ سے نکلنے والے ہولناک انکشافات نے رضا میر کی ریڑھ میں سنسناہٹ سی دوڑا دی تھی۔ ابھی وہ اس حملے سے سنبھلے بھی نہ تھے کہ دروازے کی جانب سے ابھرنے والے آواز نے انکے ساتھ ساتھ سب کا رخ دروازے کی جانب موڑ دیا۔ شاہ میر نے بھی چونک کر کھلے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ شاہ میر کے دونوں ماموں، شبیر میر اور رشید میر دہلیز سے چند قدم آگے کھڑے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ ان دونوں کے ساتھ ایک دراز قد جوان کھڑا تھا۔ جس نے آسمانی رنگ کا سادہ سا لباس پہن رکھا تھا۔ سر پر سفید عمامہ باندھا ہوا تھا اور اس کی سیاہ گھنی داڑھی اس کے نورانی چہرے پر سجی تھی۔ اس نوجوان کے پورے وجود سے نور کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔۔ خصوصی طور پر اس کی روشن چمکدار آنکھیں۔۔ جن سے نکلنے والی روشنی کی لہر نے شاہ میر کو پریشان سا کر کے رکھ دیا تھا۔

''اوہ۔۔ عبدالکریم۔۔!! تو آ ہی گئے تم پھر میرا راستہ کاٹنے کے لئے۔۔ منع کیا تھا ناں میں نے تمہیں کہ میرا پیچھا چھوڑ دو۔۔ میں کسی کو بھی معاف نہیں کرنے والا۔۔۔ نہیں۔۔ ہرگز نہیں۔۔!! ۔'' عبدالکریم کے سنجیدہ انداز سے کیے گئے سوال کے جواب میں۔ شاہ میر کے مُنہ سے پھر وہی گھن گرج سے بھرپور بھاری آواز برآمد ہوئی تھی۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی شاہ کی حالت پھر بگڑنے لگی۔ وہ بری طرح سے چیخ، چلا رہا تھا۔ اپنی جگہ سے اچھل اچھل جا رہا تھا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی گردن ایکبار پھر پیچھے کو جا لگی۔ اس کی حالت نے ایکبار پر سب کے رونگٹے کھڑے کر دیے تھے۔ ناہید اور ماہ رخ جو چند لمحے پہلے ہی ہوش میں آئی تھیں ایکبار پھر چیخنے لگی تھیں۔

''بھائی جان میرا بچہ۔۔۔ ہائے میرا میرو۔۔ بھائی جان۔۔ میرے بچے کو بچا لیں۔۔ بھائی جان۔۔!!'' ناہید تڑپ تڑپ کر روتی ہوئی بھائیوں کی سمت لپکی تھیں اور پھر اسی طرح روتے کرلاتے ان کی بانہوں میں ہی جھول گئی تھیں۔ کچھ یہی حال ماہ رخ کا بھی تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"محمد شبیر صاحب۔۔!! آپ ان بچوں کو باہر لے جائیں۔ اور جب تک میں نہ کہوں انہیں اندر مت بلائیے گا۔۔ اور ہاں۔ ایک گلاس پانی کا منگوا دیں مجھے۔!!۔" عبدالکریم نامی نوجوان نے بیڈ کے پاس پڑی کرسی پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا تو شاہ میر نے بے چینی سے پہلو بدلا اور پھر بے حد غصے سے انہیں گھورنے لگا۔

"عبدالکریم۔۔!! تم نے سنا نہیں۔۔؟؟ میں نے کیا کہا ہے تم سے۔۔ جاؤ، چلے جاؤ اور انہیں انکے حال پر چھوڑ دو۔ میں اپنا بدلہ لئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤنگا۔!!۔" عبدالجلال کی بھاری آواز ایکبار پھر شاہ میر کے حلق سے برآمد ہوئی تھی۔ مگر عبدالکریم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ اسی اطمینان سے بیٹھے اس پانی پر دم کر رہے تھے جو منور نے انہیں لاکر دیا تھا۔

"عبدالجلال۔۔!! ضد چھوڑ دو۔ کیا ملے گا تمہیں ان سے بدلہ لے کر۔۔؟؟ یہ بچے تو نادان ہیں۔۔ مگر تم تو سمجھدار ہو ناں۔۔ جانتے ہو ناں اچھی طرح سے کہ انتقام اور بدلے کی راہ کس قدر خطرناک ہوتی ہے۔ مسلمان ہو ناں تم بھی۔۔ اللہ اور اس کی نبی آخر الزمان کے ماننے والے۔۔ تو پھر تم اپنے پیارے نبی ﷺ کا فرمان کیسے بھول سکتے ہو۔۔؟؟ بدلہ لینے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی معاف کر دینا سب سے اعلیٰ اور افضل عمل ہے۔۔ تو اب تم بھی ان کی نادانی کو بھول کر انہیں معاف کر دو۔۔ اور لو۔۔ یہ پانی پی لو۔۔ اس کی برکت سے تمہارا غصہ بھی کم ہو جائے گا اور تمہیں فیصلہ کرنے میں بھی آسانی ہو گی۔!!" عبدالکریم نے دم کیا ہوا پانی شاہ میر کی طرف بڑھاتے ہوئے رسان سے کہا تو وہ بغیر پلک جھپکائے، اسی طرح غصے سے انہیں گھورتا چلا گیا۔

"عبدالجلال۔۔۔ غصہ تھوک دو۔۔ اور میرا کہنا مان لو۔۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ □'□□□" ¤□œ□ طرف سے کوئی جواب نہ پا کر عبدالکریم نے پھر کہا تو وہ بھڑک سا گیا۔

"نہیں۔۔ ہرگز نہیں۔۔ ان کی غلطی اتنی بھی معمولی نہیں تھی کہ میں اسے نادانی سمجھ کر بھول جاؤں۔۔ سزا تو میں انہیں دے کر ہی رہوں گا تاکہ یہ لوگ کچھ تو سبق سیکھیں۔" عبدالجلال نے رضا میر اور انکے قریب کھڑے شبیر صاحب اور رشید میر کو بری طرح گھورتے ہوئے کہا تو وہ بے بسی اور تاسف کے عالم میں سر جھکا کر رہ گئے۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو عبدالجلال۔۔ مگر ایکبار میری بھی مان لو۔۔ کیونکہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ ہم انسانوں کی طرح تمہاری بھی کچھ حدود مقرر ہیں۔ اگر تم ان سے تجاوز کرو گے تو بلا شبہ نافرمانوں میں شمار ہو گے۔۔ اور تم ایک اچھے اور نیک قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔ نیکوکاروں میں شمار ہوتا ہے تمہارا اور تمہارے بزرگوں کا۔۔ تو کیا تم چاہو گے کہ ایک معمولی سے غصے اور انتقام کی وجہ سے تم دھتکار دیئے جاؤ۔۔ اور پھر تمہاری وجہ سے تمہارا قبیلہ بدنام ہو جائے۔۔؟؟ کیا تم ایسا پسند کرو گے عبدالجلال۔۔؟؟ بتاؤ مجھے۔۔ کیا یہ سب تمہیں اچھا لگے گا۔۔؟؟۔!!

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو عبدالکریم۔۔!! میں واقعی نہیں چاہتا کہ میں اپنی حدود سے تجاوز کر کے نافرمان اور گستاخ بن جاؤں۔۔ اپنے غصے اور انتقام کی آگ میں اپنے معزز قبیلے کا نام بدنام کر ڈالوں۔۔ مگر میں کیا کرتا۔۔؟؟ تم خود انصاف کرو عبدالکریم۔۔ میں نے کئی بار منع کیا تھا انہیں۔ منگو بابا کے ہاتھ کئی بار ان لوگوں کو پیغام بھجوائے کہ اپنے بچوں کو کنٹرول میں رکھیں۔۔ ان کا خیال رکھیں۔ منگو بابا نے ان بڑوں کو متنبع کرنے کے ساتھ ساتھ اب بچوں کو بھی کئی بار منع کیا تھا کہ یہ لوگ قبرستان میں کھیلنے کودنے مت آیا کریں۔۔ قبرستان کھیل کا میدان نہیں ہوتا۔۔ یہ تو جائے عبرت ہے، یہاں آکر تو سب کی مستیاں، سب کی شرارتیں دم توڑ دیتی ہیں۔۔ مگر یہ بچے۔۔ یہ شرارتی اور نافرمان بچے کسی کی سنتے ہی نہیں۔۔ بلکہ، میں تو کہوں گا کہ ان بچوں کے ساتھ ساتھ انکے والدین کا بھی برابر کا قصور ہے۔۔ خاص طور سے ان کی مائیں۔۔ جو خود تو گرمیوں کی بھری دوپہروں میں پنکھے چلا کر، ٹھنڈے، نیم تاریک کمرے بند کر کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سو جاتی ہیں۔اور اپنے بچوں کو باہر نکال دیتی ہیں۔۔آوارہ گردی کرنے اور لور لور پھرنے کے لیئے۔۔اور ایسا کرتے ہوئے انہیں لمحہ بھر کو بھی خیال نہیں آتا کہ ان سے زیادہ حفاظت کی ضرورت ان معصوموں کو ہوتی ہے۔یہ پھول سے کومل اور نازک بچے۔۔ذرا سی بے توجہی اور بے احتیاطی سے جھلس کر رہ جاتے ہیں۔۔مرجھا جاتے ہیں۔۔۔ مگر یہ عورتیں۔۔۔۔ان بیوقوف عورتوں کو تو سوائے باتیں بھگارنے اور سونے سے ہی فرصت نہیں ملتی، تو یہ کیا رکھیں گی اب پھولوں اور کلیوں کا خیال۔۔اسی لیئے یہ خود بھی نقصان اٹھاتی ہیں اور ان کی لاپروائی کی وجہ سے انکے بچے بھی ناگہانی مصیبتوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔۔اب بھی یہی ہوا ہے۔۔ہمارے بار بار منع کرنے کے باوجود جب یہ انسان اور انکے بچے باز نہیں آئے تو پھر مجبوراً مجھے خود ان کی گوشمالی کے لئے میدان میں اترنا پڑا۔!!

"عبدالجلال کا غصہ کسی طرح کم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔کمرے میں موجود سب افراد سر جھکائے مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔کمرے کی دہلیز کے باہر ناہید اور جمیلہ برستی آنکھوں سے شاہ میر کو دیکھ رہی تھیں جو غصے سے بولتا ہوا انہیں ہی گھور رہا تھا۔شاہ میر کے مُنہ سے ساری بات سن کران کا سر بھی شرم سے جھک گیا تھا۔

"ٹھیک ہے عبدالجلال۔۔۔تم جو بھی کہہ رہے ہو بالکل ٹھیک ہے۔۔مگر یہ بھی تو دیکھو ناں کہ بچوں کو کوئی کتنا باندھ کر رکھ سکتا ہے۔بچپن تو بچپن ہی ہے عبدالجلال۔۔یہ تو ہوا کے جھونکے کی طرح ہوتا ہے۔۔شرارت اور مستی سے بھرپور۔۔اور پھر اگر بچے شرارتیں نہیں کریں گے تو انہیں بچہ کون کہے گا۔۔تم مانو یا نہ مانو مگر بچے تو سب کے ہی سانجھے ہوتے ہیں۔۔اور ہمارے بچوں کی طرح تمہارے بچے بھی ایسے ہی شرارتیں کرتے ہیں۔۔ہمارے بچوں کی طرح تمہارے بچے بھی کھیلتے کودتے بڑے ہوتے ہیں۔۔گرتے پڑتے ہی سب کچھ سیکھتے ہیں۔۔تو پھر تم ان بچوں کی غلطی کی انہیں اتنی بڑی سزا کیوں دینا چاہتے ہو۔۔جبکہ تمہارے بچے بھی تو غلطیاں کرتے ہی ہیں ناں۔۔انہیں تو تم معمولی سی وارننگ کر کے چھوڑ دیتے ہو۔۔تو پھر انہیں کیوں نہیں۔۔؟؟

"عبدالکریم نے نرمی سے سمجھانے والے انداز میں کہا تو عبدالجلال (شاہ میر) انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

"غلطی۔۔۔تم اسے غلطی کہہ رہے ہو عبدالکریم۔۔؟؟ انہوں نے غلطی نہیں گناہ کیا ہے۔۔گناہ۔۔اور معافی صرف غلطی اور نادانی کی ملتی ہے۔۔گناہ کی تو سزا ہوتی ہے۔۔اور میں انہیں انکے گناہ کی سزا دینے ہی آیا ہوں۔۔تم جو بار بار ان کی حمایت کرتے جارہے ہو۔۔تمہیں اندازہ بھی نہیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔؟؟ ارے۔۔ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ بچے سب کے سانجھے ہوتے ہیں۔۔اور کھیلنا کودنا۔۔شرارتیں کرنا۔۔بچوں کا پیدائشی حق ہوتا ہے۔۔ اسی لئے ان کی معمولی شرارتوں اور کوتاہیوں کو ہم نے کبھی دیکھا بھی نہیں۔۔اپنے بچوں کی طرح انہیں بھی بچہ سمجھتے ہوئے ہنس کر نظر انداز کر دیا کرتے ہیں۔۔کیونکہ بچے تو ہمیں بھی بہت اچھے لگتے ہیں۔۔چاہے وہ انسانوں کے ہوں یا ہم جنوں کے۔۔اور پھر ہماری طرح یہ بھی تو اللہ کی مخلوق ہیں۔۔ اور اللہ کی مخلوق کو تنگ کرنے کی نہ ہمیں اجازت ہے اور ہی حکم۔۔۔ہمیں بھی امن اور سکون سے رہنا بہت پسند ہے۔۔مگر اس روز۔۔۔اس روز تو حد ہی ہوگئی تھی عبدالکریم۔۔۔ان شرارتی بچوں نے مل کر پہلے تو احاطے والے مزار شریف پر خوب دھما چوکڑی مچائی۔۔ہمارا سکون برباد کر کے رکھ دیا اور پھر رہتی کسر اس لڑکے نے پوری کر دی۔۔۔یہ جھنڈ والے احاطے میں گندے جوتوں سمیت گھستا چلا آیا۔۔تمہیں پتا ہے۔۔وہاں درسِ قران پاک ہو رہا تھا۔۔اس قدر مقدس محفل، اتنا پاک ماحول اور ایسے میں یہ نالائق چھپنے کے چکروں میں محفل میں گھس آیا۔۔اپنے غلیظ جوتوں سے ساری چاندنیاں گندی کر دیں۔اپنے دھیان میں بیٹھے درس سنتے ہمارے معزز مہمانوں کے ہاتھ پاؤں کچل کر رکھ دیئے۔۔اور پھر اسی پر بس نہیں کیا۔۔اندھا دھند دوڑتا ہوا سیدھا قاضی صاحب میں گھستا چلا گیا۔۔اب بتاؤ تم خود ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بھلا۔۔کیا یہ غلطی تھی اس قابل کہ میں اسے معاف کر دیتا۔۔بلکہ میں تو اسے گناہ ہی سمجھتا ہوں۔۔معزز قاضی صاحب کی اس قدر بے عزتی کی اس لڑکے نے اور تم کہہ رہے ہو کہ یہ سب ان کی غلطی تھی۔!!"
عبدالجلال کا جلال ایک بار پھر عود کر آیا تھا۔ ۔"
میں مانتا ہوں عبدالجلال۔۔تم جو کہہ رہے ہو سب درست ہے۔۔مگر اب تو ان سے غلطی ہوگئی ناں۔۔ یہ بچے ہیں اور انہیں کیا پتا تھا کہ تم لوگوں کی محفل ہو رہی ہے وہاں۔۔دیکھنے میں تو وپ جگہ خالی اور سنسان ہی دکھائی دے رہی تھی ناں۔۔اس لیے شاہ میر کو اندازہ نہیں ہو پایا ہوگا۔۔اور ویسے بھی یہاں تو بڑے بڑے سب کچھ دیکھتے بوجھتے جان بوجھ کر دوسروں کا نقصان کر جاتے ہیں۔۔یہ تو پھر بچے ہیں۔۔نادان ہیں۔۔مگر تم تو داناو بینا ہوناں۔۔تم اپنی دانائی کا ثبوت دو اور انہیں ایکبار معاف کردو انہیں۔۔میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب اس خاندان کا کوئی بچہ کبھی بھی کھلنے کودنے کے لیے ویرانوں اور قبرستانوں کا رخ نہیں کرے گا۔کیوں شبیر صاحب۔۔میں نے ٹھیک کہا ناں۔۔؟؟" عبدالکریم نے شبیر میر کی سمت دیکھتے ہوئے مان بھرے انداز میں کہا تو فوراً آگے بڑھے۔ ۔ "جی جناب۔۔آپ درست فرما رہے ہیں۔اس خاندان کا بزرگ ہونے کے ناطے میں اپنی ذمہ داری پر وعدہ کرتا ہوں کہ اب ہمارا کوئی بھی بچہ، کبھی بھی بلاوجہ اور اکیلا سنسان اور ویران جگہوں میں نہیں جائے گا۔۔یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔۔!!" شبیر میر نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے جھک کر وعدہ کیا تو شاہ میر انہیں دیکھنے لگا۔ ۔ "لو عبدالجلال۔۔اب تو یہ پانی پی لو۔۔اور یقین رکھو کہ اب ایسا کچھ نہیں ہوگا انشااللہ۔۔اب ان لوگوں کی طرف سے تمہیں کبھی کوئی شکائت نہیں ملے گی۔!!
"عبدالکریم نے مسکراتے ہوئے پانی کا گلاس ایکبار پھر آگے بڑھاتے ہوئے نرمی سے کہا۔
"ٹھیک ہے عبدالکریم۔۔!!اگر یہ لوگ پکا وعدہ کرتے ہیں تو پھر میں بھی انہیں آخری موقع ضرور دوں گا۔میں انہیں معاف کرنے کو تیار ہوں۔۔لیکن اب اگر ان کی طرف پھر کوئی ایسی ویسی حرکت ہوئی تو ذمہ دار یہ خود ہوں گے۔۔!!" عبدالجلال (شاہ میر) نے انکے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑتے ہوئے کہا تو سب کے رکے سانس جیسے بحال ہونے لگے۔پھر ان کی نگاہوں کے سامنے ایک اور کرشمہ ہوا۔شاہ میر نے گلاس اپنے چہرے کے سامنے کیا اور اس میں موجود پانی یکلخت ایسے غائب ہوگیا جیسے کسی نے ایک سانس میں ہی اسٹرا سے کھینچ لیا ہو۔
"ٹھیک ہے عبدالکریم۔۔جا رہا ہوں میں۔اور وہ بھی صرف تمہارے کہنے پر۔۔ویسے بھی ایک بات تو تم نے ٹھیک ہی کہی۔۔نہ سارے انسان ایک جیسے ہوتے ہیں اور ناں ہی سارے جنات۔ہر جگہ ہر طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔۔اچھے، نیک اور صالح بھی اور شرارتی، بدتمیز اور مغرور بھی۔۔اور رہی شبیر میر صاحب اور انکے خاندان کی بات تو یہ لوگ واقعی اچھے اور نیک انسان ہیں۔رحمدل اور مخلص۔۔یاد رکھنا میر صاحب، آپ لوگوں کی اسی نیک دلی اور عاجزی نے آپ کو بچانے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔۔اللہ نے آپ لوگوں پر اپنی خاص عنایات، خاص رحمتیں نازل فرمائی ہیں، اور اس کی ان عنایات کو اس کی راہ میں ایسے ہی خرچ کرتے رہا کریں۔۔ دنیا اور آخرت میں فلاح اور کامرانی پائیں گے آپ لوگ۔میں اب جا رہا ہوں۔۔اس امید پر کہ آپ اپنا وعدہ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔!" ۔شاہ میر نے خالی گلاس واپس عبدالکریم کی طرف بڑھاتے ہوئے صلح جو انداز سے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے انہیں بھرپور یقین دلایا تھا۔
"لیکن، ان لوگوں کو کیسے پتا چلے گا عبدالجلال کہ تم نے انہیں معاف کر دیا اور شاہ میر کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے چلے گئے۔۔؟؟ تم جاتے جاتے اپنی کوئی نشانی دیتے جاؤ تاکہ ان لوگوں کو اطمینان ہو جائے اور انہیں یقین آ جائے کہ تم نے انہیں معاف کر دیا۔
"عبدالکریم نے گلاس پکڑتے ہوئے میر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔
"اچھا۔۔تو پھر اللہ نگہبان۔۔لو، میں چلا۔۔!!

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"شاہ میر کے منہ سے گڑگڑاتی عبدالجلال کی آواز برامد ہوئی اور اس کے ساتھ ہی وہ لہرا کر ایک طرف لڑھک گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کمرے میں موجود واحد دیوار گیر کھڑکی کے سامنے پڑا بھاری دبیز پردہ ایکدم ہوا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ اور پھر پوری طرح ایسے اوپر اٹھ گیا کہ چھت کے ساتھ جا لگا۔ اس کے ساتھ ہی بند کھڑکی کا شیشہ زوردار آواز کے ساتھ تڑخ گیا، یوں جیسے کوئی بھاری بھرکم گیند دور سے اڑتی آئی ہو اور پوری قوت کے ساتھ شیشے سے ٹکرا گئی ہو۔ سب دم بخود کھڑے یہ سب ہوتا دیکھتے ہی رہ گئے۔

''رضا میر صاحب۔۔!! آپکا بیٹا ماشااللہ اب بالکل ٹھیک ہے۔ اب آپ لوگوں کو بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ آئندہ کوشش کیجئے گا کہ بچے ایسی خطرناک جگہوں کے قریب سے بھی نہ گذرنے پائیں۔۔ آپ پر اللہ کی مہربانی ہوگئی ہے۔ اب آپ بھی اپنا وعدہ ہمیشہ یاد رکھئے گا۔

جیسے ہی شاہ میر کو ہوش آیا، عبدالکریم صاحب نے اس کا ہاتھ رضا میر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے نرمی سے کہا تو فرطِ مسرت سے سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عبدالکریم نے ماہ نور کو بھی اندر بلوایا۔ ناہید اور جمیلہ بی بھی اس کے ساتھ ہی آ گئی تھیں۔ انہوں نے مزید پانی منگوا کر اس پر دم کیا اور پھر وہ پانی دونوں بچوں کو پلایا گیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ناہید اور رضا میر کو پڑھنے کے لیے کچھ آیات اور وظیفے بھی بتائے۔ وہ سب ان کے دل سے ممنون ہو رہے تھے۔

''ہم آپکا یہ احسان کیسے اتار پائیں گے عبدالکریم صاحب۔ آپ کو تو اللہ پاک نے ہمارے لیے فرشتہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ ہم آپکی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔!!" رضا میر صاحب نے انکے ہاتھ چومتے ہوئے بھیگے لہجے سے کہا تو وہ مسکرانے لگے۔۔

"نہیں۔۔نہیں رضا صاحب۔۔!! ایسا مت کہیں۔ میں بھی اللہ کا ایک معمولی سا بندہ ہی ہوں اور اس کے حکم پر ہی آپ کی مدد کرنے آیا ہوں۔ آپ مجھے شرمندہ مت کریں۔ مجھے آپ کی دعاؤں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں چاہیے۔۔ آپ بس میرے حق میں دعا کر دیا کیجئے۔ میرے لئے یہی بہت ہے۔۔ہاں البتہ، جیسا کہ عبدالجلال نے کہا کہ آپ رحمدل اور نیک انسان ہیں۔ پھر اللہ پاک نے آپکو بہت نواز رکھا ہے۔ اس کی خاص رحمت ہے آپ سب پر۔۔ آپ بس اس کی دی ہوئی نعمتوں سے ہمیشہ اس کی مخلوق کی مدد کرتے رہیے گا، جس طرح پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔ حقداروں کو ان کا حق اسی طرح ادا کرنے میں جیسے پہلے گرم جوشی اور جلدی کا مظاہرہ کرتے آئے ہیں، بس اسی طرح اپنے اس چلن کو برقرار رکھئے گا۔۔بس، یہی ہماری خدمت ہے۔۔۔اب اجازت دیجئے۔۔ہمیں اللہ کے بندوں کی خدمت کرنے کہیں اور پہنچنا ہے۔!!

"عبدالکریم باری باری ان سب سے ہاتھ ملا کر باہر نکلے تو رشید میر کے ساتھ ساتھ رضا اور منور بھی انکے پیچھے لپکے۔ رشید میر نے انہیں ان کی مطلوبہ جگہ تک چھوڑنے کی پیشکش بھی کی مگر وہ نرمی سے انہیں منع کرتے ہوئے اکیلے ہی باہر چلے گئے۔

☆☆☆

''رضا۔۔!! ہم تم سے بہت شرمندہ ہیں کہ ہم ان بچوں کے ماموں ہونے کا حق بھی ٹھیک سے ادا نہیں کر پائے۔ یہ بچے ہم سے ملنے اتنی دور آتے ہیں، تو ان کی حفاظت کرنا بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے۔ مگر بھائی، ہم سے چوک ہو گئی۔ منگو نے ہمیں بارہا اشاروں کنائیوں میں سمجھانے کی کوشش کی، مگر ہم نے اس کی کسی بات کو بھی قابلِ توجہ ہی نہ سمجھا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی احتیاط کی۔۔بس ہمیشہ یہ ہی سوچتے رہے کہ ابھی یہ سب بچے ہیں۔ ذرا بڑے ہو جائیں گے تو خود ہی سمجھ جائیں گے۔۔اور پھر ہمارے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ اگر اس عمر یہ شرارتیں نہیں کریں گے تو پھر کیا بڑھاپے میں کریں گے۔۔مگر ہم غلط تھے۔۔ ہمارا خیال غلط تھا۔۔ ہماری ذرا سی لاپروائی اور ان بچوں کی ذرا سی شرارت کی وجہ سے ہمارے میر وکی یہ حالت ہو جائے گی۔۔ایسا تو ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔۔ بخدا اگر ہمیں ذرا سا بھی اندازہ ہو جاتا تو ہم ایسی لاپروائی کبھی نہ کرتے۔۔ ہمیں معاف کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

دور رضا۔۔ ہماری وجہ سے تمہیں یہ تکلیف برداشت کرنی پڑی، اتنی اذیت، اتنا دکھ جھیلنا پڑا۔۔ ہمیں معاف کردو یار۔!!

"شبیر اور رشید میر نے بہن بہنوئی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے معافی مانگی تو وہ تڑپ کر رہ گئے۔

"ارے نہیں بھائی جان۔۔!! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔۔؟؟ یہ سب تکلیفیں تو ہماری قسمت میں لکھی تھیں شائد۔ یہ اللہ کی آزمائش تھی۔ اور اور شکر ہے مولا پاک کا کہ اس کی مدد سے ہم اس آزمائش سے بخیر وخوبی نکل بھی آئے۔ آپ ہم سے معافی مانگ کر ہمیں شرمندہ مت کریں پلیز۔!!۔

"اور ویسے بھی بھائی جان۔۔!! ہمارا بچہ اللہ کے فضل سے ٹھیک ہوگیا۔۔ ہمیں اور کچھ نہیں چاہئے۔۔ اس کا بڑا احسان ہے ہم پر۔۔ اور ہاں۔۔ یہ عبدالکریم صاحب کہاں سے ملے آپکو۔۔؟؟ انہیں تو واقعی اللہ نے ہم ارے لیے فرشتہ ہی بنا کر بھیجا تھا۔۔ اللہ بھلا کرے ان کا، میرا تو رواں رواں انکے لئے دعا گو ہے۔!!۔ "شبیر اور رشید صاحب کی جذباتی باتوں نے ماحول کو ایکبار پھر بوجھل کردیا تھا۔ رضا میر اور ناہید انہیں شرمندہ دیکھ کر خود بھی شرمندہ ہورہے تھے۔ اس لئے دونوں نے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی۔ اور اسی وقت ناہید نے عبدالکریم کا بھی پوچھ لیا۔۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ناہید۔۔ اللہ نے واقعی اس فرشتے کو ہماری مدد کے لئے ہی بھیجا تھا۔۔ انہیں منگو میرے پاس لایا تھا۔ وہ غریب بھی میرو کی حالت کا سن کر بہت پریشان تھا۔ پھر آج صبح ہی صبح وہ انہیں لئے میرے پاس چلا آیا۔ میں نے انکے پوچھنے پر میرو کی حالت کا بتایا تو وہ فوراً ہمارے ساتھ یہاں آنے کو تیار ہوگئے۔ اللہ ان کا بھلا کرے۔ بڑے ہی نیک دل انسان ہیں۔ اور میری تو اب یہ دعا ہے کہ اللہ ہمیں اپنا وعدہ نبھانے کی توفیق ادا کرے۔ ہم اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرسکیں اور انہیں سکھا سکیں کہ خود بھی امن اور سکون سے رہیں اور اللہ کی ساری مخلوق کو بھی امن اور سکون سے رہنے دیں۔۔ ورنہ کوئی ہلکی سے کوتاہی ایسی بڑی مصیبت بن کر ہم پر پھر ٹوٹ سکتی ہے کہ ہم اس کا خمیازہ ہی بھگتتے رہ جائیں۔!!

شبیر میر نے اس طرح سے کہا کہ سب ایکبار پھر دہل کر رہ گئے۔

قارئین کرام۔!! یہ نہ تو کوئی قصہ ہے اور نہ کہانی۔ اسے آپ آپ بیتی بھی کہہ سکتے ہیں جگ بیتی بھی۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جسے میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے ظہور پذیر ہوتے دیکھا۔ اور سچ کہوں تو اس کی دہشت سے ابھی تک خود کو آزاد نہیں کر پائی۔۔ ابھی بھی بھری دوپہروں میں سنسان جگہوں، ویران قبرستانوں کے پاس سے گذرتے ہوئے ایک انجانا سا خوف میری ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کردیتا ہے۔۔ گوکہ اس واقعے کو بیتے بھی کئی سال گذر چکے۔۔ اس کی ہیبت اور اس کے اثرات ابھی بھی باقی ہیں۔ اس دن کے بعد سے ہماری فیملی کا کوئی بھی بچہ کبھی بھی تنہا، ویران اور اجاڑ جگہ پر نہیں گیا۔۔ ہم نے اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کہ ہمارے بزرگ جو وعدہ کر گئے تھے، ہم اسے اچھی طرح نبھا سکیں۔۔ اور اب یہی ذمہ داری ہماری اگلی نسل تک منتقل ہو چکی ہے۔۔ اب ہمارے بچے اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ ان کی ذات سے کسی دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، چاہے وہ انسان ہو، اللہ کی کوئی اور مخلوق۔۔ آپ بھی خیال رکھئے گا۔ کہ کہیں آپکے بچوں سے بھی کوئی ایسی غلطی۔ کوئی ایسی خطا نہ سرزد ہو جائے جس کا خمیازہ آپکے پورے خاندان کو اٹھانا پڑ جائے اور کھیل ہی کھیل میں بات اتنی نہ بگڑ جائے کہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔۔ اپنا اور اپنے بچوں کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی بنائی تمام مخلوق کا خیال رکھنا بھی ہم سب کا فرض ہے۔ اللہ رب العزت نے ہم انسانوں کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم پر ذمہ داری بھی زیادہ عائد ہوتی ہے کہ ہم اس شرف کے تمام تقاضوں کو اچھے طریقے سے نبھائیں۔ اور اپنا فرض نہ صرف پہچانیں بلکہ اس پر دل و جان سے عمل بھی کریں۔ یہ ہی انسانیت کا تقاضا ہے اور یہ ہی انسانیت کی معراج۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

پراسرار نمبر کی دسویں خاص کہانی

بندر کا پنجہ

صداقت حسین ساجد

ایک ایسے باپ کی دل خراش داستان' جو دولت کے لالچ میں اندھا ہو کر اپنی متاع گنوا بیٹھا

رات بہت ٹھنڈی تھی۔ گھر کی تمام کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیے گئے تھے۔ بڑے کمرے میں انگیٹھی میں آگ جل رہی تھی۔ باپ بیٹا ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ کر تاش کھیل رہے تھے۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ بیٹے نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ دروازے پر اس کے ابو کاشف کے دوست نادر کھڑے تھے۔

"آیئے ..... چچا جان! اندر آ جایئے۔" نعمان نے راستے سے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

نادر نے قدم آگے بڑھا دیے۔ نادر کو جوں ہی کاشف نے دیکھا، تیزی سے اٹھا اور اس کے گلے لگ گیا۔

"یار! کہاں تھا تُو؟ میں کب سے تیرا انتظار کر رہا ہوں۔"

"تمھیں پتا ہے کہ میں آج کل کتنا مصروف ہوں ..... تین دن رہ گئے ہیں اور میں نے ابھی تیاری کرنی ہے۔"

"تم پھر جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"اب کب واپس آؤ گے؟"

"تمھیں تو پتا ہی ہے ہماری ملازمت کا ..... ملکی حالات کہاں ٹھیک ہیں؟ جانے کب چھٹی ملے ..... پہلے بھی بڑی مشکل سے چھٹی ملی تھی۔"

وہ کھڑے کھڑے ہی باتیں کر رہے تھے۔

"آپ لوگ بیٹھیں گے بھی ..... یا کھڑے رہنے کا ارادہ ہے؟"

نعمان نے کہا، تو وہ ہنستے ہوئے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر گپ شپ لگانے اور چائے پینے کے بعد اچانک کاشف بولا۔

"اگلے دن تم نے ایک بندر کے کسی پنجے کی بات کی تھی ..... اس وقت میں نے توجہ نہیں دی تھی ..... اب بتاؤ کہ کیا بات تھی؟"

"کک ..... کک ..... کوئی بات نہیں ..... کوئی بات نہیں ....."

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com

نادر اچانک پریشان ہو گیا۔

"بندر کا پنجہ..... کیا مطلب؟" کاشف کی بیوی صائقہ حیرت سے بولی۔

"ہاں ایک بندر کا پنجہ.....! جو پر اسرار بھی ہے۔" نادر نے جواب دیا۔

"پر اسرار ..... اونہہ ..... جو بات آپ لوگوں کو سمجھ نہیں آتی ..... آپ لوگ اس کو پر اسرار اور مافوق الفطرت سمجھنے لگتے ہیں ..... اس کے علاوہ آپ کچھ اور سمجھتے ہی نہیں ہیں۔" نعمان نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

نادر نے کاشف کی طرف دیکھا اور پھر اپنے کوٹ کی جیب سے ایک سوکھا ہوا بندر کا پنجہ نکال کر سب کو دکھایا۔

"یہ ہے وہ پنجہ!!"

"آپ نے یہ کہاں سے لیا ہے؟" نعمان نے پوچھا۔

"آپ لوگوں کو تو پتا ہی ہے کہ آج کل میری ڈیوٹی چترال میں لگی ہوئی ہے ..... وہاں میری ملاقات ایک ایسے کیلاش آدمی سے ہوئی، جو عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا ..... گندہ اور غلیظ ..... مگر لوگ اس کے پیچھے ایسے بھاگتے تھے ..... جیسے وہ کوئی پہنچا ہوا بزرگ ہو ..... یہ پنجہ اس نے مجھے دیا تھا اور مجھے بتایا تھا کہ اس پنجے سے تین آدمی اپنی تین تین خواہشیں پوری کر سکتے ہیں ..... دو آدمی اس سے کام لے چکے ہیں ..... ایک رہ گیا ہے ..... یہ پنجہ عام پنجہ نہیں ہے۔"

وہ تینوں بڑی توجہ سے پنجے کی کہانی سن رہے تھے۔ صائقہ نے پوچھا۔

"کیا آپ نے اسے آزمایا ہے؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیوں کہ میرا دل نہیں مان رہا کہ میں اس سے اپنی تین خواہشیں پوری کروں۔"

کاشف پنجے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں لالچ بھرا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ایک اور آدمی جب اپنی تین خواہشات پوری کر لے گا، تو یہ پنجہ بے کار ہو جائے گا ..... ہے ناں؟"

"ہاں۔"

"جب تم نے اسے استعمال ہی نہیں کرنا، تو اسے اپنے پاس کیوں رکھا ہوا ہے؟"

"میں نے سوچا کہ اسے بیچ دوں ..... مگر لوگوں کو اس کے کمالات پر یقین نہیں آتا ..... کچھ لوگ اس شرط

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

پر راضی ہوئے کہ پہلے وہ اس پنجے کو آزمائیں گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اسے استعمال نہیں کرنا چاہتے۔"

"ہاں یہی بات ہے۔"

کمرے میں ایسی خاموشی چھا گئی کہ لگتا تھا وہاں کوئی موجود ہی نہ ہو۔ کاشف اس کے ہاتھ میں موجود پنجے کو گھور رہا تھا۔ اچانک نادر بولا۔

"اس کو اپنے پاس رکھ کر میں نے کیا کرنا ہے..... اسے جلا دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے پنجہ آگ میں پھینکنے کی کوشش کی۔ کاشف نے اچھل کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور چلا کر بولا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟"

"کاش! تم اسے جل جانے دیتے ..... تاکہ میرے دل میں جو اس کے بارے میں خوف سما گیا ہے ..... وہ تو دور ہو جاتا۔"

"اگر تم اسے اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتے، تو مجھے دے دو۔"

"میں تو خود سے دور کرنا چاہتا ہوں ..... میں یہ تمہیں دے تو دیتا ہوں، لیکن....."

"کیا لیکن.....؟"

"اس کے لیے میری ایک شرط ہے۔"

"شرط..... کیسی شرط؟" کاشف جلدی سے بولا۔

"اس کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچا، تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہوگی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"کاشف! تم میرے دوست ہو..... میری بات مانو..... اس کو جل جانے دو..... میرے دل میں اس کے حوالے سے انجانا سا خوف سما گیا ہے۔"

"تم بے فکر رہو..... مجھے کچھ نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے..... میرا کام تمہیں سمجھانا تھا..... اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔"

"اچھا! تم یہ بتاؤ کہ خواہش ظاہر کس طرح کی جاتی ہے؟"

"اسے اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اونچی آواز میں اپنی خواہش ظاہر کرو..... مگر میری خواہش ہے کہ تم اس معاملے میں نہ ہی الجھو، تو بہتر ہے۔"

"مجھے ایسا لگ رہا ہے..... جیسے میں کوئی جادو بھری کہانی سن رہی ہوں۔" صائقہ نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر سب لوگ باتیں کرتے رہے، لیکن اب کمرے کی فضا میں ایک انجانا سا خوف بھی چھا گیا تھا۔ اچانک نادر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کاشف! اب مجھے اجازت دو ..... کل میں چترال چلا جاؤں گا..... میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ لوگوں کو کچھ نہ ہو..... میری بات مانو اور اس پنجے کو جلا دو..... اس کو اپنے پاس بھی نہ رکھو۔"

کاشف نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اسے گلے لگانے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ پھر اسے باہر چھوڑنے کے لیے چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا، تو اس کے چہرے پر دبا دبا سا جوش تھا۔ وہ کمرے کے درمیان میں کھڑا ہو کر کہنے لگا۔

"اب میں اپنی پہلی خواہش بیان کرنے والا ہوں۔"

نعمان اٹھا اور کچھ دور جا بیٹھا جب کہ صائقہ نے کرسی کی پشت سے اپنا سر لگا دیا۔ کاشف نے اپنے کوٹ کی جیب سے بندر کا پنجہ نکالا۔ اسے بائیں ہاتھ میں پکڑ کر لرزتی ہوئی اونچی آواز میں بولا۔

"میری پہلی خواہش یہ ہے کہ مجھے ایک لاکھ روپے مل جائیں۔"

ابھی یہ لفظ اس کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ وہ اچانک بھیانک آواز میں چیخ اٹھا۔ صائقہ اور نعمان بھاگ کر اس کے پاس پہنچے۔ نعمان نے اسے ہاتھ لگایا، تو اس کا جسم سن ہو رہا تھا۔ نعمان نے اپنے ابو کا سن جسم ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا ہوا..... ابو!"

"یہ..... یہ..... یہ حرکت کر رہا تھا....."

"کک..... کک..... کیا مطلب؟" نعمان اور صائقہ چلا اٹھے۔

"مم..... مم..... میں سچ کہہ رہا ہوں کہ یہ پنجہ چل رہا تھا جب میں نے اپنی خواہش ظاہر کی، تو یہ زندہ ہو گیا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اور یہ یوں سر سرانے لگا جیسے سانپ ہو۔"

یہ سن کر ان کے رنگ اڑ گئے۔

"مگر آپ کی یہ خواہش کب پوری ہوگی..... مجھے تو کہیں بھی ایک لاکھ روپے نہیں دکھائی دے رہے ہیں۔" صائقہ بولی۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں..... بھلا بندر کا مردہ پنجہ کیسے حرکت کر سکتا ہے؟ آپ کو وہم ہوا ہے..... یہ ویسے ہی آپ کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرا ہے۔" نعمان نے جھنجھلا کر کہا۔

"ہاں..... ہاں..... آپ کو وہم ہوا ہے۔" صائقہ نے بھی اپنے بیٹے کی تائید کی۔

"میں یہ نہیں مان سکتا کہ یہ میرا وہم ہے۔" کاشف جھلا کر بولا۔

نعمان نے اپنے ابو کو انگیٹھی کے پاس موجود کرسی پر بٹھایا۔ کاشف نے کانپتے ہاتھوں سے پنجہ اٹھایا اور اسے اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور خوف کی وجہ سے اس کے ہونٹ بار بار لرز رہے تھے۔ باہر ہوا اور زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ جب وہ کھڑکیوں اور دروازوں سے ٹکراتی تھی، تو ایسا دہشت ناک شور پیدا ہوتا تھا جیسے سیکڑوں چڑیلیں مل کر بین کر رہی ہوں۔ وہ تینوں خوف سے کانپتے لرزتے بیٹھے رہے۔

☆.....☆.....☆

اس دہشت ناک رات کی صبح بڑی روشن تھی۔ آسمان صاف تھا۔ ناشتا کرتے وقت نعمان اپنے ابو کا مذاق اڑاتا رہا۔ مگر کاشف کا چہرہ ابھی تک زرد تھا۔ صائقہ اس کوشش میں تھی کہ کسی طرح کاشف کا خوف ختم ہو جائے۔ نعمان ناشتے کے بعد کارخانے کے لیے تیار ہو کر جانے لگا، تو ہنس کر کہنے لگا۔

"ابو! اگر میرے پیچھے آپ کی خواہش پوری ہو جائے، تو میرا انتظار کرنا۔"

صائقہ نے بیٹے کی پیشانی چوم کر اسے خدا حافظ کہا اور اسے تب تک دیکھتی رہی جب تک کہ وہ نظر سے اوجھل نہ ہو گیا۔ پھر وہ گھریلو کام کاج میں مصروف ہو گئی۔ کاشف گم صم سا بیٹھا رہا۔ دوپہر کے وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ کاشف نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ ایک اجنبی کھڑا تھا۔

"جی فرمایئے!" کاشف نے پوچھا، تو وہ بولا۔

"میں کارخانے کی طرف سے آیا ہوں جس میں آپ کا بیٹا کام کرتا ہے..... کیا ہم بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں..... کیوں نہیں۔"

یہ کہہ کر کاشف اسے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ بیٹھنے کے بعد وہ بولا۔

"مجھے کارخانے کی انتظامیہ کی طرف سے حکم ملا تھا کہ آپ سے ملوں۔"

صائقہ گھبرا کر بولی۔

"نعمان تو ٹھیک ہے ناں!!"

"مجھے افسوس ہے کہ....."

اجنبی اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا، تو کاشف بول اٹھا۔

"کیا نعمان کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟"

"ہاں..... وہ شدید زخمی ہو گیا تھا..... مگر اب اسے کوئی تکلیف نہیں۔"

"اے اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے..... وہ کس ہسپتال میں ہے..... جلدی بتاؤ۔"

"آپ کو ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ....."

"ہم ہسپتال کیوں نہیں جا سکتے اور کیوں کہ کا کیا مطلب ہے؟" صائقہ نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔

"کیوں کہ وہ مشین میں پھنس کر بری طرح کچلا گیا ہے۔"

"نہیں ں ں ں ں ں ں ں ں ں ں ں....." کاشف اور صائقہ چلانے لگے۔ "کہہ دو کہ یہ سب جھوٹ ہے..... یہ جھوٹ ہے۔"

"آپ لوگ صبر کریں..... خدا کو یہی منظور تھا..... مجھے آپ کے دکھ کا اندازہ ہے..... وہ آپ کا اکلوتا بیٹا تھا..... بڑھاپے کا سہارا تھا..... مجھے کارخانے کے مالکوں نے بھیجا ہے..... انھیں بھی اس حادثے کا افسوس ہے..... وہ بھی آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں..... یہ حادثہ مکمل طور پر نعمان کی غلطی کی وجہ سے پیش آیا..... اس کے باوجود کارخانے کے مالکان نے اس کی خدمات

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کو دیکھتے ہوئے آپ کے لیے کچھ رقم بھیجی ہے۔"

کاشف کا چہرہ خوف سے بالکل زرد ہو چکا تھا۔ اس نے بڑی ہمت سے پوچھا۔

"کتنی رقم؟"

"ایک لاکھ روپے کا چیک۔"

"کیاااااااااا؟؟؟؟؟"

صائقہ کی چیخ سے بے خبر کاشف نے اندھوں کی طرح اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور بے ہوش ہو گیا۔

نعمان کی لاش کب آئی۔ اسے کب دفن کیا گیا۔ انھیں کچھ ہوش نہیں تھا۔ انھیں تو نعمان کا منہ بھی کسی نے نہ دیکھنے دیا۔ یہ سب کچھ اچانک ہو گیا تھا۔ میاں بیوی کے دماغ چکرا گئے تھے۔ انھیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، لیکن..... لیکن..... جیسے وقت گزرتا گیا ویسے ویسے انھیں یقین ہوتا گیا کہ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا بلکہ ساری کارستانی بندر کے پنجے کی ہے۔

☆.....☆.....☆

اب وہ دونوں خاموش رہنے لگے تھے۔ ایک رات کاشف کی آنکھ ابھی لگی ہی تھی کہ وہ صائقہ کی چیخ سن کر جاگ اٹھا۔

"کک..... کک کیا ہوا؟"

"پنجہ..... بندر کا پنجہ کہاں ہے؟"

"کیا ہوا اسے؟" کاشف نے پوچھا۔

"مجھے وہ چاہیے..... تم نے اسے جلا تو نہیں دیا کہیں؟"

"نہیں! وہ میری میز کے دراز میں پڑا ہے، لیکن..... ہوا کیا ہے، یہ تو بتاؤ؟"

صائقہ پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگی۔

"ہاہا..... ہاہا..... میں بھی کتنی بے وقوف ہوں، بھول گئی تھی کہ تم نعمان کے باپ ہو ناں! تمھیں یہ خیال کیوں نہیں سوجھا..... ہاہا..... ہاہا..... مگر میں تو ماں ہوں..... یہ خیال میرے ہی دل میں آنا چاہیے تھا..... میں اس کی ماں ہوں ناں!!"

"کک..... کک..... کیسا خیال..... کون سا خیال.....؟"

"ابھی تم اپنی دو خواہشیں پوری کر سکتے ہو ناں.....!"

"گک..... گک..... کیا مطلب؟"

کاشف اس کا خیال جان کر لرز گیا۔

"ابھی پنجہ اٹھاؤ اور اسے ہاتھ میں لے کر یہ خواہش ظاہر کرو کہ ہمارا بیٹا زندہ ہو جائے۔"

کاشف یہ سن کر زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ وہ بڑی آہستگی سے بولا۔

"کیا تم پاگل ہو گئی ہو؟"

"وقت ضائع مت کرو..... جلدی کرو..... میرا بیٹا..... آہ میرا بیٹا....."

"جاؤ جا کر سو جاؤ..... تم اس وقت ہوش میں نہیں ہو۔"

"تم جلدی کرو..... میں کچھ نہیں سنوں گی..... ہمارا بیٹا زندہ ہو سکتا ہے..... اگر ایک خواہش پوری ہو سکتی ہے، تو دوسری کیوں نہیں.....؟"

"وہ صرف ایک حادثہ تھا..... اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔"

"نہیں..... نہیں..... تمھیں دوسری خواہش ظاہر کرنا ہو گی..... ہمارا بیٹا زندہ ہو سکتا ہے۔"

وہ اسے میز کی طرف دھکیلنے لگی۔

"اسے مرے ہوئے دس دن ہو چکے ہیں..... ہم اسے پہچان بھی نہیں سکیں گے..... تمھیں یاد ہے کہ لوگوں نے آخری بار ہمیں اس کا چہرہ بھی نہیں دیکھنے دیا تھا..... وہ مشین میں کچلا گیا تھا..... اس کا چہرہ اور اس کے اعضا ٹوٹ پھوٹ گئے تھے..... بری طرح مسخ ہو گئے تھے..... تم اسے اس حالت میں دیکھ کر خوف ہی سے مر جاؤ گی۔"

"نہیں..... کوئی ماں اپنے بیٹے سے ڈر سکتی ہے.....؟ کیسی بے وقوفی کی باتیں کر رہے ہو..... اسے واپس لاؤ..... بندر کا پنجہ اسے واپس لا سکتا ہے۔"

کاشف مجبور ہو گیا۔ وہ میز کے پاس آیا اور دراز کھول کر پنجہ نکالا۔ پنجے کو چھوتے ہی اسے یوں لگا جیسے سردی کی ایک تیز لہر اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی ہو۔ اندھیرے میں وہ کمرے سے باہر نکلنے لگا، تو دروازے سے ٹکرا گیا۔ خوف اور دہشت سے اس کا جسم ٹھنڈے پسینے سے نہا گیا۔ جب وہ صائقہ کے پاس پہنچا، تو اس کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

چہرہ پہلے سے بھی زیادہ سرد ہو چکا تھا۔

''بولو..... اپنی خواہش کا اظہار کرو۔'' وہ چلائی۔

وہ خاموش رہا۔

''جلدی کرو۔'' وہ پھر چلائی۔

اس نے پنجہ بائیں ہاتھ میں پکڑا اور نا چاہتے ہوئے بھی بولا۔

''میری دوسری خواہش یہ ہے کہ میرا بیٹا زندہ ہو جائے۔''

بندر کا پنجہ اس کے ہاتھ میں رینگنے لگا اور پھر فرش پر گر پڑا۔ کاشف کرسی پر یوں گرا جیسے اس کی جان نکل گئی ہو۔ صائقہ آہستہ آہستہ کھڑکی کی طرف بڑھی اور اسے کھول کر باہر دیکھنے لگی۔ اسے اپنے بیٹے کا انتظار تھا۔ لالٹین کا شعلہ بجھنے سے پہلے آخری بار پھڑ پھڑایا اور کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔ تیل ختم ہو چکا تھا۔ صائقہ اپنے شوہر کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ دونوں خاموش تھے۔ آنے والے لمحات کی دہشت ان پر ابھی سے طاری ہو چکی تھی۔ گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز ان کے دلوں پر ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی۔ اچانک کاشف نے دیا سلائی جلائی اور دوسرے کمرے سے موم بتی لینے کے لیے چلا۔ ابھی وہ دروازے کے پاس ہی پہنچا تھا کہ اس نے حویلی کے دروازے پر بڑے زور کی دستک سنی۔ وہ یوں لرزا کہ دیا سلائی اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور تاریکی ہو گئی۔ وہ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ دستک پھر سنائی دی..... پھر تیسری بار.....

''یہ کیسی آواز ہے؟'' صائقہ نے چلا کر کہا۔

''ہوا کی ہے۔''

''نہیں..... تم جھوٹ بول رہے ہو..... یہ نعمان کے ہاتھ کی دستک ہے..... وہ اسی طرح دستک دیا کرتا تھا..... میں اس کے انداز کو نہیں بھول سکتی۔''

یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بھاگی، لیکن..... اس سے پہلے کاشف دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ بجھتی ہوئی دیا سلائی کی مدھم روشنی میں دروازے کے سوراخ سے باہر ایک ایسا چہرہ دیکھ چکا تھا، جو لرزا دینے والا تھا..... مسلا ہوا..... کچلا ہوا اور روندا ہوا چہرہ..... جس نے اس کے ہوش اڑا دیے تھے۔ اس نے اپنی بیوی کا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔

''کیا کر رہے ہو؟ دروازہ کھولنے دو..... میرا بیٹا آ گیا ہے..... میرا نعمان آ گیا ہے۔'' وہ خود کو چھڑانے کے لیے کاشف کو پیچھے کی طرف دھکیل رہی تھی۔ ''مجھے چھوڑ دو..... اسے باہر سردی لگ رہی ہے۔''

''خدا کے لیے دروازہ نہ کھولو۔''

کاشف کی آواز خوف سے کپکپا رہی تھی۔

''تم اپنے بیٹے سے ڈر رہے ہو..... کیسے باپ ہو..... نعمان! میرے بیٹے نعمان! میں آ رہی ہوں دروازہ کھولنے۔''

دروازے پر دستک بار بار ہو رہی تھی۔ کمرا تاریک تھا۔ صائقہ نے آخر خود کو چھڑا ہی لیا۔ وہ دروازے کی طرف بھاگی، تو کاشف بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ دروازے پر اندر سے تالا لگا ہوا تھا۔

''کہاں ہے اس کی چابی؟ اسے کھول دو۔''

صائقہ کی بات سن کر کاشف دوسرے کمرے کی طرف بھاگا۔ اسے ٹھوکروں کی بھی پروا نہ تھی، جو اسے لگ رہی تھیں۔ وہ بندر کا پنجہ ڈھونڈنے لگا۔ اس دوران صائقہ نے ایک اینٹ اٹھا کر تالے پر برسانی شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ چیخ چیخ کر آوازیں دے رہی تھی۔ آخر اسے بندر کا پنجہ مل ہی گیا۔ صائقہ بھی تالا توڑ چکی تھی۔ وہ دروازہ کھولنے ہی والی تھی کہ کاشف نے پنجے کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اپنی تیسری اور آخری خواہش کا اظہار کر دیا۔

دروازے پر ہونے والی مسلسل دستک کی آواز فوراً ہی بند ہو گئی۔ اتنے میں صائقہ نے کنڈی کھول لی۔ کاشف دروازے کی طرف دوڑا تاکہ اسے پیچھے جانے سے روکے۔ جب وہ وہاں پہنچا، تو صائقہ دروازہ کھول کر باہر جھانک رہی تھی۔ کاشف نے باہر دیکھا، تو قریبی گھر سے نکلنے والی ہلکی سی روشنی میں دیکھا کہ اس ویران اور سنسان گلی میں ایک سایہ نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا۔ کاشف کی تیسری خواہش پوری ہو چکی تھی۔ صاعقہ کے دیکھنے سے پہلے ہی نعمان اپنے مسلے، کچلے جسم کو لیے واپس قبر کے اندھیرے میں اُترنے کے لیے جا چکا تھا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ناول

ایم اے راحت

زرد لومڑی

قسط :04

انتقام کی ایک نئی داستان' جو کسی ایک انسان سے نہیں لیا گیا۔

برصغیر کے نامور قلم کار ایم اے راحت کے قلم سے ایک نیا معرکۃ الآرا سلسلہ

مجھ پر سحر طاری تھا۔ زندگی میں شاید ہی کوئی لمحہ ایسا آیا ہو جب کسی کی شخصیت نے مجھے خود میں جکڑ لیا ہو لیکن یہ شخص ایسی مقناطیسی قوت رکھتا تھا اس کا چہرہ اس کا لہجہ اور سب سے بڑا اس کا انداز۔ اس نے ایک بار بھی مجھے ایسی

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

نظروں سے نہیں دیکھا تھا جن میں کوئی گہرا تاثر ہو۔ بس ایک سادہ سا انداز تھا۔ اس نے فائل میرے سامنے رکھ کر کہا۔

''اگر میرے اور آپ کے مقاصد ایک ہوتے تو شاید یہ فائل میرے لیے بہت قیمتی ہوتی اور میں کسی طور اسے آپ کے حوالے نہ کرتا لیکن خوش قسمتی سے میں جس مشن پر کام کر رہا ہوں وہ کچھ اور ہے۔ اس لیے یہ فائل میں تحفتاً آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔''

''کیا میں اسے ابھی یہاں دیکھ سکتی ہوں۔'' میں نے سنبھل کر کہا۔

''یہ ایک محفوظ جگہ ہے۔ جہاں کوئی ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہیں رہتا۔ آپ اسے دیکھ سکتی ہیں۔''

''او کے۔'' میں نے کہا اور فائل کھول لی۔ بالکل سرسری انداز میں میں نے اسے دیکھنے کا آغاز کیا تھا لیکن پہلے ہی ورق نے میرے ہوش اڑا دیئے اور میں آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ کوئی دس منٹ کے بعد اس کی آواز ابھری۔

''یہ فائل آپ کے لیے ہے، جتنا آپ نے دیکھ لیا اتنا کافی ہے۔ باقی اطمینان سے دیکھیے۔ مجھے آپ سے دوسری باتیں کرنی ہیں۔''

''یہ تو..... یہ تو مسٹر..... اوہ میرے خدا۔ اس میں تو بڑے سنسنی خیز انکشافات ہیں۔ میں خاص طور سے آپ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔''

''جی فرمایئے۔''

''آپ اگر چاہتے تو خود اس فائل سے اور اس میں درج شدہ انکشافات سے بڑا فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اس کی قیمت گو.....'' میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے روک دیا۔

''آپ اپنی سطح سے نیچی بات نہ کریں مس اینی پارک۔ آپ جو کچھ کر رہی ہیں وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے لیے آپ نے جتنی بار زندگی کی بازی لگائی ہے مجھے وہ بھی معلوم ہے۔ میں آپ ہی کا تعاقب کر کے ان معلومات تک پہنچا ہوں۔ یہ سب آپ کی ملکیت ہے۔ آپ یوں سمجھیں کورڈیل کے سلسلے میں جو کامیابی آپ کو حاصل ہوئی ہے وہ مجھے بھی حاصل ہو چکی ہے۔ اس لیے یہ سب آپ کی ملکیت ہے۔''

میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھکا لی۔ پتا نہیں کیا تھا یہ شخص کون تھا۔ بہت سوچنے کے بعد نے کہا۔

''اگر کبھی مجھے آپ کی کوئی خدمت کرنے کا موقع ملا تو میں اس سے گریز نہیں کروں گی۔''

''ٹھیک ہے اگر مجھے آپ کی ضرورت پیش آئی تو میں بھی آپ کو ضرور تکلیف دوں گا۔''

مجھے اس دلچسپ معاہدے پر خوشی بھی ہوئی تھی۔ وہ جو کوئی بھی ہے اس لیے قابل اعتماد تھا کہ بہادر اور پروقار تھا لیکن کمبخت نہ تو میرے بدن کے خطوط سے متاثر تھا نہ میرے خوب صورت چہرے سے۔ ویسے اگر ایسا ہوتا تو شاید ان لوگوں کی فہرست میں چلا جاتا جنہیں میں جوتے کی نوک پر مارتی تھی۔

''آپ نے ایک سنسنی خیز انکشاف کیا ہے۔''

''کیا؟''

''کہ میں کورڈیل کے خلاف کورڈیل کے لیے کام کر رہی ہوں۔''

''اس فائل کو پڑھنے کے بعد بھی آپ اس سلسلے میں تشویش کا اظہار کر رہی ہیں جب کہ یہ فائل میں نے ترتیب دی ہے اور اس میں موجود اور یجنل دستاویزات حاصل کرنے کے لیے جان کی بازی لگائی ہے اور اسے..... خود رکھنے کی بجائے.....''

''ہاں مجھے اپنے غلط الفاظ کا اعتراف ہے اور میں ان کے لیے شرمندہ ہوں۔'' میں نے پورے خلوص سے کہا۔ پھر بولی۔ ''ایک الجھن میں ہوں۔''

''بتایئے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''کورڈیل کے بڑوں میں کون شامل ہے۔ کون انگیجڈ ہے کون پازیٹو ہے اس بارے میں فیصلہ مشکل ہے۔ میں ایکشن کروں تو کس کا سہارا لوں۔''

''میرا۔'' اس نے شوخ لہجے میں کہا اور میں جذباتی ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ پھر میں نے مدھم لہجے میں کہا۔

''آپ نے یہ الفاظ اگر مذاق میں بھی کہے ہیں تب بھی یہ مجھے بہت قیمتی محسوس ہوئے ہیں۔''

''جب کہ میں نے یہ الفاظ مذاق میں نہیں کہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''گویا اس ایکشن میں آپ میرا ساتھ دیں گے۔''

''اگر آپ چاہیں گی۔''

میں کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ ''متعلقہ اداروں میں سے کس پر بھروسہ کر سکتی ہوں۔''

''مسٹر بارلے اور میڈم فیوری پر۔''

''سیکرٹ سروس چیف مسٹر بارلے؟''

''ہاں۔'' اس نے پراعتماد لہجے میں کہا اور میں دنگ رہ گئی تھی۔ سارے معاملات میرے ہیں۔ سو فیصدی مجھ سے اور میرے مشن سے متعلق لیکن مجھ سے زیادہ میرے معاملات کون جانتا ہے۔ مزید کوئی بات ایسی نہیں تھی جو غور طلب ہوتی آخر میں، میں نے اس سے کہا۔

''میں اب بھی آپ کو الہ دین کہوں؟''

''ہاں۔''

''تو آپ نے اس ایکشن میں میرا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔''

''میں وعدے کی پابندی کرتا ہوں۔''

''ہمیں سلوا اسٹارک کے ایکشن اسٹیشن پر اٹیک کرنا ہے۔''

''اس کی تفصیل اور جائے وقوع کے بارے میں تفصیلات اس فائل میں موجود ہیں۔

''میں دیکھ چکی ہوں۔ آپ میرے ساتھ ہوں گے؟''

''جی۔'' اس نے کہا۔

میں اس سے جدا ہو گئی لیکن اس کا تصور کسی بھوت کی طرح مجھ سے چمٹا ہوا تھا۔ اپنی رہائش گاہ پر آ کر ایک نیا خیال میرے دل میں آیا۔ کہیں وہ مسٹر سارتر ہی کا کوئی نمائندہ نہ ہو اور مسٹر سارتر اور مسٹر واچی دنیا کے دو پراسرار ترین کردار تھے۔ انہوں نے جو کچھ کر لیا ہے دنیا کی تاریخ میں کہیں اور نہیں ہے حالانکہ جدید ترین سائنسی ترقی یافتہ ممالک میں بہت کچھ ہو چکا ہے لیکن مسٹر سارتر کی لیبارٹری اپنی مثال آپ ہے۔ ان دونوں نے پہلے اپنا ایک انوکھا ادارہ بنایا جس میں دنیا سمولی، پھر انہیں ایک روبوٹ کی ضرورت محسوس ہوئی جو ایکشن کرے اور وہ میں ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی میں مسٹر سارتر کی اکلوتی بیٹی اور ان کی یادوں کا سرمایہ ہوں ممکن ہے یہ شخص الہ دین بھی انہی کی دریافت ہو جو میری حفاظت اور مدد کے لیے میرے ساتھ کی گئی ہو۔

ممکن ہے ایسا ہی ہو، لیکن میں اس کا اظہار بابا پر بھی نہیں کروں گی۔ بلکہ کسی مناسب موقع پر انہیں سرپرائز دوں گی کہ میں سب جانتی ہوں۔''

اس کے بعد میں نے ذمے داری سے اپنے کام کے درجے نبھائے ایک بار فائل کو دوبارہ غور سے پڑھا۔ پھر مسٹر جیمس بارلے سے رابطہ کیا۔ اس وقت رات کے دو بجے تھے۔ تھوڑی سی الجھن کا شکار ہوئی کہ اس وقت مسٹر بارلے کو کال کروں یا نہ کروں۔ رہ رہ کر اسی چھلاوے کی طرف ذہن جاتا تھا کون ہے، کیا ہے، خود میں کس قدر خود اعتمادی ہے، ہر بات کا جواب حتمی طور پر دیتا ہے میں نے اپنے اس سنسنی خیز مشن کے لیے کسی قابل اعتماد شخصیت کے بارے میں پوچھا تو پورے اطمینان سے سیکرٹ سروس کے چیف مسٹر بارلے کا نام لے دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ان دونوں سے پہلی دلچسپ ملاقات مجھے یاد تھی۔ اس کے بعد سے ہی وہ دونوں مجھے مخلص، خوش مزاج اور قابل اعتماد لگے تھے۔ آخر کار میں نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ کر مسٹر بارلے کو کال کر لی اور مجھے خوشی ہوئی کہ مسٹر بارلے نے میری کال فوراً ریسیو کر لی۔ ان کا لہجہ اور انداز نیند سے بے نیاز تھا۔

''اس وقت زحمت دینے کے لیے معذرت خواہ ہوں۔''

''نہیں میڈم! آپ ہمارے لیے کام کر رہی ہیں اور ان نازک لمحوں میں جب دنیا خدانخواستہ کسی بڑے حادثے کا شکار ہو سکتی ہے، ہم سب کو ہوشیار رہنا ہو گا۔ آپ بتایئے خیریت ہے اس وقت فون کرنا معنی نہیں ہے۔''

''جی سر، ایسی ہی بات ہے۔''

''بتایئے پلیز۔''

''جو ذمے داری میرے سپرد کی گئی تھی میں نے اس کے آخری مرحلے کی تکمیل کر لی ہے۔''

''آپ جانتی ہیں جس سیل پر ہم دونوں گفتگو کر رہے ہیں اس پر ہونے والی گفتگو کہیں بھی نہیں سنی جا سکتی جب تک اس کا کوڈ اوپن نہ ہو۔ پھر بھی ہم ابھی مل سکتے ہیں۔ کچھ دیر بعد ہم دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔''

''میں جانتی ہوں سر۔''

''بتایئے۔''

''سر میری ڈیوٹی تھی کورڈیل انٹرنیشنل میں کالی بھیڑیں تلاش کر کے ان کی نشاندہی کروں۔''

''جی آپ نے اس سلسلے میں بہت سے قابل قدر کام کیے ہیں اور لندن میں آپ کی کارکردگی کو بہت سراہا جا رہا ہے۔''

''میں تو معلومات کو فائنل ٹچ دے چکی ہوں اور اس وقت میرے پاس اس ادارے کا پورا کچا چٹھا موجود ہے۔''

دوسری طرف خاموشی چھا گئی پھر بارلے کی آواز ابھری۔

''یقیناً یہ بڑا سنسنی خیز انکشاف ہے لیکن اتفاق سے وہ بڑی مصیبت ہم پر مسلط ہو گئی ہے۔ جس کے بارے میں میرے منہ سے ابھی چند الفاظ غلطی سے نکل گئے تھے۔

''کون سے؟''

''میں نے کہا تھا کہ اس وقت ایک ایسی مشکل پیش آ گئی ہے۔ جس سے دنیا کسی بڑے حادثے کا شکار ہو سکتی ہے۔ اس بارے میں آپ کے ادارے سے بھی رجوع کیا گیا ہے اور چونکہ اس بڑے واقعے کے بارے میں بھی اس شبے کا شکار ہوئے ہیں ہم لوگ کہ کارڈیل کا بلیک ونگ اس خوفناک جوہر کا محرک ہے۔''

''اس طرح جو ذمے داری آپ نے ہمارے ادارے کو سونپی ہے وہ ہماری ڈیوٹی کے زمرے میں آ جاتی ہے۔''

''مطلب!'' مسٹر بارلے کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کورڈیل کے بلیک ونگ کو بے نقاب کرنا اور اس کے ٹھوس ثبوت میرے پاس ہیں کہ کورڈیل نے ہی اس آبدوز کو اغوا کیا ہے۔ جس میں خوفناک میزائل لوڈ ہیں۔''

مسٹر بارلے کو تو سانپ سونگھ گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

''گویا آپ کو اس سنسنی خفیہ راز کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا ہے اوہ میرے خدا میرے لیے بڑی مشکل پیش آ گئی اوہ...... اوہ......''

''میں آپ کی پریشانی کی وجہ نہیں سمجھ سکی جناب؟'' میں نے حیرانی سے کہا۔

''گمشدہ آبدوز کے مسئلے پر اس وقت آدھی دنیا ہیجان میں مبتلا ہے۔ قرائن بتاتے ہیں کہ اس پر لوڈ میزائل بہت جلد استعمال کر لیے جائیں گے۔ اس آبدوز کو جس پیمانے پر تلاش کیا جا رہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی ساتھ ہی اس کے معاملے کو انتہائی صیغہ راز میں رکھا جا رہا ہے اور تم...... تم اتنی آسانی سے اس کا تذکرہ کر رہی ہو۔ سیکرٹ سروس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے اس راز کے تم تک پہنچ جانے پر مجھے تمہیں فوری طور پر گرفتار کر لینا چاہیے اور انتہائی نگہداشت میں رکھنا چاہیے۔ میں پریشان ہوں کہ کر کیا کروں۔''

''میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ مسٹر بارلے مجھے غور سے دیکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتے میں نے کہا۔

''جن لوگوں نے کورڈیل کے سلسلے میں میرے ادارے سے رجوع کیا ہے اور ہم سے درخواست کی ہے کہ ہم ان کے لیے کام کریں۔ میں ان کی نیک نیتی کو مسترد کرتی ہوں اور انہیں غیر معیاری قرار دیتی ہوں۔ ہم اپنے ریکارڈ میں انہیں بلیک لسٹ کریں گے۔ آپ نے میری نہیں میرے ادارے کی توہین کی ہے اور یہ آپ کی قوم کی خرابی ہے۔ خصوصاً آپ کی قوم نے مغرب کو جس قدر بدنام کیا ہے کسی اور نے نہیں اس کی پوری تاریخ ہے۔ تاہم اس وقت جو صورت حال چل رہی ہے وہ ضد آپ کے لیے نقصان دہ نہیں بلکہ لاکھوں بے گناہوں کے لیے ہے۔ اس لیے میں ایک نیا تنازع نہیں کھڑا کر رہی یہ فائل دیکھیے جو آپ کے لیے دیکھنا ضروری ہے۔''

میں نے تمتماتی آواز میں کہا اور فائل مسٹر بارلے کی طرف بڑھا دی۔ میرے الفاظ بے حد تلخ تھے اور میرا خیال تھا کہ سفید فام مسٹر بارلے آگ بگولہ ہو جائیں گے لیکن وہ حیرت انگیز طور پر مسکرا دیئے۔ پھر آہستہ سے بولے۔

''غصہ ور، تند مزاج، میری تھیلی کی طرح۔ یہ الفاظ ادا کر کے انہوں نے فائل میرے ہاتھ سے لے لی اور اسے کھول کر دلچسپی سے دیکھنے لگے۔

نتیجہ میری توقع کے مطابق تھا۔

پہلے مسٹر بارلے کی مسکراہٹ سکڑی۔ پھر آنکھوں کے زاویے بدلے۔ پھر چہرے کی سفیدی میں زردی شامل ہوئی۔ پھر ہونٹ خشک ہوئے اور پھر کئی بار انہیں جھرجھری آئی۔ میرا غصہ ختم ہو گیا۔ بہت بڑی شخصیت تھی لیکن مزاج میں سادگی تھی۔

انہوں نے اس وقت تک گردن نہیں اٹھائی جب تک پوری فائل نہ چاٹ لی۔ پھر وہ آہستہ سے بولے۔

''سوری..... سوری مس اپنی پارک۔''

''نہیں سر، اپنی پارک نہیں۔''

''ایں؟'' انہوں نے حیرت سے مجھے دیکھا۔

''تسلیمات۔'' میں نے کہا۔

☆☆☆

مسٹر بارلے نے اپنے تمام تر اختیارات پر ہی انحصار کیا تھا۔ انہوں نے اس بڑے آپریشن کے بارے میں اعلیٰ فوجی حکام کو یا کورڈیل کے عہدیداروں تک کو کچھ نہیں بتایا تھا لیکن انتظامات اس طرح کیے تھے کہ کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔

چنانچہ پرسانک جیٹ نے بحری جہاز نیٹ ماریو پر لینڈنگ کی تو اس وقت آدھی رات گزر چکی تھی۔ میں نے اور الہ دین نے غوطہ خوری کا لباس پہنا اور سمندر میں زیر آب سفر کرنے والی کشتی میں سوار ہو گئے۔ الہ دین کو میں نے اپنے معاون کے طور پر متعارف کرایا تھا اور اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ بڑی اطاعت گزاری سے سارے کام کر رہا تھا۔

وہ مکان ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ جب ہم خشکی پر جا کر اوپر آئے تو ہلکی چاندنی میں ہمیں ہر جگہ پہرے دار گشت کرتے نظر آئے۔ اس وقت ہم چٹانوں پر چڑھ کر مکان میں داخل ہونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ اس لیے ہمیں وہ سرنگ تلاش کرنی پڑی جس کی نشاندہی اس فائل میں موجود نقشے میں کر دی گئی تھی۔ سرنگ کو الہ دین نے بڑی آسانی سے تلاش کر لیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ہم دونوں شانہ بشانہ آگے بڑھتے ہوئے سرنگ کے دوسرے سرے پر پہنچ گئے۔ اس طرف کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ ہم پوری احتیاط سے آگے بڑھنے لگے اور ہمیں سب سے پہلی جگہ کچن نظر آئی۔ چنانچہ ہم کچن کے عقبی دروازے کو کھول کر اوپر جانے والے زینوں پر آ گئے۔ پھر ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھتے ہوئے اس کوریڈور سے گزرنے لگے جو آگے جا کر دوسری طرف گھوم گیا تھا۔

لیکن جونہی ہم کوریڈور گھومے ہم سے چند قدم کے فاصلے پر دو گارڈ نظر آئے جو ہمیں دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے لیکن پھرتیلے اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے انہوں نے برق رفتاری سے اسٹین گنوں کے لیور کھینچے لیکن الہ دین کے ہاتھ میں دبے فورگس نے دوش کی پیشانیوں کے عین درمیان سوراخ کر دیئے اور وہ دونوں حلق سے آخری چیخیں نکال کر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

ان کی چیخیں اور گرنے کی آوازیں سن کر سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا اس کمرے سے تیز روشنی کے طوفان کے ساتھ کسی بھاری بدن کی عورت کا ہیولا نظر آیا جسے میں نے فوراً پہچان لیا یہ سلوا اسٹاک تھی جس نے ہم دونوں کو اور کوریڈور میں پڑے گارڈز کو دیکھ لیا۔ اتنے بھاری اور تھلتھلاتے بدن والی عورت سے اس قدر برق رفتاری کی توقع نہیں تھی۔ اس نے ایک طرح سے الٹی چھلانگ لگائی اور اپنے بستر کی طرف لپکی جس کے سرہانے ایک سرخ رنگ کا ڈبہ رکھا ہوا تھا لیکن ہم کسی طرح کا خطرہ نہیں لے سکتے تھے۔ میں نے فوراً گولی چلا دی گولی نے اس کا شانہ توڑ دیا اور وہ کراہ کر اوندھی گر پڑی۔

میں پھرتی سے آگے بڑھی اور میں نے وہ سرخ ڈبہ اٹھا لیا۔ اس پر سرخ رنگ کا ایک بلب مسلسل اسپارک کر رہا تھا۔ بلب کے نیچے ایک بٹن بھی تھا۔

''تم..... سور کی بچی۔'' سلوا اسٹارک کراہتی ہوئی بولی۔

''سلوا اسٹارک اگر تم اپنے ساتھیوں کی زندگی بچانا چاہتی ہو تو میرے ساتھ باہر چلو اور انہیں حکم دو کہ وہ اپنا اسلحہ پھینک کر ہاتھ اٹھا لیں۔'' میں نے کہا اور وہ جواب دینے کے بجائے گندی گالیاں دینے لگی۔

میں نے پلٹ کر فورگس نوز اس کی کنپٹی پر رکھی اور ٹرائیگر دبا دیا۔ اس کا بھیجہ چھینٹوں کی شکل میں نکل کر سامنے والی دیوار سے چپک گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر پلان کے مطابق میں نے سیکرٹ فورس کو گرین سگنل دیا اور چند ہی لمحوں کے اندر وہ پہاڑی مکان روشنی میں نہا گیا۔ یوں لگا جیسے سورج نکل آیا ہو۔ سیکرٹ سروس کی ٹیم نے اپنا کام شروع کر دیا۔ مشین گن کا شور اور گرنیڈ کے دھماکے اور پھر سناٹا موت کا سناٹا۔

☆☆

مہم ختم ہو گئی۔ اغواء شدہ آبدوزوں جس کا سراغ اس فائل میں موجود تھا ایک بے حد اہم آپریشن کے ذریعے برآمد کر لی گئی۔ ابھی میزائل آبدوز میں ہی تھے اور انہیں قبضے میں لے لیا گیا تھا۔

الہ دین اس پوری مہم میں میرے معاون کے طور پر میرے ساتھ تھا لیکن یہ بات صرف میں ہی جانتی تھی کہ وہ معاون نہیں بلکہ اس مشن کی پوری تکمیل اس کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ میں نے پوری ذہانت اور ذمے داری کے اتھ اپنا کام کیا تھا لیکن بے شمار موقعوں پر اس سے دست و پا ہو گئی تھی اور اس وقت الہ دین کی ذہانت نے میری مدد کی تھی۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتی تھی کہ مسٹر سارتر ے آخر کار میرے باپ تھے۔ اپنی دانست میں انہوں نے اپنی بیٹی کو بہت کچھ بتا دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ مطمئن نہیں تھے اور انہوں نے ایک ایسی شخصیت دریافت کی جو انسان سے زیادہ روبوٹ معلوم ہوتی تھی۔ اس قدر ذہین، اتنی شاندار کارکردگی کا مالک کہ اس سے کہیں غلطی نہیں ہوئی تھی اور پھر اس نے آخری کارنامہ وہ فائل ترتیب دے کر سرانجام دے دیا تھا۔

مسٹر بارلے اور میڈم فیور بے حد مصروف تھے۔ انہوں نے بڑے خفیہ طریقے سے ہمارے لیے ایک ہوٹل میں قیام کا بندوبست کیا تھا۔ ہمیں وہاں ہماری اصل حیثیت سے نہیں رکھا گیا تھا۔ میں سچ میں حیران تھی اور ان واقعات

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے بارے میں سوچ کر اپنا تجزیہ کر رہی تھی کہ میں نے اس مسئلے میں کہاں تک اپنا کام صحیح طور پر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے غصہ بھی آ رہا تھا کہ پاپا نے مجھ پر بھروسا کیوں نہیں کیا اور کسی اور کو میرا مددگار کیوں بنایا۔ یہ تو میرا پہلا تجربہ تھا کسی نہ کسی شکل میں کامیاب ہو ہی جاتی۔ یا پھر یہ کہا جائے کہ آبدوز کے واقعے نے صورت حال بدل دی اور کام جلدی نمٹانا ضروری ہو گیا۔

اونہہ جو کچھ بھی ہوا ہے پاپا سے کہوں گی کہ اگر وہ میرے کام میں مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کے پاس الہ دین جیسا آدمی موجود ہے اس سے کام لیں۔ کچھ ہی گھنٹوں کے بعد پاپا کی کال موصول ہوئی۔ وہ آواز سے ہی بہت خوش لگ رہے تھے۔

''ہیلو بے بی، میری طرف سے اس شاندار کامیابی پر مبارک باد قبول کرو۔''

''شکریہ پاپا۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''اب تمہاری فوری واپسی ضروری ہے۔ میری وہاں بات ہو گئی ہے تمہیں پورے اعتماد کے ساتھ واپس بھیجا جائے گا تم نے ان پر بھروسہ کرنا ہے۔ بے فکری کے ساتھ کرنا۔''

''کیا..... پاپا؟''

''رات کو پونے دس بجے تمہاری واپسی کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ سیکرٹ سروس کی میڈم فیوری نو بجے تم سے ملاقات کریں گی۔''

''او کے پاپا۔'' میں نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔ پاپا نے شاید میری سرد مہری کو محسوس نہیں کیا تھا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ 'کیا سمجھتے ہیں وہ، انھیں خود مجھے اس کے بارے میں بتانا چاہیے تھا۔ ٹھیک ہے میں بھی ایک لفظ نہیں پوچھوں گی ان سے۔

پھر مجھے ایک خیال آیا۔ کیا وہ بھی میرے ساتھ ہی جائے گا۔ کیا اسے بھی اس سفر کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ وہ آخر ہے کیا شے؟

پھر میں نے خود کو سنبھالا اپنی فطرت کے خلاف میں نے اسے زیادہ ہی اپنے سر پر مسلط کر لیا ہے۔ وہ جو کوئی بھی ہے میں اس کی کھوج کیوں کروں۔ اگر وہ پاپا کی کوئی دریافت ہے اور اس نے میرے ساتھ تعاون کیا ہے تو وہ پاپا کا مسئلہ ہے۔ دوسری کوئی بات ہو نہیں سکتی۔

اچانک ایک اور خیال میرے دل میں آیا۔ کیا میں اس سے متاثر ہو گئی ہوں۔ کیا جنس مخالف کی حیثیت سے میں نے اس کے بارے میں سوچا ہے۔ میں نے خود کو غیر متعلق کر کے سوچا۔ میرے قید خانے میں وہ پہلی بار کھانے کی ٹرے لے کر آیا۔ جس میں کھانے کے بجائے اسلحہ تھا۔ اس اسلحے سے صورت حال ہی بدل گئی اور وہ میری کامیابی کی چابی ثابت ہوا۔ ورنہ صورت حال مختلف ہوتی۔ گارڈ کی وردی میں وہ ایک ورزشی جسم کا مالک شاندار جوان لگ رہا تھا جب کہ اس کا چہرہ پرکشش نہیں تھا۔

ارے، میں نے اسے اتنے غور سے دیکھا تھا کیوں؟ اوہ کیا ایک لڑکی بھی جنس مخالف کو ہر حال میں اپنی پسند کی کسوٹی پر پرکھتی ہے۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ یہ کام تو مردوں ہی سے منسوب ہے مگر یہ غلط ہے اور پھر میں نے اسے اس کے اصل روپ میں دیکھا۔ ایک بھرے بھرے بدن کا مشرقی نوجوان۔ خوش مزاج، خوش گفتار، اور..... اور.....'' تب میں نے اپنے خیالات کی آوارگی کو روکا جو میرے بدن میں کسمساہٹ۔ ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر رہی تھی۔ میں نے خود کو برا بھلا کہا۔ یہ کیا میں عام لڑکیوں کے انداز میں سوچ رہی ہوں۔ اس نے تو اپنی زندگی کے لیے مشن ہی دوسرا چنا تھا۔ اس میں یہ سب نہیں چلے گا۔ بالکل نہیں۔ سوچنے پر پابندی نہیں پسند پر پابندی نہیں لیکن..... بعد میں.....

فرصت..... فرصت ایسی ہی فضول چیز ہوتی ہے۔ خیالات پراگندہ کر دیتی ہے۔ آخر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

باتیں ہی کی جائیں۔ برابر دوسرے کمرے میں موجود ہے۔ یہ بھی پوچھا جب کہ کیا اسے بھی واپسی کے بارے میں اطلاع دے دی گئی ہے۔ واش روم جا کر لباس تبدیل کیا۔ بال وغیرہ سنوارے اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ اس کے کمرے کے دروازے پر جا کر رکی۔ دستک دینی چاہی لیکن ایک دم احساس ہوا کہ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ہینڈل گھمایا تو وہ دروازہ کھل گیا۔

''میں اندر آسکتی ہوں۔'' میں نے اخلاقاً پوچھ لیا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ دوسری بار بھی جب کوئی جواب نہیں ملا تو میرا ماتھا ٹھنکا اور میں اندر داخل ہوگئی۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ روشن روم پر نگاہ دوڑائی۔ اس میں بھی کسی کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔

''مسٹر الہ دین کیا آپ کمرے میں موجود ہیں؟''

بڑا احمقانہ سوال تھا۔ مسٹر الہ دین کوئی روح تو نہیں تھے جو مجھے نظر نہ آتے نہ ہی وہ مجھے دیکھ کر پوشیدہ ہوئے ہوں گے۔ پھر..... کہاں گیا وہ..... معاً میری نگاہ ٹیبل پر پڑی جس پر کوئی چیز رکھی ہوئی تھی۔ کچھ عجیب سی چیز تھی سمجھ میں نہیں آئی۔ سینٹر ٹیبل کے قریب پہنچ کر اسے دیکھا۔ غور سے دیکھا۔ اٹھا کر بالکل قریب سے دیکھا۔ کسی بہت ہی نفیس میٹریل سے بنی میک اپ ماسک تھی۔ نہ جانے کیوں بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ یہ نقوش اسی کے تھے۔ انہیں تھوڑا سا فٹ کر کے دیکھا تو اس کا چہرہ بن جاتا تھا۔ وہ چہرہ جو گارڈ کے چہرے کے بعد سامنے آیا تھا اور میں نے اندازہ لگایا تھا کہ الہ دین کا اصل چہرہ ہے لیکن یہ ماسک۔ یہ ماسک بتاتی تھی کہ وہ اس کا اصل چہرہ نہیں تھا۔

تو کیا گارڈ والا چہرہ اصلی تھا یا دونوں ہی چہرے نقلی تھے۔ الہ دین میرے منہ سے آہستہ سے نکلا اور دل پر یکلخت ہی ایک دم بوجھ سا آپڑا۔ اس نے دوسری بار بھی مجھ سے اصل چہرہ چھپا کر رکھا۔ اس نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا۔ اس خیال سے دل پر ایک دباؤ سا پڑا تھا۔

کیا وہ چلا گیا۔ کون تھا۔ کیوں میرے قریب آیا تھا۔ کیا اعلیٰ کارکردگی کا مالک تھا۔ کتنا پھرتیلا ذہین اور نڈر، لیکن کون اور اب خود ہی اپنے خیال کی تردید ہو رہی تھی۔ قرائن بتاتے تھے کہ اسے پاپا نے نہیں بھیجا تھا۔ وہ کچھ اور ہی چیز تھا۔ کمرے پر نگاہ دوڑائی لیکن اس کا کوئی سامان نہیں تھا۔

تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے میں واپس آگئی۔ میک اپ ماسک ساتھ لے آئی تھی۔ دیر تک بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔ ان نقوش میں شوخ آنکھوں کو اور شامل کر دیا جاتا تو جیسے یہ ماسک بول پڑتا۔ میں نے اسے سنبھال کر رکھ لیا۔ اسے ساتھ لے جاؤں گی لیکن وہ.....

پھر ایک خیال نے بچھو کی طرح ڈنک مارا۔ وہ گھر یاد آیا جس کا پتا اس نے بتایا تھا اور وہاں وہ پراسرار عورت ملی تھی جس کا نام بشیراں بتایا گیا تھا۔ وہ بھی حیرت انگیز کردار تھا۔ پہلے موٹی بھدی اور بعد میں ایک اسمارٹ لڑکی کی شکل میں کار دوڑاتی نکل گئی تھی۔ بعد میں اس کا کوئی پتا نہیں چلا تھا۔

مائی گاڈ کتنے پراسرار کردار تھے دونوں۔ کیا الہ دین یہ کام کرنے کے بعد غائب ہوگیا۔ اب اس کے دوبارہ ملنے کے بھلا کیا امکانات ہو سکتے تھے اور کیا وہ لڑکی اس کی دوست، ماتحت یا محبوبہ ہو سکتی ہے کیا میں اس مکان پر جا کر دیکھوں، کیا وہ وہاں گیا تھا۔

خود پر شدید غصہ آیا۔ میں ایسا کیوں کروں۔ کہہ رہا تھا کہ اس کا اپنا مشن ہے جس سے وہ کام کر رہا ہے۔ ممکن ہے اس کا کام باقی ہے۔ اگر بتا دیتا تو میں بھی اس کا ساتھ دے کر اس کا احسان اتارنے کی کوشش کرتی۔

بس اب زیادہ بے وقوفی مناسب نہیں ہے۔ وہ بھاڑ میں جائے۔ پاپا نے میڈم فیوری کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ مجھ سے ملیں گی اور یہ ہی واپسی کی تیاریوں کے بارے میں بتائیں گی۔ مسٹر جیمس بارلے وغیرہ کو رڈیل کے بارے میں کیا کر رہے تھے۔ سلوا اسٹارک مر چکی تھی گولڈ کراس کے خلاف بھی خفیہ تحقیقات کی ذمے داری مسٹر بارلے نے قبول کی تھی جس کے بارے میں انہوں نے مجھے کچھ ہنٹس دیے تھے لیکن مجھے اب کسی بات سے دلچسپی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں تھی۔

مقررہ وقت پر میڈم فیوری آگئیں۔ ان کا رویہ میرے ساتھ بہت پیار بھرا تھا۔ بڑی مشفق خاتون تھیں۔ میرے حساب سے ان کا مزاج ان کے شعبے سے ذرا میل نہیں کھاتا تھا۔ ایئرپورٹ تک میرے ساتھ آئیں۔ انہوں نے ایک بار بھی اس دشمن کے بارے میں نہیں پوچھا جو میرا معاون تھا۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کیے رکھی۔ میرا خیال تھا یا تو انہیں اس بارے میں معلوم ہے کہ وہ میرے ساتھ نہیں جائے گا اور اس کا ہمارے ادارے سے تعلق نہیں ہے یا پھر انہیں صرف میری روانگی کے بارے میں ہدایات دی گئی تھیں۔

اپنی فلائٹ کے دوران میں نے کئی بار جہاز کے مسافروں پر غور کیا اور الہ دین کے بارے میں سوچا۔ وہ میک اپ کا ماہر تھا۔ کون جانے وہ کسی اور روپ میں اس فلائٹ سے سفر کر رہا ہو۔ کمبخت بہت جینئس تھا بڑی اعلیٰ کارکردگی کا مالک تھا۔ البتہ اس کی شکل وصورت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی لیکن ایک خرابی اس میں نمایاں تھی۔ ناقابل معافی ناقابل برداشت۔

یعنی وہ مجھ سے متاثر نہیں ہوا تھا۔

کورڈویل جن کے حضور نہ جھکنے والا کمینہ کہیں کا ورنہ اس وقت میرے زانو سے زانو ملائے بیٹھا تھا۔ مجھے بھی اچھا لگتا کیونکہ فرصت کے لمحات میں ایک نوجوان لڑکی صرف لڑکی ہوتی ہے۔

☆☆☆

اپنے وطن کی بات ہی کیا۔ میرے وطن کا ایئرپورٹ جگمگا رہا تھا۔ پرلطف بات یہ تھی کہ مسٹر سارترے اور انکل وانچی بھی جذباتی ہو کر ایئرپورٹ پہنچ گئے تھے۔ حالانکہ یہ دونوں ایک طرح سے تارک الدنیا درویش ہو گئے تھے جن کی زندگی صرف کمپاؤنڈ تک رہ گئی تھی۔

میرا استقبال بڑے پیار سے کیا گیا گھر پہنچ گئی۔ پوچھا گیا کہ آرام کرنا چاہو گی یا کچھ دیر کے بعد میٹنگ روم آباد کیا جائے؟''

''نہیں بالکل فٹ ہوں۔''

''چینج کر کے انڈر گراؤنڈ آجاؤ۔''

''اوکے۔'' میں نے کہا۔ زیرزمیں خوب صورت میٹنگ ہال میں پہنچی تو دو پیار بھرے چہرے منتظر تھے۔

''اپنے انتہائی سنگین اور خطرناک مشن میں اپنی کامیابی پر مبارک باد قبول کرو۔''

''خاص طور سے اس دوسری کامیابی پر ہم سے استدعا کی تھی کہ کورڈیل کی کالی بھیڑوں کی نشاندہی کر دیں کیونکہ جو ملک کورڈیل کے ججز ہیں وہ ایک دوسرے کا اعتماد کھو چکے ہیں اور اپنے اداروں سے یہ تحقیقات نہیں کرا سکتے۔ اس لیے ایک ایسی غیر متعلق شخصیت کی ضرورت پیش آئی جو یہ کام کر لے اور اس کے لیے انہوں نے ہمیں اور ٹیم سے تمہیں منتخب کیا۔ تمہارے کام کا وہ جائزہ لیتے رہے اور ہمیں اطمینان کی رپورٹیں دیتے رہے زہدوف کا واقعہ ہو گیا۔ یہ واقعہ اس قدر سنگین تھا کہ دنیا ہل کر رہ گئی تھی۔ بڑے بڑے ممالک کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ لیکن تم نے بڑی خوش اسلوبی سے وہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ اس سے کمپارٹو کی ساکھ بھی زبردست بن گئی اور ہمیں پہلے کی نسبت دس گنا معاوضہ دینے کا اعلان کر دیا گیا۔ اس سے ہمارے مشن کو بڑا فائدہ ہوگا۔ سوئی جی آر گینو کو مزید ترقی ملے گی اور دنیا بھر میں کٹے اور ٹوٹے ہاتھ پاؤں والوں کو مصنوعی اعضا مفت لگوانے کی اور سہولتیں ملیں گی۔ اس کے بعد ہم اور بھی کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مثلاً آنکھیں..... ہم آنکھوں کے ہر طرح کے علاج، ان کے آپریشن اور نئی آنکھیں لگانے کی مفت سہولتوں کے بارے میں بھی غور کر رہے ہیں۔ پھر تیسرے مرحلے میں اعضا کی پیوندکاری کے لیے بھی کام کریں گے۔ اس کے لیے ہمیں زبردست فنڈ درکار ہوں گے اور ہم انہیں اپنی محنت سے حاصل کریں گے۔ اپنی جان، تم ہماری امیدوں کا مرکز ہو۔ بڑا انحصار ہے تم پر۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

www.paksociety.com

میرا غصہ عروج پر پہنچ گیا۔ میں نے غصے کا سے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''بس پاپا، یہاں آپ غلط کر رہے ہیں۔ آپ نے میرے اعتماد کو زخمی کیا ہے۔''

''ایں۔'' مسٹر سارترے اور مسٹر واچی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ بمشکل مسٹر واچی نے کہا۔

''تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی اینی۔ جواب میں، میں نے وہ میک اپ ماسک نکال کر غصے سے ان کے سامنے میز پر پٹخ دی اور وہ دونوں حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ پھر پاپا نے وہ ماسک اٹھا کر دیکھی اور بولے۔

''یہ..... یہ تو میک اپ ماسک ہے۔''

''جی آخری بار وہ اس شکل میں تھا۔''

''ایں..... کون؟'' انکل واچی بولے۔

''آپ بھی اس بارے میں اداکاری کریں گے پاپا۔'' میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''سارترے۔ یعنی کہ کوئی زبردست غلط فہمی ہوئی ہے۔'' جس بات پر تم برافروختہ ہو وہ فوراً بتاؤ۔ اس بار مسٹر سارترے کی جگہ پتھر کی طرح سخت تھا۔ وہ ایک باپ کی حیثیت سے بول پڑے تھے۔

''میں اس کا نام نہیں جانتی۔ کیا آپ نے میری مدد کے لیے ایک ایشیائی جوڑے کو نہیں بھیجا تھا۔ وہ غالباً پاکستانی ہیں۔

''ایشیائی جوڑا..... تمہاری مدد کے لیے؟ پوری تفصیل بتاؤ۔''

اتنا میں بھی اپنے باپ کو جانتی تھی۔ پاپا کی یہ حیرت مصنوعی نہیں تھی اور اب انہیں میری بات پر غصہ آنے لگا ہے۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھال کر پاپا کو الہ دین کی پوری کہانی سنا دی۔ پاپا محبت سے منہ کھولے یہ تفصیل سن رہے تھے۔ میرے خاموش ہونے کے بعد وہ تعجب سے واچی کا چہرہ دیکھنے لگے جو خود بھی تصویر حیرت بنا ہوا تھا۔ پر وہ آہستہ سے بڑبڑائے۔

''اور وہ ایشیائی تھا۔''

''ہاں مشرقی تم لوگ ہمیشہ خود پرستی میں مبتلا رہے ہو جب کہ ہزاروں بار ثابت ہو چکا ہے کہ ایشیائی تم سے زیادہ ذہین ہیں۔ تم نے بس اپنے وسائل کے بل پر اسے دبا رکھا ہے۔''

''پتا ہے اندر کا تعصب کبھی نہیں جائے گا۔'' پاپا کو ہنسی آ گئی۔

''اس کا حلیہ تو تم دھار ہی نہیں سکتیں۔'' انکل واچی نے کہا۔

''یہ اس کا آخری حلیہ تھا۔ اس سے پہلے وہ گارڈ کے روپ میں بدنما شکل کا مالک تھا۔

''اور اس کی ساتھی عورت۔''

''اس کے بارے میں بتا چکی ہوں۔ دوبارہ اسے نہیں دیکھا۔''

''اور اس نے یہ بھی کیا کہ اس کا اپنا مشن الگ ہے جو اتفاق سے تمہارے مشن سے منسلک ہو گیا ہے۔''

''ہاں اس نے یہی کہا تھا۔ میں نے کہا اور پاپا خاموش ہو گئے۔ دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پاپا اس ماسک کو بار بار اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے پوری سنجیدگی سے کہا۔

''ہم دونوں میں سے کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ نہ ہمارے ذہن میں کوئی ایسی بات آئی کہ کس مشن میں کس کو تمہاری مدد کے لیے بھیجا جائے اور نہ ہی ہم آئندہ ایسا کوئی عمل کریں گے جس سے تمہیں واقفیت نہ ہو اس بات کا خیال رکھنا۔''

''پاپا۔'' میرے منہ سے نکلا۔

''ہاں تم ہی جوان نہیں ہو ہم بھی اتنے ہی جوان ہیں۔ کمپارٹو کو ہم نے بڑی احتیاط سے متعارف کرایا ہے لیکن کوئی بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتا۔ اس کے علاوہ ہم نے تم پر مکمل انحصار کیا ہے۔ اس اعتماد کے ساتھ کہ تم کبھی کوری نہیں ہو گی۔ پھر بھی ہم دونوں بھرپور کوشش کریں گے کہ اس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ کون ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

حیرانی اس بات پر ہے کہ وہ تمہارے کام آیا تمہیں اس نے اپنے مشن کے لیے کہیں استعمال نہیں کیا۔''

''اب میں بھی حیران ہوں۔''

''آرام کرو اور بے فکر رہو۔ ہم اس کی اصلیت تلاش کریں گے۔''

پھر مجھے آرام کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ بہت دن کے بعد اپنا آراستہ بستر نصیب ہوا تھا، دل چاہا کہ فوراً آنکھیں بند کروں اور سو جاؤں اس کوشش میں تھی کہ کہیں سے وہ صورت آنکھوں میں آئے جو بعد میں صرف ایک پلاسٹک ماسک ثابت ہوئی۔ اس کی تیسری شکل کیسی ہوگی۔ دوسری شکل کی طرح خوب صورت یا پھر وہی گارڈ والی۔ بھدی اور بدنما۔ آہ کاش میں ایسا نہ ہو۔ اس کی شخصیت باکمال ہے۔ بجلی جیسا تیز گفتگو اور آواز بے مثال اور بدن بے حد دلکش، بھرا بھرا۔ جاذب نگاہ، میں نے اسے چھو کر دیکھا اس میں مدھم مدھم سنسناہٹ ابھر رہی تھی۔ اسی سنسناہٹ جو آنکھوں میں خمار بن جائے اور میں نے خود کو اس میں گم کر لیا اور صبح تک اس کی سخت نرماہٹوں میں گم رہی۔ پھر جاگ گئی اور ان معمولات میں گم ہوگئی جو گھر میں ہوا کرتے تھے۔

☆☆☆

تقریباً دو ہفتے گزر گئے پاپا اور انکل واچی اپنی مصروفیات میں کھوئے ہوئے تھے لیکن انہوں نے دوبارہ مجھ سے الہ دین کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ ایک پراسرار وجود جواب بھی کبھی میرے خوابوں میں آجاتا تھا اور جس نے مجھے میرے اندر چھپی ایک نئی محبت سے روشناس کرایا تھا۔ یعنی یہ کہ میں ایک حسن پرست لڑکی ہوں اور اپنے اندر موجود تمام وحشیانہ صلاحیتوں کے باوجود کسی کی مردانہ دلکشی مجھے متاثر کر سکتی ہے۔

میرا شہر تھا، میرا وطن تھا، یہاں میری شناسائیاں تھیں، دوستیاں تھیں میری پسندیدہ تفریح گاہیں تھیں۔ عمدہ کھانوں کے ہوٹل تھے۔ میں ان میں کھو گئی پھر ایک دم طبیعت پر بیزاری سوار ہوگئی اور اس رات ڈنر ٹیبل پر میں نے پاپا سے اس بیزاری کا اظہار کر دیا۔ میں نے کہا۔

''آپ تو ابھی تک میرے لیے کوئی مہم تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں پاپا، یوں لگتا ہے کمپارٹو میں ایرر آگیا ہے ایسی ہی بات ہے نا؟''

''آگے کہو۔'' پاپا کی مسکراہٹ مجھے عجیب لگی پھر بھی میں نے اپنی بات جاری رکھی۔

''میں نے ایک منصوبہ بنایا ہے۔''

''بتاؤ کیا۔''

''دنیا کے بیشتر ملکوں میں سوئی چی آرگنیو کی برانچیں کام کر رہی ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ آپ نے ان کو آپس میں لنک رکھنے کے لیے بہت بڑا نیٹ ورک تیار رکھا ہے دیکھیں پھر بھی اگر میں ان ممالک میں جا کر ان کی کارکردگی کا جائزہ لوں اور آپ کو اس بارے میں بہترین تجاویز دوں تو کیا آپ یہ پسند نہیں کریں گے۔''

''بہت پسند کریں گے۔ لیکن اب اس کا کیا کیا جائے کہ تم نے کورڈیل کے کرتا دھرتاؤں کو اس قدر متاثر کر دیا ہے کہ اس کا ممبر ہمیں اپنے وطن میں خود پیش ہونے کی پیشکش کر رہا ہے اور کہتا ہے ہماری سیکورٹی اس ملک کے وزیراعظم کے برابر ہوگی۔

''دلچسپ بات ہے لیکن اس کا میری بات سے کیا تعلق؟'' میں نے کہا۔

''وہی بتانے جا رہا ہوں۔''

''جی بتایئے۔''

''کورڈیل ایک دلچسپ ادارہ ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ اقوام متحدہ اس قدر فعال ادارہ نہیں رہا جتنا اپنی تشکیل کے وقت تھا۔ طاقت ور ممالک نے اس پر اپنی اجارہ داری قائم کر لی ہے اور اس سے وہ چھوٹے ممالک ناجائز فائدہ بھی اٹھا لیتے ہیں جو بڑے ممالک سے حاشیہ بردار اور نمک خوار ہیں۔ یوں دوسرے ممالک کے دلوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں مایوسی پیدا ہوگئی ہے اور اب اقوام متحدہ پر اعتماد نہیں کرتے۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو ناں؟''

''جی سر۔'' میں نے مشینی انداز میں کہا۔

''اس بات کو ان تمام ممالک نے اچھی طرح محسوس کیا۔ ان کے فعال اداروں نے اس بارے میں خصوصی طور پر سوچا اور بے شمار تجاویز زیر غور آئیں اور پھر بات کورڈیل پر آکر رکی۔ یعنی ایک ایسا ادارہ جس میں تمام طاقت ور ممالک شریک ہوں اور جہاں اقوام متحدہ کچھ مصلحتوں کے تحت کام نہ کر سکے وہاں کورڈیل آگے بڑھے۔ گویا اس کی حیثیت ایک سرکش ادارے جیسی ہو جو ہر طرح صحیح کام کی تکمیل کرے خواہ اس کے لیے مشترکہ طاقت استعمال کرنی پڑے۔

''آپ مجھے وہ بات بتائیے جو آپ مجھے بتانا چاہتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''اسی پر آرہا ہوں۔ یہ کہہ چکا ہوں کہ آبدوز کے معاملے میں اور کورڈیل کی کالی بھیڑوں کی تلاش کے سلسلے میں تم نے جو کامیابی حاصل کی ہے اس سے کورڈیل بہت متاثر ہے۔''

''گویا وہ لوگ بھی اس کے بارے میں نہیں جانتے۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''کس کے بارے میں۔''

''جس کے سلسلے میں آپ کا کمپارٹو بھی فیل ہوگیا۔ میرا مطلب الہ دین کا ہے۔''

''وہ کوئی مافوق الفطرت شخصیت ہی ہو سکتی ہے۔ کہیں سے اس کا سراغ نہیں ملا۔ ہم نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔''

''خیر چھوڑیے۔ آگے بتائیے۔'' میں نے کہا۔

''تفصیل یہ ہے کہ ڈاکٹر ہیمر لیونسکی کا تعلق پیراگوئے سے ہے لیکن نہ صرف ہم نے بلکہ اس کے پورے خاندان نے ساری زندگی شائریکا میں گزاری ہے۔ اصل میں ہیمر لیونسکی کا باپ ایوی یرلو بحری قزاق تھا اور پیراگوئے میں دوہری زندگی گزار رہا تھا۔ یعنی ایک طرف وہ پیراگوئے میں خام تانبے کے بہت بڑے تاجر کی حیثیت سے ایک نیک نام آدمی تھا لیکن دوسری طرف وہ ایک درندہ صفت سمندری ڈاکو تھا جس نے لوٹ مار کے ساتھ قتل و غارت گری کا بازار بھی گرم کر رکھا تھا۔

ایک سمندری جہاز کو لوٹتے ہوئے اسے پہچان لیا گیا اور بڑے خفیہ طریقے سے کارروائی کر کے اس کے گوداموں پر چھاپا مارا گیا اور تازہ ترین بحری قزاقی میں لوٹا ہوا سامان ان گوداموں سے برآمد ہوگیا۔ اس کا کام بدترین تھا لیکن اس نے تعلقات کا ایک جال پھیلایا ہوا تھا۔ انہیں تعلقات کی وجہ سے اس کی زندگی تو بچ گئی لیکن اسے ساری زندگی کے لیے جلاوطن کر دیا گیا اور وہ اپنی بے پناہ دولت سمیٹ کر شائریکا منتقل ہوگیا۔ وہیں اس نے سکونت اختیار کر لی۔ ہیمر لیونسکی اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس نے شائریکا آکر اپنی مجرمانہ زندگی ترک کر دی اور ایک اچھے شہری کی زندگی گزارنے لگا۔ ہیمر لیونسکی شائریکا میں ہی جوان ہوا اور اس نے وہیں اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز کیا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرتا رہا۔ پھر ایک دن شائریکی ادارے سے منسلک ہوگیا اور وہاں شعبہ ریسرچ میں کام کرنے لگا۔ اس نے کئی نئے امراض دریافت کیے اور ان کے علاج تلاش کر کے وہ اعزازات حاصل کرتا رہا۔ وہ بے پناہ حیثیت حاصل کر چکا تھا اور شائریکا میں اسے ایک انتہائی معزز آدمی کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی۔ خاص طور سے اس نے ایک ایسی دوا ایجاد کی جس سے انسانی جلد انتہائی خطرناک جلدی امراض سے محفوظ رہ سکتی تھی اس ایجاد نے اس کی حیثیت میں چار چاند لگا دیئے۔ اس نے شائریکا ہی کے ایک معزز خاندان میں شادی کی جس سے وہ ایک بیٹے کا باپ بھی بنا۔

لیکن پھر ایک دن شائریکی حکام حیران رہ گئے جب انہیں معلوم ہوا کہ ہیمر لیونسکی ایک طیارے میں بیٹھ کر ہانگ کانگ چلا گیا۔ اس کے حلقوں میں اور دوسرے حکام کو قطعی یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک اتنی بڑی شخصیت اس طرح کیوں دوسرے ملک چلی گئی۔

پھر اچانک یہ انکشاف ہوا کہ وہ اپنی خدمات لائی چن کو پیش کر رہا ہے۔ اس خبر سے شائریکا میں شدید اضطراب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پھیل گیا کیونکہ ایروس کے بعد لائی چن ہی شائریکا کا سب سے بڑا حریف تھا۔ بلکہ اس نے جدید ٹیکنالوجی کی بعض چیزوں میں شائریکا اور ایروس کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ وہ ہائیڈروجن بم بنا چکا تھا اور تابکاری کے میدان میں تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

ڈاکٹر ہیمر لیونسکی کی لائی چن سے وابستگی کا اعلان شائریکا کے لیے زبردست تشویش کا باعث تھا اور اسے خطرہ تھا کہ لائی چن ہر طرح کی تابکاری سے محفوظ ہو جائے گا اور دوسروں کے خلاف تابکار حملے کرے گا۔ ڈاکٹر ہیمر نے شائریکا سے اپنی برسوں کی وفاداری سے اچانک منہ موڑ کر لائی چن سے وابستگی کا فیصلہ کیوں کیا تھا اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔

''اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کورڈیل خود سازشوں کا مرکز بن گیا ہے جس کی مثال سلوا اسٹارک تھی جو کورڈیل کا سب سے بڑا عہدہ رکھنے کے باوجود اس کی سب سے بڑی غدار تھی اور اگر کمپارٹو کے مایہ ناز ایجنٹ اس سازش کو بے نقاب نہ کر دیتے تو لازمی امر تھا کہ آبدوز سے میزائل فائر ہوتے اور تیسری جنگ عظیم کا آغاز ہو جاتا۔

یہ الفاظ شائریکا کے صدر کے تھے۔

ڈاکٹر ہیمر کا فرار اور لائی چن سے وابستگی بھی کورڈیل کے ممبر ملکوں کے لیے اس خوفناک حادثے سے کم نہیں ہے۔ لائی چن کورڈیل کا ممبر نہیں ہے اور نہ ہی وہ کبھی کورڈیل سے رجوع کرے گا یا اس کی بات مانے گا بلکہ یہ انوکھی قوت حاصل کر کے وہ اپنی برتری کا کسی بھی وقت اظہار کر سکتا ہے۔''

ایروس کے صدر نے کہا۔

''کیا ہمارے پاس ڈاکٹر ہیمر کے اس پراسرار فرار کے سلسلے میں معمولی سی معلومات ہیں۔''

''بالکل نہیں۔''

''کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ پوری دیانتداری سے اس فرار کی تحقیق اور اس کے مضر اثرات سے بچنے کا کوئی منصوبہ بنایا جا سکتا ہے۔''

''منصوبہ بنایا جا سکتا ہے لیکن یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اس منصوبے پر کام کرنے والے ادارے ایسے تو نہیں

سچی کہانیاں میں شائع ہونے والا لازوال ناول 'تاشون' کتابی شکل میں دستیاب ہے

قدیم علوم کا سائنٹیفک نظریہ
ان کے ذاتی تجربات اور اصل حقائق و اثرات
سعادت و نحوست کا حساب، حیرت و تجسس پر مبنی ناول

تاشون

تحریر: شازلی سعید مغل

برصغیر میں علم تسخیر کے بانی حضرت کاش البرنیؒ کی
عاملیت و کاملیت، روحانیت، محبت، تصوف اور دوسری دنیا
کے تجربات و مشاہدات پُراسراریت کے نت نئے راز کھولتا ایک
سحر انگیز ناول جس کے مرکزی کردار حضرت کاش البرنیؒ "بنام"
"تاشون" ہیں

۴۵۰ صفحات

Postage Rs: 50

قیمت: ۵۰۰ روپے

ابھی رابطہ کریں اپنی کاپی بک کروائیں یا اپنے قریبی بکسٹال پر اپنا آرڈر بک کروائیں۔

Auraq Publishers, Ibrahim market, PIB Colony, Karachi 74800

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہیں جو خود اس کے فرار کے ذمے دار ہوں۔''

اس سوال نے تمام پرجوش آوازوں کو سرد کر دیا۔

''ان اداروں کو خریدا جا سکتا ہے اور انہیں اپنی مرضی کے دستوں پر چلایا جا سکتا ہے۔ ہمارے پاس روشنی کی ایک کرن کمپارٹو ہے جو ہمارے کام آ سکتا ہے۔ وہ ایک لڑکی جو پورے کورڈیل کی ناک کاٹ کر اس کی ہتھیلی پر رکھ کر چلی گئی۔''

''گویا آپ کا مطلب ہے سر کہ کمپارٹو سے مدد لی جائے؟''

''اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔''

''لیکن سر! اس امکان کو مدنظر رکھا جائے کہ کمپارٹو کو بھی خریدا جا سکتا ہے۔''

''کمپارٹو نہ تو کوئی دہشت گرد تنظیم ہے نہ کوئی سراغرساں آرگنائزیشن۔ یہ چند افراد پر مشتمل گروپ ہے اور ایک چھوٹے سے نیک مقصد پر کام کر رہا ہے۔ یعنی وہ دنیا بھر میں مصنوعی اعضا کی تیاری اور انہیں بلا معاوضہ ضرورت مندوں تک پہنچانے کا عزم رکھتا ہے اور اسی پر کام کر رہا ہے۔ اس کے بارے میں ایک بتیس کورڈیل کے ممبر ممالک کے انتہائی موثر اداروں نے معلومات حاصل کی ہیں اور کمپارٹو کو صاف ستھرا پایا ہے۔

ترمووا انجی نے وہ سسٹم بند کر دیا جس سے یہ گفتگو نشر ہو رہی تھی۔

''یہ کورڈیل کی انتہائی خفیہ گفتگو کی تفصیل ہے جو ملکوں کے سربراہوں نے ایک دوسرے سے کی۔'' مسٹر سارترے کی آواز ابھری۔

''اوہ مائی گاڈ، گویا اس گفتگو کا ریکارڈ آپ نے خفیہ طور پر حاصل کیا ہے پاپا سر۔'' میں نے شدید حیرت سے کہا۔

''ہاں ہمارے جینے کا بھی راستہ ہے۔'' کارمیل ڈی سارترے نے کہا۔

''نہ صرف ہمارے جینے کا، بلکہ پوری دنیا میں ان نادار لوگوں کے جینے کا جو اپنی ناداری کی بنا پر اپنی مفروری کا علاج نہیں کرا سکتے اور صرف اس لیے جی رہے ہیں کہ زندگی کھونے کے لیے نہیں ہے۔'' مسٹر وانجی نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''یہ سنو۔'' پاپا نے ایک اور آواز سنائی۔

''مسٹر کمپارٹو ہم اس نام سے آپ کو مخاطب کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔ کاش آپ کھلے دل سے ہمارے ساتھ ہوتے۔ تاہم ہم ایک طرح سے آپ سے اتفاق بھی کرتے ہیں اگر آپ منظر عام پر ہوتے تو نہ جانے کون کون سی نگاہ آپ پر ہوتی۔ خیر ہم آپ سے اپنا مدعا بیان کرتے ہیں۔''

دوسری طرف لے آنے والی آواز نے جو لازمی طور پر صدر شائریکا کی تھی۔ ہیمر لیونسکی کے بارے میں پوری کہانی سنائی، پھر کہا۔

''لیونسکی کے فرار کے مضر اثرات کے بارے میں تفصیل بہت طویل ہے۔ یوں سمجھیں یہ بھی ایک عالمی خطرہ ہے۔ ہم جانتے ہیں آپ اپنی کوششوں سے اسے ہر قیمت پر واپس لائیں اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو اسے مروا دیا جائے۔ وہ اس وقت ہانگ کانگ میں ہے۔ ہم دوبارہ اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر وہ زندہ واپس لایا جا سکے تو اسے ترجیح دی جائے ہم اس انتہائی کارآمد شخص کو کھونا نہیں چاہتے۔ ہم اس کی ہر خواہش پوری کرنے کو تیار ہیں۔ یہ بات آپ کو اس لیے بتائی جا رہی ہے کہ اگر آپ کسی ایجنٹ کی یا اس لڑکی کی جسے ہم انسان نہیں روبوٹ سمجھتے ہیں اس سے ملاقات کا موقع مل جائے تو وہ اسے واپس آنے پر آمادہ کر سکے۔

اس سلسلے میں ہم آپ کا معاوضہ اور مزید ضرورتیں پوری کرنے کے لیے خوشی سے آمادہ ہیں۔ سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔''

آواز بند ہو گئی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر پاپا نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''اور ہم ان سے ضروری امور طے کر چکے ہیں جو ہمارے لیے بے حد کار آمد ہیں۔''
''میری ڈیوٹی پاپا؟'' میں نے سوال کیا۔
''تم ہانگ کانگ جا کر اس سے ملو اور اسے شائریکا واپس آنے پر آمادہ کرو۔''
''وہ میرے کہنے سے فوری تیار ہو جائے گا؟'' میں نے ہنس کر کہا۔
''نہیں ہم نے اس ایگریمنٹ کے بعد اس پر ورک کیا ہے۔'' مسٹر واچی نے کہا۔
''گڈ بتائیے۔''
''تم اس کی سیکریٹری ایلسی کے روپ میں ہانگ کانگ جاؤ گی۔ ایلسی کو چیک کر لیا گیا ہے اور اس کی رپورٹ ہمیں موصول ہو چکی ہے۔ اس کی تصویریں، اس کے مشاغل اور اس کے چلنے پھرنے کا انداز۔ اس کی ویڈیو ہمیں موصول ہو چکی ہے۔ اس کا ڈیل ڈول سو فیصدی تمہاری مانند ہے۔
''گویا بہت دیر سے کام ہو رہا ہے۔'' میں نے کہا۔
''نہیں، لیکن جو کام ہمارا ہے وہ ہم ضرور کرا رہے ہیں۔''
''مطلب۔''
''جہاں جہاں ہمارے سوئی جی آرگنیو ہیں وہاں ہمارے ایجنٹ بھی خود کش ہو گئے ہیں۔ پھرتیلے اور برق رفتاری سے کام کرنے والے۔ کس بھی مسئلے میں متحرک ہو کر وہ ہمیں رپورٹ دیتے ہیں۔ چونکہ ہمیں یہ کام کرنا تھا اس لیے یہ تفصیل معلوم کر لی گئی ہے۔''
''خود ایلسی کو یہ پتا ہو گا کہ اس کی جگہ کوئی اور اس کے باس سے ملے گا۔''
''نہیں اسے قبضے میں لے لیا جائے گا اور کسی جگہ محصور کر دیا جائے گا۔''
''گویا مجھے پہلے ایلسی سے ملاقات کرنی ہو گی۔''
''ہاں تم ایک بار صرف اس سے ملو گی۔ اس کے بعد اسے اسکرین آؤٹ کر دیا جائے گا۔''
''ایک اور سوال۔''
''ہاں میری جان!'' پاپا نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔
''آپ نے ہیمر لیونسکی کی بیوی اور اس کے بیٹے کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر لیونسکی کی بیوی اور بیٹا کہاں ہیں۔ میرا خیال ہے لیونسکی کے فرار کے بعد حکومت شائریکا نے ان دونوں کو اپنی تحویل میں لے لیا ہو گا تاکہ ان کا ذریعے لیونسکی کو واپسی پر آمادہ کیا جا سکے۔
''نہیں، انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ لیونسکی نے فرار ہوتے ہوئے ان کے بارے میں ضرور سوچا ہو گا اور پھر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا ہو گا۔
''کیا نام ہے اس کی بیوی کا؟
''پریسلا لیونسکی۔''
''ایڈریس۔''
''میرا خیال ہے اس سے ملنا بے کار ہو گا کیوں کہ وہ شائریکا کی حکومت کو بھی کچھ نہیں بتا سکی۔''
''ایڈریس پلیز۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا اور پاپا ہنس پڑے۔ پھر انہوں نے پریسلا کا ایڈریس مجھے دے دیا۔

☆.....☆

(اینی پارک..... جاسوسی کی دنیا میں اب کیا تہلکہ مچائے گی۔
اُس کا اگلا شکار کون ہو گا؟ جاننے کے لیے اگلی قسط کا انتظار کیجیے)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

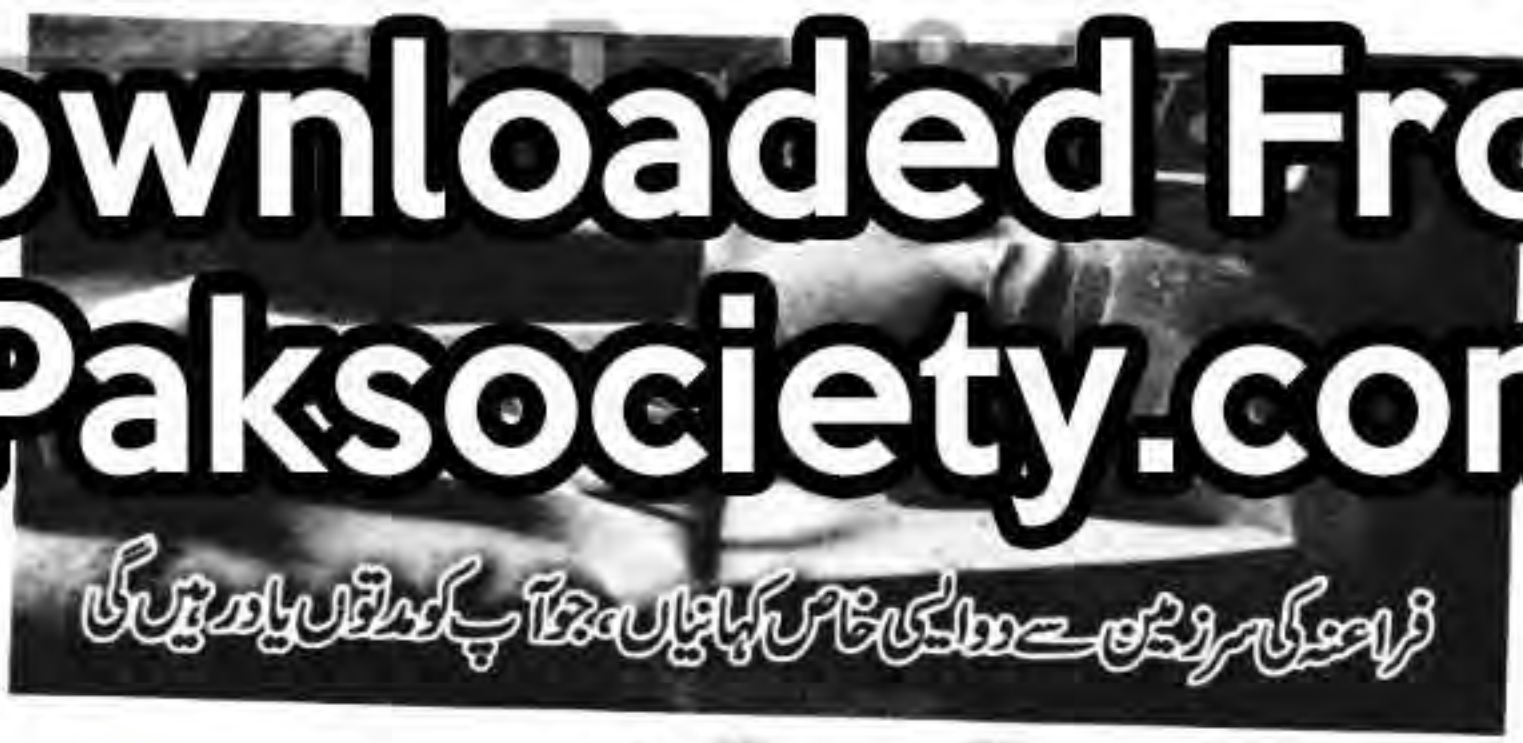

فرعون کے مجرم

بنتِ حوا

سرزمینِ مصر پر سوئے ہوئے فرعون کو نیند سے بے دخل کرنے والوں کی اندوہناک داستان

دھوپ نے اپنا آنچل سمیٹ لیا تھا لیکن ابھی زمین نے اندھیرے کی اوڑھنی نہیں اوڑھی تھی۔ آگے پیچھے چلتی گاڑیوں نے ایک قافلے کی صورت اختیار کر رکھی تھی، یہ گاڑیاں خاص طور پر ایسے ہی علاقوں میں سفر کرنے کے لیے بنائی گئی تھیں اسی لیے ناہموار راستوں پر اچھلتی کودتی بنا کسی دقت کے رواں دواں تھیں۔ گاڑیوں کے اندر بیٹھے اے سی کی ٹھنڈک سے لطف اندوز ہوتے نفوس باہر کے موسم سے بے نیاز چائے، کوفی کے مگ ہاتھوں میں لیے باتوں میں مصروف گاہے بہ گاہے باہر کے بھاگتے دوڑتے مناظر پر بھی نظر ڈال لیا کرتے تھے۔ لمبے سفر کے باوجود ان کے چہروں پر تھکن اور بے زاری کی جھلک تک دکھائی نہ دیتی تھی بلکہ ان کی آنکھوں میں تجسس تھا اور ایک خاص چمک، جو صرف کچھ کر جانے والوں کی آنکھوں میں ہی دکھائی دیتی ہے۔ عام طور پر انسان مستقبل کے بارے میں تجسس کا شکار ہوتے ہیں تقریباً ہر انسان کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے کسی طرح معلوم ہو جائے کہ آنے والے کل کے ہاتھ میں اس کے لیے پھول ہوں گے یا کانٹے، خوشیاں ہوں گی یا غم اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آنے والا کل اس کے لیے زندگی کا پیغام لائے گا یا موت اس کی منتظر ہوگی۔ انہی باتوں کو جاننے کے لیے کوئی طوطے سے فال نکلواتا نظر آتا ہے تو کوئی پامسٹ کی مدد سے اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں مستقبل کو تلاش کرتا دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس گروپ کے لوگ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں مستقبل سے زیادہ ماضی میں دلچسپی ہوتی ہے وہ یہ نہیں جاننا چاہتے کہ کیا ہونے والا ہے بلکہ وہ اس فکر میں غلطاں دکھائی دیتے ہیں کہ کیا کچھ گزر چکا ہے۔ لوگ انہیں آثارِ قدیمہ کے ماہرین کے نام سے جانتے ہیں۔

☆.....☆.....☆

سب سے آگے والی گاڑی میں ڈرائیور سمیت پانچ لوگ تھے۔ ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا چھریرے بدن کا خوش شکل نوجوان لارنس اس گروپ کا گائیڈ بھی تھا اور ہیلپر بھی کیونکہ وہ مقامی تھا۔ پچھلی سیٹ پر دو مرد تھے ایک کی عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان معلوم ہوتی تھی لیکن اس عمر میں بھی وہ چاک و

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

چوبند دکھائی دیتا تھا، چہرے پر چھائی سنجیدگی اس کی شخصیت کو بارعب بنا رہی تھی۔ وہ اس گروپ کا لیڈر پروفیسر مرفی تھا۔ دوسرے نمبر پر بیٹھی ارینہ نام کی لڑکی اس گروپ میں سب سے کم عمر تھی وہ اس بوڑھے شخص کی شاگرد بھی تھی اور بیٹی بھی۔ اس کے ساتھ بیٹھا مرد مائیکل تیس سے اوپر کا تھا وہ مسلسل گائیڈ کے ساتھ محو گفتگو تھا پروفیسر مرفی کبھی کبھی ان کی گفتگو میں شریک ہو جاتا تھا جبکہ خاموش بیٹھی ارینہ دلچسپی اور پوری توجہ سے ان کی باتیں سن رہی تھی وہ پہلی بار ایسی مہم پر آئی تھی اس لیے سب سے زیادہ پرجوش تھی اگرچہ کتابوں اور اپنے باپ پروفیسر مرفی کی مدد سے وہ علم تو کافی رکھتی تھی لیکن کسی بات کا پڑھنا یا سننا اور اس کا خود تجربہ کرنا دونوں میں بہت فرق ہوا کرتا ہے۔

ان کے پیچھے والی گاڑی میں ایرک اور جارج تھے ایرک گاڑی چلا رہا تھا جبکہ جارج منہ پر ہیٹ رکھے پچھلی سیٹ پر لیٹا ہوا اونگھ رہا تھا یا شاید سو چکا تھا۔ تیسری گاڑی کو رابرٹ چلا رہا تھا اس گاڑی میں ڈبہ بند کھانے پینے کا سامان، فرسٹ ایڈ کا سامان، خیمے اور اسی قسم کی دوسری چیزیں تھیں جن کی انہیں ضرورت پڑ سکتی تھی۔

☆.....☆.....☆

ہم کتنی دیر میں وہاں پہنچ جائیں گے؟'' ارینہ نے پہلی بار لارنس سے مخاطب ہوتے ہوئے سوال کیا شاید اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔

''بس تھوڑی دیر میں ہم اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے مادام'' لارنس نے شستہ انگریزی میں بڑے ادب سے اس کی بات کا جواب دیا اور دوبارہ مائیکل کو اس علاقے کے بارے میں بتانے میں مصروف ہو گیا۔ ارینہ کھڑکی سے باہر دیکھنے میں مگن ہو گئی۔ لارنس کے کہنے کے مطابق وہ لوگ واقعی تھوڑی دیر بعد اپنی منزل پر پہنچ چکے تھے۔

''یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمیں اپنا پڑاؤ ڈالنا ہے'' ایک قدرے کھلی جگہ پر پہنچ کر لارنس نے سفر کے اختتام کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔ سب لوگ گاڑیوں سے اتر آئے اور اردگرد کا جائزہ لینے لگے۔ جارج اور رابرٹ خیمے لگانے میں مصروف ہو گئے جبکہ ایرک ہیوی لائٹس آن کرنے کے بعد کھانے کا سامان نکالنے لگا۔ جب تک خیمے لگے شام رات سے گلے مل رہی تھی، سب کا تھکن سے بُرا حال تھا اس لیے کھانا کھانے کے بعد یہی فیصلہ کیا گیا کہ اس رات آرام کریں اگلی صبح دن کی روشنی میں نہ صرف یہ کہ علاقے کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا بلکہ کام کا باقاعدہ آغاز بھی ہو جائے گا، پروفیسر مرفی کے اس اعلان کے ساتھ ہی سب ایک دوسرے کو گڈ نائٹ کہتے ہوئے اپنے اپنے خیموں کی طرف چلے گئے۔ آنے والی صبح کو تازہ دم ہو کر کام کرنے کے لیے اس رات کا آرام بہت اہمیت رکھتا تھا۔

☆.....☆.....☆

سب کے چلے جانے کے بعد جب خیمے میں پروفیسر مرفی اور ارینہ رہ گئے تو پروفیسر نے ایک طرف رکھا لیدر کا بیگ اٹھایا اور اس میں سے ایک کتاب نکال کر بیگ بند کر کے واپس اسی جگہ پر رکھ دیا ''ڈیڈی اگر وہ سب باتیں سچ ہوئیں جو اس کتاب میں لکھی ہیں تو۔۔۔'' ارینہ کے لہجے میں خوف کا عنصر نمایاں تھا ''بیٹا یاد رکھنا کتابوں میں لکھی بہت سی باتیں سچ ہوتی ہیں لیکن ضروری نہیں کہ ہر بات سچ ہو اور وہ بھی ایسی بیوقوفانہ بات جس پر یقین کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا'' پروفیسر مرفی نے بیٹی کا ڈر دور کرنے کے لیے دانستہ لاپروا لہجے میں کہا۔

''لیکن ڈیڈی۔۔۔''

''مائی ڈیئر یہ کوئی پہلی بار نہیں ہے کہ میں نے اہرام میں سوئے لوگوں کے تابوت زمین سے نکالے ہوں اور اس وقت کے لوگوں اور اس انسان کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں، یہ صرف ایک کہانی ہے اور کچھ نہیں، بے فکر ہو کر سو جاؤ کل کے دن بہت مصروفیت رہے گی'' اس سے پہلے کہ ارینہ اپنے مزید خدشات کا اظہار کرتی پروفیسر نے اس کی بات کاٹ دی، ارینہ نے بے بسی سے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو آنکھوں پر نظر کا چشمہ لگائے کتاب کے صفحات پلٹنے میں مصروف

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

تھا یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب وہ اس بارے میں اور کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ مجبوراً ارینہ کو گڈ نائٹ کہتے ہوئے وہاں سے جانا پڑا۔

ارینہ کے جانے کے بعد پروفیسر چند لمحے کسی سوچ میں گم رہا اور پھر سر جھٹک کر ہاتھ میں پکڑی کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

ارینہ اپنے خیمے میں آنے کے بعد بھی سو نہیں پا رہی تھی، ایک عجیب سی بے چینی تھی جس نے اس کے دل کو گھیر رکھا تھا۔ وہ بڑے شوق سے اس مہم پر آئی تھی لیکن جب سے وہ یہاں پہنچی تھی اسے اس جگہ سے خوف محسوس ہو رہا تھا اور اس کا ذہن بار بار اس کہانی کی طرف جا رہا تھا جو اس اہرام کے بارے میں اس نے اپنے باپ کی زبان سے سنی تھی۔

''لوگ کہتے ہیں کہ جب بھی جن لوگوں نے اس جگہ پر کھدائی کا کام شروع کیا وہ سب پراسرار طریقے سے مر گئے، جب دوبارہ یہ ہوا تو اس جگہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہاں آ کر جو بھی کھدائی کر کے تابوت نکالنے کی کوشش کرے گا وہ مارا جائے گا، اور یہی وہ بات ہے جس نے اس علاقے میں میری دلچسپی کو بڑھا دیا ہے، اب تو چاہے جو بھی ہو جائے میں یہاں کام پورا کر کے ہی رہوں گا'' روانگی سے پہلے پروفیسر مرفی نے بریفنگ دیتے ہوئے کہا تھا۔ ''لوگ بہت کمزور عقیدے کے مالک ہوتے ہیں سر چھوٹی سی بات کو بڑھا چڑھا کر کہانیاں بنا دینا انسان کی فطرت رہی ہے، یہ بھی ایسی ہی ایک کہانی ہے جسے ہم غلط ثابت کر کے رہیں گے'' مائیکل کے کہنے پر باقی سب نے بھی اسی قسم کی رائے کا اظہار کیا تھا اور اس طرح یہ چھوٹا سا قافلہ اس سفر پر روانہ ہوا تھا۔ ''یہ کس قدر فضول بات ہے کہ کسی مرے ہوئے انسان سے ڈرا جائے'' ارینہ نے خود کلامی کی تھی بلکہ اپنی بزدلی پر خود کو ڈانٹا تھا اور اسی طرح خود کو سمجھاتے ہوئے وہ نیند کی آغوش میں کھو گئی۔

☆.....☆.....☆

صبح جب ارینہ کی آنکھ کھلی تو باہر سے آتی آوازوں سے اسے اندازہ ہو گیا کہ سب لوگ جاگ گئے ہیں کچھ دیر وہ یونہی لیٹی ہوئی بے دھیانی سے باہر سے آتی آوازوں کو سنتی رہی پھر جیسے ہی اسے احساس ہوا کہ وہ کہاں ہے اور کیوں ہے تو وہ فوراً بستر سے اٹھ بیٹھی اپنے کاندھے تک آتے سنہرے بالوں کو ہاتھوں سے سنوارتے ہوئے وہ اٹھ کر خیمے سے باہر آ گئی ''گڈ مارننگ'' وہ سب کو گڈ مارننگ کہتے ہوئے ان مزدوروں کی طرف متوجہ ہو گئی جو کچھ فاصلے پر کھدائی کا کام شروع کر چکے تھے، پروفیسر مرفی ان کے پاس کھڑا مسلسل ہدایات دینے میں مصروف تھا ارینہ بھی اسی طرف چلی آئی۔

''ویلڈن مسٹر لارنس آپ تو واقعی بہت کام کے آدمی ہیں'' راستے میں کھڑے لارنس کو سراہتے ہوئے ارینہ نے اس کی تعریف کی تو وہ شکریہ ادا کرتا ہوا مسکرانے لگا۔ اتنی صبح مقامی لوگوں کا مزدوری کے لیے پہنچ جانا ہی اس بات کی دلیل تھا کہ لارنس کس قدر ذمہ دار انسان تھا۔

''ہیلو ڈیڈ'' پروفیسر کے قریب پہنچ کر اس نے انہیں پکارا ''جاگ گئیں تم، نیند کیسی آئی'' پروفیسر نے خوشگوار موڈ میں اس سے پوچھا ''بہت اچھی، اتنی اچھی کہ صبح سب سے آخر میں، میں جاگی ہوں'' ارینہ نے ہنستے ہوئے کہا تو جواب میں پروفیسر بھی ہنس دیا ارینہ کو ناشتا کرنے کا کہہ کر وہ ایک بار پھر مزدوروں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پروفیسر مرفی کو اپنے کام سے عشق ہے اس کا کام اس کا جنون بھی ہے یہ بات اس کے ساتھ کام کرنے والے سب لوگ جانتے تھے اسی لیے سب بڑی سنجیدگی سے اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔

☆.....☆.....☆

کام شروع جو ہوا تو پھر سب لوگ جیسے آرام کرنا ہی بھول گئے دن کے علاوہ رات کو بھی ہیوی لائٹس کی مدد سے کام جاری رہنے لگا۔ سب لوگ باری باری آرام کر لیا کرتے تھے لیکن کام جاری رہتا تھا۔ ان لوگوں کو وہاں آئے ہوئے دس دن گزر چکے تھے وہ گیارہویں رات تھی جب تھکن محسوس کرتے ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ارینہ نے کچھ دیر آرام کرنے کا فیصلہ کیا اور پروفیسر کو بتا کر اپنے خیمے میں چلی آئی۔ ابھی اسے لیٹے کچھ ہی لمحے گزرے تھے جب اسے محسوس ہوا جیسے اس کے خیمے میں کوئی اور بھی موجود ہے اور سرگوشی میں کچھ کہہ رہا ہے۔ ارینہ نے بے اختیار آنکھیں کھول دیں۔ خیمے میں اس کے سوا کوئی نہیں تھا وہ کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگی جبھی اسے دوبارہ یہی احساس ہوا کہ اس کے خیمے میں کوئی اور بھی موجود ہے اس نے چاہا کہ مڑ کر پیچھے دیکھے لیکن وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر پائی تبھی اسے اپنے کانوں کے قریب سرگوشی سنائی دی جو شروع میں اتنی واضح نہیں تھی کہ ارینہ سمجھ پاتی لیکن بعد میں سرگوشی کی آواز تیز ہوتی چلی گئی لیکن وہ جو کوئی بھی تھا وہ کوئی ایسی زبان بول رہا تھا جس سے ارینہ ناواقف تھی، آنکھیں کھولنے کی ہر کوشش ناکام ہونے پر اس کے دل میں خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ سرگوشی جس طرح آہستہ آہستہ بلند ہوئی تھی اسی طرح آہستہ آہستہ اس کی آواز کم ہونے لگی اور پھر جیسے ہی آواز ختم ہوئی ارینہ کو لگا جیسے وہ آزاد ہوگئی ہو۔ اس بار اس نے جسم کو حرکت دی تو وہ با آسانی اٹھ بیٹھی، خیمے میں چاروں طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھتی ارینہ کا دل بہت شدت سے دھڑک رہا تھا۔ وہ کسی طور یہ ماننے کو تیار نہ تھی کہ جو کچھ اس نے محسوس کیا اور سنا وہ اس کا وہم یا خواب تھا۔ اس سب کے بعد نیند اس کی آنکھوں سے غائب ہو چکی تھی اور دوبارہ سونے کے خیال سے بھی اسے خوف آ رہا تھا اسی لیے وہ واپس کام کی جگہ پر چلی گئی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کسی کو بھی یہ بات بتائے گی تو کوئی اس کا یقین نہیں کرے گا خاص طور پر پروفیسر مرفی تو اسے اچھا خاصا لیکچر ہی دے ڈالتے اسی لیے جب پروفیسر نے اس سے واپس آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے نیند نہ آنے کا بہانہ کر کے انہیں ٹال دیا۔

☆.....☆.....☆

اگلی رات آئی تو اپنے خیمے میں جانے کے خیال سے ہی ارینہ کو جھرجھری آ گئی مگر اسے وہاں جانا تو تھا ہی، جیسے ہی اپنے بستر پر لیٹ کر اس نے آنکھیں بند کیں وہی سب دہرایا جانے لگا آج بھی اس نے بہت دھیان لگا کر ان الفاظ کا مطلب سمجھنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہی جیسے ہی وہ اس کیفیت سے آزاد ہوئی اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ تیزی سے خیمے سے نکل کر بھاگتے ہوئے پروفیسر مرفی کے پاس پہنچی اور ان سے لپٹ کر زور زور سے رونے لگی۔ پروفیسر مرفی سمیت سبھی لوگ اس کے اس طرح چیخنے اور رونے سے پریشان ہو گئے تھے۔ پروفیسر اپنے سینے سے لپٹی ارینہ کا سر تھپکتے ہوئے اسے ریلیکس ہونے کے لیے کہہ رہا تھا۔ ایرک پانی کا گلاس لے آیا اور پروفیسر نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر ارینہ کے ہونٹوں سے لگا دیا جس نے ایک ہی سانس میں سارا پانی پی لیا۔ پانی پی کر وہ کافی بہتر محسوس کرنے لگی تو سب کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر وہ شرمندہ دکھائی دینے لگی۔ اس کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے پروفیسر مرفی اسے اپنے خیمے میں لے آیا جہاں اس کے پوچھنے پر ارینہ نے دونوں راتوں کا احوال سنا ڈالا۔ پروفیسر بڑے غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا اور ساتھ ہی اس کے چہرے کا بھی جائزہ لے رہا تھا ''میں جانتی ہوں ڈیڈ کہ آپ کو میری باتوں کا یقین نہیں آئے گا اور آپ اسے میرا وہم یا خواب قرار دیں گے مگر یقین کریں یہ سب سچ میں ہوا ہے میرے ساتھ'' ارینہ نے روتے ہوئے کہا تو پروفیسر نے بے اختیار اسے گلے سے لگا لیا اور تسلی دینے لگا لیکن پروفیسر کی آنکھوں میں سوچ اور تشویش کی پرچھائیاں صاف طور پر دیکھی جا سکتی تھیں۔

☆.....☆.....☆

''کیا بات ہے سر آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہیں؟'' اگلی صبح پروفیسر کو سوچوں میں ڈوبا دیکھ کر جارج اس کے پاس آ گیا۔

''اوہ نہیں کچھ خاص نہیں بس میں سوچ رہا تھا کہ شاید ارینہ کو ساتھ لا کر میں نے غلطی کی ہے، یہاں کے بارے میں جو قصے کہانیاں مشہور ہیں انہوں نے ارینہ کے لاشعور میں بہت سی الجھنیں پیدا کر دی ہیں'' پروفیسر کی بات سن کر جارج بھی سوچ میں پڑ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

گیا۔

''ارینہ کو واپس بھجوا دیا جائے تو اس کی الجھن اور آپ کی فکر دونوں دور ہو جائیں گی'' جارج کے مشورے پر پروفیسر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولے۔

''ایسا کرنے سے ارینہ کی الجھن دور نہیں ہو گی بلکہ اس کا خود پر سے اعتماد بھی ختم ہو جائے گا، اسے ہر صورت کام پورا کر کے ہی یہاں سے جانا ہو گا یہی اس کے لیے بہتر ہے'' پروفیسر کا جواب سن کر جارج خاموش ہو گیا۔

اور پھر دن معمول کے مطابق کاموں میں گزر گیا۔ ابھی دوپہر ہی تھی جب مزدوروں نے تابوت ملنے کی خوش خبری سنائی تو سب میں نئے سرے سے جوش و خروش کی لہر دوڑ گئی۔

☆.....☆.....☆

بڑی احتیاط کے ساتھ تابوت کو باہر نکالا گیا اور سب لوگ اس کے گرد بیٹھ کر اس پر لکھی گئی عبارت کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگے جیسے جیسے پروفیسر تابوت پر لکھے الفاظ بلند آواز میں پڑھتا جا رہا تھا ویسے ویسے ارینہ کے چہرے کا رنگ اڑتا جا رہا تھا۔ وہ ان الفاظ کو کیسے بھول سکتی تھی یہ وہی الفاظ تھے جو اسے سرگوشی کی صورت میں بار بار سنائے گئے تھے۔ قدیم زبان میں لکھی گئی اس عبارت کا مطلب کچھ یوں بنتا تھا ''جو کوئی بھی ہمارے شہنشاہ کی گہری نیند میں خلل ڈالے گا وہ مارا جائے گا'' اس عبارت کو پڑھ کر سب ہنس دیے اور تابوت کھولنے کے لیے اس کا معائنہ کیا جانے لگا۔ تھوڑی کوشش کے بعد تابوت کا ڈھکن کھل گیا تابوت میں ایک مرد کی ممی تھی جس کے دائیں گال پر زخم کا ایک بڑا نشان تھا۔ سب لوگ اپنی اس کامیابی پر بے حد خوش تھے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے تابوت کو حفاظت سے گاڑی میں رکھنے کے بعد واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں تو ارینہ نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا اسے اس جگہ سے وحشت ہونے لگی تھی لیکن کام کو ادھورا چھوڑ کر بھی نہیں جانا چاہتی تھی لیکن اب جبکہ ممی مل چکی تھی وہ جلد از جلد اس جگہ سے بہت دور چلے جانا چاہتی تھی۔ شام ڈھل رہی تھی جب گاڑیوں کا یہ چھوٹا سا قافلہ واپسی کے سفر پر روانہ ہوا۔

☆.....☆.....☆

گاؤں کے جنگل میں ڈھیروں لوگ جمع تھے انہیں دیکھ کر لگتا تھا جیسے پورا گاؤں اس جگہ پر امڈ آیا ہو اور یہ بات کسی حد تک ٹھیک بھی تھی چھوٹے بچوں اور ایسے بوڑھوں کے علاوہ جو چلنے پھرنے سے معذور تھے سبھی مرد عورتیں وہاں جمع تھیں۔ وہ منظر بے حد ڈراؤنا تھا کئی عورتیں اور کمزور دل کے مرد چیخیں مارتے واپس گاؤں بھاگ نکلے تھے۔ وہ سب مزدور جنہوں نے پروفیسر مرفی کے گروپ کے ساتھ کام کیا تھا ان سب کی لاشیں وہاں پڑی ہوئی تھیں بلکہ ایک طرح سے انہیں لاشیں کہنا بھی ٹھیک نہ تھا کیونکہ وہاں صرف ان کے سر پڑے تھے بدن کا کوئی بھی حصہ موجود نہیں تھا ایسے لگتا تھا جیسے کسی درندے نے گردن الگ کر کے پھینک دی ہو اور باقی جسم کو نگل لیا ہو، ایسا کون سا درندہ ہو سکتا تھا۔ کسی شیر چیتے کی وہاں موجودگی کا کوئی چانس نہیں تھا اور اگر یہ فرض کر بھی لیا جاتا کہ یہ کسی شیر کا کام ہے تو بھی جسم کا کوئی حصہ تو وہاں موجود ہونا چاہیے تھا بیس کے لگ بھگ لوگوں کے جسم اس طرح غائب ہو جانا حیرت اور خوف کو جنم دے رہا تھا جبکہ وہاں دور دور تک خون کا نام و نشان تک نہ تھا، ان لاشوں میں ایک اور بات مشترکہ تھی وہ یہ کہ ہر کسی کے دائیں گال پر زخم کا بڑا سا نشان تھا۔ گاؤں کے بڑے بزرگوں نے ہمت پکڑی اور ان سروں کو ایک بڑی سی چادر میں لپیٹ کر گاؤں لے جانے کا بندوبست کیا جانے لگا۔ لیکن پورے گاؤں میں خوف و دہشت نے قبضہ جما رکھا تھا جو جانے کب تک ایسے ہی انہیں ڈرا کے رکھنے والا تھا اور سب سے بڑھ کر اس سوال کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا کہ آخر ان مزدوروں کے ساتھ ہوا کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

پروفیسر مرفی اور اس کے ساتھیوں کو ایک بڑے ہوٹل میں چھوڑنے کے بعد لارنس اور ڈرائیور شریف نے انہیں الوداع کہا اور واپسی کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ جلد از جلد اپنے گھر پہنچ جائیں اسی لیے گاڑی کی رفتار بھی خاصی تیز تھی۔ خوش گپیاں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لگاتے ہوئے وہ اپنی منزل کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے کہ اچانک گاڑی کے سامنے ایک عورت آگئی شریف نے اسے بچانے کے لیے غیر ارادی طور پر اپنی گاڑی کا رخ دوسری طرف موڑا اور ان کی گاڑی پل پر سے نیچے جا گری۔ پولیس کے آنے تک وہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے اور ہر کسی کا بیان یہی تھا کہ گاڑی اپنے راستے پر چلی جا رہی تھی کہ اچانک گاڑی کا رخ مڑ گیا حالانکہ سامنے سڑک پر کوئی بھی موجود نہ تھا جس کو بچانے کے لیے گاڑی کا رخ موڑا جاتا۔ شریف اور لارنس موقع پر ہی دم توڑ گئے لیکن جب ان کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے ہاسپٹل لے جائی گئیں تو ڈاکٹرز کو ایک بات نے بہت حیران کیا تھا دونوں لاشوں کے دائیں گال پر زخم کا ایک بڑا سا نشان موجود تھا، اگرچہ زخم کی وجہ کوئی پتھر وغیرہ ہو سکتا تھا لیکن ایک ہی وقت میں دو انسانوں کے گالوں پر بالکل ایک جیسے نشانوں کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی۔

☆.....☆.....☆

ارینہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے جا چکی تھی پروفیسر مرفی حسب عادت سونے سے پہلے کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا تبھی موبائل پر آنے والی کال نے اس کا انہماک توڑ دیا۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا جو رات کا ایک بجا رہی تھی۔

''اس وقت کس کی کال آسکتی ہے'' خود کلامی کرتے ہوئے پروفیسر نے کال ریسیو کی دوسری طرف اس کا ایک پرانا دوست تھا جو اسے مائیکل کے مرنے کی خبر دے رہا تھا۔ فون سن کر پروفیسر مرفی کچھ پریشان دکھائی دینے لگا اس کے بعد وہ کتاب نہیں پڑھ سکا تھا بلکہ صبح تک مائیکل کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ پولیس کے مطابق اس کے گھر ڈکیتی کی واردات ہوئی تھی مزاحمت کرنے پر انہوں نے مائیکل کو گولی مار دی تھی لیکن پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق مائیکل کی موت کی وجہ وہ گولی نہیں بلکہ ہارٹ اٹیک تھا اور سب سے اہم بات جو کسی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی وہ زخم کا نشان تھا جو مائیکل کے دائیں گال پر پایا گیا تھا۔ پروفیسر مرفی نے ارینہ سے اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ ارینہ کسی قسم کے خوف کا شکار ہو جائے۔ اس نے خود کو بھی یہ کہہ کر تسلی دے دی تھی کہ زخم کا وہ نشان محض ایک اتفاق تھا، لیکن وہ بہت دن اس بارے میں سوچنے سے خود کو روک نہیں سکا تھا پھر دھیرے دھیرے یہ بات ماضی کا حصہ بنتی چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

تقریباً سات سال بعد کی بات ہے ایسا ہی گروپ جن میں ایرک، جارج اور رابرٹ بھی شامل تھے ایک بار پھر ماضی کو کھوجنے نکلا وہ تینوں اتفاقاً ہی اکٹھے ہو گئے تھے اتنے سال بعد ایک دوسرے سے مل کر تینوں کو خوشگوار حیرت نے گھیر لیا تھا، رات کو مل کر بیٹھے تو پچھلے سفر کی باتیں دہرائی جانے لگیں، پروفیسر مرفی اور ارینہ کا ذکر آیا تو ارینہ کے خوف اور اس سے جڑی کہانی بھی دہرائی گئی۔

''ایک بار تو میں بھی ڈر گیا تھا کہ کہیں واقعی کسی جادو وغیرہ کا چکر نہ ہو مگر دیکھ لو سات سال گزر گئے اور ہم سب بالکل ٹھیک ہیں اور بہت اچھی زندگی جی رہے ہیں'' ایرک کے کہنے پر جارج اور رابرٹ نے بھی قہقہہ لگایا۔

''ایک جام ہماری زندگی کے نام'' رابرٹ نے جام لہراتے ہوئے کہا تو ''چیئرز چیئرز'' کہتے ہوئے باقی دونوں بھی جام سے جام ٹکرانے لگے۔ رات ڈھلنے لگی تو تینوں ایک دوسرے کو گڈ نائٹ کہہ کر اپنے اپنے کمروں کی طرف چل دیئے۔

☆.....☆.....☆

اگلی صبح گروپ کے سبھی لوگ اس دریا کے کنارے جمع تھے جہاں سے انہیں کشتیوں میں سوار ہو کر دریا کی دوسری طرف جانا تھا اور وہاں سے آگے کا سفر گاڑیوں پر کرنا تھا۔ یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا کہ ایرک، جارج اور رابرٹ ایک ہی کشتی میں سوار ہوئے، دریا پرسکون تھا تینوں اردگرد کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتے باتیں کرنے میں مصروف تھے اچانک نہ جانے کیا ہوا یوں لگا جیسے دریا کا پانی غصے سے پاگل ہو گیا ہو اور زور زور سے کشتی سے اپنا سر ٹکرا رہا ہو، کشتی چلانے والا اس اچانک آئی آفت پر پریشان تھا تو وہ تینوں بھی پریشانی سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ ایک تیز طوفانی لہر آئی اور اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کشتی کو الٹ دیا، کچھ ہی دیر میں دریا حیرت انگیز طور پر پُر سکون ہو گیا۔ کشتی بان بے ہوشی کی حالت میں دوسرے کنارے پر مل گیا تھا جبکہ ایرک، رابرٹ اور جارج کی لاشیں بھی قریب قریب پڑی ہوئی مل گئیں۔ وہ تینوں بہت اچھے تیراک تھے ان کے مرنے کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی البتہ ان تینوں کے دائیں گال پر زخم کا بڑا سا نشان سب کے لیے سوالیہ نشان بن گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

ارینہ ناشتے کے لیے نیچے آئی تو پروفیسر مرفی کو ناشتے کی ٹیبل پر نہ پا کر ملازم سے اس کے بارے میں پوچھا، پروفیسر مرفی کی عادت تھی کہ وہ صبح سویرے واک کے لیے ضرور جایا کرتا تھا مگر ناشتے کے وقت تک گھر لوٹ آیا کرتا تھا۔ ارینہ نے یونہی بے دھیانی میں ٹیبل پر رکھا اخبار اٹھا کر اپنے سامنے پھیلایا اور ایک خبر پر اس کی نظریں جم کر رہ گئیں، وہ ایرک، رابرٹ اور جارج کی موت کی خبر تھی وہ تینوں اپنی فیلڈ میں ماہر سمجھے جاتے تھے ان کا اس طرح ایک ساتھ مر جانا یقیناً میڈیا کے لیے ایک بڑی خبر تھی۔ ارینہ جلدی جلدی خبر کی تفصیلات پڑھنے لگی، تفصیلات میں زخم کے اس نشان کا بھی ذکر کیا گیا تھا جو ان تینوں کے گالوں پر تھا۔ ارینہ کی ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی لہر دوڑ گئی وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔ گاڑی نکال کر اس نے اس پارک کا رخ کیا جہاں پروفیسر مرفی سیر کے لیے جایا کرتا تھا وہ اچھا خاصا بڑا پارک تھا۔ پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے ارینہ دیوانہ وار پارک کی طرف دوڑی اور اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اپنے باپ کو آوازیں دینے لگی جبھی ایک طرف لگے مجمع نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی اس کے دل نے اسے کسی انہونی کی خبر دی وہ لرزتے قدموں کے ساتھ مجمع کی طرف بڑھنے لگی گھیرے کو توڑتے ہوئے اس کی نظر گھاس پر پڑے پروفیسر مرفی پر پڑی اسے ایک نظر دیکھ کر ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ دنیا سے اپنا رشتہ توڑ چکا ہے جیسے ہی ارینہ کی نظر پروفیسر کے دائیں گال پر موجود زخم کی نشان پر پڑی وہ بے ہوش ہو کر وہیں گر پڑی۔

☆.....☆.....☆

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ حیرت انگیز تھی اس کے مطابق پروفیسر مرفی کی موت دم گھٹنے سے ہوئی تھی جبکہ دیکھنے والوں نے بتایا تھا کہ پروفیسر اچانک ہی تڑپنے لگا تھا اور پھر زمین پر گر کر مر گیا تھا۔ پارک کے کھلے ماحول میں سانس گھٹنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ ارینہ کی حالت بہت بری تھی اسے جب بھی ہوش آتا وہ ایک انجانی زبان میں کچھ کہتے ہوئے چیخنے چلانے لگتی اسے پرسکون رکھنے کے لیے بار بار بے ہوشی کے انجیکشن دینا پڑ رہے تھے، مگر ڈاکٹرز اس کے لیے فکر مند تھے ان کے مطابق ارینہ پر پاگل پن کا دورہ پڑنے والی کیفیات پائی جا رہی تھیں۔ پروفیسر مرفی کی موت کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا اس رات بھی ارینہ کو بے ہوشی کا انجیکشن لگا کر سلا دیا گیا تھا ایک نرس پورا وقت اس کے پاس موجود رہتی تھی۔ آدھی رات کے قریب نرس نے ایک آواز سنی کوئی اس کا نام لے کر پکار رہا تھا وہ اس آواز کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہوئے کمرے سے نکل کر نیچے کی منزل کی طرف بڑھی جہاں سے اسے آواز آ رہی تھی، نیچے اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کے باوجود جب اسے کوئی دکھائی نہ دیا تو وہ واپس ارینہ کے کمرے کی طرف بڑھی اور یہ دیکھ کر حیران پریشان رہ گئی کہ ارینہ کا دروازہ اندر سے بند تھا، بہت کوشش کے باوجود جب وہ دروازہ کھولنے میں ناکام رہی تو آخر اس نے پولیس کو فون کر دیا۔ پولیس کے آنے پر ارینہ کے کمرے کا دروازہ توڑا گیا تو سامنے کا منظر دیکھ کر نرس کے منہ سے چیخ نکل گئی ارینہ کی لاش چھت کے پنکھے کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ لاش کو نیچے اتارا گیا موت گلے میں موجود پھندے کی وجہ سے ہی ہوئی تھی۔ اگلے دن خبروں میں یہ خبر نمایاں تھی کہ پروفیسر مرفی کی بیٹی نے اپنے باپ کی موت کے صدمے سے پاگل ہو کر خود کو پنکھے سے لٹکا خودکشی کر لی۔ جانے والی جا چکی تھی لیکن کچھ سوال ایسے رہ گئے تھے جن کے جواب کسی کے پاس نہیں تھے، بے ہوشی کا انجیکشن لگی ہوئی ارینہ نے خود کو پنکھے سے کیسے لٹکایا اور اس کے دائیں گال پر زخم کا بڑا سا نشان کیسے آیا تھا۔ اب یہ سوچنے والا کوئی نہیں بچا تھا کہ یہ سب کسی کی نیند میں خلل ڈالنے کی سزا تھی یا اتفاقات کا کوئی سلسلہ۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Downloaded From
Paksociety.com

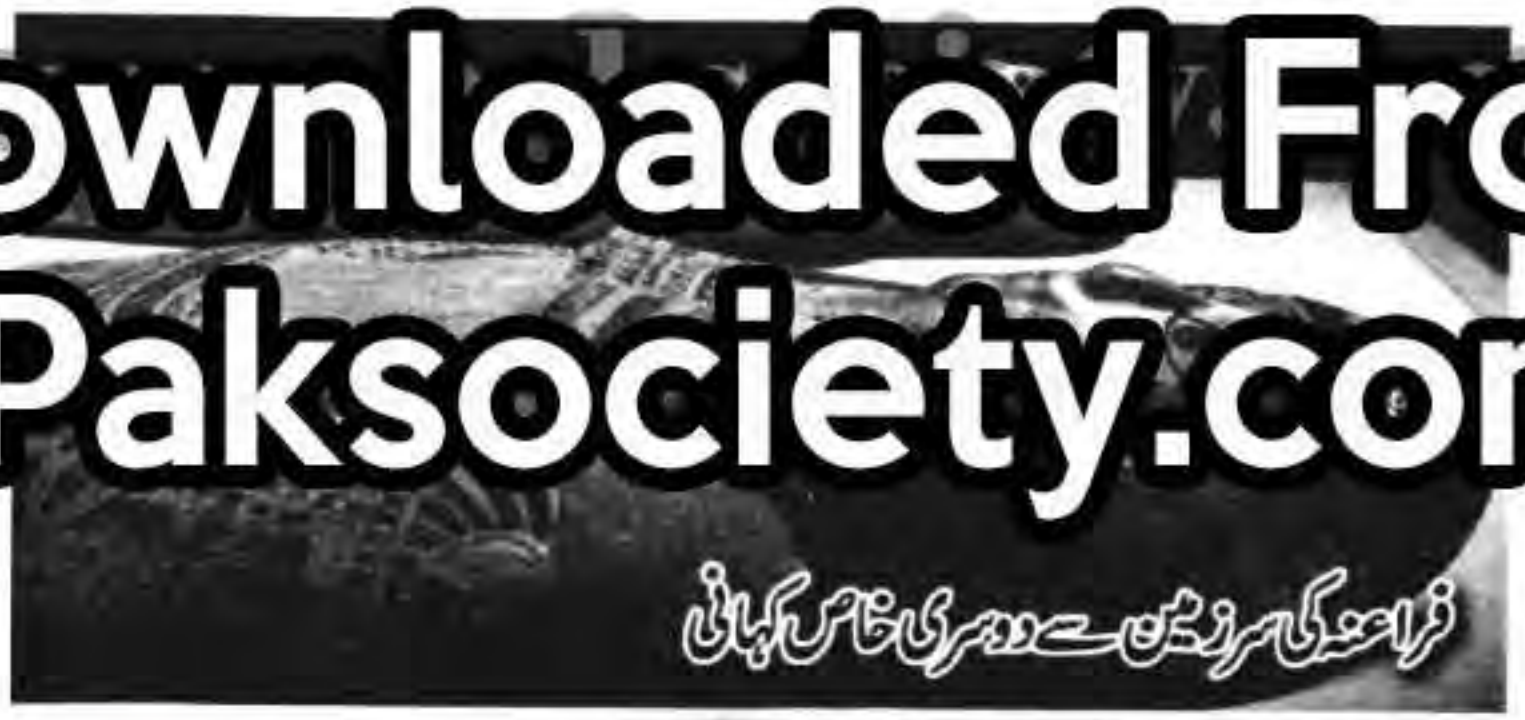

آخری فرعون

ملک صفدر عباس اعوان

فراعنہ کی سرزمین سے اُس آخری فرعون کی داستانِ عجب؛ جس کا اہرام نا بن سکا تھا

قاہرہ کے مصری عجائب گھر میں اس سنگی مجسمے کو دیکھ کر میں دم بخود ہو کر رہ گیا تھا۔ بات ہی کچھ ایسی تھی جو مجھے چونکنے پر مجبور کر گئی تھی۔ وہ مجسمہ ہو بہو میری شکل وصورت کی نقل تھا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً اس مجسمے کے بنانے والے کے فن کو خراج تحسین پیش کیے بنا رہ نہیں سکتا تھا مگر اس وقت میرے ساتھ معاملہ ذرا مختلف تھا۔ میں تو مجسمے کو دیکھ کر ورطہ حیرت میں پڑا ہوا تھا کہ مجسمے کی آخر اتنی شباہت میرے ساتھ کیونکر ممکن ہے۔ رتی برابر بھی کوئی فرق نہیں تھا بالکل ایسے لگ رہا تھا کہ مجھے دیکھ کر ہی اس کو بنایا گیا ہو۔ میں آج ہی مصر کے اس قدیم شہر قاہرہ پہنچا تھا۔ اہراموں کی یہ سرزمین میرے لیے حیرت وتجسس کے کئی پہلو لیے ہوئے تھے۔

میں اپنے بارے میں بتاتا جاؤں میں یعنی عارب صدیقی کو شروع دن سے ہی سیر وسیاحت کا شوق رہا ہے مگر مصر اور اس کی قدیم تاریخ میرے لیے خاصی دلچسپی کا باعث رہی۔ اپنے طالب علمی کے زمانے میں میرا یہ خواب تو خواب ہی تھا کہ میں مصر جاؤں گا اور میں اپنے شوق کی تکمیل کر پاؤں گا۔ پھر میرے پاس اتنے وسائل بھی نہیں تھے۔ میرے والد اوسط درجے کے ایک اخبار کے دفتر میں کام کرتے تھے۔ ان کو جو تنخواہ ملتی، اس سے گھر کا گزارہ بھی بمشکل ہوتا۔ پھر ان سب حالات کے باوجود مجھے میرے مصر خواب کی تعبیر مل گئی۔

جب مجھے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اچانک ہی ایک ڈچ کمپنی میں نوکری کی آفر آئی۔ یہ ایک کنسٹرکشن کمپنی تھی۔ کمپنی کا نام زونیٹرا تھا۔ کمپنی کا کام مصر کے قدیم اہراموں کی کھدائی کرنا اور ان کی مرمت کرنا شامل تھا۔ ویسے اس کمپنی میں نوکری دلانے میں میرے ایک دوست بلال نے بہت مدد کی تھی۔ ویسے یوں کہنا مناسب ہوگا۔ نوکری میرے دوست کی ہی مرہون منت تھی۔ کیونکہ میرے دوست بلال کے والد عرصہ دراز سے اس کمپنی سے منسلک تھے۔ جب ٹیلی فون پر میری اپنے دوست کے والد سے بات ہوئی تو وہ بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے، میں ان سے کبھی ملا نہیں تھا مگر ٹیلی فون پر ان کا بہت شفقت اور پیار بھرا لہجہ میرے لیے بہت متاثر کن تھا پھر انکل کمال کو اس بات کی خوشی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تھی کہ ان کی طرح ایک اور پاکستانی نے کمپنی جوائن کی ہے۔ کمپنی میں میری تقرری لیبر اسٹاف میں کی گئی اور مجھے لیبر اسٹاف کا ہیڈ مقرر کر دیا گیا۔ جب سے مجھے نوکری ملی تھی اور جب سے قاہرہ جانے کی بات ہوئی تھی میں تو دن انگلیوں پر گننے لگا تھا۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جب میرا ویزا میرے ہاتھ میں تھا۔

اگلے دن رات کی فلائٹ تھی۔ میں تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ آخر وہ وقت بھی آن پہنچا جب میں جہاز میں بیٹھ چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

میں مصر کے قاہرہ انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر موجود تھا۔ انکل کمال نے میری معاونت کے لیے کمپنی کا ایک مصری ورکر بطور گائیڈ ایئرپورٹ پر پہلے ہی بھجوا دیا تھا۔ وہ مصری جس نے اپنا نام ابوالحارث بتایا۔ بڑی گرم جوشی سے مجھ سے ملا مگر نجانے کیوں مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ چونکا ضرور تھا۔ کچھ دیر تو وہ میری طرف بڑی غور سے دیکھتا رہا۔ اس کی نظریں میرے چہرے پر ہی جم کر رہ گئی تھیں۔ میں نے یہ بات نوٹ کی اور اس کی وجہ بھی پوچھی مگر وہ نظریں چرانے لگا۔ میں نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ ویسے بھی میں اس وقت کچھ سوچنے سمجھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ طویل تھکا دینے والی فلائٹ کی وجہ سے میں فریش ہو کر کچھ دیر آرام کرنے کے حق میں تھا۔ وہ مصری مجھے اپنی کار میں ایئرپورٹ سے قاہرہ کے ایک بڑے ریسٹورنٹ میں لے آیا جہاں میرے لیے ایک کمرہ پہلے ہی بک کروا دیا گیا تھا۔ ریسٹورنٹ کا وہ کمرہ نہایت شاندار اور آرام دہ تھا۔

میں نے یہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے انکل کمال کو ٹیلی فون کیا اور اپنے آنے کی اطلاع دی۔ انکل یہاں قاہرہ شہر میں نہیں تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ضروری کام کی وجہ سے شہر سے باہر ہیں۔ کل تک آ جائیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ عارب بیٹا اگر تم کچھ دیر ریسٹ کرنے کے بعد قاہرہ گھومنا چاہو تو میں مصری گائیڈ کو تمہارے ساتھ بھجوا دوں گا۔'' اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ میں فوراً راضی ہو گیا۔

وہ مصری گائیڈ ابھی تک میرے کمرے میں ہی موجود تھا۔ میں نے انکل کمال کی کہی ہوئی بات اس کو بتائی۔ تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا۔ کلاک ابھی صبح کے آٹھ بجا رہا تھا۔

''عارب صاحب! ابھی آپ آرام کریں۔ آپ فلائٹ سے تھکے ہوئے آئے ہیں۔ آپ جب کہیں گے۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔'' اس مصری گائیڈ کا لہجہ نہایت مودبانہ تھا۔ مجھے اہرام مصر دیکھنے کی اتنی بے تابی تھی۔ تھکن ہونے کے باوجود بھی تھکن کا احساس تک نہ تھا۔ میرا دل تو ابھی ساتھ جانے کا چاہ رہا تھا مگر ابھی اتنی صبح سویرے جانے کی بجائے میں نے اس کو دوپہر کا کہہ دیا اور سب سے پہلے اس کو اہرام دیکھنے کے لیے بھی کہا۔ چار گھنٹے گزارنے کے بعد وہ مصری وہاں دوبارہ آن پہنچا۔

اہرام دکھانے کے لیے میری خواہش کے مطابق مجھے قاہرہ شہر کے نواحی حصے کی طرف لے گیا۔ پہلے پہل جس نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ ابوالہول نامی دیوقامت مجسمہ تھا۔ جو ایک نہایت بڑی سخت چٹان سے تراشا ہوا ایسا مجسمہ تھا جس کا دھڑ تو شیر جیسا تھا مگر سر انسان سے مشابہ تھا۔ ابوالہول مجسمے کا چہرہ پروقار رعب و دبدبے والا تھا جس کی آنکھیں کھلی اور کشادہ تھیں۔ مانو ایسے جیسے آپ کی طرف ہی دیکھ رہی ہوں۔ لمبی دم اور بڑے پنجے اس سنگی شیر والے مجسمے کو اور بھی ہولناک بنا رہے تھے۔

مصری گائیڈ نے مجھے بتایا کہ یہ فرعون کے چوتھے خاندان کے بادشاہ منفرح کا چہرہ ہے۔'' کچھ دیر میں اس ابوالہول کے مجسمے کے پاس ہی کھڑا کیمرے سے اس کی تصاویر لیتا رہا۔

پھر وہاں سے ہم اہراموں کی طرف مڑ گئے جو مصر کے صحرا میں کسی شاہکار سے کم نہ تھا زیادہ تر سیاح اسی اہرام کو دیکھنے آتے تھے۔ پھر جو کتابیں میرے زیر مطالعہ رہیں ان ابرام کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔

دوپہر سے شام ڈھلنے کے قریب تک میں ان اہراموں کے پاس ہی رہا۔ جب سورج نے اپنا چہرہ چھپانا شروع کیا تو ہم نے بھی واپسی کا فیصلہ کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں اگرچہ بہت تھک چکا تھا۔ اس مصری گائیڈ کا بھی حال ایسا ہی تھا۔ وہ بھی مجھے ہوٹل کے کمرے میں چھوڑ کر جلد از جلد جانا چاہتا تھا مگر واپسی پر راستے میں مصری سے عجائب گھر پر جو نظر ٹکی تو قدم جیسے جم سے گئے کہ عجائب گھر کا بھی نظارہ کرتا جاؤں۔ میں نے اس مصری عجائب گھر کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو مصری گائیڈ بھی بنا کسی چوں چراں کے میرے ساتھ چلنے پر راضی ہو گیا تھا۔ حالانکہ میں نے اس کو جانے کی اجازت دے دی تھی مگر وہ مجھے اکیلے چھوڑ جانے پر راضی نہیں تھا۔

مصری عجائب گھر تو قدیم نوادرات کا بیش بہا خزانہ تھا۔ ہم صدر دروازے سے اندر داخل ہوئے تو سامنے چبوترے پر میری نگاہ پڑی جہاں فرعون کے قد آدم مجسمے نصب تھے۔ دروازے کے اوپر خوب صورت پریوں جیسی دیویاں اپنے پر پھیلائے ہوئے کھڑی تھیں۔ ہال میں داخل ہوئے تو دائیں بائیں گیلریاں تھیں جو ہال کے گرد گھومتی تھیں، جس میں بیش بہا قیمتی نوادرات رکھے ہوئے تھے۔ جن کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

یوں تو عجائب گھر میں ہر چیز ہی حیران کن تھی جس کو دیکھ کر انسان حیرت زدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا مگر اس مجسمے کو دیکھ کر میرا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ یہ واقعی کوئی عجوبہ کوئی انہونی جیسی بات ہی لگتی تھی اور اس مجسمے کو دیکھ کر میں کب سے یہی سوچ رہا تھا۔

میں نے اس مجسمے کے بارے میں جاننے کے لیے اس مصری گائیڈ سے پوچھنا چاہا مگر وہ مصری گائیڈ وہاں میرے آس پاس نہیں تھا۔ نجانے وہ مجھے چھوڑ کر کہاں چلتا بنا تھا۔ میں مجسمے کے بہت قریب آ کر بہت غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ میں نے اپنے کمرے سے اس مجسمے کی لگاتار بہت سی تصویریں بھی اتاریں۔ ایک تصویر لیتے ہوئے مجھے کیمرے کی آنکھ میں کوئی سیاہ لہراتی ہوئی شے دکھائی دی۔ میں نے چونک کر فوراً کیمرے کو ہٹا کر دیکھا۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ میں نے چند ایک تصاویر اور لیں۔ کیمرہ آنکھ سے ہٹاتے ہی اس بار مجھے واضح دکھائی دیا۔ اس مجسمے کے ساتھ کوئی تھا۔ کوئی سیاہ سایہ سا محسوس ہوا جو بالکل مجسمے کے پاس لہرا رہا تھا اور پھر میری آنکھوں کے سامنے ہی غائب ہو گیا۔

مجھے یک دم بے پناہ خوف کا جھٹکا لگا۔ جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ میں تیزی سے پیچھے ہٹا اور بے اختیار کسی سے جا ٹکرایا۔ یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ میں نے جلدی سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ میرا مصری گائیڈ ہی تھا وہ مجھ سے ٹکرایا تھا۔

''اوہ! معاف کیجیے گا عارب صاحب..... وہ بس اچانک ٹکر ہو گئی، مجھے نہیں پتا تھا آپ اتنے ڈر جائیں گے۔'' وہ میرے چہرے کے اڑتے ہوئے رنگ کو دیکھ کر یقیناً بولا تھا۔ میرے جسم پر کپکپی طاری تھی اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں کچھ نہیں بولا مگر وہ مصری گائیڈ کبھی میری طرف دیکھتا کبھی اس مجسمے کی طرف۔ میں اگرچہ مضبوط اعصاب کا مالک نوجوان تھا مگر اس وقت میرے اعصاب جواب دینے لگے تھے۔

''کتنا عجیب اتفاق ہے عارب صاحب، یہ مجسمہ ہو بہو آپ کے جیسا ہے۔ میرے خیال میں آپ بھی اسی بات پر چونک کر پریشان ہیں۔ میری بھی حالت ایسی ہی تھی جب سے میں آپ سے ایئرپورٹ پر ملا ہوں یہ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں مگر آپ کو بتا نہیں پایا۔''

''کیا تم مجھے بتا سکتے ہو، یہ مجسمہ کس کا ہے؟'' میں نے بنا اس کی کسی بات کا جواب دیے بغیر اپنے دماغ میں گردش کرتا ہوا سوال اس کے سامنے رکھ ڈالا تھا، میں جلد از جلد اس مجسمے کے بارے میں جاننے کا مشتاق تھا۔

''نہیں..... کچھ خاص نہیں..... کیونکہ یہ مجسمہ ابھی حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔'' وہ مصری میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''جہاں تک میں نے سنا ہے یہ مصر کے فرعون بادشاہ افناتون کے اکلوتے بیٹے کا مجسمہ ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ اس پر ریسرچ کر رہے ہیں اس کی باقیات کے بارے میں جاننے کے لیے۔ ویسے اس مجسمے والے شہزادے کا نام خافان تھا۔'' وہ بولا اور کچھ دیر سوچنے کے انداز میں کھڑا رہا۔ پھر وہ دوبارہ جلدی سے مجھ سے گویا ہوا۔

''ہاں یاد آیا..... اگر آپ کو اس مجسمے کے بارے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میں مکمل معلومات نہیں ہیں تو ہمیں ابوالیا سیف کے پاس جانا ہوگا۔ مجھے یقین ہے وہ آپ کو اس مجسمے کے بارے میں مکمل تفصیلات بتا سکے گا۔ وہ ماہر آثار قدیمہ رہا ہے اور کئی مصر کی تاریخ کی کتابوں کا مصنف بھی ہے۔ اب وہ سارا دن اپنے گھر میں ہی ہوتا ہے۔'' میں تو یہ سن کر ابھی اس مصری ابوالیا سیف کے پاس جانے پر رضا مند ہو گیا اور شاید میرا یہ ارادہ وہ مصری گائیڈ بھی بھانپ چکا تھا۔

''میرے خیال میں اس وقت آپ کو واپس جا کر آرام کرنا چاہیے۔ رات ہو چکی ہے یوں اس وقت اس کے گھر جانا مناسب بھی نہیں ہوگا۔

پھر ابوالیا سیف سے کل مل لیں گے۔ صبح سویرے ہی میں آپ کو وہاں لے جاؤں گا۔''

وہ التجائیہ انداز میں بولا۔ اس کی حالت دیکھ کر مجھے بھی اندازہ ہو گیا کہ وہ بھی میری طرح کافی تھک چکا ہے۔ وہ تو میری اجازت ملنے پر یہاں سے بھاگنے پر تیار کھڑا تھا۔ ویسے میں بھی دوپہر سے نکلا ہوا تھا اب تو شام ڈھل کر رات میں تبدیل ہو گئی تھی۔ میں نے مصری گائیڈ کی بات سے اتفاق کیا۔ اس کی بات کی تائید میں سر ہلا کر واپس جانے کا ارادہ باندھا۔ ویسے بھی اس اوپری منزل پر اب یہاں گھومتے پھرتے لوگ مجھے بار بار گھور گھور کر دیکھنے لگے تھے۔ ظاہری بات تھی میری طرح ان سب کے لیے بھی اس مجسمے کی ہو بہو میری طرح مشابہت حیرانگی کا باعث تھی۔ وہ حیرانگی جو مجھے یوں بار بار دیکھنے والوں کی آنکھوں میں بخوبی نظر آ رہی تھی۔ یوں یہاں اس مصری عجائب گھر میں مزید رہ کر اپنے آپ کو تماشا بنانے سے بہتر تھا کہ یہاں سے فوراً رفو چکر ہو جایا جائے۔

☆.....☆.....☆

مصری گائیڈ مجھے کار میں بیٹھا کر چند منٹوں میں ہی ہوٹل لے آیا۔ میں کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

''عارب صاحب! اب آپ ڈنر کر کے آرام کریں۔ صبح سویرے میں حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر میں ابوالیا سیف کے پاس آپ کو لے جاؤں گا۔''

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور ریسٹورنٹ کی طرف مڑ گیا۔

سوتے وقت میں نے ایسا خواب دیکھا جس نے میری نیند اڑا دی تھی۔

خواب میں، میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا صحرا ہے جس میں ایک بڑے سے تابوت کے گرد عورتوں اور مردوں کا ہجوم ہے جو قدیم لباس پہنے ہوئے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ تابوت کے پاس ایک نوجوان پشت کیے ہوئے بیٹھا ہے۔ وہ بھی آہ و بکا کر رہا ہے۔ پھر ان مردوں کے ہجوم میں سے ایک بوڑھا سا آدمی آگے بڑھ کر نیچے تابوت کے پاس بیٹھے ہوئے نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہتا ہے میں نے غور سے سننا چاہا۔

''اے شہزادے تمہیں بادشاہ فرعون سے کیا ہوا عہد پورا کرنا ہوگا۔ کاہنوں کو اس بات کی بھنک نہیں پڑنی چاہیے ورنہ غضب ہو جائے گا۔ وہ کسی صورت بھی تم کو یہ سب نہیں کرنے دیں گے۔'' بوڑھے کی بات ختم ہوتی ہے تو وہ نوجوان اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنا منہ بوڑھے کی طرف کرتا ہے۔

''میں ہر حال میں اس عہد کو پورا کروں گا۔'' اس کے لب ہلتے ہیں۔ میں غور سے اس نوجوان کے چہرے کی طرف دیکھتا ہوں۔ میرے منہ سے چیخ نکل جاتی ہے کہ وہ نوجوان کوئی اور نہیں بلکہ میں خود ہی ہوتا ہوں اور پھر شدید گھبراہٹ سے میری آنکھ کھل گئی اور پھر ایک بار جو میری آنکھ کھلی پھر تو نیند آنکھوں سے کوسوں دور ہو چکی تھی۔ میں اس خواب کے متعلق سوچنے لگا۔ ایسا خواب پہلے کبھی مجھے نہیں آیا تھا۔ یونہی سوچتے اور بیڈ پر کروٹیں بدلتے کافی کوششوں کے بعد رات کے آخری پہر جا کر میری آنکھ لگی۔

صبح اٹھا تو نیند میری آنکھوں میں موجود تھی۔ نیند کی کمی کی وجہ سے میری آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ میں نے ابھی منہ دھو کر ناشتا کیا ہی تھا کہ وہ مصری گائیڈ آ گیا۔

''لگتا ہے عارب صاحب آپ رات ٹھیک طرح سے سو نہیں پائے۔'' میری سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر وہ شاید بخوبی سمجھ گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''ہاں میں.....'' میں نے اس سے زیادہ بات نہیں کی۔ وہ بھی کچھ نہیں بولا۔ ریسٹورنٹ کے باہر اس کی گاڑی موجود تھی۔ ہم لوگ ہی اس مصری ابوالیا سیف کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔

اس ابوالیا سیف کا گھر شہر کے وسط میں ہی تھا۔ چھوٹا سا ڈربہ نما مکان جس میں دو کمرے اور ایک کچن اور باتھ روم تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں نے ایک ہی نظر میں سارے مکان کا جائزہ لے لیا تھا۔ ہم جس کمرے کی طرف گئے اگر اس کمرے کو لائبریری کہا جاتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ کمرے کی چاروں دیواروں پر الماریاں بنی ہوئی تھیں اور وہ تمام الماریاں کتابوں سے پُر تھیں اور تو اور کمرے کی اکلوتی میز بھی کتابوں سے بھری پڑی تھی۔ کمرے کے اندر دو چارپائیاں تھیں جس میں سے ایک پر بوڑھا سا سفید بالوں اور پھچڑی داڑھی والا بزرگ آدمی لیٹا ہوا تھا جس کی آنکھیں چھوٹی اور چہرہ گول تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی مصری گائیڈ نے آگے بڑھ کر اس سے سلام دعا لی۔ وہ بھی جلدی سے اٹھا، عینک لگا کر اس نے ہم دونوں سے مصافحہ کیا مگر اس کی نظریں میرے چہرے پر ٹک سی گئیں۔ وہ مصری گائیڈ تو کسی ضروری کام کے سلسلے میں کچھ دیر میں واپس آنے کا کہہ کر چلا گیا تھا۔

''خامان شہزادے کے عہد پورے کرنے کا وقت آن پہنچا۔'' وہ بوڑھا مصری ابوالیا سیف مجھے دیکھتے ہی چونک کر بہت دھیمے لہجے میں بولا مگر میں نے اس کے الفاظ سن لیے تھے پر میں نے کچھ خاص توجہ نہیں دی۔

''حضور والا۔'' میں اس سے مخاطب ہوا۔ ''ابوالحارث میرے گائیڈ نے آپ کے بارے میں بتایا کہ آپ ماہر آثار قدیمہ ہیں۔ آپ کے پاس معلومات کا خزانہ ہے۔ میں تو اس مجسمے کے متعلق معلومات لینے آپ کے پاس آیا تھا جو میں نے عجائب گھر میں دیکھا۔ وہ ہو بہو میری شبیہہ ہے۔ کہتے ہیں وہ کسی خافان نامی شہزادے کا مجسمہ ہے۔ آپ مجھے اس کے بارے میں بتائیے۔''

''ہاں..... بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ خافان شہزادہ تھا۔ جس کو مار دیا گیا مگر آج لوٹ آیا۔ تمہاری شکل میں۔'' اس بات پر میں نے اس بوڑھے کو عجیب نظروں سے دیکھا۔ بوڑھا بھی میرا ردعمل بھانپ گیا تھا۔

ان میں حال ہی میں وادی الملوک میں دریائے نیل کے پہاڑی مقام کے پاس ایک مقبرہ دریافت ہوا جو افناتون فرعون کا مقبرہ تھا۔ اس مقبرے سے ہی اس کے بیٹے خافان کا مجسمہ بھی ملا مگر اس کے مقبرے کا کچھ اتا پتا نہیں چل پایا۔

کہتے ہیں افناتون فرعون کی یوں تو کئی ایک ملکائیں تھیں مگر ان سب میں ملکہ نفرتیتی کو سبقت حاصل تھی ملکہ نفرتیتی فرعون کی پسندیدہ ملکہ تھی۔ فرعون اس ملکہ سے بہت والہانہ پیار کرتا تھا اب فرعون افناتون اور ملکہ نفرتیتی کے مجسمے مصری عجائب گھر کی زینت بنے ہوئے ہیں پھر ملکہ نفرتیتی کا مجسمہ قدیم وقت سے آج بھی قابل دید اور عجیب رعنائی لیے ہوئے ہے۔ یہی مجسمہ تو پورے مصر کی پہچان ہے۔ آج مصر کے ڈاک ٹکٹوں اور نوٹوں پر بھی اسی ملکہ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔'' وہ بوڑھا پھر میرے چہرے کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے دوبارہ اپنی بات شروع کی۔

''دونوں کا پیار مثالی تھا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کی محبت کا دم بھرتے تھے دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر جیتے مرتے تھے مگر اچانک ملکہ کو کسی پراسرار بیماری نے گھیر لیا۔ سارا جسم پچک کر سکڑ گیا تھا اور جسم کا گوشت جھڑنے لگا۔ فرعون ملکہ کی اس بیماری پر بہت گھبرا گیا۔ اس نے مصر بھر کے حکیموں، ویدوں سے ملکہ کا علاج کروایا مگر کوئی علاج کارگر نہ ہو سکا۔ یہ پراسرار بیماری لاعلاج ثابت ہوئی اور ملکہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ یہ پراسرار بیماری فرعون کی پہلی ملکہ کے جادو ٹونہ کی کارستانی تھی جس نے مصر کے ایک جادوگر سے ملکہ پر جادو کروایا تھا۔ وہ ملکہ نفرتیتی سے شروع دن سے دل میں حسد اور نفرت رکھتی تھی۔ فرعون ملکہ کی موت پر ٹوٹ سا گیا تھا۔

فرعون نے ملکہ کی لاش کو حنوط کروا کے اہرام کے اندر دفن کروا دیا۔ وہ اہرام تمام ماہر آثار قدیمہ کے لیے معمہ بنا ہوا ہے۔ باوجود کوشش کے تاحال وہ اہرام ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ملکہ کی موت کے بعد فرعون نے سلطنت کے امور میں دلچسپی لینا بھی بالکل ترک کردی اور سلطنت کے سارے معاملوں کی ذمہ داری اپنے اکلوتے بیٹے شہزادے خافان کو سونپ دی جو اس کا تنہا وارث تھا۔

فرعون کی حالت بتدریج خراب سے خراب ہوتی گئی۔ آخر کار وہ وقت آن پہنچا جب فرعون کا وقت رخصت شروع ہوگیا۔ اس نے اپنے بیٹے کو بلا کر نصیحت کی۔ اس کی لاش کی ممی بنا کر اہرام میں دفن کردیا جائے مگر ہر صورت میں ملکہ کے تابوت کو اہرام سے نکال کر اس کے اہرام میں اس کے تابوت کے ساتھ دفن کردیا جائے تاکہ وہ اور ملکہ ہمیشہ ساتھ ساتھ رہیں لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ خود فرعون یہ بات جانتا تھا۔ کیونکہ اس قدیم مصر میں کاہنوں کے نزدیک دو لاشوں کی ممیاں ایک ساتھ، ایک اہرام میں نہیں رہ سکتی تھیں۔ کاہنوں کے خیال میں اس طرح کرنے سے ان کے دیوتا ناراض ہو سکتے تھے۔ مرتے وقت بھی اس نے اپنے بیٹے سے وصیت لی کہ وہ یہ کام ضرور کرے گا۔ اس کے بیٹے خافان نے وعدہ کیا کہ وہ اس کی یہ خواہش ضرور پوری کرے گا اور ملکہ کا تابوت ضرور فرعون کے اہرام میں پہنچائے گا مگر ایسا ہو نہ سکا۔

شہزادے نے چپکے سے رات کی تاریکی میں ملکہ کے اہرام میں جا کر ملکہ کے تابوت کو لے جانے کی کوشش کی مگر کاہنوں کو کسی طریقے سے یہ خبر پہلے ہی پہنچ گئی تھی۔ فرعون کی پہلی ملکہ کو جب فرعون کی آخری خواہش کا پتا چلا تو اس نے اس بات سے کاہنوں کو خبردار کردیا۔

شہزادہ ملکہ کے اہرام میں داخل ہوا ابھی اس نے ملکہ کا تابوت اٹھایا ہی تھا کہ چھپے کاہنوں نے تلوار کے وار کر کے اس کو شدید زخمی کردیا۔ آخری وار انہوں نے شہزادے کے عین دل پر کیا اور شہزادہ اہرام میں دم توڑ گیا۔ انہوں نے شہزادے کا کوئی اہرام نہیں بنایا تھا بلکہ صحرا میں کسی جگہ اس کی لاش کو ڈال کر دفن کردیا ملکہ کے اہرام کی طرح شہزادے کے تابوت کا بھی آج تک پتا نہیں چل پایا۔ فرعون کی پہلی ملکہ نے اس وقت کے جادو گروں کے جادو سے ملکہ نفرتیتی کے اہرام کے گرد ایسا حصار باندھ دیا کہ کوئی اس اہرام میں جا نہیں سکتا تھا۔

شہزادے کے وفادار سپاہیوں نے فرعون کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کی مگر اہرام میں داخل ہوتے ہی ان سب کی موت واقع ہوگئی۔

صدیاں بیت گئی ہیں اس بات کو مگر فرعون کی آخری خواہش پوری نہ ہو سکی۔ پھر ملکہ نفرتیتی کے اہرام کا نام و نشان ہی مٹ گیا مگر مجھے پتا ہے ملکہ کا اہرام موجود ہے اور اس کی تم کھوج لگاؤ گے اور شہزادے کے اس ادھورے کام کو تم سرانجام دو گے۔ کیونکہ تم ہی وہ ہو جو اتنے ہزار سال گزارنے کے باوجود بھی اس ایفائے عہد کو پورا کرو گے جو فرعون نے اپنے بیٹے سے لیا تھا۔'' وہ بوڑھا مصری یہ کہہ کر چپ ہوگیا۔

اب مزید اس کے پاس ٹھہر کر اپنا دل جلانے اور اس کی بے تکی فضول باتوں پر غصہ کرنے کی بجائے وہاں سے جانے میں ہی عافیت تھی۔

میں بوڑھے سے بنا اجازت لیے وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا میرا مصری گائیڈ فوراً آن دھمکا۔

ہم کار میں بیٹھے تو اس نے کار اسٹارٹ کی۔

''عارب صاحب اب کہاں جانے کا ارادہ ہے۔''

''کہیں نہیں۔ تم مجھے ریسٹ ہاؤس چھوڑ دو۔ آج میرا کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے۔'' اس بوڑھے مصری کی باتوں نے میرا سارا موڈ ہی خراب کردیا تھا۔

ریسٹ ہاؤس میں اپنے کمرے میں جا کر میں ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا۔

ابھی مجھے آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ افضل کمال کی کال آگئی۔ وہ قاہرہ واپس لوٹ آئے تھے اس وقت اپنے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے وہاں بلا رہے تھے۔ ہماری پہلی ملاقات تھی۔ پھر ان سے مجھے ملنے کا اشتیاق بھی بہت تھا۔ وہ میرے محسن بھی تھے۔ فوراً ہی میں نے ہوٹل سے نکل کر ٹیکسی پکڑی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے کمپنی کا ایڈریس بتایا جو انکل نے مجھے کال پر سمجھا دیا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور بڑی مہارت سے ٹیکسی قاہرہ کی سڑکوں پر دوڑاتا ہوا مجھے تقریباً آدھے پونے گھنٹے میں زونیرا کمپنی کے شاندار آفس لے آیا۔ میں انکل کمال سے ان کے آفس میں ملا۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

انکل واقعی بہت شائستہ، شفیق، نرم خو شخصیت کے مالک تھے۔ پہلی ہی نظر میں، میں ان کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ انکل کمال بھی مجھ سے بڑے پرتپاک انداز میں ملے مگر وہ بھی مجھے دیکھ کر ایک بار چونکے ضرور تھے۔ انکل اپنی کرسی پر براجمان ہوئے تو انہوں نے بات شروع کی۔ میں نے بھی سامنے والی نشست سنبھال لی تھی۔

''عارب بیٹا اگر تم برا نہ مانو ایک بات کہوں۔'' وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

''جی انکل! کیوں نہیں، کیا بات ہے۔''

''بیٹا! عارب تمہاری شکل اس مجسمے سے ہو بہو ملتی ہے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں اور پھر جس کسی نے اس مجسمے کو دیکھا ہوگا اگر اس کی تمہارے ساتھ ملاقات ہو تو لازماً وہ بھی یہی کہے گا۔ کیسا حسین اتفاق ہے۔'' میں واقعی بہت حیران ہوا ہوں۔

''میں جانتا ہوں انکل۔'' میں مسکرا دیا۔ میرے ذہن میں پہلے ہی یہ تھا کہ انکل کمال یہی سوال لازماً کریں گے۔

''تم کو پتا ہے؟'' انکل کمال حیران تھے۔ ''پر کیسے عارب بیٹا؟''

''وہ میں نے انکل عجائب گھر میں مجسمہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رکھا ہے۔ کل کی بات ہے جب اس مصری گائیڈ کے ساتھ میں عجائب گھر گیا تھا۔''

''اوہ..... اچھا۔'' انہوں نے ہنکارا بھرا۔

''ویسے واقعی اس کو اتفاق کا ہی نام دیا جا سکتا ہے۔ عارب بیٹا ویسے مجھے کل ابوالحارث نے بتایا تو تھا مگر میں نے اس کی بات پر خاص دھیان نہیں دیا مگر تم تو واقعی قدیم مصری تاریخ کا حصہ نکلے۔'' انہوں نے بات ختم کی اور زوردار قہقہہ لگایا۔

''ویسے بیٹا مائنڈ نہ کرنا میں تم سے صرف مذاق کر رہا تھا۔'' وہ ہنستے ہوئے بولے۔

''نو..... نو..... انکل! اٹس او کے۔'' میں جلدی سے بولا۔ ''پر انکل یہ قدیم مصری تاریخ کا حصہ بننے والی بات میرے ساتھ پہلے بھی ہو چکی ہے۔'' میں نے اس بوڑھے مصری الوالیا سیف کے ساتھ ہونے والی تمام باتیں ان کے گوش گزار کر دیں۔ میری بات سن کر انکل پھر مسکرانے لگے تھے۔

''ارے وہ خبطی بدحواس بڈھا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں اس کو۔'' انہوں نے سگریٹ جلایا اور پھر ایک گہرا کش لیتے ہوئے بولے۔ ''وہ پہلے ہماری ہی کمپنی میں کام کرتا تھا۔ وہ ست الوجود اور کاہل قسم کا آدمی تھا۔ پھر اس کی ان فضول توہم بھری باتوں کی وجہ سے کمپنی نے اس کو نکال باہر کیا۔'' انکل کمال نے اس بوڑھے مصری کی حقیقت بتائی تو مجھے اپنے اندر اطمینان اور سکون سا اترتا ہوا محسوس ہوا۔ ورنہ میں جب سے اس کے پاس سے آیا تھا میں تو خاصا اپ سیٹ سا ہو گیا تھا۔

''اچھا چھوڑو کن باتوں میں پڑ گئے۔ دیکھو عارب بیٹا مجھے اپنا انکل ہی سمجھنا۔ تم بالکل مجھے اپنے بیٹے کی طرح ہی عزیز ہو۔ یہاں کوئی بھی مسئلہ ہو تو بلا جھجک مجھے بتانا۔''

''وائے ناٹ انکل۔ کوئی بھی مسئلہ مجھے درپیش ہوا تو لازماً آپ کو بتاؤں گا۔''

''گڈ!'' وہ خوش ہو کر بولے پھر وہ اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھ کر میری طرف متوجہ ہوئے۔

''عارب بیٹا میرے خیال میں ہمیں اب دریائے نیل کے ساحل پر کھدائی کی جگہ پر جانا چاہیے۔ تم بھی اس جگہ کا جائزہ لے لو گے اور ہاں وہ فرعون کا مقبرہ بھی میں تم کو دکھا دوں گا جہاں سے تمہاری مشابہت والا مجسمہ ملا ہے۔''

''ٹھیک ہے انکل۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' میں جلدی سے بولا اور اپنی چائے کی پیالی کا آخری گھونٹ لیا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

گاڑی میں انکل کمال سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے میں ذرا بھی پتا نہیں لگا کہ کب ہم وہاں دریائے نیل کے ساحل پر جا پہنچے۔

مگر پہلی بات جو مجھے وہاں جا کر عجیب لگی کہ وہ جگہ مجھے انجان نہیں لگی۔ مجھے دیکھی بھالی لگی، ایسے جیسے میں پہلے بھی کبھی یہاں آیا ہوں مگر اس بات کا ذکر انکل کمال سے نہیں کیا۔ پتا نہیں وہ میری اس سوچ کو کس انداز میں لیں۔ پھر مجھے یہ اپنا وہم ہی لگ رہا تھا میں نے اپنے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ذہن کو جھٹکا۔ انکل پہلے پہل تو مجھے اس اہرام کی طرف لے گئے جو حال ہی میں انہوں نے دریافت کیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ فرعون افتاتون کا اہرام ہے۔ مجھے خیال گزرا کہ فرعون کے بارے میں اس بوڑھے مصری نے بھی بہت کچھ بتایا تھا۔

اہرام کے اندر داخل ہوتے ہی نہ جانے پھر مجھے کیوں احساس ہوا کہ میں اس اہرام میں بھی پہلے داخل ہو چکا ہوں۔

فرعون افتاتون کے اہرام سے باہر نکلے تو ہم اس جگہ کی طرف چل پڑے جہاں کھدائی کا کام کیا جارہا تھا۔ یہاں کسی مقبرے کے ہونے کے آثار تھے اور دو دن سے مزدور یہاں کھدائی کرنے میں لگے ہوئے تھے مگر تاحال کوئی خاص کامیابی نہیں ملی تھی۔ انکل نے یہاں کی کھدائی اور تحقیق کے سارے معاملات میرے سپرد کردیے میں کیونکہ لیبر اسٹاف کا ہیڈ مقرر ہوا تھا مگر چونکہ میں ابھی اس فیلڈ میں نیا تھا اس لیے میری معاونت اور مدد کے لیے اس مصری گائیڈ ابوالحارث کو میرے ساتھ لگا دیا گیا۔ دریائے نیل کے ساحل کے پاس تین سے چار دن تک مزدوروں کے ہاتھوں اس جگہ کی کھدائی یونہی چلتی رہی۔ امید تھی کچھ نہ کچھ تو وہاں سے ہاتھ لگے گا مگر کوئی خاطر خواہ کامیابی ہاتھ نہیں لگ پائی تھی۔ میں کافی حد تک مایوس ہو چکا تھا۔ مصری گائیڈ کے مطابق بھی یہاں ریت مٹی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میں نے اس بات سے پہلے ہی انکل کمال کو باور کردیا تھا۔ چوتھے دن سہ پہر کو وہ خود بھی وہاں آن پہنچے۔ شام ہونے سے پہلے ہی مزدوروں کو کھدائی سے ہٹا دیا گیا تھا۔ سارے مزدوروں نے اپنا اپنا سامان باندھا اور وہاں سے جانے کی تیاری کرنے لگے۔ ہم نے بھی تھک ہار کر وہاں سے واپس لوٹنے کا پروگرام بنایا۔

☆.....☆.....☆

میں نے آج رات پھر ایک خواب دیکھا مگر آج خواب پہلے خواب سے مختلف تھا۔ میں نے دیکھا میں قدیم شاہی لباس پہنے ایک صحرا میں بڑے سے ٹیلے پر کھڑا ہوں۔ رات کا وقت ہے مگر پورے چاند کی رات ہونے کی وجہ سے مکمل اندھیرا نہیں ہے۔ میں پھر ریت کے ٹیلے سے اتر کر دائیں طرف ٹھنڈی ریت پر چلنے لگتا ہوں۔ میں چلتا جاتا ہوں۔ دور مجھے فرعون افتاتون کے اہرام کی عمارت نظر آتی ہے۔ اس فرعون کے اہرام کے تقریباً 20 فٹ کے فاصلے پر بالکل سیدھے جاتے ہوئے ایک اور اہرام نما عمارت مجھے نظر آتی ہے۔ میں چلتا ہوا اس اہرام کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔ اہرام کے سرخ رنگ کے پتھروں کو دھکیلتا ہوں تو مجھے اندر جانے کا رستہ نظر آتا ہے۔ میری منزل ملکہ نفرتینی کے مقام تابوت پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ مجھے سامنے اپنے چبوترے پر ملکہ کا تابوت پڑا ہوا نظر آتا ہے۔ میں جلدی سے لپک کر اس کو اٹھانے کی کوشش کرتا ہوں تو میری پشت پر کوئی تلوار سے گہری ضرب لگاتا ہے۔ میں درد سے بے حال ہو کر نیچے زمین پر گر پڑتا ہوں۔ مجھے اہرام کے اندر پانچ آدمی دکھائی دیتے ہیں جن کے ہاتھوں میں تیز دھار کی چمکتی ہوئی تلواریں ہیں۔ میں وہاں سے اٹھنا چاہتا ہوں۔ ان سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں پر وہ آدمی وار پر وار کر کے مجھے شدید زخمی کردیتے ہیں۔ میں ان سے کچھ بولنا چاہتا ہوں ان کو پکڑنے سے روکنا چاہتا ہوں مگر سب بے سود ثابت ہوتا ہے ان میں سے ایک آدمی حقارت اور نفرت انگیز چہرے سے میری طرف دیکھتے ہوئے میرے سینے پر اپنی ٹانگ رکھ کر آخری تلوار کا وار میرے دل پر کرتا ہے میرے سینے سے خون کا فوارہ نکلتا ہے اور میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

صبح صادق کا وقت ہوتا ہے۔ میں پہلے خواب کی طرح اس خواب سے ڈرا نہیں تھا۔ یہ خواب تو مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیتا ہے۔ کڑیاں سے کڑیاں ملنے لگتی ہیں۔ فرعون کا اہرام اور اس کے بالکل بیس منٹ کے فاصلے پر ملکہ نفرتینی کا اہرام.....!

☆.....☆.....☆

میں نے صبح سویرے نہا دھو کر جلدی سے ناشتا کیا اور گاڑی دوڑاتا ہوا انکل کمال کے آفس جا پہنچا۔ انکل کمال بھی ابھی ابھی آفس پہنچے تھے۔ انہوں نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بیل بجا کر سیکریٹری کو چائے لانے کا کہا۔ خواب میں مجھے اسی جگہ ملکہ کے اہرام ملنے کی نشاندہی ہوئی تھی۔ میں جلد از جلد اس جگہ کی کھدائی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دوبارہ شروع کرنے والی بات بتا کر ان سے بس اجازت لینے خواہش مند تھا۔ میری بے تابی کو دیکھ کر انکل خود ہی بول پڑے۔

''عارب بیٹا خیریت! اتنے بے چین کیوں دکھائی دے رہے ہو۔''

''انکل دریائے نیل کے ساحل والی جگہ کی کھدائی جاری رکھنی چاہیے۔ ہمیں وہاں لازماً کچھ نہ کچھ تو ضرور ملے گا۔ اس لیے میں آپ کی اجازت طلب کرنے آیا تھا۔ تاکہ میں مزدوروں کو ساتھ لے جاسکوں۔'' مجھے پکا اندازہ تھا کہ ملکہ نفرتینی کا مقبرہ بالکل اسی جگہ ملے گا۔ میں نے جلدی سے اپنی بات مکمل کی اور انکل کی طرف دیکھنے لگا۔ میرے اس اچانک فیصلے پر انکل بھی کچھ حیران تھے۔

''پر عارب بیٹا تم نے خود تو وہاں دیکھا ہے اتنے دن کھدائی جاری رہی مگر وہاں سے کچھ نہ ملا۔ پھر کھدائی بند کرنے کی بات تم نے خود ہی تو کی تھی۔''

''نہیں انکل..... ہمیں واقعی وہاں کھدائی جاری رکھنا چاہیے تھی۔ اگر میں وہاں کے بارے میں بتاؤں گا تو یقیناً آپ کو یقین نہیں آئے گا انکل وہاں ہو نہ ہو فرعون کی ملکہ نفرتینی کا مقبرہ ہے۔''

میری اس بات پر انکل کمال واقعی حیران ہو کر میری طرف دیکھنے لگے تھے۔

''پر عارب تم کو کیسے پتا چلا؟ تم اتنے یقین سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو۔''

تو میں نے رات والا سارا خواب من وعن انکل کو سنا دیا۔ انکل کچھ دیر میری طرف دیکھتے رہے۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوئے تو ان کا لہجہ سپاٹ تھا۔

''عارب بیٹا! مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اتنے پڑھے لکھے ہونے کے باوجود بھی ان خوابوں پر یقین کرتے ہو۔ بیٹا یہ خواب وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتے۔ یہ حقیقت تھوڑا ہی ہوتے ہیں۔ خوابوں پر یوں یقین نہیں کرنا چاہیے۔''

انکل کا لہجہ اجازت نہ دینے والا تھا۔

''پر انکل صرف ایک بار..... میری خاطر.....'' میں ان کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''میں اپنے دل کی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔ صرف ایک دن کے لیے آپ کی اجازت درکار ہے اگر کچھ کھدائی میں نظر نہ آیا تو پھر کھدائی بند کروا دوں گا۔'' میرے بار بار کہنے پر آخر ان کو میری بات ماننا پڑی۔ میں نے فوراً ہی مزدوروں کو ساتھ لے جا کر پھر سے کھدائی کا کام شروع کروا دیا۔ مجھے امید تھی کہ وہاں سے کچھ نہ کچھ تو ضرور نکلے گا۔ یہ بالکل وہی جگہ تھی۔ میں نے کئی بار فرعون افناتون کے اہرام سے اس جگہ کے فاصلے کا معائنہ کیا۔ سو فیصد یہی جگہ تھی۔ پھر سورج نکلنے سے لے کر دوپہر دن چڑھنے تک سارے مزدور بنا رکے مختلف اوزاروں سے اسی جگہ سے ریت اور مٹی ہٹا رہے تھے مگر کامیابی تھی جو نظر ہی نہ آ رہی تھی۔ میں پھر سے مایوس ہونے لگا تھا۔ میں سوچنے لگا اب کی بار واقعی کھدائی سے کچھ نہ نکلا تو ناحق انکل کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ پھر اچانک چھناک کی آواز اس ریگستان میں گونجی۔ جس پر مجھ سمیت تمام کام کرنے والے مزدور تک چونک گئے تھے۔ کھدائی کے دوران نیچے زمین میں کوئی پتھر تھا جس پر کدال کے لگتے ہی آواز گونجی تھی۔ پتھر ہونے کی موجودگی اس بات کا پیش خیمہ تھی کہ یقیناً نیچے مزید بھی کئی پتھر ہوں گے۔ وہ پتھر جن سے قدیم دور مصر میں اہرام تعمیر ہوتے تھے۔ پھر میرا خواب حقیقت بننے کے قریب تر تھا کہ ہو نہ ہو یقیناً یہاں مقبرہ تو ضرور ہے۔ چاہے وہ جس کسی کا بھی ہو۔ میں نے مزدوروں کو مزید تیزی کے ساتھ اس جگہ کی کھدائی کرنے کا کہا۔ میں بھی اب کھدائی والی جگہ کے بالکل قریب آ گیا تھا تاکہ اس جگہ کا مکمل جائزہ لے سکوں کہ کیا ایک دم تیز یخ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا میرے قریب سے ہو کر گزر گیا۔ میرے جسم کو ٹھنڈک کا احساس ہوا۔

مارچ کے اوائل دن تھے۔ گرمی اتنی نہیں تھی مگر پھر بھی یوں دوپہر کو ریگستان میں اس ٹھنڈی ہوا کا کوئی جواز تو نہیں بنتا تھا۔ پھر وہاں کوئی ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔ میں نے پہلے پہل اس پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ میری خاص توجہ کھدائی پر مرکوز تھی کہ دوبارہ ویسا ہی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا مجھ سے ٹکرایا جس نے مجھے واضح طور پر چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یکا یک مجھے لگا جیسے کوئی بالکل میرے ساتھ کھڑا ہے۔ میں فوراً اپنے دائیں اور بائیں دیکھا۔ کوئی نہیں تھا۔ میرے جسم پر کپکپی سی طاری ہو گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مزدور میری حالت سے بے خبر اپنے کام میں مصروف تھے۔ مجھے واقعی محسوس ہوا تھا کوئی میرے آس پاس تھا ضرور۔

اب کی بار تو مجھے صاف واضح لگا کہ کوئی میرے پیچھے کھڑا ہے۔ میں نے فوراً گردن گھما کر دیکھا، پیچھے تو کوئی نہیں تھا مگر آگے.....!

''او میرے خدا!'' میرے منہ سے فلک شگاف چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ میرے بالکل سامنے سیاہ انسانی ہیولا تھا۔ میری آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ ابھی میں وہاں سے بھاگتا یا کچھ اور کرتا وہ سیاہ ہیولا فضا میں بکھر کر غائب ہو گیا۔ یہ ایسا لمحہ تھا اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً سب کچھ چھوڑ کر یہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا مگر میں نے اپنے اعصاب بحال رکھے اور اپنے قدموں کو وہاں جمائے رکھا۔ ویسے بھی میں دلیر اور نڈر نوجوان ثابت ہوا تھا۔ مگر پھر بھی میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا اور ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے تھے۔

میں نے فوراً ہی انکل کمال کو خبر دی۔ ان کے لیے یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ اسی وقت مصری گائیڈ کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گئے۔ اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ کر مجھے گلے سے لگا لیا۔

''عارب بیٹا! واہ آج تو تم نے کمال کر دیا۔ تم نے تو اپنی نوکری کے چند ہی دن میں کارنامہ سرانجام دے ڈالا۔ تم واقعی ذہین ہونے کے ساتھ خاصے محنتی ہو مجھے تم پر فخر ہے۔'' مصری گائیڈ بھی میری کامیابی پر پُرمسرت تھا۔

شام ہونے سے پہلے پہلے کافی کھدائی کا کام مکمل ہو چکا تھا کہ مقبرے کے بیرونی دروازے تک جایا جا سکتا تھا۔ میں نے نیچے اتر کر مقبرے کے اندر جانے کا فیصلہ کیا تو انکل بھی میرے ساتھ چل دیے۔ اندر خاصی دھول، مٹی اور فضا گھٹن زدہ تھی۔ اندھیرا بھی بہت تھا۔ اس لیے انکل اپنے ساتھ ٹارچ لے آئے تھے۔ ٹارچ روشن کی تو اندر جانے کے لیے کوئی رہنمائی ملی۔ اندر جانے کے سارے راستے بالکل فرعون افتاتون کے مقبرے جیسے تھے جو انکل کمال کو بخوبی پتا تھے۔ اس لیے مقبرے کے اندر جانے میں ہمیں ذرہ برابر بھی کوئی مشکل درپیش نہیں ہوئی۔ مجھے بار بار جانے کیوں یہ لگ رہا تھا کہ پہلے سے ہی میں ان در و دیوار سے بخوبی واقف ہوں۔ مختلف راہداریوں سے ہوتے ہوئے ہم ملکہ کے تابوت کے چبوترے پر پہنچ گئے۔ یہ بھی فرعون افتاتون کے شاہی ایوان جیسا ہی تھا اور ساری دیواروں پر ملکہ نفرتیتی کی تصویروں کے نقش نمایاں تھے۔ تابوت کے اوپری ڈھکن پر بھی ملکہ کی تصویر کے مدھم نقش بنے ہوئے تھے اور کچھ عجیب زبان میں بھی لکھا ہوا تھا۔

انکل کمال کے مطابق یہ ہیرو فلسفی زبان تھی جو انکل کچھ کچھ سمجھتے تھے۔ یہ قدیم مصری زبان تھی۔ انکل پڑھنے لگے۔

''مصر کی خوب صورت ملکہ نفرتیتی کا تابوت''

انکل نے خود اونچی آواز میں یہ الفاظ پڑھے اور وہ خود ہی اپنے ان الفاظ پر حیران ہونے لگے۔ ملکہ کے مقبرے اور تابوت کا ملنا اور اس پر انکل کمال کی خوشی ہوتی تھی۔ مجھے صاف لگ رہا تھا کہ ان کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ ناچنے لگتے۔

''عارب بیٹا! تم کو اندازہ نہیں کہ تم نے یہ کیا کر دیا۔ کمال..... بھئی..... کمال ہم نے ملکہ نفرتیتی کا مقبرہ دریافت کر لیا۔ یہ تو عجوبہ ہو گیا بیٹا عجوبے سے بھی بڑا عجوبہ۔'' انکل کمال کے خوشی کے مارے الفاظ منہ سے نہیں نکل رہے تھے۔ میں بھی ان کی خوشی میں خوش ہو رہا تھا۔

جب اس بات کی خبر پھیلے گی تو مصر کیا پوری دنیا میں بھونچال آ جائے گا۔ تحقیق کی نئی راہیں کھلیں گی ملکہ نفرتیتی کا مقبرہ دریافت ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ سب سے زیادہ مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ اس سے ہماری کمپنی کو ہزاروں ڈالر کا فائدہ ہوگا۔ ویسے یہ سب اتنا جلدی اور اتنی آسانی سے ہو گیا مجھے اس بات کا اتنی جلدی اندازہ نہیں تھا۔ یوں مجھے خواب اانا اور خواب کو حقیقت مان کر اس جگہ کی کھدائی شروع کروا دینا مجھے کئی بار رہ رہ کر یہ خیال آیا جیسے مجھ سے یہ سب کوئی نادیدہ طاقت ہے جو یہ کام کروا رہی ہے۔

بہرحال مجھے تو مسرت اس بات کی تھی۔ انکل کے سامنے جو کہا وہ سچ ثابت ہوا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شام تک مزید کھدائی کا کام جاری رہا۔ انکل کمال کے مطابق ابھی اس مقبرے میں مزید کئی راز ہوں گے جن سے ابھی پردہ اٹھنا باقی ہے۔ مقبرے کے اندر بھی ابھی بہت کھدائی کرنا باقی تھی۔ پھر شام کے گہرے سائے پھیلتے ہی کھدائی کا نام کل کے لیے روک دیا گیا۔ مزدوروں کو واپس بھجوا دیا گیا۔ انکل کمال اور مصری گائیڈ بھی چلے گئے۔ میرے پاس چونکہ گاڑی تھی اس لیے میں نے کہہ دیا کہ میں آخر میں اکیلا آجاؤں گا۔

سب چلے گئے تو آخر میں، میں نے ایک بار پھر ملکہ کے مقبرے کی طرف دیکھا اور کچھ دیر وہیں کھڑے رہنے کے بعد گاڑی پر واپسی کے لیے مڑ گیا کہ اچانک ہی ریت کے طوفان نے مجھے گھیر لیا۔ یوں اچانک طوفان کے آنے پر میں شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔ حالانکہ طوفان آنے کے دور دور تک کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ یوں اس ریت بھرے طوفان میں گاڑی چلانا خاصا مشکل ہونے لگا۔ طوفان تیز سے تیز تر ہونے لگا تھا۔ ہر طرف ہی تاریکی سی چھا گئی تھی۔ چاند کی چاندنی ریت کی اوٹ میں جا چھپی تھی۔ آگے رستہ دکھائی دینا ناممکن ہو گیا تھا۔ میں نے گاڑی کو روکنا چاہا مگر بے سود۔ گاڑی میرے ہاتھوں سے نکلتی ہوئی اِدھر اُدھر بل کھاتی ہوئی کسی ریت کے ٹیلے میں جا پھنسی تھی۔ مجھے گاڑی کے دھماکے کی آواز بخوبی سنائی دی تھی۔ یوں گاڑی کے ٹکرانے کی وجہ سے میرا سر تیزی سے اسٹیئرنگ سے جا لگا۔ میں سیٹ پر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور میرا کندھا زور سے سیٹ کے ساتھ والے دروازے سے جو ٹکرایا تو دروازہ کھل گیا اور میں گاڑی سے لڑکھڑاتا ہوا باہر ریت پر جا گرا اب باہر یوں کھلے میں آنے کی وجہ سے طوفان میں اڑتی ہوئی ریت میری آنکھوں، منہ، نتھنوں میں جا گھسی جس سے سانس لینا مشکل ہی نہیں دو بھر ہو رہا تھا۔

میں ریت سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ اتنا تیز اڑتا ہوا دھول ریت بھرا طوفان آخر کب تھما۔ گرد و غبار جب ہٹا تو میں نے خود کو ریگستان میں ہی ریت کے بڑے سے ٹیلے پر پایا۔ چاند کی چاندنی چھن چھن کر سارے ریگستان پر پڑ رہی تھی۔ ہر سو اجالا سا بکھرا ہوا تھا۔ میں حیران تھا کہ میں یہاں کیسے آ گیا۔ میں ٹیلے سے فوراً نیچے اترا۔ میری گاڑی کا کہیں اتا پتا نہیں تھا۔ میں گاڑی کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ میرے پاؤں کے بالکل قریب ہی تیز گڑگڑاہٹ کی آواز آئی اور ساتھ ریتلی زمین شک ہو گئی۔ وہاں ایک گہرا سا گڑھا ابھرا جس سے ایک پرانا لکڑی کا تابوت برآمد ہوا۔ میرے لیے یوں اچانک یہ سب کچھ ناقابل یقین منظر تھا۔ خوف کی ایک لہر میں جسم میں دوڑ گئی مگر شدید تجسس کے مارے میں تابوت کو کچھ دیر غور سے دیکھتا رہا۔ تابوت کے ڈھکن کے اوپری طرف قدیم مصری تاریخ کے نقش نگار بنے ہوئے تھے۔ میرے دل میں وہاں کھڑے ہوئے طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ ایک خیال آیا کہ فوراً یہاں سے بھاگ جاؤں۔ دوسرا خیال مجھے اس تابوت کا ڈھکن کھول کر اندر دیکھنے پر مجبور کر رہا تھا۔ بالآخر میں نے سارا حوصلہ یکجا کیا اور وہاں سے کسی بزدل کی طرح بھاگ جانے کی بجائے اس تابوت کی حقیقت جاننے کا فیصلہ کیا۔ تابوت کا اوپری ڈھکن مضبوطی سے بند تھا مگر میری دو تین بار کوشش سے ڈھکن اوپر سے ہٹ گیا۔

''اف خدایا.....!'' میرے منہ سے اتنی زور دار چیخ نکلی جس کی آواز ریگستان بھر میں گونج اٹھی تھی۔ اندر میرے ہی جیسا بالکل میری شکل و صورت سے مشابہہ کوئی نوجوان پڑا ہوا تھا۔ مجھے بالکل یوں لگا جیسے میں ہی سامنے پڑا ہوں اور اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ نوجوان کی لاش بہت قدیم لباس میں ملبوس تھی اور اس کے جسم پر جگہ جگہ گھاؤ کے نشان تھے۔ دل کے مقام پر گھاؤ کا نشان بہت گہرا تھا۔ اس تابوت میں پڑی لاش کو دیکھ کر میرے دل میں جو پہلا خیال آیا وہ یہ تھا کہ کیا یہ اسی شہزادے خافان کی لاش کا تابوت ہے جسے اس بوڑھے مصری کی سنائی ہوئی کہانی اور میرے خواب کے مطابق ملکہ نفرتینی کے اہرام میں قتل کر دیا گیا تھا اور اسی ریگستان میں کسی ریت کے ٹیلے کے پاس دفن کر دیا گیا تھا۔ تو کیا اس بوڑھے مصری کی بتائی ہوئی بات سچ تھی۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لاش کی طرف دیکھ رہا تھا کہ فوراً ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لاش میرے سامنے دھوئیں میں تبدیل ہوگئی اور وہ دھواں اوپر فضا میں سیاہ انسانی ہیولے کی شکل اختیار کر گیا جس کو میں نے ابھی کھدائی والی جگہ پر دیکھا تھا۔

میں خوف سے اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس پراسرار ہیولے کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی وہ مجھ سے مخاطب تھا۔

''آخر تم آ گئے۔ مجھے یوں تمہاری شکل میں اپنے آپ کو دیکھ کر بہت خوشی محسوس ہوئی ہے۔ پر تم نے مجھے بہت انتظار کروایا۔ سینکڑوں سال سے میں تمہاری راہ تک رہا تھا۔ میری روح اس وقت سے بھٹک رہی ہے جب سے مجھے بے موت مارا گیا تھا اور میں اپنا کیا ہوا عہد پورا نہ کر سکا۔'' ہیولے کی پراسرار ممنمناتی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تو میں سحر زدہ سا ہو کر اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

''اس لیے تو میری روح اب تک بھٹکتی رہی۔ مجھے پتا تھا کہ ہر صورت مجھے یہ عہد پورا کرنا ہے جو میں نے بادشاہ فرعون سے کیا تھا۔ اس عہد کو نبھانا تھا۔ پر میری روح تو زندہ تھی مگر جسم مردہ ہو چکا تھا۔ مجھے اس جسم کی تلاش تھی جو ہو بہو بالکل میرے مشابہہ ہو۔ وہ انسانی وجود جس کا مجھ سے رتی برابر بھی فرق نہ ہو، بس اس انتظار میں ہزاروں سال گزر گئے اور دیکھو تم آ گئے آج تمہاری وجہ سے میرا وہ کیا ہوا عہد پورا ہوگا اے میرے ہم وجود انسان۔'' اس پراسرار انسانی ہیولے کا ہر لفظ میرے ذہن پر ہتھوڑے برسا رہا تھا۔ میں اپنی شدید خواہش کے باوجود بھی وہاں سے بھاگ نہیں پا رہا تھا۔ میرے پاؤں ایسے جیسے ریت میں دھنس گئے ہوں۔ وہ انسانی ہیولا جس نے فضا میں میرے اردگرد ایک چکر کاٹا اور بالکل میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''مم..... مم..... مجھے جانے دو.....'' میرے اوسان خطا ہونے لگے تھے۔ میرے منہ سے بمشکل ہی لفظ نکلے۔

''چلے جانے سے میں تم کو روکوں گا نہیں مگر پہلے تم نے میرے ادھورے کام کو پورا کرنا ہے۔'' ہیولے کے منہ سے یہ لفظ نکلے اور وہ تیزی سے میرے جسم سے ٹکرائی۔ ایسے جیسے کہ یخ ٹھنڈی ہوا کا کوئی جھونکا میرے جسم سے چھو کر گزرا ہو اور وہ ہیولا میرے جسم میں جذب ہو گیا۔ وہیں کھڑے کھڑے میرے جسم کو زوردار جھٹکا لگا یا۔ ایسے جیسے میں نے کسی بجلی کے تار کو چھوا ہو۔ مجھے اتنا یاد تھا کہ میرے ہوش و حواس میرے قابو میں تھے۔ پر میرے جسم پر میرا کوئی اختیار نہیں تھا۔ اس لیے بلا ارادہ ہی میرا جسم شمال کی طرف مڑا اور میرے پاؤں تیزی سے اس جانب آگے ہی آگے بڑھنے لگے۔ مجھے یہ اندازہ تک نہیں تھا کہ آخر میں جا کہاں رہا ہوں۔ چاند کی ٹھنڈی روشنی میں ٹھنڈی ہی ریت پر میں کسی روبوٹ کی طرح چلتا ہوا بہت دور نکل آیا تھا کہ ایک جگہ آ کر میرے قدم بے اختیار رک سے گئے تھے۔ میرے جسم کے اندر سے آتی ہوئی ایک آواز نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے ایک نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا۔ میں اس جگہ کھڑا تھا جہاں کھدائی کے دوران ملکہ نفرتیتی کا مقبرہ دریافت ہوا تھا۔

''اب اس مقبرے کے اندر جا کر ملکہ نفرتیتی کے تابوت کو تمہیں اٹھا کر باہر لانا پڑے گا۔''

اندر سے آتی ہوئی آواز نے جیسے مجھے حکم دیا اور میں معمول کے انداز میں قدم بڑھتا ہوا مقبرے کے اندر داخل ہو گیا۔ اب کی بار مقبرے میں اندھیرا نہیں تھا۔ ایک روشنی تھی جس نے سارے مقبرے کے در و دیوار کو منور کر دیا تھا۔ میں چلتا ہوا اس جگہ آن رکا جہاں ملکہ کا تابوت پڑا ہوا تھا۔ ملکہ کا تابوت سنگی اور نہایت وزنی تھا۔

''میں جب ملکہ کا تابوت اٹھانے آیا تھا۔ اس وقت تابوت لکڑی کا تھا۔ میرے پاس اس کو اٹھانے کے لیے رتھ بھی تھی۔'' پھر وہی اندر سے آتی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''مگر اب ملکہ کا تابوت اور چبوترہ سنگی حالت میں ہے۔ اگرچہ تابوت کا وزن کئی ٹن ہے مگر پھر بھی تم کو اسے اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد کر فرعون افتاتون کے اہرام تک لے جانا ہوگا اور تم یہ کام کرو گے۔''

میرا ذہن اس بات کی نفی کر رہا تھا مگر میرا جسم فوراً نیچے کو جھکا اور تابوت کو دونوں اطراف سے پکڑ کر زور سے اوپر اٹھایا۔ وہ سنگی تابوت چبوترے سے اکھڑ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میرے ہاتھوں سے اوپر اٹھ گیا تھا۔ یا تو میرے جسم میں ایسی طاقت آگئی تھی کہ مجھے لگا اگر میں پہاڑ کو بھی ہاتھ ماروں گا تو وہ ٹوٹ جائے گا۔ تابوت کو اوپر اٹھا کر میں نے اسے اپنے کاندھے پر سوار کیا جیسے میرے لیے تابوت کوئی موم کا بنا ہوا ہو۔ میں تابوت کو اٹھائے ملکہ کے مقبرے سے باہر آگیا۔

''اب تم کو فرعون افتاتون کے اہرام کی طرف جانا ہوگا تاکہ تم اہرام کے اندر جا کر اس تابوت کو فرعون کے چبوترے کے عین درمیان میں اس کے تابوت کے ساتھ رکھ سکو۔'' اس آواز نے مجھے اگلا کام کرنے کی راہ بتلائی۔ میں پھر معمول کی سی حالت میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ٹھنڈی ریت کو عبور کرتا ہوا بہت جلد ہی فرعون افتاتون کے اہرام کے پاس آن کھڑا ہوا۔

میں نے اہرام کی سامنے والی دیوار پر ہاتھ رکھا تو دیوار شق ہوگئی اور اندر جانے کا راستہ نظر آنے لگا۔ میں تابوت کو اٹھا کر اندر آگیا اور اندر خود کو فرعون کے اس شاہی ایوان میں پایا جہاں فرعون کا تابوت رکھا ہوا تھا۔

''اب دیر نہ کرو۔ جلدی سے اس تابوت کو فرعون کے تابوت کے ساتھ رکھ دو۔''

آواز کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے میں چبوترے پر چڑھ کر ملکہ کے تابوت کو کندھے سے اتارا اور فرعون کے تابوت کے ساتھ رکھ دیا۔ چبوترے پر گڑگڑاہٹ کی تیز آواز ابھری اور ملکہ نفرتینی کا تابوت آدھے سے زیادہ چبوترے کے اندر دھنس گیا۔ فوراً ہی چبوترے کا سنگی فرش ہموار ہو کر برابر ہوگیا۔ مانو ایسے جیسے ملکہ کا تابوت صدیوں سے یہیں پر نصب ہو۔ میں بھی یہ سب دیکھ کر شاک کی کیفیت میں آگیا تھا۔

''جاؤ اب تمہارا کام ختم..... اس کے ساتھ میرا تم سے رابطہ بھی ختم۔''

اندر سے آواز ابھری اور ساتھ ہی میرے جسم کو دوبارہ شدید قسم کا جھٹکا لگا۔ میرا جسم اکڑنے لگا۔ آنکھوں اور ذہن پر اندھیرا چھانے لگا کہ اب سامنے کچھ دیکھنا مشکل ہونے لگا تھا۔ ایک شور تھا جو کانوں میں تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ سائیں سائیں کرتی آوازیں جیسے کہیں بہت تیز ریت بھرا طوفان چل رہا ہو۔ میں نے آوازوں سے بچنے کے لیے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ ذہن پر چھائے اندھیرے کو جھٹکنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ آخرکار بے بس ہو کر میں نیچے زمین پر جا پڑا اور پھر مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ جب ہوش آیا تو میں نے خود کو ریت پر گرا ہوا پایا۔ بالکل اسی جگہ جہاں میں گاڑی سے نکل کر گرا تھا۔ سورج کی تیز حدت کی روشنی نے مجھے یہ باور کرایا کہ رات جانے کب کی ڈھل چکی ہے۔ دن خاصا چڑھ چکا ہے۔ گاڑی کچھ فاصلے پر ہی ریت کے ٹیلے میں دھنسی ہوئی تھی۔

میں نے بمشکل اوپر اٹھنے کی کوشش کی مگر میری کمر اور دائیں کندھے میں شدید درد تھا۔ میں گاڑی کا سہارا لے کر اٹھا ضرور مگر بے انتہا درد کی وجہ سے دوبارہ ریت پر اوندھے منہ جا گرا۔ دور کسی اور گاڑی کے آنے کی آواز جو قریب سے قریب تر آتی جا رہی تھی۔ میں نے پھر ہمت کر کے اٹھنے کی کوشش کی۔ میرے ذہن میں بس یہی خیال آ رہا تھا کہ میں نے ساری رات اس ریگستان میں گزار دی۔ میں نے سر اٹھا کر اپنی طرف آنے والی گاڑی کو دیکھنا چاہا مگر اتنی مہلت نہ ملی، میں بے ہوشی کی نیند اوڑھ چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

ایک بار پھر جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اس بار خود کو اسپتال کے کمرے میں بیڈ پر لیٹے پایا۔ میری حیرانگی کی انتہا تھی کہ میں ریگستان میں پڑا تھا یہاں تک کیسے آن پہنچا۔ میرا ذہن خالی خالی سا تھا۔ میں نے ذہن پر زور ڈالا کچھ یاد کرنے کی کوشش کی مگر کچھ خاص یاد نہیں آ رہا تھا۔ سب کچھ دھندلا دھندلا کسی خواب کی طرح لگ رہا تھا جیسے میں ابھی کسی گہری نیند سے بیدار ہوا ہوں۔ میں نے اپنے سامنے ہی انکل کمال اور ابوالحارث مصری گائیڈ کو اپنے لیے متفکر بیٹھا دیکھا۔

مجھے مکمل صحت یاب ہونے کے بعد ڈسچارج کر دیا گیا۔ اتنے دنوں میں، میں سب کچھ بھلا چکا تھا۔ میں آفس دوبارہ جوائن کرنے کا سوچ رہا تھا۔ فارغ بیٹھ کر قدرے بوریت محسوس کرنے لگا تھا مگر انکل مجھے کچھ دن اور بیڈ ریسٹ کا مشورہ دے رہے تھے۔ ان کی بات مانتے ہوئے دو دن مزید آرام کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

www.paksociety.com

اور اگلے دن میں صبح صبح ہی ناشتا کر کے آفس کے لیے نکل گیا۔ اس دن ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی جس کی وجہ سے موسم خاصا اچھا خوشگوار سا ہو گیا تھا۔ موسم انجوائے کرتے ہوئے گاڑی کو دھیمی رفتار سے روڈ پر ڈرائیو کرتے ہوئے۔ ٹریفک سگنل پر میں نے گاڑی چند منٹ کے لیے روکی تو کسی نے گاڑی کے شیشے پر دستک دی۔ میں نے توجہ کی تو مجھے وہ بوڑھا مصری کھڑا نظر آیا جو مسکرا کر میری طرف دیکھ رہا تھا۔

''تم نے آخر وہ کام کر دیا۔ فرعون افتاتون سے کیا ہوا وعدہ پورا ہوا۔ میں جانتا تھا تم ہی تھے جس کے ہاتھوں سے یہ کام سرانجام ہونا تھا۔''

وہ بولا تو میں دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔ کیا واقعی ملکہ نفرتینی کا تابوت فرعون کے اہرام میں جا پہنچا ہے اور یہ سب میں نے کیا ہے۔ یہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو انکل مجھے ضرور بتاتے۔ میں سوچ کر رہ گیا تھا کہ یہ وہ خواب نہیں بلکہ سچ تھا؟

میں اس بوڑھے مصری سے مزید بات کرنا چاہتا تھا۔ میں گاڑی سے باہر نکلا مگر وہ وہاں سے جا چکا تھا۔ میں جتنی جلدی ہو سکتا تھا گاڑی دوڑاتا ہوا انکل کمال کے آفس جا پہنچا۔ میں نے انکل کے سامنے یہی سوال کیا۔ انکل کمال نے بنا کوئی بات کہے میز کی دراز سے ایک اخبار نکالا اور میرے ہاتھوں میں تھما دیا۔

''عارب بیٹا! اس اخبار کے پہلے صفحے کو غور سے پڑھو۔'' میں نے بنا کچھ سوچے سمجھے الجھے ذہن کے ساتھ پہلے اخبار کو سیدھا کیا اور پہلے صفحے پر نگاہ دوڑائی۔ وہ کوئی پانچ روز پہلے کا اخبار تھا۔

پہلے صفحے پر بڑی سی ہیڈ لائن تھی میں پڑھنے لگ گیا۔

''دریائے نیل کے ساحل کے مشرق کی طرف ملکہ نفرتینی کا مقبرہ دریافت..... ساتھ ہی پراسرار طریقے سے ملکہ نفرتینی کے تابوت کی چوری..... تیسری ہیڈ لائن تھی کہ تابوت آخر فرعون افتاتون کے اہرام سے برآمد.....''

میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ اخبار میں ان ہیڈ لائنز کے نیچے تفصیل لکھی ہوئی تھی۔

''غیر ملکی کمپنی زوشیرا نے مصر کی تاریخ میں ایک عجوبہ کارہائے سرانجام دیا۔ کمپنی نے دریائے نیل کے ساحل کے پاس مشرق کی طرف فرعون افتاتون کے اہرام کے بیس فٹ کے فاصلے پر ایک مقبرہ کھدائی کے دوران دریافت کیا جس کے بارے میں پورے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ ملکہ نفرتینی کا ہی مقبرے ہے مگر راتوں رات ہی مقبرہ کے اندر ملکہ کا سنگی تابوت چوری ہو گیا۔ سنگی تابوت تو پتھر کے چبوترے سے منسلک تھا۔ اس کو چبوترے سے اکھاڑ کر لے جایا گیا ہے جو کہ کسی انہونی سے کم نہیں ہے۔ بتایا جاتا ہے تابوت کئی ٹن کے حساب سے وزنی تھا جس کو ایک ساتھ سو افراد مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے مگر حیرت انگیز طور پر ملکہ نفرتینی کے تابوت کو فرعون افتاتون کے اہرام میں اس کے تابوت کے ساتھ منسلک پایا گیا۔ یہ آخر سب کیونکر ہوا۔ کس نے کیا۔ یہ ایک معمہ کی شکل اختیار کر چکا ہے اور.....''

آگے بھی اور بہت کچھ لکھا ہوا تھا مگر آگے میں اور کچھ نہ پڑھ سکا۔ اخبار میرے ہاتھ سے نکل کر فرش پر جا پڑا تھا۔ میں نے انکل کی طرف دیکھا وہ بھی میری طرف دیکھ کر اثبات میں سر ہلا رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں۔

''عارب یہ سب تم نے ہی کیا ہے۔''

اس بات کو کئی سال گزر چکے ہیں۔ میں آج بھی اس کمپنی سے منسلک ہوں اہراموں کی کھدائی اب میرا روز کا معمول ہے مگر اس جیسا پھر کوئی واقعہ کبھی پیش نہیں آیا میں آج بھی اس واقعے کے متعلق سوچتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ ٹھوس شواہد کے باوجود مجھے اب بھی اس واقعے کی حقیقت پر شک گزرتا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ میں اب بھی کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ یوں اچانک مصر کا ویزا ملنا، یوں بیٹھے بٹھائے نوکری مل جانا، شہزادے خافان کا مجسمہ ملکہ نفرتینی کے اہرام کی کھدائی اور پھر ملکہ نفرتینی کے تابوت کا فرعون افتاتون کے اہرام تک کا سفر۔ سب خواب سا لگتا ہے۔ مجھے واقعی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں کسی گہری نیند میں ہوں جب اٹھوں گا تو یہ میرا بیتا ہوا کل کسی خواب کے سوا کچھ بھی نہیں ہوگا۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ایک تصویر، ایک کہانی

مون سُون..... اور ہم

ساتھیو! اس وقت ہمارے ملک میں مُون سُون پوری شان سے اپنی جولانی دکھا رہا ہے۔ کاش کہ مُون سُونی بارشوں میں ہمارے ملک کا نکاسیٔ آب کا نظام بھی اتنا اچھا ہوتا کہ ہم پاکستانی پوری شان سے اس خوب صورت موسم کا لطف اٹھا سکتے۔ بارش کی پہلی بوند ہی ہمیں فکرات لاحق کر دیتی ہے۔ اور مون سُون پوری شان سے ہماری شاہراہوں پر عرصے تک اپنے رنگ دکھاتا ہے۔

زیرِ نظر تصویر میں برسات کے بعد سڑکیں دریا' تالاب کا نظارہ پیش کر رہی ہیں اور منچلے بچے' بغیر کسی ڈر کے دریا کی سیر کر رہے ہیں۔

ارے ارے..... طریقہ نہ دیکھیں..... یہ ہمارا اپنا ایجاد کیا ہوا ہے بھئی.....

نہ ہنگ لگے نہ پھٹکری..... رنگ بھی چوکھا آئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

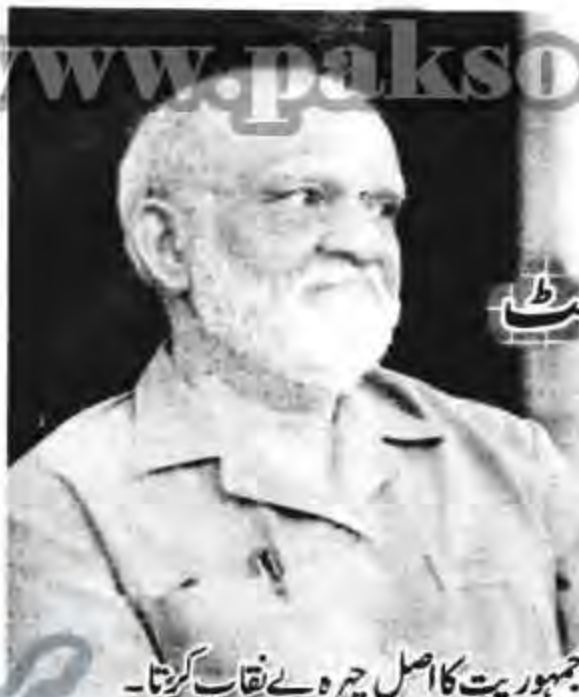

بھارت میں بلیک لسٹ

محمود شام

جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی جمہوریت کا اصل چہرہ بے نقاب کرتا۔
نامور صحافی محمود شام کے بے باک قلم سے، سفر نامۂ بھارت

آٹھواں حصہ

جب بھی اپوزیشن کی طرف سے کوئی رکن حکومت پر کوئی الزام لگاتا ہے۔ تو حکمران پارٹی کانگریس کے چاروں قطاروں میں بیٹھے۔ ارکان بیک آواز شور مچا کر اس رکن کو خاموش کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اپنی قومی اسمبلی میں بھی ہوتا ہے اور پہلے بھی ہوتا رہا ہے لیکن بھارت کی اپوزیشن والے زیادہ سخت جان ہیں، وہ اپنی بات پوری کر کے ہی بیٹھتے ہیں۔

پارلیمنٹ سے باہر نکلتا ہوں تو بھارت کے وزارت خارجہ کے جو افسر میرے ہمراہ آئے تھے، وہ میرا تاثر جاننا چاہتے ہیں کہ میرا کیا ردِعمل ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ آپ کی جمہوری روایات ہر چند ہم سے دیرینہ اور بہتر سہی لیکن پارلیمانی معیار ایک سا ہی ہے۔ چیخنے میں ہمارے ارکان بھی آج سے کم نہیں ہیں۔ بحث کا انداز بھی آپ کا کچھ ایسا بہتر نہیں ہے۔ بس یہ غنیمت ہے کہ آپ کی پارلیمنٹ سیشن میں رہتی ہے۔

قطب صاحب کی لاٹ پر

میں دہلی اچھی طرح دیکھ چکا ہوں لیکن قطب صاحب کی لاٹ باقی ہے۔ آج ارادہ ہے کہ ادھر بھی ہولوں۔ عہد رفتہ کی ایک عظیم یادگار، عظیم بادشاہ جو غلام بھی تھا۔ یہ عظیم یادگار، جہاں لاکھوں غیر ملکی اور ملکی سیاح آتے ہیں اور اس عظیم بادشاہ کو سلام کرتے ہیں جس نے اس دور میں یہ فلک بوس مینار بنایا اور خود اس کا بنانے والا لاہور کے ایک گنجان محلے میں ایک چھوٹی سی جگہ میں معمولی سی قبر میں ابدی نیند سو رہا ہے۔ کہاں مغل بادشاہوں کی آخری آرام گاہیں ہیں؟ کہاں قطب الدین ایبک کی قبر، بادشاہ تو بنا مگر تھا تو غلام ہی..... زندہ لوگوں کے رہنے کی جگہ تو نہیں گھیری۔ ڈرائیور ہیرا لال مجھے مختلف علاقوں سے گزارتے ہوئے قطب مینار پر لے آیا ہے۔ میں آج اکیلا ہی آیا ہوں میرے ساتھ کوئی سرکاری صاحب نہیں ہیں۔ یہ پروگرام بھی میں نے اپنے طور پر اچانک بنایا ہے۔ تاریخ ہندوستان میں مجھے قطب الدین ایبک کی شخصیت نے ہمیشہ متاثر کیا ہے۔ بادشاہ ضرور تھا مگر اس میں عوامی پن بہت جھلکتا تھا۔ یہاں بھی گائیڈ لیکچر گھیرتے ہیں لیکن میں معذرت کر کے آگے نکل جاتا ہوں۔ کیونکہ میں اپنی ہی تاریخ کے اوراق میں داخل ہو رہا ہوں، یہاں مجھے کسی کی رہنمائی کی کیا ضرورت ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میری تاریخ کھنڈرات میں لکھی ہے۔
یہ شکستہ دیواریں۔
اجڑی ہوئی مسجد قوت الاسلام
میرے ماضی کی یادگار ہے، بادشاہ کے وقت کی یاد کیسے مجھ سے لپٹی جارہی ہے۔ یہ عمارتیں کتنی سرخ ہوتی تھیں۔ کتنا قدرتی رنگ تھا ان کا۔ کوئی تصنع تھا، نہ کوئی تکلف۔ یہ قطب مینار ہے۔ آسمان چومتا ہوا۔ اس کی قدامت کے پیش نظر اب صرف پہلی منزل تک چڑھنے کی اجازت ہے۔ یہاں ٹکٹ لگتا ہے۔ آس پاس کھنڈرات ہیں مگر انہیں محفوظ رکھا گیا ہے۔ گھاس کے لان بھی ہیں۔ یہ ایسے کھنڈرات ہیں جو کھنڈر کی بجائے قابل دید عمارتیں بنے ہوئے ہیں۔ ان سے خوف نہیں آتا۔ یہ شمس الدین التمش کی آخری آرام گاہ ہے، اجڑی ہوئی، امتدادِ زمانہ کے نشانات ہر سمت ہیں۔ چھت پر بھی گھاس اگ رہی ہے۔ برمزار ماغریباں نے چراغ نے گلے یہ لوگ بھی کتنی عظمت رکھتے تھے، ان سے زمیں کانپتی تھی۔ کروڑوں افراد ان کے حکم پر چلتے تھے۔ آج یہ منوں مٹی کے نیچے سو رہے ہیں۔ آج یہاں لوگ صرف یادگاریں دیکھنے آتے ہیں۔ مسجد قوت الاسلام بھی اب ایک خرابہ ہے۔ چاروں طرف احاطہ ہے۔ بیچ میں گھاس کے لان ہیں۔ سیاح یہاں آرام کر سکتے ہیں۔ آئس کریم کھا سکتے ہیں۔ چائے پی سکتے ہیں، ٹھنڈا ملتا ہے۔ قطب مینار کے بارے میں تصویریں، کتابیں بھی مل رہی ہیں۔ ادھر ساتھ ہی سیاحتی کارپوریشن کی طرف سے ایک ریستوران بھی موجود ہے۔ ہندوستان کی سیاحتی کارپوریشن نے تمام تاریخی یادگاروں کے ساتھ ساتھ ریستوران بنا رکھے ہیں تاکہ سیاحوں کو کوئی دقت نہ ہو اور اس کے ساتھ ہی ایک ہیں ڈی کرافٹ سینٹر بھی۔ یہ سینٹر بھی ہر جگہ ملتے ہیں۔ یہاں امریکی اور یورپی سیاح ہندوستان کی دستکاری کی مصنوعات خریدتے ہیں۔ ان کے لیے یہ بڑی نادر چیز ہیں۔ ایک اپنی سیاحتی کارپوریشن بھی ہے، جو ایسا کوئی روگ جان کو نہیں لگاتی۔ ہیں ڈی کرافٹس سینٹر شہروں میں موجود ہیں کسی سیاح کو اتنا ہی شوق ہے تو شہر سے جا کر کیوں نہیں خرید لیتا۔ میں ہیرالال کے ساتھ ریستوران میں آبیٹھا ہوں وہ میرے ساتھ بیٹھنے سے ہچکچا رہا ہے۔ میں اسے کہتا ہوں ایسی کوئی بات نہیں ہم سب انسان ہیں۔ ڈرائیور بھی انسان ہوتے ہیں۔ اتنی دیر سے ساتھ سفر کر رہے ہیں تو یہاں ساتھ بیٹھنے میں کیا ہرج ہے۔ ہیں ڈی کرافٹس سینٹر کا ایک نمائندہ میرے پاس آتا ہے اور مجھے ایک کارڈ دیتا ہے اور ساتھ یہ کہتا ہے کہ آپ ایک بار دکان پر تشریف ضرور لائیں، چاہے خریدیں کچھ نہیں۔ اب دکان پر جاتے ہی بنتی ہے۔ دکان پر وہی چیزیں ہیں جو دوسرے سینٹروں میں ہیں۔ ظاہر ہے مجھے یہ چیزیں خریدنے سے کیا دلچسپی باہر نکلتے ہیں۔ گاڑی میں بیٹھتا ہوں تو ایک نوعمر سردار جی گھیر لیتے ہیں اور بڑی گاڑھی انگریزی میں۔ مجھے اپنے ہیں ڈی کرافٹس سینٹر کی طرف چلنے کی دعوت دے رہے ہیں جہاں ہندوستان کی بہترین مصنوعات مل سکیں گی۔ میں انتہائی انہماک سے ان کی انگریزی سن رہا ہوں، جب ان کی انگریزی ''مک'' جاتی ہے تو میں ان سے ٹھیٹھ پنجابی میں کہتا ہوں۔

''سردار جی خیریت تے ہے، ایڈی کی انگریزی مار رہے او پنجابی وچ گل کرو ناں۔''

سردار بڑے پریشان ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے پر خفت سی جھلکتی ہے۔

اور پھر کہنے لگتے ہیں۔ ''معاف کرنا جی۔ میں سمجھیاں۔ کوئی یو گنڈا توں کدے ہوئے ہندوستانی او ایس لئی انگریزی بول رہیا ساں۔''

خیر انہوں نے پھر مجھے کہا کہ مجھے راستے میں دکان پر چھوڑ دیجیے۔ پھر کبھی موقع ہو تو ضرور آیئے گا۔ وہ راستے میں مجھے بتاتے ہیں کہ وہ دبئی میں رہے ہیں جہاں پاکستانی بھی رہتے تھے۔ ان کے ساتھ رہ کر انہیں اپنے بڑوں کے سنائے ہوئے قصوں کی سچائی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

معلوم ہوئی۔ وہ تو نوجوان ہیں انہیں ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا لیکن ان کے بڑوں نے مسلمانوں کی دوستی اور ایمانداری کے قصے سنائے تھے۔ دبئی میں جب مسلمان نوجوان ان کے دوست بنے تو اس کی تصدیق ہوئی۔ ان کی دکان آگئی ہے اور وہ رخصت ہو رہے ہیں۔ میں خوش ہوں کہ ان کی انگریزی میں نے چلنے نہیں دی۔

جمنا داس اختر کے ساتھ

شام دہلی کو اپنی آغوش میں لے رہی ہے۔ مجھے دہلی میں آئے ہوئے 9 روز گزر گئے ہیں۔ اب دہلی جانا پہچانا لگتا ہے۔ میرے پاس کیمرے میں فلم ختم ہو گئی ہے۔ ڈرائیور سے کہتا ہوں تو وہ راستے میں ایک نئی آبادی میں لے لیتا ہے۔ جو بالکل کراچی کی سوسائٹی کی طرح کی ہے۔ ساؤتھ ایکسٹینشن اے بلاک بی بلاک۔ یہاں ایک فوٹو گرافر کی دکان سے فلم خریدتا ہوں۔ پاکستان میں جو فلم ساڑھے چار روپے کی ملی تھی یہاں ساڑھے چھ کی ہے۔ حالانکہ ہمارے روپے کی قیمت میں حال ہی میں کمی ہوئی ہے۔ میں دکاندار سے کہتا ہوں۔ ہمارے پاکستان میں تو یہ فلم سستی ہے۔ وہ حسرت سے کہتا ہے اجی ہاں آپ صحیح کہتے ہیں۔ وہاں کی کیا بات ہے۔ ادھر تو مہنگائی بہت ہے۔ ہوٹل پہنچتا ہوں تو رات ڈھل رہی ہے۔ آج مجھے ہندوستان کے ایک بزرگ صحافی جمنا داس اختر سے ملنا ہے۔ ان کی کتاب ''پاکستان میں سیاسی سازشیں۔ قائد ملت کی شہادت سے لے کر ایوب خان کے زوال تک'' کی بہت شہرت سنی تھی اور پھر انشا جی لندن سے یہ کتاب لائے تو اسے پڑھنے کا موقع بھی ملا۔ میں نے انہیں نہیں دیکھا ہے۔ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے طے یہ ہوا ہے کہ میں ہوٹل کے لاؤنج میں ان کا انتظار کروں۔ ان کے سر پر قراقلی کی ٹوپی ہوگی۔ ہاتھ میں تھیلا۔ دو صاحبان ہوٹل میں داخل ہوئے ہیں۔ ایک کے سر پر ٹوپی تو ہے مگر ہاتھ میں تھیلا نہیں ہے۔ مجھے شک گزرتا ہے۔ میں پھر اطمینان سے بیٹھ جاتا ہوں، وہ استقبالیہ پر پوچھتے ہیں۔ استقبالیہ پر کھڑی دیوی 362 نمبر پر لگی ہوئی چابی دیکھ کر کہہ دیتی ہے کہ وہ نہیں ہیں لیکن کاؤنٹر پر جو صاحب کھڑے ہیں وہ سن لیتے ہیں، وہ فوراً میری طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ وہ ادھر بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ بڑے تپاک سے ادھر آکر ملتے ہیں۔ ان کے ساتھ کھیڑے خان ہیں یہ پشاور کے رہنے والے ہیں۔ تقسیم ملک انہیں دہلی لے آئی ہے۔ ٹیکسی باہر کھڑی ہے۔ جمنا داس اختر صاحب کے گھر جا رہے ہیں، روشن راستوں کے بعد ویران اندھیرا راستہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ بھی دہلی ہے اور پھر ایک ایسے محلے میں جا پہنچتے ہیں جسے دیکھ کر مجھے پنجاب یاد آجاتا ہے۔ گلی میں بچھی چارپائیاں، بچے کھیلتے ہوئے جمنا داس اختر صاحب کی لائبریری کافی بڑی ہے۔ وہ بتا رہے ہیں کہ سیاسیات پر تو انہوں نے یونہی کتابیں لکھ دی ہیں، ان کا اصل موضوع برصغیر کی قدیم تاریخ ہے۔ ان کے ہاں اس سلسلے میں بھی بڑی کتابیں موجود ہیں اور وہ کچھ کتابیں حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہیں جو پاکستان میں اس موضوع پر شائع ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر ایم ایف خان، ڈاکٹر حسن دانی، جیسے محققین کی تصنیفات پھر حکومت نے گندھارا تہذیب پر جو تحقیقی کتابیں غیر ملکی ماہرین سے لکھوائی ہیں۔ کھیڑے خان انجمن اتحاد پختون کے سرپرست ہیں۔ وہ صوبہ سرحد کی سیاست کے اسرار و رموز سے خوب واقف ہیں۔ باچا خان، ولی خان، قیوم خان سب کے ماضی، قبائلی جھگڑوں اور خاندانی رقابتوں سے آشنا ہیں۔ وہ بتا رہے تھے کہ ہم پہلے تحریک پختونستان کی بہت امداد کرتے رہے ہیں، اس سلسلے میں سیمینار بھی منعقد کرتے رہے ہیں لیکن جب سے آپ کے ہاں منتخب حکومت قائم ہوئی ہے ہم نے پختونستان کا نام لینا چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ منتخب جمہوری حکومتیں لوگوں کے مسائل حل کر لیں گی۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر باچا خان اور بھٹو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

صاحب کی ملاقات ہو جائے۔ دونوں مل کر کوئی لائحہ عمل بنائیں تو پاکستان کو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ یقین جانیے باچا خان سرحد کو پاکستان سے الگ نہیں کرنا چاہتے جن دنوں باچا خان احمد آباد میں مسلم ہندو فسادات کے سلسلے میں ہندوستان آئے تھے۔ میں ان سے ملا تھا کچھ اور پٹھان لڑکے بھی ملے تھے جنہوں نے کہا تھا کہ وہ آزاد پختونستان کی حمایت کیوں نہیں کرتے۔ باچا خان نے کہا تھا کہ میں جانتا ہوں۔ افغانستان کے اپنے مسائل ہیں اور صوبہ سرحد کے پٹھانوں کا مستقبل خود ان سے ہی وابستہ ہے خیبر کے اس پار افغانستان سے نہیں۔ باچا خان نے ان نوجوانوں کو سختی سے منع کر دیا تھا پھر دوبارہ ان لوگوں سے ملے بھی نہیں۔

کھیڑے خان نہایت سنجیدگی اور خلوص سے کہہ رہے ہیں کہ ولی خان اور بھٹو صاحب کی آپس میں بن سکتی تھی اگر قیوم خان بیچ میں نہ ہوتا۔

جمنا داس اختر صاحب کی بیگم جھنگ کی رہنے والی ہیں، انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ پٹیالہ سے جا کر جھنگ میں آباد ہوئے ہیں تو وہ جھنگ کے بارے میں پوچھنے لگتی ہیں اور ایک دم ٹھیٹھ جھنگوچی لہجے میں گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔ میں بھی برسوں بعد جھنگوچی بولتا ہوں۔ وہ جھنگ کے بارے میں پوچھتی ہیں؟ کتنی ترقی ہوئی ہے۔ جھنگ اور مگھیانہ آپس میں مل گئے ہیں کہ نہیں۔ اسکول کتنے ہیں، کالج کتنے ہیں۔ اپنا شہر، اپنا ہی ہوتا ہے۔ جہاں لوگوں نے عمریں گزاری ہوں۔ وہ کیسے بھول سکتے ہیں۔

رات کا کھانا کنات سرکس میں ہوٹل ایمبیسی میں کھاتے ہیں، یہ شاید کھیڑے صاحب اور اختر صاحب کا پسندیدہ ہوٹل ہے۔ یہاں دیسی کھانے کچھ اچھی قسم کے مل جاتے ہیں۔

اگلے روز مجھے شام کو بمبئی جانا ہے لیکن اس سے پہلے دوپہر کو اختر صاحب کے گھر کھانا ہے۔ دیوان بریندر ناتھ اور ان کی بیگم بھی مدعو ہیں۔ اس سے پہلے میں پارلیمنٹ میں ایک بار پھر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کل پھر شاید کچھ پاک و ہند تعلقات پر بات چیت ہو۔

☆.....☆

صبح سویرے اپنا تمام سامان میں نے پیک کر دیا ہے۔ سامان بڑھتا جا رہا ہے۔ اس میں کتابیں زیادہ ہیں واپسی میں کافی دقت ہو گی۔ آج مجھے یہ ہوٹل چھوڑنا ہے۔

آج اخبارات میں ''بلیک دسمبر'' نامی تنظیم نے لندن میں بھارتی ہائی کمیشن پر حملے کی ذمے داری قبول کی ہے اور دھمکی دی ہے کہ وہ ایسے اور بھی حملے کرے گی اور بھی تفصیلات شائع ہوئی ہیں۔ حملہ آوروں کے پستول بھی نقلی تھے مگر لندن پولیس نے خاصی تیزی دکھائی اور ایک نوجوان کی جان ہی لے لی۔ آج میں پھر کچھ دیر کے لیے پارلیمنٹ میں جا رہا ہوں۔ پارلیمنٹ میں آج زیادہ گرما گرمی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی مارکسٹ کے باسو اسپیکر سے معرکہ آراء ہیں۔ اسپیکر ان سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کو سوال اٹھانے کی اجازت دی جائے گی۔ وہ اصرار کر رہے ہیں کہ ابھی میرا سوال سنا جائے اور وزیر داخلہ ابھی جواب دیں کیونکہ یہ انتہائی اہم اور فوری نوعیت کا ہے۔ اسپیکر صاحب موقع دینے کے موڈ میں نہیں ہیں مگر شری باسو کا اصرار بڑھتا جا رہا ہے۔ اپوزیشن کے دوسرے ارکان بھی ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ معاملہ بڑھ رہا ہے۔ اسپیکر کہتے ہیں۔ باسو صاحب! میں آپ کو ایوان سے باہر نکلنے کا حکم بھی دے سکتا ہوں۔ اس پر شری باسو اور بپھر جاتے ہیں۔ ایک تو آپ سوال کرنے کا موقع نہیں دیتے۔ دوسرے آپ باہر نکالنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ یہ الفاظ آپ کو واپس لینے ہوں گے۔ اس پر اپوزیشن کے دوسرے ارکان بھی کھڑے ہو گئے۔ بے پناہ شور مچ رہا ہے ادھر حکمران پارٹی کے ارکان بھی بنچ بجا بجا کر کہہ رہے ہیں کہ انہیں باہر نکالا جائے۔ سارجنٹ بھی اسپیکر کے حکم کا منتظر ہے لیکن اپوزیشن اپنا دباؤ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ڈالنے میں کامیاب ہو جاتی ہے اور اسپیکر الفاظ واپس لے کر اس طوفان کو مزید ہونے سے روک دیتے ہیں۔ ایوان میں پھر کچھ سکون پیدا ہوتا ہے۔ اب اپنے حق میں پانسہ دیکھ کر اپوزیشن کے ارکان میں سے مختلف لوگ اپنا سوال پہلے پیش کرنے کے لیے اصرار کرتے ہیں۔ چند لمحوں پہلے اپوزیشن کا آپس میں جو اتحاد تھا۔ وہ پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور پھر مختلف پارٹیوں کے مختلف ارکان اپنی اپنی بات منوانا چاہتے ہیں میں سوچتا ہوں کیا اپوزیشن کا اتحاد ہمیشہ عارضی ہی ہوتا ہے۔ چند لمحے ایک بات پر اتحاد ظاہر کیا، مسئلہ حل ہو گیا تو پھر منتشر ہو گئے۔

اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہونے والا ہے۔ مجھے جمنا داس اختر صاحب کے ہاں دعوت پر جانا ہے۔ اس لیے میں اٹھ آتا ہوں۔ جمنا داس اختر صاحب خود راولپنڈی کے رہنے والے ہیں۔ آزادی سے قبل لاہور میں "ویر بھارت" سے منسلک رہے۔ بعد میں "تیج" کے نمائندے کی حیثیت سے لاہور، راولپنڈی میں مقیم رہے۔ مغویہ خواتین کی برآمد کے لیے بھی کافی کام کیا۔ اس سلسلے میں کئی کتابیں اور ناول بھی لکھے ہیں۔ ان کے گھر خالص پنجابی ماحول تھا۔ کھانے بھی پنجابی تھے۔ سبزی، دال اور پنجابی قصے، کہانیاں، جمنا داس اختر نے مجھے اپنی کتابیں بھی پیش کیں۔

بمبئی کی سمت

اب مجھے اپنے ہوٹل رش کرنا ہے کیونکہ 5 بجے کے جہاز سے بمبئی روانہ ہونا ہے۔ صبح ایکسٹرنل پبلسٹی کے ڈائریکٹر سے متعلقہ اسسٹنٹ سے پوچھ لیا تھا کہ ٹکٹ تو OK ہے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ بالکل او کے ہے۔ اختر صاحب کے مکان سے اشوکا ہوٹل تک کافی طویل راستہ ہے۔ نئی دہلی میں اسکول کالج سے چھٹی کے وقت ساڑیوں، جینز اور بیل باٹم میں ملبوس بعض بڑی ماڈرن اور پوش قسم کی لڑکیاں زبردستی لفٹ مانگتی بھی دکھائی دیتی ہیں۔ میں جس گاڑی سے ہوٹل جا رہا ہوں اس کے ڈرائیور بڑے خوش پوش سردار جی ہیں۔ گاڑی بھی پوش قسم کی ہے۔ لڑکیوں کے لفٹ مانگنے کا انداز بھی خوب ہے۔ سڑک پر وہ تقریباً کمان کی طرح جھک جاتی ہیں۔ میں تو ایسا خاص خیال نہیں کرتا ہوں کیونکہ بہرحال میں سرکاری مہمان ہوں اس منصب کا احترام لازم ہے۔ سردار جی بعد میں ٹھیٹھ پنجاب میں بتاتے ہیں۔ "دیکھیا جی۔ کڑیاں کیہ کردیاں نیں۔ کس انگ نال لفٹ منگدیاں نیں۔"

سردار جی نے بتایا کہ بعض اوقات وہ خالی جا رہے ہوں تو ان لڑکیوں کو ان کے گھر تک پہنچا بھی آتے ہیں۔ کچھ لڑکیاں ان میں دوسرے قماش کی بھی ہوتی ہیں۔ وہ اپنا قصہ سنانے لگے کہ ایک بار دو لڑکیوں کو میں نے بٹھا لیا۔ میں نے پوچھا کہ کدھر چھوڑ دوں۔ کہنے لگیں جہاں تمہاری مرضی۔ اب میں بہت گھبرایا۔ میں نے سوچا کہ صدر لے جا کر چھوڑ دیتا ہوں۔ اس طرف لے گیا۔ کپڑے کی ایک دکان کے سامنے انہوں نے گاڑی رکوائی۔ ایک اندر اتر گئیں۔ پھر واپس آ گئیں اور مجھے کہنے لگیں۔ 200 روپے دو۔ میں نے کہا کس لیے۔ میرے پاس تو نہیں ہیں، کہنے لگیں ہم پھر ابھی شور مچاتی ہیں کہ یہ ہمیں اغوا کر کے لایا ہے۔ اب میں بڑا پریشان ہوا۔ میں نے کہا اچھا میں یہ گاڑی یہاں چھوڑ کر جاتا ہوں۔ اپنے دفتر سے لے کر آتا ہوں گاڑی میں نے کھلی چھوڑی۔ چابی لے کر وہاں سے چلا آیا۔ کوئی دو تین گھنٹے بعد گیا تو وہ جا چکی تھیں۔ دیکھ لیں سر! ان میں ایسی لڑکیاں بھی ہوتی ہیں۔ زمانہ بہت بگڑ گیا ہے جی۔"

ہوٹل سے سامان اٹھا کر ایئرپورٹ پہنچتے ہیں۔ ٹکٹ کاؤنٹر پر دیتے ہیں تو کھلتا ہے کہ سیٹ او کے نہیں ہے بلکہ چانس پر ہے۔ میرے ساتھ جو آفیسر آئے ہیں۔ وہ ٹکٹ غور سے دیکھتے ہیں۔ بمبئی سے واپسی دو روز بعد او کے ہے۔ جانا او کے نہیں لیکن بمبئی سے واپس آنا پکا ہے۔ یہ آفیسر انڈین ایئر لائنز والوں سے کچھ بات چیت کر کے سیٹ حاصل کر لیتے ہیں۔ آج مجھے پہلی بار انڈین ایئر لائن سے سفر کرتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دشمن ملک کی ایئر لائن۔ جس سے ہماری قومی ایئر لائن پی آئی اے کا بین الاقوامی راستوں پر مقابلہ رہتا ہے۔ دہلی ایئرپورٹ، کراچی کی نسبت بہت پرانا اور بڑا بھی لیکن اس میں بین الاقوامی ایئرپورٹوں والی کوئی خاص عظمت نہیں ہے۔ یہ انڈین ایئر لائن کا بوئنگ 737 ہے۔ سیٹ کوئی مخصوص نہیں ہے جس وقت آجائیے جو سیٹ خالی ملے، اس پر بیٹھ جائیے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ اس بوئنگ میں بھی فرسٹ کلاس نہیں ہے۔ ایک ہی کلاس ہے۔ ہمارے ہاں بعض طیاروں میں اب بھی کلاس سسٹم ہے۔ کچھ میں ختم بھی کردیا گیا ہے۔ ایئر ہوسٹس پرنٹڈ ساڑیوں میں ملبوس ہیں، دو رنگ کی ساڑیاں ہیں، اپنی ایئر ہوسٹس ان سے پھر بھی غنیمت ہوتی ہیں۔ یہ چائے کا وقت ہے۔ پی آئی اے میں اس وقت چائے، کیک پیس اور پیٹس ملتا ہے یہاں صرف چائے اور دو بسکٹ مل رہے ہیں۔ اس وقت پی آئی اے کی قدر محسوس ہو رہی ہے فاصلہ اتنا ہی جتنا کراچی، لاہور، کراچی پنڈی براہ راست پرواز کا ہے مگر بوریت زیادہ ہے۔ میں ایک اجنبی مسافر ہوں، تنہا۔ ہندوستانی ہیں، کچھ غیر ملکی ہیں مگر میں واحد پاکستانی ہوں۔ کوئی جانتا بھی نہیں کہ میں پاکستانی ہوں۔ ابھی مجھے مزید اجنبی لوگوں میں پہنچنا ہے۔ بمبئی جہاں ستر اسی لاکھ اجنبی ہوں گے۔ میرا کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ صرف کچھ لوگوں سے ملنا ہے۔ کسی اور زمانے میں آتا تو شاید بمبئی مجھے متاثر بھی کرتا، حسین بھی لگتا یہ تو ماحول ہی مختلف ہے۔ یہ جہاز جن علاقوں پر سے پرواز کر رہا ہے، وہاں نہ جانے کتنے کیمپ ہیں جن میں میرے 90 ہزار بھائی جنگی قیدیوں کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔ میں ان کے لیے کچھ بھی تو نہیں کرسکتا۔ سوائے لوگوں سے مذاکرات اور بحث مباحثے کے۔ بمبئی جا رہا ہوں۔ میں خواجہ احمد عباس کے ضمیر کو آواز دوں گا۔ بلراج ساہنی بہت انسان دوست ہے۔ اس سے کہوں گا کہ اس بیسویں صدی میں گوشت پوست کے انسانوں پر سیاسی سودے بازی کیوں کی جا رہی ہے۔ کرشن چندر سے کہوں گا۔ تمہیں مزدوروں کسانوں کا غم بہت ستاتا رہا ہے۔ ان میں مزدوروں کسانوں کے ہزاروں بیٹے ہیں۔ جو اپنے وطن کی سرزمیں کی حفاظت کر رہے تھے۔ اب ان کے ساتھ تمہارا ملک جانوروں سے زیادہ بدسلوکی کر رہا ہے۔ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تمہاری انسانیت نوازی کے دعوے کیا ہوئے۔

ایئر ہوسٹس نے ہندی اور انگریزی میں اعلان کردیا ہے۔ بمبئی آرہا ہے۔ ایئرپورٹ پر روشنیاں اجنبی روشنیاں۔ جو میرے لیے بالکل خاموش ہیں۔ میں ان کی زبان نہیں سمجھتا۔ جہاز کے پاس ہی سوٹ میں ملبوس ایک بھارتی افسر آگے بڑھتے ہیں۔ انگریزی میں پوچھتے ہیں آپ محمود شام ہیں۔

''جی۔''

''میں نینی ہوں۔ مہاراشٹر گورنمنٹ کا انفارمیشن ڈائریکٹر، بمبئی میں قیام کے دوران میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ ان کے ایک اسسٹنٹ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ ٹیلی فون پر انہیں اطلاع پہنچ گئی ہے اور میرا حلیہ بھی بتا دیا گیا ہے۔ میں سامان ساتھ لے کر نہیں گیا ہوں صرف ایک دستی بیگ ہے۔ وہ مجھے وی آئی پی روم میں لے جانے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ میں اپنی اوقات جانتا ہوں اس لیے میں انہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس سامان تو ہے نہیں انتظار کا ہے کا۔ چلیے۔ ہوٹل چلتے ہیں۔ عام طور پر سرکاری مہمانوں کو تاج محل انٹرکانٹی نینٹل میں ٹھہرایا جاتا ہے جو انڈیا گیٹ کے بالکل سامنے ہے لیکن اس سے بھی بڑا ہوٹل حال ہی میں بنا ہے اوبرائے شیرٹن۔ مجھے وہاں ٹھہرایا گیا ہے یہ نریمان پوائنٹ پر ہے۔ بمبئی کے شانتا کروز ایئرپورٹ سے اب موٹر کار کا سفر شروع ہوتا ہے جو دہلی سے بمبئی تک کے سفر سے کم نہیں ہے۔ گلیاں، سڑکیں، موڑ، چوک، چوراہے، روشنیاں قدم قدم پر کراچی یاد آتا ہے۔ دونوں طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

فلیٹ سر اٹھائے کھڑے ہیں۔ جیسے اپنی باہنوں میں جکڑنا چاہتے ہوں۔ دونوں طرف کچھ اور دکھائی نہیں دیتا۔ فلیٹ، روشنیاں، بار بار ٹریفک جام ہوتا ہے کہیں ٹریفک انچوں کے حساب سے سرکتا ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں، اس لیے بات چیت کا سلسلہ زیادہ نہیں چلتا۔ وہ بے چارے دونوں بڑے تکلف بلکہ پروٹوکول سے کام لے رہے ہیں۔ ڈیلی گیٹ سے پوچھتے ہیں۔ سفر کیسا رہا۔ تھک گئے ہوں گے۔ آرام کرنا چاہیں گے۔ آپ کے لیے اوبرائے میں انتظام کیا گیا ہے۔ بالکل نیا ہوٹل ہے۔ سمندر کے عین اوپر۔ امید ہے آپ کا قیام اچھا رہے گا۔ پھر مجھے ایک ٹائپ شدہ پروگرام پیش کرتے ہیں۔ آپ نے جن حضرات سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی اس کے مطابق یہ پروگرام ہے۔ دلیپ کمار نہیں مل سکیں گے۔ وہ آج شام کو دہلی جا رہے ہیں۔ سنبھل میں مشاعرہ ہے۔ کمال امروہوی صاحب نے رکھا ہے۔ دلیپ وہاں مہمان خصوصی ہیں خواجہ احمد عباس سے کل کا وقت مقرر ہے باقی آپ جیسے چاہیں گے۔ پروگرام بن جائے گا۔

میں گھڑی دیکھ رہا ہوں۔ ایئرپورٹ سے چلے 35 منٹ سے اوپر ہو چکے ہیں۔ نئی دہلی میں ویرانی کا جو احساس ہوتا تھا۔ یہاں بالکل نہیں ہو رہا ہے۔ ٹریفک کا سمندر ہے۔ دہلی میں اسکوٹریں، موٹر سائیکلیں تیزی سے دوڑاتے جوڑے بھی دکھائی نہیں دیتے تھے۔ یہاں بہت سے اسکوٹروں پر نوجوان جوڑے سمندر کی ہوا سے کھیلتے گاڑیوں کے درمیان سے موڑ کاٹتے گزر رہے ہیں۔ فٹ پاتھ کیا ہے۔ ساحل سمجھ لیں۔ سڑک سے پرے ریت ہے۔ سمندر کی ہوا کا احساس حاصل کرنے کے لیے لوگ گرم فلیٹوں سے باہر نکل آئے ہیں۔ ایک ہجوم ہے۔ زندگی ہے۔ بمبئی کی میونسپل کارپوریشن کے انتخابات بھی نزدیک ہیں، اس لیے جگہ جگہ سڑکوں گلیوں پر بینر لگے ہوئے ہیں۔ مسلم لیگ کے امیدوار بھی خاصی تعداد میں ہیں اور بینروں سے لاشعوری طور پر مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ بمبئی میں مسلمان کافی تعداد میں ہیں اور دہلی کی نسبت کچھ نمایاں بھی ہیں۔ میں مسٹر نینی سے پوچھ رہا ہوں، یہاں مسلمانوں کی کیا حالت ہے؟ وہ بتا رہے ہیں کہ یہاں مسلمان تاجر بھی ہیں۔ فرنیچر اور جیولری پر زیادہ تر مسلمان چھائے ہوئے ہیں۔ سمندر سے متعلق کاروبار میں بھی زیادہ ہیں۔ ملاحی سے لے کر لانچوں کی ملکیت تک۔ راستے میں کئی بازاروں میں مجھے بڑے بڑے شو روم والی دکانوں پر احمد فرنیچرز، حاجی عبداللہ فرنیچر امپوریم وغیرہ کے بورڈ نظر آ رہے ہیں۔ بمبئی میں سڑکوں کے اوپر چلنے والی سڑکیں بھی ہیں، جگہ تنگ ہو تو پھر ٹریفک کنٹرول کرنے کا یہی طریقہ رہ جاتا ہے۔ مسٹر نینی کہہ رہے ہیں ہوٹل نزدیک آ گیا ہے۔ سیدھے ہاتھ سمندر ہے، الٹے ہاتھ فلیٹ۔ پھر کچھ نامکمل فلک بوس عمارتیں، سمندر کے عین کنارے پر جگمگاتا اوبرائے شیرٹن۔ اس کے دو طرفہ سمندر ہے۔ دروازے پر چوبدار کی وردی میں سردار جی ہمارا استقبال کر رہے ہیں۔ چوبدار کا کام زیادہ تر سرداروں کے سپرد ہے۔ ہوٹل کی وسعتیں، بے پناہ، نیا نیا ہوٹل ہے۔ زیبائش و آرائش ابھی تازہ ترین ہے۔ نامکمل بھی۔ استقبالیہ پر فیروزی رنگ کی ریشمی ساڑیاں پہنے تلک لگائے لڑکیاں کھڑی ہیں۔ فیروزی ساڑی شاید ان کی یونیفارم ہے کمرے کی پہلے سے بکنگ موجود ہے لیکن کارڈ پر کرتے وقت سوال پیدا ہو چلا ہے۔ ادائیگی کون کرے گا۔ مسٹر نینی کہہ رہے ہیں کہ بھارت سرکار کرے گی۔ خاتون کہہ رہی ہیں۔ ہمارے پاس سرکاری خط نہیں آیا ہم کیسے کہیں۔ اسسٹنٹ مینیجر صاحب جو شاید پارسی ہیں۔ وہ ہوٹل کے وسیع لاؤنج میں دکان سجائے بیٹھے ہیں، انہیں بلایا جاتا ہے، وہ بھی کہتے ہیں خط نہیں ہے، اس لیے ہم کمرہ نہیں دے سکتے۔ نینی صاحب شریف آدمی ہیں، دھیمے دھیمے لہجے میں کہہ رہے ہیں خط تو بھیج دیا ہے۔ ہمیں معلوم

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہے۔ وہ شرمندہ بھی ہیں کہ ایک غیر ملکی مہمان کے سامنے یہ عجیب صورت حال پیدا ہو رہی ہے۔ پھر طے ہوتا ہے کہ ہم لاؤنج میں آرام کرتے ہیں، اتنے میں فون وغیرہ کر کے مسئلہ طے کرتے ہیں، لاؤنج بہت خوب صورت ہے۔ سامنے بیسیوں فٹ بلند شیشے لگے ہیں اور آگے سمندر کی لہریں ہیں۔ رات قریب ہے، سمندر اور زیادہ لہریں مار رہا ہے اسسٹنٹ منیجر صاحب تھوڑی دیر بعد آئے۔ ''سر! خط آ گیا ہے۔ اب وہ اپنی خفت چھپانے کے لیے کہہ رہے ہیں خط ابھی آیا ہے۔ خیر مجھے کمرہ نمبر 1639 ملا ہے۔ ساتھ ایک اسٹیورڈ صاحب ہیں، وہ کمرے تک لے جائیں گے۔ ہوٹل میں رکھ رکھاؤ کچھ ضرورت سے زیادہ ہے۔ سلیقہ کم ہے۔ اسٹیورڈ صاحب مجھے اس کمرے کی خوبیاں گنوا رہے ہیں۔ یہ بیڈ ہے، یہ فون ہے یہ غسل خانہ ہے یہ گرم پانی ہے یہ ٹھنڈا پانی ہے۔ یہ ایئر کنڈیشنر ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بڑے شہروں میں دیہاتی میزیں رکھ دیں تو فیشن بن جاتا ہے۔ یہاں صوفوں کی جگہ پیڑھیاں رکھنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ صوفوں کے ساتھ کچھ ایسا سلوک بھی کیا گیا ہے۔ غسل خانے میں بھی ٹیلی فون لگا رکھا ہے۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ صرف بیڈ کے ساتھ ٹیبل لیمپ نہیں ہے۔ آپ کو فون کرنا ہے تو ڈائریکٹری کا مطالعہ سامنے سنگھار میز پر جا کر کیجیے۔ پھر فون کے لیے بیڈ پر آیئے۔ نیا نیا ہوٹل بنا ہے۔ میں شاید اس کمرے کی تاریخ میں پہلا مہمان ہوں۔ آج کوئی پروگرام نہیں ہے۔ میں اس ہوٹل کا جائزہ لے رہا ہوں۔ ہمارے ہاں بھی بڑے بڑے ہوٹل ہیں مگر اتنے بڑے نہیں۔ اس کے لاؤنج میں فراخی کا جو احساس ہوتا ہے وہ کہیں نہیں ہوتا۔ سامنے سمندر اس کی وسعتوں میں اور اضافہ کر رہا ہے۔ میں اس کے مختلف ریستورانوں میں یونہی گھوم رہا ہوں۔ مجھے یہاں بڑا اطمینان محسوس ہو رہا ہے۔ کیونکہ یہاں میرا کوئی جاننے والا نہیں ہے، اجنبی چہروں میں تنہائی کی بجائے مجھے ایک سکون کا احساس ہو رہا ہے۔ میں اپنی ذات میں سمٹا ہوا ہوں۔ اپنے شہروں میں، اپنے لوگوں میں گھومتے ہوئے کتنا بکھرنا پڑتا ہے۔ جاننے والے بے شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے قدم قدم پر ذات کا حصار ٹوٹ جاتا ہے۔ اپنے اندر سمٹنے کا بھی اپنا ایک نشہ ہے۔ میں اسی نشے میں محو ہوں۔ یہ کوفی ہاؤس ہے، بمبئی کے خوش پوش نوعمر نوجوان جمع ہیں۔ بینڈ ٹروپ مصروف ہیں۔ ادھر مغل روم ہے۔ تمام ہندوستانی کھانے مغلوں کے نام پر کھلائے جاتے ہیں۔ ہندوستان والے مغلوں کو خوب بدنام کر رہے ہیں۔ جعلی بارہ دریاں، دیوان، پارسی، میمن، سیٹھ، بزنس مین۔ ڈنر میں مصروف ہیں۔ سیٹ پہلے سے محفوظ کروانا پڑتی ہے اس لیے مجھے کمرے میں ہی کھانا منگوانا پڑے گا۔ ہوٹل میں بہت سے حصے ابھی زیر تعمیر ہیں۔

کمرے میں واپس آ کر میں پاکستان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ریڈیو پاکستان تلاش کرتا ہوں۔ خبریں سننا ہیں، یہاں جانے کون سا اسٹیشن ہے۔ یہاں بھی لاہور ہی ملا ہے۔ بہت صاف اور واضح۔ دہلی میں بھی لاہور اسٹیشن اور بمبئی میں بھی لاہور اسٹیشن سے ہی رابطہ قائم ہوتا ہے۔ پاکستان قائم ہے۔ ہر طرف امن و امان ہے۔ میں اب آرام سے سو سکتا ہوں۔

خواجہ احمد عباس اور بلراج ساہنی کے ساتھ چند لمحے

بمبئی کی صبح کراچی کی صبح سے مختلف نہیں ہے۔ صبح ہوتے ہی لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ زیر تعمیر عمارتوں پر کرینیں سر اٹھانے لگ گئیں۔ سمندر میں کشتیاں دوڑنے لگیں۔ شہر تو رات بھر ایسے ہی جاگتا رہا تھا۔ میں ہی سو گیا تھا۔ شہر صدیاں جاگتے رہتے ہیں۔ ہم ہی سو جاتے ہیں۔ گیارہ بجے شری خواجہ احمد عباس صاحب کی طرف جانا ہے۔ وہ جوہو میں رہتے ہیں۔ اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایئرپورٹ سے اِدھر آتے ہوئے تھا۔ شری نبی کا فون آیا ہے کہ بلراج ساہنی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سے ان کی بات ہوگئی ہے۔ وہ بھی وہیں خواجہ احمد عباس کے پاس آجائیں گے۔ چلیے یہ بھی اچھا ہے ایک بار پھر فلیٹ مجھے اپنی بانہوں میں اٹھائے آگے آگے لیے جارہے ہیں۔ فٹ پاتھ، کراچی کی طرح صبح کی ہلکی ہلکی ہوا، دیواروں کے اندر چھوٹے چھوٹے ڈربوں میں بجی پانوں کی دکانیں، جہاں زیادہ تر مسلمان بیٹھے ہیں۔ گاڑیاں یہاں دہلی سے زیادہ ہیں مگر ہیں وہی ایمبسڈر یا فیٹ، جو ہو ساحلی علاقہ ہے۔ بحیرۂ عرب ساتھ ہی بہتا ہے، یہاں کھجور کے درخت عرب کی یاد دلاتے ہیں۔ محسوس یہی ہوتا ہے کہ کسی عرب علاقے میں گھوم رہے ہیں۔ خواجہ صاحب کا دفتر چوتھی منزل پر ہے۔ کتابیں، پوسٹر، فرش پر چاندنی بچھا کر بیٹھے ہیں۔ خواجہ صاحب پاکستان چند برس پہلے آئے تھے۔ وہ ترقی پسند افسانے ناول لکھنے کے ساتھ ترقی پسند فلموں کے خالق بھی ہیں۔ کئی فلموں کی ہدایت کاری بھی کر چکے ہیں۔ پاکستان، ہندوستان کے مسئلوں پر بات ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ علی سردار جعفری اور کچھ دوسرے دانشور پاکستانی جنگی قیدیوں کی واپسی کے لیے دستخطی مہم چلا رہے ہیں، مجھے یہ دہلی میں بھی معلوم ہوا تھا مگر تفصیلات معلوم نہیں تھیں۔ خواجہ صاحب ان لوگوں میں سے ہیں، جو تقسیم ہند کے مخالف تھے مگر اب وہ دونوں ملکوں کی سلامتی کے قائل ہیں ان کے بہت سے رشتے دار پاکستان میں بھی ہیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ تمام تر ترقی پسندوں اور انسان دوستی کے باوجود خواجہ صاحب یا کسی بھی اور ہندوستانی ادیب نے پاکستانی جنگی قیدیوں کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ میں اس سلسلے میں سب سے بات کرتا ہوں مگر وجہ وہی سیاسی مصلحتیں نظر آتی ہیں۔ البتہ مشرقی پاکستان سے فوجی کارروائی کے دوران ہندوستان آنے والے پناہ گزینوں پر ان قلم کاروں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ پاکستان کے معاملے میں زیادہ تر پرانے ادیبوں، شاعروں کا وہی رویہ ہے جو ہمارے ہاں پرانے ادیبوں اور شاعروں کا ہندوستان کے معاملے میں ہے۔ خواجہ صاحب پاکستان کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ بلوچستان سرحد کے معاملات۔ میں ان سے فلموں کے بارے میں پوچھتا ہوں۔ وہ میرے پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ گانوں کے بغیر فلمیں بنانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اتنا فرق ہوگیا ہے کہ اب ہندوستان میں کافی فلمیں کسی مقصد کے لیے بنتی ہیں صرف پیسے کمانے کے لیے نہیں۔ وہ ستیہ جیت رائے کو خراج پیش کررہے ہیں۔ یہ روایت اگرچہ آگے تو نہیں بڑھی لیکن اکثر فلمساز کوشش کرتے ہیں کہ وہ زیادہ تر آؤٹ ڈور شوٹنگ کریں۔ خواجہ صاحب اب تک دھرتی کے لال (1946)، انہونی (1951)، راہی (1952) منا (1954) پردیسی (1957) چار دن چار راتیں (1959) شہر اور سپنا (1964) ہمارا گھر (1965) آسمان محل (1966) بمبئی کی بانہوں میں (1968) سات ہندوستانی (1970) بنا چکے ہیں۔ ان کی تازہ ترین فلم دو بوند پانی۔ جو مختلف زبانوں میں ڈب ہوکر باہر بھی پیش کی جاچکی ہے۔ خواجہ صاحب کی فلموں کا موضوع ہندوستان ہے۔ تغیر پذیر ہندوستان، مسئلوں میں پھنسا ہوا ہندوستان۔ پانی، خشک سالی، بھوک، بچوں کے اغوا، بین الصوبائی یکجہتی کے موضوعات پر انہوں نے اثر انگیز کہانیاں بھی لکھی ہیں اور پھر انہیں فلم میں بھی کامیابی سے ڈھالا ہے۔ مجھے اگرچہ ان کی فلموں کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت ان کی کوئی فلم کہیں لگی ہوئی نہیں ہے۔ البتہ سنا بہت لوگوں سے ان کے پمفلٹ وغیرہ دیکھے۔ انہوں نے سات ہندوستانی فلم کی کہانی پر مبنی ناول بھی دیا۔ یہ ناول مختلف مذہب رکھنے، مختلف زبانیں بولنے والے ہندوستانیوں کی یکجہتی کے بارے میں ہے گو اپر ہندوستان کا قبضہ اس کا محور ہے جس سے سارے ہندوستانیوں میں یکجہتی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب ظاہر ہے کہ ہندوستان کے شہری ہیں اس لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

گوا پر ہندوستان کی جارحیت کو وہ پرتگال کے مقابلے میں جنگ آزادی قرار دیتے ہیں، میں اس کے ساتھ ساتھ یہ سوچ رہا ہوں کہ ہمارے ہاں کتنے فلمساز، کتنے کہانی لکھنے والے، اپنے وطن کے جائز موقف اور اپنے وطن کے مسائل پر فلمیں بناتے ہیں۔ ہندوستانی فلم بین رومانی فلمیں بھی دیکھتے ہیں لیکن اب انہیں ایسی موضوعاتی فلمیں دیکھنے کی عادت بھی ہوگئی ہے۔ یہ فلمیں بھی کئی کئی سنیما گھروں میں لگتی ہیں اوران پر بھی بڑا رش پڑتا ہے۔

بلراج ساہنی بھی آگئے ہیں۔ میں انہیں مدت بعد مل رہا ہوں۔ سر پر برف پوری طرح گر چکی ہے مگر چہرے پر وہی تازگی ہے۔ اسمارٹ، سادہ، ہنستا مسکراتا بلراج ساہنی ہم لوگ کا بلراج ساہنی..... اسے جھنگ یاد آگیا ہے۔ شارب انصاری کا کیا حال ہے شیر افضل جعفری کیسے ہیں۔ جھنگ کیسا ہے۔ خواجہ صاحب! میں جھنگ گیا تو یہ لوگ یہ اجنبی لوگ میرے لیے ایسے دوڑے بھاگے پھرتے تھے جیسے مجھے صدیوں سے جانتے ہوں۔ ان کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ مجھے ہر روز کئی کئی ناشتے کرنے پڑتے تھے۔

بلراج ساہنی کہہ رہے ہیں۔ چل بھئی خواجہ صاحب نال تیری اردو مک گئی اے تے چلیے، گھر بہہ کے کجھ پنجابی مارنے آں۔"

چلیے ان کا گھر نزدیک ہی ہے۔ کھجوروں کے ایک جھنڈ کے قریب یہ سادہ سا بنگلہ، بہت پیارا لگ رہا ہے۔ ڈرائنگ روم جسے بیٹھک کہنا چاہیے۔ پیڑھیاں، پنجاب کی یاد دلاتی ہیں اور جانے کیا کاٹھ کباڑ..... لیکن بڑے سلیقے سے رکھا ہوا ہے۔ آخر پنجابی ہے نا۔ وہ اپنی بیگم سے ملوا رہے ہیں۔ مسز توش ساہنی۔ وہ ان سے بھی زیادہ پنجابی ہیں۔ لاہور کی یادوں میں گرفتار۔ یہ ان کی دوسری بیوی ہیں پہلی 26 برس کی عمر میں چل بسیں۔ ان سے بلراج ساہنی کی بیٹی شبنم بھی 26 سال کی عمر میں پچھلے دنوں فوت ہو گئیں۔ اتنے بڑے صدمے۔ لگتا نہیں ہے کہ بلراج نے برداشت کیے ہوں۔ ایک مسکراہٹ اس کے چہرے پر ہمیشہ رہتی ہے۔ مسز ساہنی نے لاہور کی باتیں چھیڑ دی ہیں۔ میرے ساتھ مہاراشٹر گورنمنٹ کے افسر بڑے حیران ہیں کہ یہ پنجابی عجیب لوگ ہیں۔ جب بٹوارہ ہوا، تو پنجابیوں نے ہی سب سے زیادہ ایک دوسرے کو مارا۔ ادھر کے پنجاب میں چلے جاؤ مشکل سے ہی کوئی مسلمان ملتا ہے۔ ادھر کے پنجاب میں مشکل سے کوئی ہندو یا سکھ ملتا ہے۔ پھر بھی یہ کیسے باتیں کر رہے ہیں مسز ساہنی کو گورنمنٹ کالج لاہور کے درویش منش سابق پرنسپل ڈاکٹر نذیر احمد بمبئی میں زاہدہ پروین کی گائی ہوئی کافی کا ریکارڈ دے گئے تھے۔ بتا رہی ہیں کہ ایک روز صبح صبح انہوں نے ریکارڈ سنا تو جانے لاہور کی یادوں نے ایک دم حملہ کر دیا اور وہ ایک نظم لکھنے بیٹھ گئیں۔ میں ان سے یہ نظم سن رہا ہوں۔ پانچ پانیوں میں دھلے ہوئے لفظ۔ تین چار سطروں کے بعد مسز ساہنی کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے ہیں۔ وہ خود ہی کہہ رہی ہیں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ اپنی مٹی کی خوشبو تو ہمیشہ ستاتی رہتی ہے۔ نظم بھی جاری ہے آنسو بھی۔ بمبئی میں پنجاب جاگ اٹھا ہے۔ میں ساحر لدھیانوی سے ملنے کی خواہش ظاہر کرتا ہوں۔ وہ ساتھ ہی رہتے ہیں۔ بلراج اسے بلانے چلے جاتے ہیں۔ ساحر کہیں جا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے آجاتے ہیں۔ وہ اپنے دوستوں کا حال پوچھتے ہیں۔ فیض صاحب کیسے ہیں۔ قاسمی صاحب کا کیا حال ہے۔ میرے دوست قتیل شفائی کا کیا حال ہے۔ کبھی کبھی اس کے گیت ریڈیو سے سننے کو مل جاتے ہیں۔ یہاں کے فلمی حلقوں میں قتیل کے گیتوں کا اکثر چرچا رہتا ہے اور میوزک ڈائریکٹر بہت محبت سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ میں قتیل صاحب کے بارے میں بتاتا ہوں کہ وہ اپنی ایک اردو فلم بنا رہے ہیں۔ ان کی پشتو فلم مارکیٹ میں آچکی ہے۔ ابھی تک فلمی دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ بلراج ضیا سرحدی کے بارے میں پوچھتے ہیں کسی فلمی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اخبار میں خبر شائع ہوگئی تھی کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے بلراج کو بہت دکھ ہوا تھا۔ میں انہیں بتاتا ہوں کہ وہ بالکل خیریت سے ہیں کراچی میں فلم بنا رہے ہیں بچے بھی فلموں ڈراموں میں کام کررہے ہیں۔ ساحر معذرت کررہے ہیں کہ مجھے ایک جگہ جلد پہنچنا ہے ورنہ میں رکتا اور پاکستان کے دوستوں کے بارے میں مزید پوچھتا۔ بلراج مجھے رات کے کھانے کی دعوت دے رہے ہیں اگر کوئی اور پروگرام نہ ہو تو یہاں کھانا کھائیں۔ خواجہ صاحب کو بلا لیں گے۔ کرشن چندر بھی آجائیں گے۔ ساحر بھی ہوں گے۔ السٹریٹڈ ویکلی کے ایڈیٹر خوشونت سنگھ کو بھی دیکھتے ہیں اگر وہ آسکیں۔

بمبئی کی دوپہر کافی گرم ہے۔ ہوٹل سن اینڈ سینڈز میں لنچ کے لیے جانا ہے۔ یہ ریستوران عین ساحل پر ہے۔ ساتھ ساحل کی ریت ہے سمندر میں نہاتے لوگ رنگ ہی رنگ بکھرے ہیں۔ سیاحوں کے لیے ایسے ساحلوں میں بڑی دلکشی ہوتی ہے۔ یہاں غیر ملکی بڑی تعداد میں نظر آرہے ہیں۔ لنچ کے لیے میز پہلے سے بک کرانا پڑتی ہے ورنہ مشکل ہی ہے کہ جگہ ملے۔ گرمی اور زیادہ ہوگئی ہے۔ بلراج نے اپنے سیکریٹری سے محبوب اسٹوڈیو میں فون کروا دیا ہے کہ ایک پاکستانی مہمان اسٹوڈیو دیکھنا چاہیں گے۔ اسٹوڈیو پہنچتیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کا وقفہ ہے اور اب چار بجے سے پہلے شوٹنگ شروع نہیں ہوگی۔ ابھی پورے دو گھنٹے باقی ہیں۔ کون انتظار کرے۔ ہمیں کیا خبر کہ بھارت کے فلمساز وقت کے اتنے پابند ہیں۔ پتا چلتا ہے کہ یہاں باقاعدہ اوقات کار ہیں۔ شام سارھے چھ بجے کے بعد اسٹوڈیو بند ہو جاتا ہے۔ رات کی شوٹنگ ضروری ہو تو اس کے لیے اتنا اسٹاف آجاتا ہے۔ اتوار کو شوٹنگ بند رہتی ہے۔ ہمیں پاکستان کے اسٹوڈیوز کی عادت پڑی ہے۔ اس لیے اس وقت آگئے ہیں۔ چھوڑیے۔ شہر دیکھتے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن ہے۔ بک اسٹال سے کچھ رسالے خریدتے ہیں۔ تمام سنیما گھروں میں ہاؤس فل کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ کہیں نئی فلمیں ہیں، کہیں پرانی۔ اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ دھوپ کڑاکے کی پڑ رہی ہے۔ بمبئی کی گرمی جس میں حبس ہی حبس ہوتا ہے۔ اس سے بچنے کے لیے کسی ایئر کنڈیشنڈ سنیما میں کچھ وقت گزر جائے۔ ریگل، ریوالی، پیلس نام کے سنیما ہر شہر میں ہوتے ہیں سو یہاں بھی ہیں لیکن آج ہفتہ ہے۔ اس لیے سب ہاؤس فل ہیں۔ بالآخر طے ہوتا ہے کہ اپنے ہوٹل چلتے ہیں آرام کر کے شام کو کھانے کے لیے بلراج ساہنی کی طرف چلیں گے۔

بلراج کے ہاں رات کو پھر پنجاب جاگ رہا ہے۔ بلراج اپنی بیٹی کا تعارف کراتے ہیں۔ اس کا نام صنوبر ہے۔ بلراج کا بیٹا بھی اداکار ہے مگر وہ ادھر نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بعد خواجہ احمد عباس بھی آجاتے ہیں، کرشن چندر بھی۔ کرشن چندر کی بیگم کسی اور تقریب میں گئی ہیں۔ اس لیے ساتھ نہیں آئی ہیں اب باتیں پاکستان اور بھارت پر بھی چل پڑتی ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ پاکستان کے لوگ کیا چاہتے ہیں۔ میں بتاتا ہوں پاکستان کے لوگ تو ہمیشہ سے امن چاہتے رہے ہیں۔ عوام کا تو کبھی کوئی قصور نہیں تھا۔ ہماری بدقسمتی صرف یہ ہے کہ ہمارے ہاں جمہوریت نصیب نہیں ہوئی۔ غیر نمائندہ فوجی حکومتیں چلتی رہیں آپ کو ہمیشہ جمہوریت ملی رہی لیکن آپ نے ہمیشہ ہماری کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا۔ اس پر باقی لوگ تو چپ رہتے ہیں۔ کرشن چندر کچھ چمکتے ہیں اور کہتے ہیں کیا مطلب۔ میں مختلف واقعات گنواتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ یہ بنگلہ دیش تو وہاں کے لوگوں کی اپنی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں اور پاکستان کے عوام اسے بھارت اور روس کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ کہتے ہیں۔ کرشن چندر کہتے ہیں۔ ”مجھے تو اب بھی لگتا ہے کہ چین آپ کو ہم سے لڑوائے گا۔“ میں کہتا ہوں۔ کرشن صاحب میں ادب میں آپ سے بہت جونیئر ہوں لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ لڑنے کے لیے ہمیں چین کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم کہیں گے کہ لڑنا ضروری ہے تو ضرور لڑیں گے۔ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ روس آپ کو ہم سے لڑواتا ہے لیکن نہیں کہتے کیونکہ ہندوستان خود ہم سے لڑتا ہے۔ بعد میں مدد کرنے والے بہت سے ہو سکتے ہیں، کرشن صاحب مصر ہیں کہ نہیں چین آپ کو ہم سے پھر لڑوائے گا۔'' مسز ساہنی کہہ رہی ہیں۔ ''کرشن جی آپ کو کیا ہو گیا ہے ہمیں تو ایسی باتیں کرنی ہیں کہ یہ لڑائی جھگڑا ختم ہو۔ ہمارے آپس کے مسئلے ہیں۔ انہیں طے کرنا ہے۔'' میں خواجہ صاحب اور کرشن صاحب سے کہتا ہوں کہ آپ کے ہاں کچھ بھی تصور ہو۔ ہمارے چین سے ایسے تعلقات نہیں ہیں جیسے آپ کے روس سے ہیں۔ یہ اصولوں کی دوستی ہے۔ چین نے کبھی ہمارے معاملات میں مداخلت نہیں کی ہے مجھے معلوم ہے کہ روس مختلف اداروں کے ذریعے ہندوستان میں بھی پیسے بانٹتا ہے۔ پاکستان میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ مزدوروں کی انجمنوں میں، ادیبوں میں، صحافیوں میں۔ اس کے ثبوت بھی ملے ہیں لیکن چین نے کبھی یہ رویہ اختیار نہیں کیا ہے۔ آپ کے اور ہمارے درمیان مسائل موجود ہیں جن پر کسی وقت بھی لڑائی ہو سکتی ہے اور ہوئی ہے۔ اس وقت بھی ہوتی تھی جب چین آپ کا دوست تھا۔ مسئلے جب تک نہ طے ہوں تو کیسے امن ہو سکتا ہے۔

میں ان سے کہتا ہوں کہ سیاست دان تو چلیے اپنی مصلحتوں کے تحت لڑتے رہتے ہیں۔ لوگوں کو لڑواتے بھی ہیں۔ ہم ادیب کیا کرتے ہیں۔ ہم تو انسانیت کے دکھ کو ان سرحدوں کے حوالے سے نہیں جانتے۔ نوے ہزار انسان آپ کی قید میں ہیں۔ ریڈ کراس نے لکھا ہے کہ پنجرے کا لفظ اتنے بھرپور معنوں میں آج تک ہی شاید کہیں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ میرٹھ کے کیمپ کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے۔ آپ میں کسی نے ان کے لیے کچھ کیا؟ تمام بین الاقوامی اصول بھی پس پشت ڈال دیے گئے ہیں۔''

اس کا جواب ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے ایک دستخطی مہم چلائی تھی اور اس پر کافی ادیبوں اور دانشوروں کے دستخط لے لیے تھے۔ سردار علی جعفری اس کے لیے پیش پیش تھے لیکن اندرا جی نے کہا کہ یہ پریس میں نہ دی جائے کیونکہ اس سے ہمارے موقف پر زد پڑے گی۔ میں کہتا ہوں کہ کرشن جی! انسانوں کے درمیان جب یہ سیاسی مصلحتیں آتی ہیں تو آفاقی ادب دم توڑ دیتا ہے۔ بلراج کہہ رہے ہیں کہ میں شوٹنگ کے لیے آگرے گیا۔ شوٹنگ کے مقام سے تھوڑی دور ہی ایک کیمپ تھا۔ مجھے معلوم ہوا تو میں اس کے پاس سے گزرا، کیسا کیسا پنجابی جوان خاردار تاروں کے پیچھے تھا۔ مجھے بڑا دکھ محسوس ہوا میں کیا کر سکتا تھا۔ کرشن جی۔ ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔ صرف کرشن چندر کا لہجہ جارحانہ ہے۔ خواجہ صاحب بھی، بلراج بھی محبت سے بات کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب تو بتا رہے ہیں کہ حال ہی میں ایک تقریب ہوئی۔ اس میں مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ ایک گلوکارہ نے دو اردو غزلیں گائیں اس میں ایک فضل شفائی کی تھی۔ جو اس گلوکارہ نے شاید ریڈیو پاکستان سے سن کر تیار کی تھی میں نے اس پر بلٹز میں لکھا تھا۔ انہی باتوں کے درمیان کھانا ہو رہا ہے۔ مسز ساہنی اور صنوبر ساہنی مجھے پنجابی چیزیں کھلانے پر مصر ہیں۔ سب چہروں پر ایک تعطل کی سی کیفیت ہے۔ ہم صدیوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں پہچانتے ہیں۔ اپنے مسائل بھی جانتے ہیں۔ انہیں طے کرنے کی بجائے قوت کے مظاہروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواجہ احمد عباس، کرشن چندر، بلراج ساہنی جن زبانوں میں لکھتے ہیں ان میں، میں بھی لکھتا ہوں۔ ایک دوسرے کی زبان بھی سمجھتے ہیں لیکن مسئلوں کی دیواروں کو گراتے نہیں ہیں۔

اس دلچسپ سفرنامے کی سنسنی خیز روداد
اگلے ماہ انہی صفحات پر ملاحظہ فرمائیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com

وہ میرا دولہا ہے

فرح انیس

خوشیاں اچانک ماتم میں بدل گئیں اور پھر وہ پانچوں بھائی دولہا سمیت کسی اور دنیا میں پہنچ گئے

تھرڈ فلور کے فلیٹ نمبر 125 سے رات بارہ بجے دل دہلا دینے والی چیخوں نے آس پاس کے فلیٹ کے مکینوں پر خوف سا طاری کیا ہوا تھا۔ پوری بلڈنگ میں ان چیخوں سے عجیب سی دہشت طاری ہوگئی تھی۔ روز رات بارہ بجے سے فجر تک وقفے وقفے سے فلیٹ نمبر 125 سے آنے والی پانچ لڑکیوں کی چیخوں کے پیچھے کیا ماجرا تھا۔ آیئے آپ کو بتاتے ہیں۔

''دو ہفتے ہو گئے۔ شفٹ ہوئے پر کام سمٹنے کا نام نہیں لے رہا۔'' ماہم بیڈ پر بیٹھتے ہوئے عائشہ سے بولی۔

''صحیح کہہ رہی ہو یار۔ میرا تو تھکن سے برا حال ہو گیا۔'' زوہا بیڈ پر لیٹی شرارت سے بولی۔

زوہا کی بات پر ماہم، عائشہ اور علینہ اسے غصے سے گھورنے لگیں۔ ان پانچ بہنوں میں سب سے کام چور زوہا تھی۔

''آپی آپ کیوں اتنی چپ چپ سی ہیں۔ جب سے ہم نئے گھر میں آئے ہیں آپ بہت چپ سی رہنے لگی ہیں۔'' سب سے چھوٹی علینہ، ندا کو خاموش پا کر بولی جو سب کے درمیان خاموش سی بیٹھی تھی۔

''نہیں چندا ایسی کوئی بات نہیں۔'' ندا مسکرا کر چھوٹی بہن کو ٹالتے ہوئے بولی۔

روحی بیگم کو اللہ نے پانچ بیٹیوں سے نوازا تھا۔ سب سے بڑی ندا، ماہم، عائشہ، زوہا اور پھر سب سے چھوٹی علینہ تھی۔ اللہ نے بیٹا کوئی دیا نہیں تھا۔ ارشد صاحب کی اپنی پانچ بیٹیوں میں جان تھی۔ روحی بیگم پہلے سسرال کے ساتھ رہتی تھیں۔ کچھ دنوں پہلے ہی وہ اس نئے گھر میں شفٹ ہوئے تھے۔ پانچوں بہنوں میں اتنی محبت تھی کہ نئے گھر میں بھی پانچوں بہنوں نے اپنے لیے ایک ہی کمرا لیا۔ کچھ دنوں سے سب محسوس کر رہے تھے کہ ندا جب سے نئے گھر میں آئی ہے، بہت چپ سی ہوگئی ہے۔

☆.....☆.....☆

رات تین بجے ندا کی خوف سے گھبرا کر آنکھ کھل گئی۔ پندرہ دن سے وہ مستقل ایک ہی خواب دیکھے جا رہی تھی کہ وہ دلہن کا لال لباس پہنے ایک لڑکے کے پیچھے بھاگ رہی ہے، جو دولہا بنا ہوا ہے وہ اس کے پیچھے بری طرح سے دوڑ رہی ہے۔

وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی ڈال

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

کر پینے ہی لگی تھی کہ عجیب سی آواز پر اچھل پڑی اور جب سامنے نگاہ گئی تو اس کی خوف سے آنکھیں پھٹ گئیں۔

☆.....☆.....☆

روحی بیگم نے اپنی پانچوں بیٹیوں کو شاپنگ کے پیسے دیے تھے۔ ندا سارے کے سارے ایک ہی رنگ کے لال جوڑے لے آئی۔ روحی بیگم حیران تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ندا کو تو لال رنگ ہی پسند نہ تھا۔

رات دو بجے ماہم کی کسی کے بولنے کی آواز پر آنکھ کھلی تو سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس رکھی کرسی پر ندا کو بولتے پایا۔ لال لباس میں سر پر دوپٹہ لیے ہوئے، فل میک اپ میں وہ کسی سے شرما شرما کر ندا کو باتیں کرتا دیکھ کر ماہم کا خوف سے برا حال ہو گیا تھا۔ اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اٹھ کر ندا کے پاس جائے۔

اس نے اپنے برابر میں لیٹی عائشہ کو آہستگی سے اٹھایا۔ عائشہ اٹھ کر ندا کے پاس گئی۔ کمرے کی لائٹ جلا کر اس نے ندا کو غور سے دیکھا جس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔

''ندا یہاں کیا کر رہی ہو۔ اٹھو یہاں سے۔'' عائشہ ندا کو اس حال میں بیٹھے دیکھ کر غصے سے بولی۔

''تمہیں نظر نہیں آ رہا، میں اپنے دولہا سے بات کر رہی ہوں۔ اندھی ہو گیا۔ جاؤ جا کر سو جاؤ۔'' ندا چیختے ہوئے بولی۔ اس شور سے علینہ، زوہا کی بھی آنکھ کھل گئی۔

''یہ ندا آپی کو کیا ہو گیا؟'' علینہ، زوہا کا خوف سے بازو پکڑتے ہوئے بولی۔ روحی بیگم بھی گھبرا کر کمرے میں آ گئی تھیں۔

''کیا شور مچا رکھا ہے اس وقت تم لوگوں نے۔''

''امی دیکھیں نا اپ کے داماد آئے ہوئے ہیں اور یہ سب بدتمیزی کر رہی ہیں۔'' ندا ناراضگی سے بولی۔

''احمد سلام کریں امی کو۔'' ندا اپنے برابر میں نادیدہ ہستی کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''السلام علیکم ساس جی۔'' بھاری مردانہ آواز پر روحی بیگم چکرا کر گر گئیں۔

☆.....☆.....☆

کل رات سے روحی بیگم ندا کو لے کر پریشان اور خوفزدہ تھیں۔ ارشد صاحب سے انہوں نے کسی روحانی بزرگ کو ندا کو دکھانے کے لیے کہا تھا۔

''آج ندا کو لے کر ان بزرگ کے پاس پہنچے تھے۔ ابھی ان بزرگ نے اس پر پڑھ کر پھونکا ہی تھا کہ ندا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

بھاری مردانہ آواز میں چیخی۔

''خبردار میری دلہن کو کچھ کہا۔ میں اس کا دولہا ہوں میں نہیں چھوڑوں گا اس کو۔'' یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہوگئی۔

☆.....☆.....☆

''ارشد صاحب آپ گوشت نہیں لائے۔'' کچن میں کھڑی روحی بیگم بولیں۔

''ارے آج صبح ہی تو لایا ہوں بیگم۔'' ارشد صاحب ٹی وی دیکھتے ہوئے بولے۔ فریج سے گوشت غائب تھا۔ روحی بیگم پریشان کھڑی ہوئی تھیں۔

رات پیاس کی شدت سے روحی بیگم کی آنکھ کھلی تو کمرے میں پانی ختم دیکھ کر وہ کچن میں آگئیں۔ کچن سے آتی عجیب آواز پر ان کے قدم ٹھٹک سے گئے مگر سامنے کے منظر نے ان کے پیروں تلے سے زمین ہی کھینچ لی تھی۔ ماہم فرش پر بیٹھی گوشت کو دونوں ہاتھوں سے نوچ نوچ کر کھا رہی تھی۔ اس کے منہ سے کھاتے ہوئے بلیوں جیسی غراہٹ اور آنکھوں میں بلیوں جیسی چمک تھی۔ منہ ہاتھ پر لگے خون کو وہ اب ہاتھ سے چاٹ رہی تھی۔ روحی بیگم منہ پر ہاتھ رکھ کر خوف سے اپنے کمرے کی جانب بھاگیں۔ روحی بیگم کو کمرے میں یوں آتا دیکھ کر ارشد صاحب کی آنکھ کھل گئی تھی۔ انہوں نے سانس بحال کرتے ہی میاں کے گوش گزار سارا معاملہ کردیا۔

دونوں میاں بیوی اس نئی افتاد سے بہت بری طرح سے خوفزدہ ہوگئے تھے۔

☆.....☆.....☆

رات بارہ بجتے ہی ندا باہر جانے کے لیے چلانے لگتی کہ مجھے جانے دو۔ میرا دولہا بلا رہا ہے۔''

دوسری جانب ماہم کچا گوشت کھانے کے لیے مچلتی رہتی تھی۔

روحی بیگم نے فریج کو تالا لگا دیا تھا۔

''امی مجھے روز خواب میں مائرہ آپی دکھتی ہیں۔ وہ مجھے ایک گندی گلی میں کھڑی ہوکر بلاتی ہیں۔'' عائشہ اپنی ماں سے روتے ہوئے بولی۔

''میں تنگ آگئی ہوں۔ روز رات وہ مجھے خواب میں بلاتی ہیں۔'' روحی بیگم خوفزدہ سی اپنی تیسری بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ مائرہ ان کی بھانجی جس کی وفات کو دس سال ہوگئے تھے۔ اس پر کچھ آسیبی اثرات ہوگئے تھے اور ان ہی اثرات نے اس کی جان لے لی تھی۔

☆.....☆.....☆

''زوہا بیٹا گھر سمیٹ لو، دیکھو کس قدر پھیلا ہوا ہے۔'' روحی بیگم ابھی گھر آئی تھیں۔ آج وہ صبح سے تینوں بیٹیوں کو ان کے روحانی علاج کے لیے لے کر گئی ہوئی تھیں۔ ارشد صاحب بھی آفس گئے ہوئے تھے۔

''ارے زوہا بیٹا سمیٹ لو۔'' روحی بیگم تھکن سے چور صوفے پر لیٹتے ہوئے بولیں۔

''اچھا سمیٹتی ہوں۔'' زوہا کی آواز پر وہ چونک کر اس کو دیکھنے لگیں مگر زوردار آواز پر وہ اچھل کر بیٹھ گئیں۔ ایک ہاتھ سے زوہا کرسی اٹھا کر رکھ رہی تھی۔ اتنی جان زوہا میں کیسے آگئی کہ وہ اتنا بھاری صوفہ اٹھا کر رکھ رہی تھی۔ روحی بیگم خوفزدہ سی زوہا کو دیکھتے ہوئے چیخیں۔

''زوہا یہ کیا کر رہی ہو؟''

''امی جان گھر سمیٹ رہی ہوں۔'' مردانہ آواز میں زوہا بولتی ایک ایک ہاتھ سے چیزیں اٹھا کر اِدھر اُدھر کر رہی تھی۔ روحی بیگم نے زوہا کا خوف سے ہاتھ پکڑا تو اس نے ایک ہاتھ سے ماں کو دھکا دیا۔ جس پر وہ کافی دور جا گری تھیں، دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پورے گھر کا فرنیچر اٹھا کر اِدھر اُدھر پھینکنا شروع کردیا تھا۔ روحی بیگم کا رو رو کر برا حال تھا۔

اب سب سے چھوٹی بیٹی علینہ ہر وقت چیختی رہتی کہ مجھے کوئی مار رہا ہے۔ کوئی پکڑ رہا ہے۔''

ارشد صاحب اور روحی بیگم دنوں میں بوڑھے لگنے لگے تھے۔ پانچ بیٹیوں کی اذیت نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ بہت سی جگہوں سے علاج کروانے کے باوجود کوئی فرق نہ آیا تھا۔

اب رات بارہ بجتے ہی ندا باہر گیٹ کی طرف دوڑ لگاتی کہ احمد آگئے۔ ماہم گوشت کھانے کے چلاتی۔ عائشہ خواب سے ڈر کر چیخیں مار کر اٹھ جاتی کہ مجھے جانے دو، مائرہ آپی باہر کھڑی ہیں۔ زوہا پورے گھر کا فرنیچر اٹھا کر پھینکنے لگتی اور علینہ یہ کہہ کر چیختی رہتی کہ مجھے چھوڑو، مت پکڑو مجھے۔''

ارشد صاحب اور روحی بیگم پانچوں بیٹیوں کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ماہنامہ داستانِ دل ساہیوال

ادب کی دنیا میں ایک نیا نام

نئے لکھنے والوں کے لئے ایک بہترین پلیٹ فارم

اگر آپ لکھاری ہیں اور تحریر کسی مستند ادارے میں بھیجنا چاہتے ہیں تو ابھی داستانِ دل کو بھیجیں۔ آپ کی تحریر قریب کے شمارے میں پبلش کی جائے گی۔ آپ اپنے افسانے، ناولٹ، ناولز، کہانیاں، جگ بیتیاں، آپ بیتیاں، غزلیں یا پھر نظمیں ہمیں ای میل کے ذریعے، ڈاک کے ذریعے یہاں تک کہ وٹس ایپ کے ذریعے بھی بھیج سکتے ہیں۔ بس آپ کی تحریر اردو میں لکھی ہونی چاہیئے۔ اگر آپ نئے لکھاری ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ اپنی تحریر ہمیں بھیجیں ہم اس کو صحیح کر کے اپنے شمارے کا حصہ بنائیں گے۔ اگر آپ لکھنا نہیں جانتے تب بھی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں آپ ہمیں کوئی بھی اچھی سی غزل یا اقوال زریں انتخاب کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ وہ بھی داستانِ دل کا حصہ بنے گا۔ اس کے علاوہ آپ اپنی تحریر موبائل پر بھی میسج کر سکتے ہیں بس اردو میں تحریر ہو۔

ہمارے داستانِ دل کے سلسلے کچھ اس طرح سے ہیں

محبت نامے، ملک کی ممتاز شخصیات کا انٹرویو، افسانے ناولز، ناولٹ، غزلیں، نظمیں، حمد، نعت اور انتخاب

اس کے علاوہ آپ کی ہر تحریر کو ہمارے شمارے میں خاص جگہ دی جائے گی۔ آپ ہمارے سارے شمارے پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر پڑھ سکتے ہیں اور پڑھ کر اپنی رائے دے سکتے ہیں

ہمارا ایڈریس ہے۔

ندیم عباس ڈھکو چک نمبر L۔5/79 ڈاکخانہ 5.L/78 تحصیل و ضلع ساہیوال

وٹس ایپ نمبر:03225494228

ای میل ایڈریس ہے abbasnadeem283@gmail.com

سنبھالتے سنبھالتے نڈھال ہو جاتے، فجر ہوتے ہی پانچوں بے ہوش ہو کر گر جاتیں۔

☆.....☆.....☆

''کیسی ہے آپ کی بیٹیوں کی طبیعت۔'' برابر والے فلیٹ سے مہوش بیگم آئی ہوئی تھیں۔

''بس ویسی ہی ہے۔'' روحی بیگم اتنا کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

''ایک بات پوچھوں برا نہ مانیے گا۔ آپ کی بیٹی کسی احمد کا نام لے کر رات کے وقت چیختی ہے۔''

''پتا نہیں کون احمد ہے مہوش۔ میں جانتی ہوں میری بیٹی کی زندگی میں کوئی احمد نام کا نہیں تھا۔ پر جب سے یہاں آئے ہیں تب سے.....'' یہ کہہ کر وہ اپنے آنسوؤں کو روکنے لگیں۔ مہوش بیگم ہمدردی سے روحی بیگم کو دیکھنے لگیں جن کی آنکھوں کے نیچے گہرے سیاہ حلقے واضح دکھائی دیتے تھے۔

''پر میں جانتی ہوں احمد کون ہے؟'' مہوش بیگم کی بات پر روحی بیگم چونک کر مہوش بیگم کو دیکھنے لگیں۔

☆.....☆.....☆

''نفیسہ کے شوہر کا انتقال بہت پہلے ہی ہو گیا تھا۔ اس کے پانچ بیٹے تھے۔ سب سے بڑا احمد پھر روحیل، علی، نومی اور سب سے چھوٹا شان، نفیسہ اسی فلیٹ میں ایک عرصے سے مقیم تھیں۔ اپنے پانچوں بیٹوں کے ساتھ پوری بلڈنگ کو بڑی محبت تھی۔ نفیسہ کے بیٹوں سے۔ وہ پانچوں بھی سب کا بہت خیال رکھتے تھے۔ نفیسہ اپنے بڑے بیٹے احمد کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی تھیں اور پھر انہیں ندا نامی لڑکی اپنے بڑے بیٹے احمد کے لیے پسند آ گئی۔ پوری بلڈنگ احمد کی شادی کی تیاریوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھی۔ بارات والے دن ایک ہی گاڑی میں پانچوں بھائی ایک ساتھ بیٹھے تھے۔ روحیل گاڑی چلا رہا تھا۔ چاروں مل کر احمد کو چھیڑ رہے تھے۔ احمد کی خوشی بھی دیکھنے والی تھی۔ گاڑی میرج ہال سے اب تھوڑے ہی فاصلے پر تھی کہ سامنے سے آتے آئل ٹینکر سے ٹکرا گئی۔ ایک دھماکہ ہوا اور سب کچھ ختم ہو گیا۔ ایک کہرام مچ گیا تھا۔ ایک ہی گھر سے پانچ میتیں ایک ساتھ اٹھیں تو نفیسہ غش کھا کر گر پڑیں۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔

تھوڑے ہی دن بعد نفیسہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کا دل اس بڑے صدمے کو سہار نہیں پایا تھا۔''

مہوش بیگم آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے بولیں۔ ان کو وہ پانچوں آج بے تحاشا یاد آ گئے تھے۔

☆.....☆.....☆

مہوش بیگم کے میاں ہی ایک بزرگ کو لے کر روحی بیگم کے گھر آئے تھے۔ پورے گھر کو دیکھنے کے بعد وہ لڑکیوں کے کمرے میں بیٹھ گئے۔ سب خاموش بیٹھے تھے۔ آنکھیں بند کیے وہ قرآنی آیات پڑھ رہے تھے کہ ندا میں سے آتی مردانہ آواز پر انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور اب وہ ندا کو دیکھنے لگے تھے۔

''احمد تم جاؤ، اس کو چھوڑ کر یہاں سے۔'' بزرگ کے بولنے پر وہ بولا۔

''میں نہیں جاؤں گا۔ یہ میری دلہن ہے۔''

''اور ہم بھی نہیں جائیں گے یہاں سے یہ ہمارا گھر اور ہمارا کمرا ہے۔'' باقی چاروں لڑکیوں میں سے بھی مردانہ آوازیں ایک ساتھ برآمد ہوئی تھیں۔

''دیکھو تم لوگوں کا اب اس دنیا میں کوئی کام نہیں۔ تم پانچوں ان کو چھوڑ دو۔ تم لوگوں کی موت حادثاتی تھی۔ اس میں ان بے چاریوں کا کیا قصور۔ تم لوگ تو سب سے اتنی محبت کرتے تھے۔ پھر اپنی موت کا بدلہ ان سے کیوں لے رہے ہو۔ تم لوگوں کی موت اسی طرح لکھی ہوئی تھی۔ اس میں ان کا کیا قصور، اب یہ گھر تمہارا نہیں ہے، ان کا ہے۔ ان کو سکون سے رہنے دو، تم لوگ تو اتنے محبت کرنے والے تھے، مت کروایسا۔''

تھوڑی ہی دیر میں یوں لگا جیسے پانچوں لڑکے رونے لگے ہوں۔

''ہم جا رہے ہیں، اللہ حافظ۔'' یہ کہہ کر پانچوں لڑکیاں بے ہوش ہو کر گر گئیں۔

☆.....☆.....☆

''آج اس واقعے کو پانچ سال ہو گئے۔ ندا اور ماہم کی شادی ہو گئی ہے۔ اب کچھ دنوں بعد عائشہ اور زوہا کی بھی شادی ہونے والی ہے۔ سب بہت خوش ہیں اور پھر کبھی اس فلیٹ سے کسی نے چیخوں کی آواز نہیں سنی۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کرنے لگی تھی۔ اس نے آہٹ پر دیکھا تھا اور اُسے وہاں زارا، سارہ، نمرہ اور لائبہ کے علاوہ کوئی اور بھی محسوس ہوا تھا۔ وہ باقاعدہ کانپنے لگی تھی اور اُسے دیکھ کر سارہ کو فکر لاحق ہوئی تھی۔

''مہر! کیا ہوا ہے؟ تم ٹھیک تو ہو؟'' اس کی توجہ بٹی تھی۔ اس نے سارہ کی طرف دیکھا اور نفی میں گردن ہلاتی کمرے میں نظر دوڑانے لگی تھی مگر اب وہاں ان لڑکیوں کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ اور اُٹھ کر چینج کرنے چلی گئی تھی۔ دروازے کا لاک لگاتے ہی اُسے پھر شدید احساس ہوا تھا کہ وہ اکیلی نہیں ہے اور وہ باقاعدہ لرزنے لگی تھی۔ اور بے قراری سے اطراف میں نگاہ دوڑا رہی تھی کہ اس کی آنکھوں کے عین سامنے ایک پری وش آن کھڑی ہوئی تھی جسے دیکھ کر اُس نے بے ساختہ چیخ ماری تھی۔

''ڈرو نہیں مہر! میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔'' وہ مسکرائی تھی۔ اور وہ اپنے پورے وجود سے نیچے آن گری تھی۔

☆.....☆.....☆

اُسے جب ہوش آیا بہت ساری خواتین اس کے اردگرد بیٹھی تھیں۔ آیت الکرسی اور درود شریف کا ورد کر کے اس پر پھونکیں مارتی اس کی ماں کی آنکھوں میں بے حد نمی تھی۔

''اسی لیے منع کیا تھا کہ رات کے وقت قبرستان کے پاس سے نہ گزرو مگر تم لڑکے، لڑکیوں نے کسی کی ایک نہ سنی، وہاں جواد پڑا ہے اور یہاں یہ مہرین!'' مہرین کی سب سے بڑی ممانی بولی تھیں اور وہ انہیں دیکھنے لگی تھیں اور اس کی آنکھوں کی سرخی اُن سب کو ہی سہا گئی تھی۔

''اماں! لگتا ہے اس پر کسی شے کا سایا ہو گیا ہے۔'' مہرین کی بڑی خالہ کا اتنا کہنا تھا کہ اس کی ماں بری طرح رونے لگی تھی۔ انہیں بمشکل کمرے سے باہر بھیجا گیا تھا اور پھر سب صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

☆.....☆.....☆

صبح روحانی علاج کرنے والے ایک بابا کو بلایا گیا تھا۔ جنہوں نے ان کے شک کی تصدیق کر دی تھی۔ اُسی دن سے مہرین کا علاج شروع ہو گیا تھا۔ مگر دو ہفتے گزرنے کے باوجود بھی بہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تھی، تب مہرین کے والدین کو کسی نے ایک عامل کا پتا دیا تھا اور وہ مہرین کو اس کے پاس لے گئے۔

عامل نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں موجود لکڑی کی تسبیح بڑی تیزی سے دانے گراتی جا رہی تھی۔

''کون ہو تم، اور کہاں سے اس بچی کو پریشان کرنے آئے ہو؟'' انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر گھماتے ہوئے گردن کو دائیں بائیں جنبش دینے کے ساتھ ہی عامل نے سوال کیا تھا مگر جواباً خاموشی تھی، اس عامل نے پے در پے کئی سوال کیے مگر ہنوز خاموشی کا راج تھا کہ اس عامل نے اپنی سرخ نگاہیں اِدھر اُدھر گھمانے کے بعد بالکل چپ کسی مجسمے کی طرح بیٹھی مہرین کا ہاتھ پکڑ لینا چاہا تھا کہ اس عامل کے ہاتھ پر درمیان میں ہی گرفت ہو گئی تھی۔ اس نے نگاہیں اٹھائی تھیں۔ مہرین کے ساتھ ایک بے حد حسین اٹھارہ یا انیس سال کی لڑکی بیٹھی تھی۔ جس کی بے حد حسین چمکیلی آنکھوں میں غصہ ہلکورے لے رہا تھا اور وہ سرخ آنکھوں سے اُس عامل کو گھور رہی تھی۔

''کون ہو تم؟'' اس عامل نے نہ چاہتے ہوئے بھی اپنا ہاتھ چھڑا کر غراتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔ اور وہ اپنے بارے میں سب کچھ بتاتی چلی گئی تھی کہ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی اور اس کی خوبصورتی اس کی سب سے بڑی دشمن بن گئی تھی۔ بچپن سے تعریف و توصیف سمیٹتی جب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو وہ لوگوں کی اچھی بری نظروں کو خوب محسوس کرنے لگی تھی اور اس کے پاپا کے دوست جو بچپن سے اس کو ایک بیٹی کی طرح ٹریٹ کرتے رہے تھے یکدم ان کی نظریں و نیت کیا بدلی تھی سب کچھ تہس نہس ہو کر رہ گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ان کا بہانے بہانے سے اُسے ہاتھ لگانا، اپنے قریب کرنے کی کوشش کرنا سب کچھ اتنا عجیب تھا کہ وہ ان کے سامنے آنے سے ہی کترانے لگی تھی۔ مگر وہ ہر دوسرے دن ان کے گھر چلے آتے تھے اور 24 مارچ 2004ء کی شام جب وہ آئے، سوئے اتفاق وہ پہلی دفعہ گھر پر اکیلی تھی۔ اس کے پاپا کی کسی کزن کی ڈیتھ ہوگئی تھی اور وہ اُسے گھر پر چھوڑ کر جلد آنے کا کہہ کر چلے گئے تھے اور اُن کی تو اس کو گھر میں اکیلے پاکر دیرینہ مراد بر آئی تھی اور وہ نیت کی گندگی کو چھپا نہیں پائے تھے اور وہ عزت کی حفاظت کرتے کرتے جان سے چلی گئی تھی۔

اس کی یوں اچانک موت اس کے والدین کے لیے صدمہ ثابت ہوئی تھی۔ ان کے ساتھ کیا کچھ ہوا یہ ایک الگ کہانی تھی۔ جہاں تک اس کی بات تھی اس کو مرنے کے بعد ایک دن بھی چین نہیں ملا تھا اور 24 مارچ کو اس کی بے کلی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور جس شخص کی بدنیتی اُسے موت کے گھاٹ اتار گئی تھی اس کا انجام بھی کچھ خاص نہیں ہوا تھا۔ اور اس کی فیملی کو کیا کچھ برداشت کرنا پڑا لیکن جس شام اس نے اپنی بیٹی کو اپنے ڈرائیور کے ساتھ بہت نازیبا انداز میں دیکھا تھا۔ اُس شام اُسے گل بہت یاد آئی تھی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر روتا اس سے معافی طلب کرتا نیم دیوانہ ہوگیا تھا اور تین سال بعد اس کی حالت کے سبب گل کو کچھ سکون ملا تھا مگر 24 مارچ کی شام اس پر اب بھی بھاری ہی گزرتی تھی۔ اس کی روح بھٹکنے لگتی تھی لگتا تھا جیسے کہیں امان نہیں ملے گی اور جب وہ پہلی دفعہ مہرین سے ملی اُس شب بھی 24 مارچ تھی۔ وہ بھٹکتے بھٹکتے قبرستان کی فٹ پاتھ پر ذرا دیر کو ستانے بیٹھی تھی کہ کوئی اس کی تنہائی میں مخل ہوگیا تھا اور ایسا گزرے چار برسوں میں پہلی دفعہ ہوا تھا۔ اس نے غصے سے نظر اٹھائی تھی اور پلٹ کر نہیں آسکی تھی کہ اُس میں اُسے اپنی شبیہہ نظر آئی تھی اور اس نے چار سال بن باس کاٹنے کے باوجود کسی اور کو تو کیا کبھی اپنے مجرم کو بھی تنگ نہیں کیا تھا۔ اس پر سے تو اس کی نگاہ نہیں ہٹ رہی تھی اور

میرا دیس

میرا کاجل' میرا سُرمہ' میری مٹی میرا دیس
میرا جھومر' میرا گجرا' میری مٹی میرا دیس
میرا ہار سنگھار ہے اس سے مجھ کو اتنا پیار ہے اس سے
میرا کنگن میرا جھمکا' میری مٹی میرا دیس
میرے ہونٹوں کی ہے لالی' میرے کانوں کی ہے بالی
میرے ماتھے کی ہے بندیا' میری مٹی میرا دیس
اس کے دم سے رنگ ہے مجھ پر' اس کے دم سے روپ ہے میرا
میرا حسن اور میرا چہرہ' میری مٹی میرا دیس
میرے دل کے آئینے میں' اس کے پیار کا پھول کھلا ہے
میری خوشبو میرا سپنا' میری مٹی میرا دیس
میرے ہاتھ کی انگوٹھی بھی میری کلائی کی چوڑی بھی
میری مہندی میری مالا' میری مٹی میرا دیس

شاعرہ: سعدیہ سیٹھی لندن

اس نے اُسے گرنے سے بچا لیا تھا اور یک ٹک اُسے دیکھ رہی تھی، جو گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھتی چلنے لگی تھی۔ اس کے قدم خود بہ خود اس کا پیچھا کرنے لگے تھے اور اس کی تقرئی سی ہنسی اسے ماضی میں لے گئی تھی اور وہ فیصلہ کن انداز میں اس کے وجود میں اُتر کر اس کے ساتھ ہولی تھی۔

''اس سب میں تمہیں کیا فائدہ ہے؟ جاؤ اس بچی کا پیچھا چھوڑ دو۔'' تمام تفصیل سن کر عامل غرایا تھا اور وہ صاف انکاری ہوگئی تھی۔ اس کا بس یہی کہنا تھا کہ وہ مہرین کو کبھی کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچائے گی اور اس کے ساتھ رہے گی۔

اُس عامل کے بعد بھی کئی عاملوں اور مولویوں کو دکھایا گیا مگر وہ مہرین کا ساتھ چھوڑنے پر راضی نہ ہوئی اس کا ایک ہی جواب ہوتا تھا۔

''میں اپنی جیسی دیکھنے والی لڑکی کی ہمیشہ محافظ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بن کر رہوں گی۔"

اس نے اپنے کہے کی ہمیشہ لاج رکھی تھی۔ وہ مہرین کو تنگ نہیں کرتی تھی۔ بس ایک باڈی گارڈ کی طرح اس کے ساتھ رہتی تھی۔

☆......☆......☆

دو سال گزر گئے تھے۔ مہرین نے انٹر کرلیا تھا۔ اب اس کے رشتے آنے لگے تھے مگر خاندان میں سب کو تمام صورتِ حال معلوم تھی اس لیے کوئی آگے نہیں بڑھتا تھا اور باہر کے بندے کو بھی سن گن مل ہی جاتی تھی، یوں کہیں بھی بات نہیں بنتی تھی اور مہرین کا چلبلا پن تو دو سال قبل ہی غائب ہو گیا تھا رہی سہی کسر اب پوری ہونے لگی تھی۔ وہ اب اُداس رہنے لگی تھی اور جب جب وہ اُداس ہوتی گل اس کے ارد گرد رہنے والوں کو تنگ کرنے لگتی تھی۔ اسے ہر حال میں مہرین کی خوشی درکار تھی۔

مزید دو سال اور گزر گئے۔ اس نے گریجویشن کرلیا، وہ اکثر شام کو اکیلی بیٹھی آپ ہی آپ باتیں کرتی تھی، درحقیقت سحر اس سے باتیں کرتی تھی۔ اُسے خوش رکھنے کی کوشش کرتی تھی مگر ایک قیدی کی سی زندگی اُسے خوشی سے دور رکھتی تھی کیونکہ مہرین اپنی مرضی سے کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ کہیں جانے کے لیے کپڑے تک اُسے گل کی مرضی سے پہننا پڑتے تھے۔ گزرتے وقت کے ساتھ اُسے فورس کرنے لگی تھی اور اس کے انکار پر اُسے بھی نہ چاہتے ہوئے تکلیف دینے لگی تھی کہ وہ دیتی تکلیف خود کو تھی مگر اس کا مسکن چونکہ مہرین کے وجود میں تھا اس لیے اُسے بھی دورے پڑتے۔ کبھی وہ اپنی کلائی پر دانت گاڑھ دیتی اور یہ اذیت و تکلیف دن بہ دن اُسے کمزور کررہی تھی۔

☆......☆......☆

ان کے دور پرے کے عزیزوں کا بیٹا ارسلان ان کے گھر آیا تھا اور اُسے مہرین بہت اچھی لگی تھی اور اس نے مہرین سے شادی کی ضد پکڑ لی تھی۔ اس کے والدین راضی نہ تھے مگر وہ بھی ڈٹ گیا تھا اور ارسلان نے خود آگے بڑھ کر مہرین کے والدین سے بات کی تھی اور وہ تو چاہتے ہی یہی تھے کہ کسی طرح سے مہرین کی شادی ہو جائے اس لیے ارسلان کے والدین کے انکار کے باوجود انہوں نے حامی بھر لی تھی۔ مگر انہیں ڈر تھا کہ وہ اس کی شادی نہیں ہونے دے گی اس لیے پھر ایک پہنچے ہوئے عامل کو بلوایا گیا تھا اور گل نے شادی کی اجازت دے دی تھی مگر جانے کو راضی نہ ہوئی تھی۔

مہرین کی شادی 2013ء میں ہوگئی تھی۔ اس کے ساتھ گل کو رہتے کوئی سات، آٹھ سال ہو گئے ہیں۔ وہ مہرین کو یا اس کے شوہر کو کچھ نہیں کہتی مگر مہرین کا ساتھ چھوڑنے پر ہرگز راضی نہیں ہوتی۔ غصہ و پیار تو ہر رشتے میں ہی چلتا ہے۔ مگر ارسلان ذرا سی تیز آواز میں بھی مہرین سے بات کرے تو گل کو ناگوار گزرتا ہے اور اس کا سارا غصہ مہرین پر ہی اترتا ہے۔ کبھی کبھی ارسلان کو اپنے فیصلے پر پچھتاوا بھی ہوتا ہے مگر کبھی وہ جب دل سے سوچتا ہے تو خود کو مطمئن پاتا ہے۔

☆......☆......☆

آج اس واقعے کو کئی برس گزر گئے ہیں۔ مہرین کے دو بچے بھی ہیں مگر گل اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی جبکہ ہر طرح کا علاج بھی کروایا جاچکا ہے۔ اس سب میں کیا اسرار پوشیدہ ہے؟ یہ کوئی آج تک نہیں جان سکا مگر سب اپنی اپنی زندگی میں مگن ہیں اور وہ بھی مگن تو ہے مگر کبھی سکون کو ترس جاتی ہے کہ قیدی کی سی زندگی تو پرندوں کو بھی متاثر نہیں کرتی وہ تو پھر جیتی جاگتی لڑکی ہے۔ جس کی جوانی اور اس کے خوش کن خواب سب ملیامیٹ ہوگئے۔ بہت کچھ پا کر بھی سب کچھ اَن چاہا ہی رہ گیا۔ مگر وہ اُف تک کرنے کا استحقاق نہیں رکھتی کہ زندگی اس کی ہے مگر اُسے جیا کسی اور نے ہے۔

اس کہانی کے کردار آج بھی اپنی بے بسی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں تو مہرین کے لیے دعا کریں کہ گل اُسے اپنے سحر سے آزاد کردے تاکہ وہ بھی اپنی مرضی سے آزاد فضا میں سانس لے سکے۔

☆......☆......☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

وہ کنگن

شیما عبدالقیوم

اس سہاگن کا قصہ جسے اُس کی ساس ایک کنگن میں باندھ کر ختم کر دینا چاہتی تھی

اصفہان اسے دیکھ کر جتنا خوش تھا وہ اتنی ہی دل گرفتہ اور اداس۔ آج پورے چھ سال بعد وہ آمنے سامنے تھے۔ کہنے کو چھ سال مگر ایک طویل دکھ بھرا عرصہ، جس نے حمرا کو صرف آنسو ہی دیے تھے۔

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From
Paksociety.com

بھید بھرا گھر

فوزیہ فرید احمد

اُس گھر میں وہ نادیدہ پراسرار عورت میری بیٹی ہی کی کیوں دشمن ہوگئی تھی؟

اس گھر میں پراسرار عورت میری بیٹی ہی کو کیوں ڈراتی تھی۔ اس نئے گھر میں آئے ہوئے ابھی ہمیں ایک مہینہ بھی نہ ہوا تھا کہ میری چھوٹی بیٹی کے ساتھ عجیب و غریب واقعات پیش آنے لگے۔

یہ نیا گھر چالیس گز پر مشتمل دو منزلہ بنا ہوا تھا۔ زینے بالکل سیدھے بنے ہوئے تھے۔ گراؤنڈ فلور سے اوپر آنے والے زینے کا دروازہ گراؤنڈ فلور سے بھی تھا اور باہر سے بھی۔ یہ گھر ہر طرح کی سہولیات سے آراستہ تھا۔ میں اور میری چھوٹی بیٹی فرسٹ فلور پر رہتے تھے۔ سیکنڈ فلور پر سامان رکھا ہوا تھا جو ابھی سیٹ کرنا تھا۔ گراؤنڈ فلور پر میری بڑی بیٹی ندا رہتی تھی۔ وہ بھی ہمارے ساتھ ہی کرائے پر آگئی تھی۔ میرے شوہر کمپنی کی جانب سے قطر میں جاب کرتے تھے جہاں سے وہ ایک معقول رقم بھیجتے تھے۔ پہلے ہم لوگ کرائے پر رہتے تھے پھر میاں کی بھیجی جانے والی رقم سے میں نے کچھ بچت کر کے اتنے پیسے اکٹھے کر لیے تھے کہ اپنا گھر خرید سکیں۔ یہی نہیں بلکہ اپنے زیور بیچ کر بھی میں نے گھر کے لیے پیسے رکھ دیے تھے۔

جب میرے میاں ایک مہینے کی چھٹی پر گھر آئے تو میں نے خود کا گھر خریدنے کی بات کی۔ وہ خود بھی اپنا گھر خریدنا چاہتے تھے کہ آگے چل کر کوئی پریشانی نہ ہو اسی لیے انہوں نے اپنے دوستوں سے کہہ کر گلستانِ جوہر میں اپنا ذاتی گھر خرید لیا تھا۔ ابھی اس گھر میں کچھ کام باقی تھا۔ اسی لیے ہم وہاں ابھی شفٹ نہیں ہوئے تھے۔ گھر خریدنے میں ہی اتنا ٹائم نکل گیا تھا کہ میرے میاں کی چھٹیاں ختم ہوگئیں اس لیے باقی کا کام وہ اپنے چھوٹے بھائی کے ذمے کر کے خود قطر چلے گئے۔ اس دوران میں ہمیں ابھی کرائے کے گھر میں ہی رہنا تھا۔

یہ کرائے کا گھر اگرچہ گنجان آبادی میں واقع تھا مگر اس میں رہنے کے بعد اندازہ ہوا کہ غیر مرئی مخلوق ہر جگہ موجود ہو سکتی ہے۔ بہرحال بات ہو رہی تھی ردا کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کی، اسی طرف آتی ہوں۔

ایک دن مجھے کچھ سامان کی خریداری کے لیے مارکیٹ جانا پڑا۔ جانے سے پہلے میں نے ردا کو بھی ساتھ چلنے کو کہا مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ٹی وی پر اس کی پسند کی مووی آرہی ہے اس لیے وہ نہیں جا رہی۔ میں نے اس سے کہا کہ تم بور ہونے لگو تو بہن کی طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

چلی جانا۔ وہ کہنے لگے ٹھیک ہے ناں آپ پریشان مت ہوں۔ میں ایسا ہی کروں گی۔ امی وہاں سے آپ میرے لیے میکرونی ضرور لائیے گا۔"

میں نے اس سے کہا۔ "ٹھیک ہے تم آ کر دروازہ بند کرلو۔"

وہ دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی تو میں بھی مارکیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

ردا کمرے میں آ کر مووی دیکھنے لگی۔ وہ مووی دیکھنے میں مگن تھی کہ اسے چھت پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

اس نے وہم سمجھ کر سر جھٹکا اور دوبارہ مووی دیکھنے لگی مگر پھر تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ چھت پر آ گئی۔ یہاں آ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ سامنے ہی اس کی بہن ندا اس کی طرف پشت کیے باریک کنگھی سے جوئیں نکال رہی تھی۔ اس نے اپنی باجی سے پوچھا۔

"باجی کیا بہت زیادہ جوئیں ہوگئی ہیں۔" اس کی آواز سن کر ندا باجی نے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

"ہاں بہت جوئیں ہوگئی ہیں۔ تو آ کر نکال دے۔"

اس آواز کو سن کر ردا چونکی۔ کیونکہ یہ آواز ہرگز ندا باجی کی نہ تھی، اس پر ان کی گھومتی ہوئی آنکھیں جنہیں دیکھ کر ردا کو جھرجھری آ گئی۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹ کر دوڑتی ہوئی وہاں سے بھاگی اور نیچے کے پورشن میں آ کر دم لیا۔ ابھی سانس بحال بھی نہ کر پائی تھی کہ کچن سے ندا باجی باہر آئیں اور ردا کی طرف بڑھنے لگیں۔ ردا کو لگا یہ وہی عورت ہے اور خوف و دہشت سے اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

ندا نے ردا کو جلدی سے سنبھالا اور اسے صوفے پر لٹایا پھر کچن سے پانی لائی اور اس کے چھینٹے ردا کے چہرے پر

مارے جس سے اس کو ہوش آ گیا۔ ندا نے جلدی جلدی قرآنی آیات کا ورد کر کے ردا پر دم کیا۔ ردا یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ ندا نے اس سے کہا کہ کیا ہوا ردا! تم اتنی بدحواسی کی حالت میں آئی تھیں کہ میں ڈر گئی۔ پھر تمہارے بے ہوش ہونے سے مجھے لگتا ہے کہ تم کسی چیز سے بری طرح ڈر گئی ہو۔ مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔"

کچھ دیر تو ردا خاموش رہی پھر اس نے اوپر والی عورت کے بارے میں بتایا جو ندا کی شکل میں تھی۔ ندا نے

Downloaded From Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اس کی بات سن کر کہا کہ "اب کبھی اکیلی اوپر مت جانا۔"
ردا نے اثبات میں سر ہلایا۔

☆☆☆

میں جب گھر پہنچی تو ندا نے دروازہ کھولا۔ میں نے پوچھا۔ "ردا کہاں ہے۔" تو ندا نے کہا۔

"آپ فریش ہو کر آجائیں پھر میں آپ کو ردا کے بارے میں بتاؤں گی۔"

میں فریش ہو کر نیچے آئی تو ندا چائے تیار کر چکی تھی اور ردا، ندا کے ساتھ کھڑی تھی۔ ندا چائے کی ٹرے لے کر کمرے میں آنے لگی تو ہمیں بھی ساتھ آنے کو کہا ہم لوگ کمرے میں آئے تو ندا کہنے لگی۔

"امی آپ کو پتا ہے آج ردا اتنی خاموش کیوں ہے۔" پھر میرے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ ردا سے مخاطب ہوئی۔

"ردا تم امی کو بتاؤ تم کیوں ڈری تھیں۔"

ردا نے جب مجھے وہ سب بتایا جو اس نے دیکھا تھا تو میں حیران رہ گئی۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کرلیا تھا کہ آئندہ ردا کو اکیلا نہیں چھوڑنا ہے اس کے علاوہ میں نے ردا کو آیۃ الکرسی اور دوسری قرآنی آیات پڑھ کر خود پر دم کرنے کی ہدایت بھی کی۔ میں خود بھی اس پر دم کردیا کرتی تھی اس طرح پندرہ دن آرام سے گزر گئے۔

☆......☆......☆

ایک دن میری بڑی بہن نے فون کر کے مجھے اپنے گھر بلوایا، وہ اپنے بیٹے کے لیے لڑکی دیکھنے جارہی تھی اور مجھے بھی ان کے ساتھ جانا تھا۔ میں نے ردا سے تیاری کرنے کو کہا تو وہ کہنے لگی کہ "امی آپ چلی جائیں، میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔"

میں نے اس سے کہا۔ "کوئی پین کلر لے لو۔"

"امی آپ پریشان نہ ہوں میں ندا باجی کی طرف چلی جاؤں گی۔" ردا نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے لیکن بالکل یہاں مت رکنا ابھی چلی جانا۔"

"بہتر امی۔" میں نے اسے کچھ اور ضروری ہدایات دیں اور بہن کے گھر چلی گئی۔

ردا نے سوچا پہلے اپنے کپڑے پریس کرلوں پھر ندا باجی کی طرف چلی جاؤں گی۔ اس نے کپڑے پریس کیے اور باہر کا جائزہ لینے کے لیے کھڑکی پر آگئی۔ وہ کھڑکی کھول کر باہر کی گہما گہمی دیکھنے میں مگن تھی کہ اس کی نظر ساتھ والی کھڑکی پر پڑی۔ اس بھیانک منظر کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔ انتہائی کراہیت زدہ غلاظت سے بھرپور دو ہاتھ اس کی برابر والی کھڑکی سے باہر نکلے ہوئے تھے جیسے کوئی اندر کھڑے ہو کر باہر کی طرف دیکھ رہا ہو۔ یہ ہاتھ کس کے ہو سکتے ہیں؟ یہ دیکھنے کے لیے جب ردا نے منہ اندر کر کے برابر والی کھڑکی کی طرف دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ اس نے دوبارہ کھڑکی سے سر باہر نکال کر برابر والی کھڑکی پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ہاتھ بدستور وہاں موجود تھے۔ اس نے جلدی سے سر اندر کیا اور دیکھا تو اس بار بھی وہاں کوئی نہ تھا۔ غیر معمولی بات کو محسوس کر کے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ اس نے چیخنا چاہا تو آواز جیسے گلے میں گھٹ گئی لیکن اگلے ہی لمحے ایک بھیانک چیخ اس کے گلے سے برآمد ہوئی اور پھر وہ رکے بغیر چیختی ہی چلی گئی۔

ندا نے جو چیخ کی آواز سنی تو فوراً بھاگ کر اوپر آئی اور چیختی ہوئی ردا کو جھنجھوڑا۔ اس سے اس کی چیخیں رک گئیں اور وہ بہن سے لپٹ گئی۔ ندا نے بہن کو لا کر صوفے پر بٹھایا۔ ندا کے پوچھنے پر ردا نے ان ہاتھوں کے بارے میں بتایا۔

"ردا تمہیں اکیلے نہیں رہنا چاہیے تھا یار! جب امی جارہی تھیں تو تم کو بھی ان کے ساتھ جانا چاہیے تھا یا پھر تمہیں فوراً میرے پاس آجانا چاہیے تھا۔"

ردا کچھ نہ بولی بس اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔

میں جب گھر پہنچی تو ندا کو دیکھ کر میں سمجھ گئی ضرور کوئی بات ہوئی ہے۔ میں نے ندا سے پوچھا۔ "ردا کہاں ہے؟"

"آپ آرام سے بیٹھیں، میں آپ کو بتاتی ہوں۔"

پھر ردا کے ساتھ ہونے والے اس واقعے کو ندا نے سنانے کے بعد کہا۔ "امی اب آپ کسی بھی قیمت پر ردا کو اکیلی نہ چھوڑیے گا اگر یہی حالات رہے تو خدا نہ کرے کوئی بھی انہونی بات ہو سکی ہے۔"

"کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔ مجھے اس کی حفاظت کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔" میں نے ردا کو بھی سختی سے تاکید کردی تھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کہ وہ آیۃ الکرسی کا حصار ہر وقت خود پر قائم رکھے۔ میں خود بھی اس پر قرآنی آیات کا دم کر دیا کرتی تھی۔ اس سے یہ ہوا کہ ردا کا ڈر بھی کافی حد تک کم ہو گیا اور کوئی واقعہ بھی پیش نہ آیا۔ میری کوشش ہوتی تھی کہ ردا اکیلی نہ رہے اس کے علاوہ میں نے اس گھر کو چھوڑنے کا تہیہ کر لیا تھا اس کے لیے میں نے ایک دو لوگوں سے بات بھی کر رکھی تھی۔

☆.....☆.....☆

گرمی کا موسم تھا اور لائٹ بھی گئی ہوئی تھی۔ یہ کوئی رات آٹھ بجے کا وقت تھا۔ کھانا میں نے جلدی بنا لیا تھا اس لیے اب فارغ تھی۔ میں اور ردا کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ردا کو پیاس محسوس ہونے لگی تو وہ بولی۔

''امی میں پانی پی کر آتی ہوں۔'' میں بھی اس کے ساتھ اٹھنے لگی تو وہ کہنے لگی۔ ''آپ بیٹھیں میں بھی ابھی پی کر آتی ہوں بلکہ پانی کی بوتل یہیں لے آتی ہوں۔''

میں نے اس سے کہا کہ ''جلدی آ جانا بیٹا۔''

''ہاں ہاں امی بس فریج سے بوتل نکالنی ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔'' وہ بوتل لینے چلی گئی تو میں وہیں لیٹ گئی اور سوچنے لگی ردا کی شادی ہو جائے گی تو میں کتنی اکیلی رہ جاؤں گی۔ کاش میرا کوئی بیٹا بھی ہوتا۔

ابھی میں سوچوں میں گم تھی کہ ردا کی دلخراش چیخ سن کر میں گرتی پڑتی بھاگی۔ میں جب ردا کے پاس پہنچی تو ردا تھر تھر کانپ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ ایک مرتبہ پھر چیخی۔

میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا بیٹا تم ٹھیک تو ہو ناں؟'' اتنے میں ندا کے ساتھ تنویر بھی آ گیا۔ ہم ردا کو سہارا دے کر کمرے میں لائے کچھ دیر بعد جب پانی پی کر اس کے حواس بحال ہوئے تو اس نے بتایا کہ جب وہ فریج سے پانی نکال رہی تھی تو اچانک واش روم کا دروازہ کھلا اور اس میں سے امی نکلیں میں امی کو دیکھ کر سوچنے لگی کہ ابھی تو میں امی کو کمرے میں چھوڑ کر آئی ہوں۔ یہ اتنی جلدی یہاں کیسے آ گئیں۔ میں انہیں دیکھ کر یہ سوچ رہی تھی کہ انہیں اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر ٹھٹک گئی وہ ذرا قریب آئیں تو ان کے چہرے کو دیکھ کر میں دنگ رہ گئی۔ ان کے چہرے سے برستی وحشت اور حلقوں سے باہر آتی آنکھیں مجھے کسی انہونی کا پتا دے رہی تھیں۔ قریب آ کر انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور میری گردن پر رکھ دیے۔ جیسے ہی ان کے ہاتھوں کا دباؤ میری گردن پر بڑھا خوف سے میری چیخ نکل گئی۔ امی خدا کے لیے یہاں سے چلیں ورنہ وہ عورت مجھے مار دے گی۔''

اب تو مجھے اور بھی فکر ہو رہی تھی۔ میں نے تنویر سے کہا کہ بیٹا تم نے ردا کی حالت دیکھ لی ہے اب تم کو ہر حال میں ہمارے لیے ایک گھر کا انتظام کرنا ہے۔ بیٹا تم ہمارا یہ کام کر دو تو میں تمہاری احسان مند رہوں گی۔''

''ارے امی احسان کیسا؟ بیٹا بھی کہتی ہیں اور شرمندہ بھی کرتی ہیں۔ آپ فکر نہ کریں بس میں کل ہی سے کوشش کر کے اسی ہفتے کے اندر اندر کوئی دوسرا گھر تلاش کرتا ہوں۔''

کچھ دیر بعد لائٹ آ گئی تو ہم نے سکھ کا سانس لیا۔

☆.....☆.....☆

اس واقعے کے دوسرے دن کی بات ہے میں اور ردا سو رہے تھے کہ ردا کے شور سے میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو ردا اپنی گردن پکڑے رو رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کیا ہوا تو اس نے بتایا کہ وہ سو رہی تھی کہ کسی نے اس کا گلا دبانے کی کوشش کی ہے۔ جب میں نے اس کی گردن دیکھی تو حیران رہ گئی وہاں واقعی کسی کی انگلیوں کے گہرے نشان موجود تھے۔ اب کسی شک و شبے کی گنجائش نہ تھی کہ کوئی میری بچی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے۔

وہ رات ہم نے جیسے تیسے گزاری۔ اگلی صبح ہم نے اپنا ضروری سامان پیک کیا اور میں اپنی امی کے گھر آ گئی۔

جب میری امی یعنی ردا کی نانی کو ان ساری باتوں کا علم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوئیں۔ انہوں نے بھائی سے کہہ کر ہمارے لیے کسی گھر کا کہا اور جب تک ہمیں اپنے ساتھ رہنے کی تاکید کی۔ بھائی کی کوششوں سے جلد ہمیں ایک گھر مل گیا اور ہم وہاں شفٹ ہو گئے۔ یہ گھر بھائی کے دوست کا تھا اور ہر طرح کے شیطانی چکروں سے پاک تھا۔

یہاں آ کر پھر ردا کے ساتھ کچھ نہ ہوا۔ شاید اس کی وجہ وہ تعویذ ہو جو پیش امام نے دم کرنے کے بعد اسے گلے میں پہننے کے لیے دیا تھا۔

آپ لوگ جب بھی گھر لیں پہلے اس کے بارے میں اچھی طرح معلومات کروا لیں تاکہ بعد میں کسی قسم کی کوئی پریشانیاں ہو۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

میرا پیچھا چھوڑ دو

سعدیہ عابد

اُس دوشیزہ کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ' جواب تک اُس مخلوق سے پیچھا نہ چھڑا سکی

یہ کہانی شروع ہوتی ہے ایک چمکیلے سنہرے دن سے، جس کا اختتام ایک اندھیری رات پر ہوا تھا۔ وہ جس وقت اپنی سہیلیوں اور کزنز کے جھرمٹ میں گھر سے نکلی تھی اُسے اندازہ تک نہ تھا کہ واپسی میں وہ اکیلی نہ ہوگی۔ ایک سایا ایک روح اس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے اس کے وجود کو مسکن بنا کر اس کے سنگ چلی آئے گی۔

24 مارچ 2008ء کی شب مہرین کے ماموں کی بارات تھی۔ جس میں اُس نے سنہری رنگ کی دیدہ زیب فراک زیب تن کی تھی۔ سنہری رنگ اس کی اُجلی رنگت پر بے حد کھل رہا تھا۔ لڑکپن کو خیر باد اور جوانی کو خوش آمدید کہتی مہرین کی خوبصورتی اپنی مثال آپ تھی۔ سفید دودھیا رنگت' خوبصورت متناسب سراپا، مدھر آواز جس نے ایک بار اُسے دیکھا اور سُنا، مانو اس کا گرویدہ ہوگیا۔ اور ہنسی ایسی کے جھرنے بہنے لگیں۔ مہرین اپنی کزنز کے ساتھ جس گاڑی میں بیٹھی تھی، وہ خراب ہوگئی، جس جگہ گاڑی خراب ہوئی وہاں سے مہرین کے ماموں کا گھر دس منٹ کی واک پر تھا، اس لیے ساری لڑکیاں لڑکوں کی دیکھا دیکھی پیدل جانے کو مچل اٹھی تھیں۔ مگر گاڑی میں موجود بڑی بوڑھی خواتین نے انہیں ایسا کرنے سے سختی سے منع کردیا کہ سامنے ہی قبرستان تھا۔ جہاں سے گزرنا ناگزیر تھا۔ مگر اس وقت ان لڑکیوں نے اُن کی ایک نہ سنی اور چل پڑیں۔ پیچھے سے ماؤں کی ہدایتیں شروع ہوگئی تھیں کہ سر ڈھانپ کر رکھو، راستے میں بات نہ کرنا نہ ہی ہنسنا۔'' وہ سب لاابالی سی لڑکیاں ان کی باتیں اَن سنی کرتیں مزے سے چل پڑی تھیں اور باتوں کا ایک جہان آباد ہوگیا تھا۔ چلتے چلتے وہ کسی منڈیر سے ٹکرائی تھی، اس سے پہلے کہ وہ گر جاتی کہ ایک لمحے میں وہ واپس سیدھی کھڑی ہوگئی تھی۔ اس کے ساتھ چلتی نمرہ (خالہ زاد) نے آگے بڑھ کر اُسے کچھ کہا تھا اور وہ مدھر ہنسی ہنستی چلی گئی تھی۔ وہ تادیر ہنستی کہ کچھ دیر قبل اُسے اپنے بازو پر نرم سا لطیف لمس محسوس ہوا تھا۔ اور اسی نادیدہ سے وجود نے اُسے گرنے سے بچایا تھا۔

اچانک سے اُسے محسوس ہوا جیسے اُس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

چہرے پر کسی کی نگاہیں گردش کرنے لگی ہوں۔ اس نے گھبرا کر آگے پیچھے دیکھا مگر وہ کسی کو بھی تلاش نہیں کر پائی تھی اور ایک بار پھر اپنی ہی دھن میں چلنے لگی تھی مگر اب کے اُس کی چال میں بے فکری و سرمستی سی نہ تھی اور گھر پہنچنے تک اُسے یہی لگا تھا کہ وہ وہاں سے اکیلی نہیں آئی۔ یہ شدید احساس اُس پر کپکپی طاری کرنے لگا تھا۔

گھر میں نئی دلہن کے استقبال کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ مردانہ آوازیں، بچوں کی کھلکھلاہٹیں اور خواتین کے بے فکرے قہقہے ماحول کو بے حد خوشگوار بنا رہے تھے اور وہ یکدم چپ ہو کر رہ گئی تھی۔ کبھی چہرے پر اضطرابی حالت میں ہاتھ پھیرتی تو کبھی دایاں بازو سہلانے لگتی۔ اس کی یہ بے چین سی کیفیت اپنی اپنی مصروفیات میں الجھے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ تھی۔

اور پھر رسموں کا آغاز ہو گیا تھا۔ وہ ایک شوخ چلبلی لڑکی فوراً ہی سب کے گرد آن کھڑی ہوئی تھی اور جواد (ماموں زاد) اُسے یک ٹک دیکھنے لگا تھا۔ سنہری فراک میں اس کے حسن کی تابانیاں اپنے عروج پر تھیں۔ وہ تادیر اُسے تکتا کہ اُسے یکدم کسی غیر مرئی طاقت نے اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ کمرے میں مختلف آوازیں اور خوف سرسرانے لگا تھا۔ جبکہ جواد بے ہوش ہو گیا تھا، اور وہ سب کو خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ خوشی کے ماحول پر اچانک سے خوف کی فضا طاری ہو چکی تھی۔ جواد کو ہوش میں لانے کی تدبیر کی گئی تھی۔ اس کے ہوش میں آتے ہی اس پر سوالوں کی بوچھاڑ ہو گئی تھی۔ مگر اس کے کان کچھ نہیں سن رہے تھے کہ اس کی سماعت میں تو ایک دلکش مدھر نسوانی آواز ٹھہر گئی تھی۔

''اُس کو نظر بھر کے تو کیا آئندہ نظر اُٹھا کر بھی دیکھا تو آنکھیں نکال کر اُن سے گوٹیاں کھیلوں گی۔''

''وہ باقاعدہ کانپنے لگا تھا اور اس کی حالت دیکھ کر نانا ابو نے بیٹے کے ساتھ اُسے اکیلے کمرے میں بھیج دیا تھا۔ باقی کی رسومات بڑی بے دلی اور خوف کے حصار میں بندھ کر ادا کی گئی تھیں اور وہ نمرہ وغیرہ کے ساتھ جس کمرے میں ٹھہری تھی۔ وہاں چلی آئی تھی۔

اُسے اپنا سر بھاری بھاری لگ رہا تھا۔ جسے تھام کر وہ نمرہ کے واش روم میں آجانے کا انتظار

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

www.paksociety.com

وہ لاکھ کوششوں کے باوجود اصفہان کو بھول نہ پائی تھی۔ اس وقت دونوں شاپنگ مال کے فوڈ کورٹ میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ اصفہان پہلے جیسا ہی تھا بلکہ تھوڑا کمزور ہو گیا تھا جب کہ حمرا پہلے جیسی ہی تھی خوب صورت اور دلکش بس جو آنکھیں مسکراتی رہا کرتی تھیں اب وہاں خاموشی اور اداسی کی گہری چھاپ تھی۔ اصفہان خاموشی سے اسے تکے گیا۔

''حمرا کیسی ہو؟''

''ٹھیک ہوں اور تمہارے بغیر کیسی ہو سکتی تھی میں۔''

''جانتا ہوں۔'' وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔ ''میں نے جو کیا تم جانتی ہو۔ تمہاری رضا مندی سے کیا۔''

''ہاں تو میں نے کب گلہ کیا۔'' وہ برجستہ بولی۔

''جانتی ہو حمرا، ان دو سالوں میں کیا کیا بدل گیا۔ تم نے تو پلٹ کر کبھی بھی میری خبر نہ لی۔'' وہ گلہ کر ہی گیا۔

''کیا کرتی تم سے رابطہ کر کے اصفہان' تمہاری زندگی میں کوئی اور جو آ گیا تھا۔ میں کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتی تھی، نہ کسی کا صبر آزمانا چاہتی تھی۔''

''وہ بھی کب میرا ساتھ نبھا سکی حمرا۔'' اصفہان یکدم ہی اداس ہو گیا۔

''کیا مطلب؟'' حمرا کا دل دھڑک اٹھا۔

''ہاں حمرا! نوین اور میرا ساتھ محض چار سال رہا، وہ بھی مجھے چھوڑ گئی ایک بیٹے کا تحفہ دے کر۔''

''کہاں چلی گئی نوین؟''

''حمرا وہ دوسری بار ماں بننے جا رہی تھی۔ سب کچھ ٹھیک تھا مگر آٹھویں مہینے میں اس کا بلڈ پریشر اتنا بڑھ گیا کہ لاکھ ڈاکٹرز کی کوششوں کے نہ وہ بچ پائی اور نہ ہی میرا بچہ۔'' اصفہان کی آنکھوں کی ویرانی نے حمرا کا دل ہی جیسے بھینچ دیا۔

''اوہ ایم سوسوری اصفہان مجھے قطعاً اندازہ نہ تھا کہ تمہارے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہو گیا۔'' اس نے اپنا ہاتھ اصفہان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''اٹس او کے حمرا یہ سب ایسے ہی ہونا لکھا تھا۔''

وہ زبردستی مسکرایا۔ ''اور تم کیسی ہو حمرا آئی ہوپ کے تمہاری شادی شدہ زندگی اچھی گزر رہی ہو گی۔''

''نہیں!'' حمرا نے جواب دیا۔ ''میں یہ نہیں کر سکی۔ میں تمہاری جگہ کسی اور کو کبھی نہیں دے سکی اصفہان۔''

☆.....☆

اور پھر چند ہی ملاقاتوں میں حمرا اور اصفہان نے پھر سے ایک ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اصفہان کی والدہ اب خاموش تھیں۔ شاید یہی تقدیر کا فیصلہ تھا کہ حمرا نے ہی اصفہان کی زندگی کی ساتھی بننا تھا۔

پانچ سالہ حنان بہت سمجھدار اور پیارا بچہ تھا۔ وہ جلد ہی حمرا سے گھل مل گیا۔ نوین، اصفہان کی خالہ زاد تھی جس کو بہت ضد اور ہٹ دھرمی سے اصفہان کی امی نے اصفہان کی زندگی میں شامل کیا تھا مگر یہ دونوں کی قسمت میں ہی نہ تھا کہ ساتھ زندگی گزار پاتے۔ وہ حمرا اور اصفہان کو ساتھ دیکھ کر بہت خوش تھیں۔ حمرا نے نہایت عمدگی اور سلیقے سے ان تمام کی زندگیوں کو سنبھال لیا تھا۔ البتہ کوئی تھا جو اب بھی حمرا کو اس جگہ مس فٹ سمجھ رہا تھا۔ وہ تھیں نوین کی ماں زیفن خاتون۔ بظاہر تو بھانجے کی زندگی سنور جانے پر انہوں نے اسے خوب دعائیں دی تھیں مگر اندر ہی اندر وہ جیسے انگاروں پر لوٹ رہی تھیں۔

☆.....☆

کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔ باریش آدمی سر جھکائے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

''کیا بتاؤں شاہ جی! وہ ڈائن ہے۔ میری نوین کو اسی کی نظر اور ہائے کھا گئی۔'' زیفن خاتون رو رہی تھیں۔

''تم اب کیا چاہتی ہو، پہلے بھی تمہارے کہنے پر میں نے تمہاری بہن کا دل اس لڑکی کے خلاف کیا تھا۔ اب کیا چاہتی ہو؟''

''بس شاہ جی اس بار کچھ ایسا کر دیں کہ آپا اس لڑکی کو دھکے دے کر باہر نکل دیں۔ میں اپنے نواسے سے بہت پیار کرتی ہوں۔ بھلا بتائیں جو محبت اس کو سگی خالہ دے سکتی ہے وہ کوئی غیر لڑکی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دے سکے گی۔''

''اچھا تو یہ بات ہے۔ اب تم اپنی دوسری لڑکی کو اس گھر کی بہو بنانا چاہتی ہو۔'' وہ ذرا سا مسکرایا۔ عجیب مکروہ مسکراہٹ تھی۔

''جی شاہ بابا۔'' وہ دھیمے سے منمنائیں۔

''نذرانہ لائی ہو؟''

''جی جی بالکل۔'' زیفین خاتون نے پانچ ہزار کے کئی نوٹ پرس سے نکال کر تخت پر رکھ دیئے۔

''ہنہ.....'' ایک اچٹتی نظر نوٹوں پر ڈال کر شاہ نے آنکھیں بند کرلیں۔ ''اس بار بہت ٹیڑھا مسئلہ لے کر آئی ہو۔''

''میرا آسرا تو آپ ہی ہیں شاہ بابا۔'' وہ کفر کی حد تک پہنچ چکی تھی۔

''ٹھیک پر اس بار بڑا مشکل کام لے آئی ہو مگر میری مرید ہو خالی ہاتھ واپس کر دینا میری توہین ہے۔''

''آپ بتائیں، کرنا کیا ہے شاہ بابا۔'' وہ بے صبری سے بولیں۔

''مجھے ایسی عورت کا خون چاہیے جو امید سے ہو اور کوئی ایسا زیور لا کر دو جو وہ لڑکی ہر وقت پہنے رکھے۔'' زیفین خاتون کے چہرے پر پریشانی جھلکنے لگی۔ زیور تو میں لے آؤں گی وہ اسے تحفے کے طور پر دے دوں گی۔ البتہ ایسی کوئی عورت.....'' وہ سوچ میں پڑ گئیں۔

''سوچو اور سوچو کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آئے گا۔'' شاہ نے اس کی سوچ کو تحریک دی۔ ''اب تم جاؤ اور انتظام ہو جائے تو آ جانا۔ مجھے اور لوگوں کو بھی دیکھنا ہے۔''

''جی شاہ بابا۔'' وہ عقیدت سے اس کے ہاتھ چومتی الٹے پاؤں واپس نکل گئیں۔

☆.....☆

''اوہ میرے خدا یقین نہیں آ رہا کہ میرے گھر میں پھر سے خوشیاں لوٹ آئی ہیں۔ میں بہت خوش ہوں بیٹا۔'' اصفہان کی امی نے شرماتی ہوئی حمرا کو گلے سے لگا لیا۔ اصفہان اسے محبت بھری نگاہوں سے تک رہا تھا۔

کچھ دن سے حمرا کی طبیعت کچھ خراب سی تھی اور آج ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد انہیں والدین بننے کی خوش خبری دے ڈالی تھی۔ اصفہان واپسی میں بہت سارے فروٹس اور چاکلیٹس سے لدا پھندا واپس آیا تھا۔ حسب توقع اس کی امی بہت خوش تھیں۔

''بس حمرا اپنا بہت خیال رکھو بیٹا۔ احتیاط کرو میری جان اور گھر کے کاموں کی فکر نہ کرنا میں اور رشیدہ مل کر دیکھ لیا کریں گے، کیوں رشیدہ؟'' انہوں نے کونے میں کھڑی دانت نکوستی رشیدہ کو مخاطب کیا۔

''جی جی بالکل باجی۔'' وہ کھل کر مسکرائی۔

''ارے مما بابا آپ لوگ آ گئے، میں کب سے بور ہو رہا تھا۔'' حنا کمرے سے نکل کر بھاگتا ہوا ان کی طرف آ گیا۔

''جی میری جان!'' حمرا نے اسے محبت سے گود میں اٹھا لیا اور چٹاچٹ اس کے پھولے گالوں کو چومنا شروع کر دیا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''بس میرے پاس آ جاؤ دادی کی جان۔'' نویرہ خاتون نے حنان کو اس سے لے لیا۔

''بیٹا حمرا تم ذرا احتیاط کرنا، اب یوں اسے گود میں اٹھائے مت رکھو۔''

''ارے امی کچھ نہیں ہوتا، یہ تو میرا بڑا پیارا بیٹا ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''نہیں بیٹا فی الحال تمہیں احتیاط کی ضرورت ہے۔'' لمحہ بھر کو نویرہ خاتون کی نگاہوں کے سامنے کچھ عرصہ پہلے کا منظر لہرا سا گیا۔ اصفہان نے پل بھر میں ان کی بدلتی کیفیت کو محسوس کر لیا۔

''ہاں حمرا! پلیز کچھ عرصہ ہی کی تو بات ہے پھر شوق سے اٹھائے پھرنا اپنے لختِ جگر کو۔''

''او کے!'' حمرا نے لاپروائی سے چاکلیٹ کھاتے ہوئے جواب دیا۔

☆.....☆

''میں کیا بتاؤں، کتنی خوش ہوں میں یہ خبر سن

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کر۔ اللہ خیر سے میری حمرا کو فارغ کر دے۔ پتا نہیں کتنی منتیں مان رکھی ہیں میں نے۔'' نوریہ خاتون ان سے فون پر محو گفتگو تھیں ادھر زلفین خاتون کے سینے پر گویا سانپ لوٹ رہے تھے۔

''ہاں ہاں باجی سب خیر ہوگی۔ چکر لگاؤں گی جلد آپ کی طرف اور حمرا کے لیے تحفہ بھی لاؤں گی۔''

''ارے نہیں ان سب کی ضرورت نہیں۔'' وہ بہن کی دلی کیفیت سے قطعاً لاعلم اس کی بظاہر نظر آتی خوشی پر ہی مطمئن ہوگئیں۔

''ارے نہیں باجی یہ تو اس کا حق ہے اور بتائیں حنان تو ٹھیک ہے ناں، حمرا اس کا خیال تو رکھتی ہے ناں۔''

''ارے ایسا ویسا! لاڈلا ہے اس کا۔ دن رات اس کا سایا بنا گھومتا ہے۔''

''بس باجی مجھے حنان کا بڑا خیال رہتا ہے۔ آج اپنی اولاد نہیں تو ساری ممتا اس پر نچھاور کرتی ہے۔ کل کو اگر بدل گئی تو بچہ رل جائے گا۔''

''ارے نہیں بالکل نہیں! میں نے اس کی آنکھوں میں ممتا ہی ممتا دیکھی ہے حنان کے لیے۔ وہ ہمیشہ ایسی ہی رہے گی۔ ہیرا ہے میری بہو۔'' وہ تفاخر سے بولیں تو زلفین خاتون لمحہ بھر کو خاموش رہ گئیں۔

☆.....☆

''ارے یہ شور کیسا ہے نمرہ۔'' زلفین خاتون کی آنکھ کچن میں سے آتی آوازوں پر کھلی۔

''امی جلدی سے آئیں شبانہ کچن دھوتے ہوئے گر گئی ہے۔ کافی چوٹ لگی ہے اسے۔'' نمرہ کے گھبرائی آواز پر وہ لپک کر کچن میں پہنچیں۔ شبانہ نے پاؤں شیلف پر رکھا۔ نائف اسٹینڈ گر گیا تھا۔ پاؤں پر لمبا کٹ لگا تھا جس سے بھل بھل خون بہہ رہا تھا۔ ایک دم ان کے دماغ میں کچھ آیا تم اسے سنبھال کر لاؤنج میں لے آؤ۔ نمرہ میں بینڈیج لاتی ہوں۔'' وہ لپک جھپک کمرے میں جا گھسیں۔ بظاہر شبانہ کی پٹی کرتے کرتے انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اس کا خون اپنے ہاتھ میں پہنے سونے کے کڑے پر لگا لیا یہ خبر انہیں کچھ دن قبل ہی ملی تھی کہ شبانہ بھی امید سے ہے۔

☆.....☆

زلفین خوشی خوشی بہن کے گھر چلی آئیں۔ کڑے پر کام ہو چکا تھا۔ بس یہ کسی طرح حمرا کے ہاتھوں میں جانا تھا۔ مٹھائی سے لدی بہن کو آتے دیکھ کر نوریہ خاتون کے سینے پر دھرا ندامت کا بوجھ آپ ہی سرک گیا۔ بہن ان کی خوشی میں خوش تھیں۔ اس سوچ نے انہیں نہال کر دیا۔

''حمرا! بیٹا ادھر آؤ۔'' انہوں نے کھلتی حمرا کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ ''یہ میری طرف سے تمہاری شادی اور آنے والے تحفے کا تحفہ ہے۔ انکار مت کرنا۔'' حمرا نے حیرت اور مسرت سے اس مہنگے کڑے کو دیکھا۔

''مگر خالہ یہ تو بہت قیمتی ہے۔''

''ہاں، مگر تم سے زیادہ نہیں۔'' بظاہر وہ بہت محبت سے بولیں جب کہ دل اندر ہی اندر نفرت سے کھول رہا تھا۔

''لے لو بیٹا محبت سے دیے گئے تحفے کو انکار نہیں کرتے۔'' نوریہ خاتون ہر بات سے بے خبر محبت سے چور لہجے میں بولیں۔ حمرا نے جھجکتے ہوئے کڑا ہاتھ میں پہن لیا۔

''ماشاء اللہ بہت جچ رہا ہے جیسے تمہارے لیے ہی بنا ہو۔'' زلفین خاتون نے فرطِ مسرت سے حمرا کو چوم لیا۔

''بس اب میں یہ کبھی تمہارے ہاتھ سے اترا نہ دیکھوں۔'' انہوں نے محبت سے اسے دیکھا حمرا نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

☆.....☆

اس واقعے سے تیسرے دن کی رات حمرا کی آنکھ اچانک کھل گئی۔ کمرے میں ہلکی ہلکی لیمپ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اے سی کی ٹھنڈک نے ماحول کو کافی خوشگوار بنا رکھا تھا مگر کچھ غیر معمولی سا احساس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تھا۔ اصفہان کی طرف اس کی پشت تھی۔ عجیب سا تناؤ اور خوف اسے گھیرے ہوئے تھا حمرا نے دھیرے سے کروٹ بدلی اور لمحے بھر میں اس کی چیخیں ہر طرف گونجنے لگیں۔ ایک مردہ اس کے پہلو میں پڑا تھا سیدھا۔ کافور کی بو سے اس کی سانسیں رکنے لگیں تھیں۔

''حمرا! حمرا کیا ہوا؟'' اصفہان اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

''وہ..... وہ اس سے زیادہ حمرا نہ بول پائی اور بے ہوش ہوگئی۔ پل ہی میں سب لوگ اس کے آس پاس تھے۔

''یا اللہ! کس کی نظر لگ گئی میری خوشیوں کو۔'' نویرہ خاتون روتے ہوئے اسے دم کر رہی تھیں۔

☆.....☆

اور پھر یہ سلسلہ چل ہی پڑا۔ حمرا کو ہر دم گھر میں مردے نظر آتے رہتے۔ وہ کچھ ہی دنوں میں جیسے جھٹک کر رہ گئی تھی۔ نویرہ خاتون، اصفہان سب بہت پریشان تھے۔ حمرا کو لمحہ بھر تنہا نہ چھوڑا جاتا مگر اب یہ سلسلہ بڑھتا جا رہا تھا۔ حمرا کو دورے پڑنے لگے، ہاتھ پاؤں مڑ جاتے منہ سے جھاگ آنے لگتا اور ایک دن اسی حالت میں اس کا بچہ ضائع ہوگیا۔ ایک قیامت تھی جو ان پر ٹوٹ پڑی تھی۔ اصفہان بچوں کی طرح رو پڑا۔

''امی یہ میرے کسی گناہ کی سزا ہے۔ میرے نصیب میں اب کوئی خوشی نہیں بچی۔'' نویرہ خاتون خود اسی کیفیت کا شکار تھیں۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا بیٹا۔ تم حمرا پر دھیان دو۔'' یہ تو اس کی پہلی خوشی تھی۔ حمرا اپنے ہوش و حواس میں کب تھی جو اسے یہ احساس ہوتا کہ وہ اپنی زندگی کی پہلی خوشی سے محروم ہوگئی ہے۔

وہ دن تو دن رات میں بھی کمرے کی تمام لائٹس آن کیے رکھتی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ موت کی طرف بڑھ رہی ہو۔ اس تھوڑے سے عرصے میں اس کی تمام تر خوب صورتی ختم ہو چکی تھی۔ ہڈیوں کا پنجر بن گئی تھی۔ اس تمام صورت حال سے اگر کوئی خوش تھا وہ زلفین خاتون تھیں۔

☆.....☆

اصفہان، حمرا کو شہر کے تمام بڑے اور اچھے ڈاکٹرز کو دکھا چکا تھا مگر اس کا علاج لاعلاج بن چکا تھا۔

''مجھے چھوڑ دو اصفہان۔'' وہ ایک ڈاکٹر کے پاس سے واپس گھر آ رہے تھے۔ تب حمرا نے اسے مخاطب کیا۔

''کیا مطلب!'' اصفہان نے حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ جواباً وہ ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر رونے لگی۔

''میں نے تمہاری زندگی مزید عذاب بنا دی ہے اصفہان۔ مجھے مار دو یا کسی لاوارث سینٹر میں چھوڑ آؤ۔'' اصفہان نے گاڑی روک دی۔

''اور میرا کیا؟ میں کیسے جیوں گا تمہارے بنا حمرا۔'' جواباً وہ سسکیاں بھرتی رہی۔ ''تم میری زندگی ہو حمرا۔ تم میرے ساتھ ہو، میرے پاس ہو۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ یہ وقت گزر جائے گا، کٹ جائے گا۔'' وہ اسے پیار سے سمجھا رہا تھا۔ تبھی ایک فقیر چلا آیا۔

''دے اس کے نام پر جو سب سے محبت کرنے والا ہے۔''

''یہ لو بابا بس میری زندگی کے لیے دعا کرو۔'' لمحہ بھر کے لیے فقیر نے حمرا پر نظر ڈالی۔

''تیری زندگی کی زندگی داؤ پر لگا دی ہے تیرے کسی اپنے نے۔ یہ نہیں بچے گی۔ وہ اسے ختم کر دے گی۔ وہ تیری زندگی بدل دے گی۔'' اصفہان نے چونک کر اسے دیکھا۔ تبھی لمحہ بھر میں حمرا کے چہرے پر جیسے پورے جسم کا خون جمع ہوگیا۔

''دفع ہو جا یہاں سے۔'' وہ غرائی۔ ''ورنہ میرے ہاتھوں تو بھی ختم ہو جائے گا۔''

''ہاہاہا۔'' وہ فقیر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''یہاں سے چلو اصفہان۔'' اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ اصفہان نے کچھ سوچتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

☆.....☆

حمرا بیڈ پر دوائیوں کے زیر اثر بے خبر سو رہی تھی۔ اصفہان نے آج ہونے والا واقعہ نویرہ خاتون کو سنایا وہ دونوں اس وقت اصفہان اور حمرا کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حنان، حمرا کے ساتھ لگا سو رہا تھا۔ ایک ٹانگ حمرا کے اوپر رکھے وہ بے خبر تھا۔ ان سارے حالات میں حمرا اور حنان کی آپسی محبت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا بلکہ حمرا اسے اور محبت کرنے لگی تھی۔ نویرہ خاتون پرسوچ نگاہوں سے حمرا کو دیکھ رہی تھیں۔

''اصفہان مجھے بھی یہ کوئی اور ہی معاملہ لگتا ہے۔ ایکدم سے یہ سب کیسے ہو گیا۔ یقیناً اس فقیر نے جو کہا اس میں کچھ تو حقیقت ہے ضرور۔''

''اب ہمیں کیا کرنا ہو گا امی۔'' اصفہان پریشان ہو گیا۔

''پریشان مت ہو بیٹا، یہ مشکلات تو عارضی ہیں۔ یقیناً ہمارا رب کوئی نہ کوئی رستہ ضرور نکال دے گا۔ تم ایک کام کرو، دوبارہ اسی جگہ جاؤ کیا پتا وہ ہی فقیر ہماری کچھ مدد کر سکے۔'' اصفہان نے سر ہلایا۔

☆.....☆

بہت مشکلوں سے اصفہان اس فقیر تک پہنچا جو اپنی جھگی میں بیٹھا سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھا رہا تھا۔ اصفہان کو کھڑا دیکھ کر وہ مسکرایا۔

''آ گئے بیٹا۔ آؤ کھانا کھاؤ۔'' اصفہان خاموشی سے اس کے سامنے جا بیٹھا۔

''کھاؤ نا بیٹا۔'' اس نے شفقت سے روٹی کا ٹکڑا اس کی طرف بڑھایا۔ اصفہان منع کرنا چاہتا تھا مگر کچھ سوچ کر روٹی تھام لی۔ فقیر نے پانی کا پیالہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ چپ چاپ روٹی کا ٹکڑا پانی میں بھگو کر کھانے لگا۔ روٹی حیرت انگیز طور پر نہایت نرم اور میٹھی تھی جب کہ پانی کا ذائقہ بہت خوش ذائقہ محسوس ہوا۔ گرم شوربے جیسا..... تیسرے نوالے کے بعد اصفہان کی آنکھوں کے آگے دھند سی آ گئی۔ ہر طرف خاموشی تھی، تبھی کچھ مناظر سامنے آنے لگے۔ زلفین خالہ اور وہ مکروہ شکل بڑھا ہلکی ہلکی سرگوشیوں میں ہوتی گفتگو زلفین خالہ کا وہ کنگن اس بڈھے کو پکڑانا کچھ سیکنڈز میں تمام سچویشن اس پر عیاں ہو گئی۔ ایک جھٹکے سے وہ واپس لوٹا۔ وہ فقیر نماز کی نیت کیے ہوئے تھا۔ اصفہان کی طرف اس کی پشت تھی۔

''یا اللہ! اصفہان ابھی تک بے یقین تھا۔'' زلفین خالہ ایسا بھی کر سکتی ہیں۔'' اس کا دل اپنے اولاد کے خونِ ناحق اور حمرا کی حالت پر بلک اٹھا، غم و غصہ کی لہر نے اس کے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

☆.....☆

نویرہ خاتون حیران پریشان اس کی بات سن رہی تھیں۔

''امی یہ کنگن ہی اس سارے فساد کی جڑ ہے۔ اسے اتارنا ہو گا۔'' وہ سوتی حمرا کے قریب آیا۔

''نہیں بیٹا یہ اتنا آسان نہیں۔ جیسا ان بابا نے کہا ہے ہمیں وہی کرنا ہو گا۔''

''مگر زلفین خالہ کیسے تیار ہوں گی۔''

''وہ مجھ پر چھوڑ دو۔'' نویرہ خاتون سنجیدگی سے بولیں اور فون اٹھا لیا۔

''ہیلو زلفین کیسی ہو؟'' وہ بہت تحمل اور سنجیدگی سے ان سے بات کر رہی تھیں۔ ''نمرہ کیسی ہے، زلفین ہم بہت پریشان ہیں ہم نے پھر غلطی کر دی۔ حمرا سدا کی منحوس لڑکی تھی۔ وہ صرف اصفہان کی خوشیاں کھانا چاہتی ہے۔'' دوسری طرف زلفین کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خوشی سے ناچ اٹھیں مگر بظاہر افسردہ لہجے میں بولیں۔

''کیا بتاؤں آپا مجھے تو یہ پہلے دن ہی ڈائن لگی تھی مگر آپ بھی کتنی معصوم ہیں، اس چالباز کی باتوں میں آ گئیں۔''

''ہاں ہمیں افسوس ہے بہت۔'' نویرہ خاتون کا لہجہ کانپا۔ ''یہ کیسی بہن تھی جو بہن کی خوشیوں کی دشمن بن گئی تھی۔

''اچھا ہم جو کہہ رہے ہیں ذرا غور سے سنو۔'' وہ زلفین کو کچھ بتانے لگیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

☆☆.........☆

نمرہ، زلفین خاتون، نویرہ خاتون، حمرا اور اصفہان اس فقیر کی جھگی میں موجود تھے۔ حمرا اور نمرہ نہایت حیرت سے اپنے اطراف دیکھ رہی تھیں جب کہ زلفین خاتون کے چہرے پر دبی دبی خوشی تھی۔ نویرہ خاتون بے تاثر چہرے کے ساتھ وہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اصفہان کا چہرہ اندرونی حالت کا گواہ تھا۔ فقیر بابا سر جھکائے کچھ پڑھنے میں مشغول تھے۔ انہوں نے سر جھکائے حمرا کو مخاطب کیا۔

''بیٹی حمرا اپنے ہاتھ سے یہ کنگن اتار کر اپنی خالہ کو دے دو۔'' حمرا نے یہی کیا اور یہ کرنے کے بعد ہی اسے لگا کہ وہ نامعلوم شکنجے سے آزاد ہو گئی ہو۔ اس کا چہرہ اور لب مسکرا رہے تھے۔ زلفین خاتون کنگن تھامے بیٹھی تھیں۔

''خاتون یہ کنگن اپنی بیٹی کو پہنا دو۔''

''جی!'' وہ گڑبڑائیں۔ اپنے بابا کی تمام ہدایات ان کے کانوں میں گونجیں، فقیر بابا نے چمکدار نگاہیں ان پر گاڑ دیں۔

''کیوں بہت مشکل لگ رہا ہے۔ یہ کرنا۔ بیٹی کی خوشیاں چاہتی ہو ناں؟ اس کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھیں ناں اب کیا ہوا؟'' کیسا رعب و دبدبہ تھا ان کے لہجے میں کہ زلفین خاتون نے بناء کچھ چوں چرا کیے کنگن نمرہ کو پہنا ڈالا۔ نمرہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ نویرہ خاتون کپکپا ئیں کچھ بھی ہو، وہ ان کی بھانجی تھی جسے گودوں میں کھلایا تھا۔

''بابا! اس بچی کا کچھ قصور نہیں۔''

''قصور تو اس بچے کا بھی نہیں تھا۔ بی بی جو دنیا میں آئے بغیر چلا گیا۔'' وہ جلالی ہوئے۔ ''زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جو انسان خود کو اس کی برابری پر لانے کی کوشش کرے وہ صرف سزا کا حقدار ہوتا ہے۔''

اب سارا معاملہ زلفین خاتون پر عیاں ہوا۔ نمرہ جھٹکے لے رہی تھیں۔ اس کی نظروں میں تمام مناظر گھومنے لگے جو کچھ زلفین خاتون نے کیا۔

امی۔'' وہ تکلیف اور کرب سے چلائی۔ ''امی مجھے بچائیں۔ یہ آپ نے کیا کیا؟ کیوں کیا! وہ سارے مُردے مجھے کھینچ رہے ہیں۔ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔'' اب نمرہ اپنا گلا پکڑے پکڑے زمین پر گر گئی۔ چہرہ نیلا ہو رہا تھا اب وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے نادیدہ مُردوں کو گویا اپنے پاس سے ہٹا رہی تھی۔

''بابا بچا لیں میری بیٹی کو۔'' زلفین خاتون یکا یک زار و قطار رونے لگیں۔ ''نویرہ آپا مجھے معاف کر دو۔ حمرا، اصفہان مجھے معاف کر دو۔ میں خطاوار ہوں۔ مجھے سزا دیں میری بیٹی کا کوئی قصور نہیں۔ وہ معصوم ہے، بے گناہ ہے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں حمرا سمیت سب پتھرائی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہے تھے۔

''بابا معاف کر دیں انہیں۔'' حمرا نے لجاجت سے بابا کو دیکھا۔

''میں نے انہیں معاف کیا۔ سب معاف کیا۔ پھول سی نمرہ اب کچھ بھی بول نہیں پا رہی تھی۔ بابا نے کچھ پڑھ کر نمرہ پر دم کیا۔ وہ ساکت ہو گئی خاتون اتارو کنگن اور دبا دو ہمیں۔'' انہوں نے زلفین کاتون کو گھورتے ہوئے کہا۔ وہ جلدی جلدی سب کرنے لگیں۔

''شکریہ بابا۔'' وہ آنسو بھری نگاہوں سے سب کو دیکھ رہی تھیں۔

''تم اور تمہارا وہ شیطان مرشد پھر کوئی حرکت کرو گے۔''

''نہیں کبھی نہیں۔'' وہ لرز رہی تھیں۔

''اچھا وہ۔'' تمسخر سے مسکرائے۔ ''دل میں کیا ہے بی بی وہ بولو! خیر تمہارا مرشد ہمیشہ کے لیے معذور ہو گیا ہے۔ ہاتھوں سے پیروں سے اور زبان سے اور یہی تمہاری سزا ہے۔'' زلفین خاتون نے کچھ بولنے کی کوشش کی مگر ان کی زبان ہمیشہ کے لیے مفلوج ہو چکی تھی۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

بیری کا درخت اور وہ...

مجید احمد جائی

دیکھتے ہی دیکھتے بیری کا آسیب اُس دوشیزہ پر حملہ آور ہوا تھا اور پھر.....

جو کچھ میری نظریں دیکھ رہی تھیں۔ میں حیران تھا۔ میرے پسینے چھوٹ گئے اور جسم کا رُواں رُواں کانپ رہا تھا۔ دسمبر کی یخ بستہ رات تھی۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب خلقت لحافوں میں محوِ خواب تھی۔ اور۔ میں اُسے دیکھ رہا تھا۔ آج تک ایسے مناظر میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ میری بیٹی ننگے پاؤں، نائٹی میں ننگے سر صحن میں لگے بیری کے درخت کی طرف منہ کر کے کسی نادیدہ ہستی سے محوِ گفتگو تھی۔ سامنے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ یا میری نظریں دھوکہ کھا رہی تھیں۔ میں چپکے چپکے اُس کی طرف چلتا گیا۔ گھپ اندھیرا اور رات کا پچھلا پہر تھا۔ آخری دنوں کے چاند نے ابھی آنکھ کھولی تھی۔

میں آج اسے ختم کر دوں گا۔ میری عزت کا جنازہ، میرے ہی گھر میں نکال رہی ہے۔ ایسی اولاد سے، بے اولاد ہونا اچھا تھا، میرے ذہن میں جنگ جاری تھی۔

میری بیوی، میکے گئی ہوئی تھی اور بچے گھر پہ تھے۔ میرا گھر گاؤں میں ہے۔ گھر کے چاروں طرف سرسبز کھیت ہی کھیت ہیں۔ پیشے کے لحاظ سے میں زمین دار ہوں اور دن بھر کھیتوں میں مزدوروں کی نگرانی کرتا رہتا ہوں۔ اُن کے ساتھ محوِ گفتگو رہتا ہوں، کام کا کام اور نگرانی کی نگرانی۔

میرا نام خوشی محمد ہے اور گاؤں والے جاگیردار، مزدور، مزارعے ''خوشی۔ خوشی'' پکارتے ہیں۔ گاؤں میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہوں۔ امیر، غریب میری عزت کرتے ہیں۔ غریبوں، مزدوروں کا ہمدرد ہوں۔ یہ بات حیران کن ضرور ہے مگر میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں غریبوں کا دوست ہوں۔

آج سے بیس برس پہلے میری شادی نورالنساء سے ہوئی۔ ماں باپ نے ہیرا ہی تو تلاش کیا تھا۔ بہت سُندر، خوبصورت نین نقش اور سب سے بڑھ کر خوب صورت سیرت تھی۔ میں نورالنساء کا ساتھ پا کر بہت خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ قسمت والوں کو ایسی بیویاں عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com

آنگن میں بچوں کی قلقاریاں بخش دیں۔رحمتوں کی برسات۔اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیوں سے نوازا۔ایک بیٹا عطا کیا جو ایک سال بعد واپس اللہ جی کے پاس لوٹ گیا۔ہم صبر وشکر کر گئے۔اس کے علاوہ انسان کر ہی کیا سکتا ہے۔اوپر والے کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کرلیا اور میرے ماں باپ بھی تھوڑے عرصے بعد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔اس مشکل وقت میں نورالنساء نے میرا بہت ساتھ دیا۔لمحہ بھر تنہائی کا احساس نہ ہونے دیا۔

وقت کی تیز آندھی میں اب بالوں میں چاندی اُتر رہی ہے اور میرے بچے جوان ہو رہے ہیں۔میری تینوں بچیاں نمرہ،اسرار،اور صباء پڑھ رہی ہیں۔تینوں مجھے جان سے زیادہ پیاری ہیں۔اسرار سب سے بڑی ہے اور بلا کی خوبصورت بھی۔اپنی ماں پر گئی ہے۔اور نمرہ،صبا،بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔میں انہیں بدصورت نہیں کہہ سکتا۔لیکن اسراران دونوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔

اسرار یونیورسٹی کی طالبہ تھی اور نمرہ نے ابھی ابھی میٹرک پاس کیا ہے اوراب گھر پہ ہوتی ہے۔صباء شرارتی،چنچل سی ہے اور آنکھوں میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بے بہا بارش کی تھی اور میں خوش قسمت انسان رحمتوں کے ساتھ ہنستا کھیلتا ہوں۔میں جہاں کہیں بھی جاتا ہوں۔میرا دل اپنی بیٹیوں کی طرف ہی رہتا ہے۔آخر باپ جو ہوں اور بے پناہ محبت بھی کرتا ہوں۔اپنی بیٹیوں کی ہر فرمائش پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں۔گھر میں ٹی،وی،کمپیوٹر،اور موبائل تو اسرار اور نمرہ کے پاس ہر وقت موجود ہوتا ہے۔میں نے بے جا پابندیاں ان پہ نہیں تھوپی تھیں۔بے جا پابندیاں ہی جرائم پیدا کرتی ہیں اور برائیوں کی جڑیں یہاں سے پھوٹتی ہیں۔میری بچیوں نے بھی کبھی میرے اعتماد،اعتبار کو ٹھیس نہیں پہنچائی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میری بیٹیاں میری دوست بھی ہیں۔ ہر بات دوستوں کی طرح شیئر کرتی ہیں۔ مزے کی بات بتاؤں۔ اسرار کے ساتھ کالج میں ایک واقعہ ہوا تو اُس نے بلا جھجک سُنا دیا۔ کسی لڑکے نے اُس کو پھول پیش کر کے محبت کا اظہار کرنا چاہا تھا اور اُس کا راستہ بھی روکا۔ لیکن۔ اسرار۔ ہو اور اسراریت نہ ہو۔ کیسے ہوسکتا ہے۔ اُس دن کے بعد پُراسرار طور پر لڑکا نظر آیا نہ ہی پھول۔

آج جب میری بیوی میکے میں فوتگی پہ گئی ہوئی تھی میں بھی ساتھ گیا تھا لیکن واپس لوٹ آیا کیونکہ گھر میں بچیاں اکیلی تھیں۔ بیوی کو وہیں چھوڑ کر آیا ،مجبوری تھی، کسی ایک کا وہاں رُکنا ضروری تھا۔

شام کا کھانا اسرار نے پکایا تھا اور سبھی نے پیٹ بھر کر کھایا بھی۔ کھانا کھانے کے بعد ڈرامہ دیکھنے لگے۔ ڈرامہ دیکھتے ہی وہ تینوں سو گئیں اور میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ سگریٹ کے کش لیتے لیتے مجھے نیند آ گئی۔

کسی چیز کے گرنے کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی۔ دوسرے ہی لمحے دروازے کی چرچراہٹ محسوس ہوئی۔ جیسے کسی نے دروازہ کھولا ہو۔ میں جاگ چکا تھا۔ انجانے خیال سے اُٹھا اور کمرے سے باہر نکلا۔ کمرے سے نکلا تو سامنے کا منظر حیران کر دینے کے لئے کافی تھا۔

بیری کے درخت کے سامنے اسرار کسی کے ساتھ محوِ گفتگو تھی۔ ٹھٹھراتی رات میں عامیانہ لباس میں اور سر بھی ننگا۔ میرے کان کھڑے ہو گئے۔ شائد میری بے جا محبت کا نتیجہ تھا کہ یہ گل کھل گئے۔ ذہن پہ ہتھوڑے برسنے لگے اور میں خود کوس رہا تھا۔ بچیوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا تو اب گل تو کھلیں گے۔ میرے ذہن میں شیطانی خیالات نے زور پکڑ لیا۔ لیکن۔ لیکن میرے بیٹیاں ایسی نہیں ہیں۔ وہ تو ہر بات دوست کی طرح شیئر کرتی ہیں۔ ضرور کچھ اور ہے۔ دل نے کہا۔

میں نے تمام ہمت یکجا کی، دل کو مضبوط کرتے چپکے چپکے اُس کے پیچھے جا پہنچا۔ دیکھوں تو کہی۔ اسرار کس سے باتیں کر رہی ہے۔

میں آگے بڑھتے ہوئے اسرار سے دو قدم کے فاصلے پہ تھا کہ میری سماعتوں سے مردانہ آواز ٹکرائی۔ اسرار کی آواز تو میں لاکھوں میں پہچان سکتا تھا یہ آواز اسرار کی نہیں تھی۔ لیکن آواز اسرار ہی کے منہ سے آ رہی تھی۔ میں نے اُسے متوجہ کرتے ہوئے اُس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھ دیا۔ ہاتھ رکھتے ہی میرے جسم میں آگ سی لگ گئی۔ سردی کی اس رات میں پسینے چھوٹ گئے۔ گھپ اندھیرے میں سامنے کوئی دِکھتا ہی نہیں تھا۔

ہاتھ کا لمس پاتے ہی اسرار نے گردن گھمائی اور میرے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ میری چیخیں نکل گئیں۔ یہ اسرار نہیں۔ خبیث مخلوق کا بھیانک چہرہ تھا۔ ''اِس کے پیچھے کبھی نہ آنا'' سماعتیں پھاڑتی آواز آئی۔ اُس کی آنکھوں سے شعلے بھڑک رہے تھے۔ یہ انسانی آنکھیں ہرگز نہیں تھیں۔ رات کے گھپ اندھیرے میں روشن آنکھیں۔ جیسے کسی کالی بلی کی آنکھیں رات میں چمکتی نظر آتی ہیں۔ دوسرے ہی لمحے غصے کے سے انداز میں مجھے دھکا سا دیا۔

ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اُس کا داہنا ہاتھ میرے سینے کی طرف آیا تھا۔ لمبے لمبے ناخن اور بدصورت رنگت، رات کے اندھیرے میں اور بھیانک لگ رہی تھی۔ انگلیوں تک کالے لمبے لمبے بال تھے۔ میں خوف کے مارے کانپ رہا تھا اور موت کو قریب دیکھ رہا تھا۔ اُس خبیث مخلوق نے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پیچھے دھکیلا اور میں معمولی سی چیز کی طرح ہوا میں اڑاتا ہوا کسی فٹبال کی طرح دور جا گرا۔ گرتے ہی میرے آنکھوں کے سامنے گہری تاریکی چھاتی گئی اور میں بے ہوش ہو گیا۔

☆☆☆

جب آنکھ کھلی تو خود کو ہسپتال کے بیڈ پہ پایا۔ سر پہ پٹیاں بندھی تھیں۔ میرے سرہانے نمرہ بیٹھی تھی اور اسرار پاؤں کی طرف بیٹھی مجھے گھورے جا رہی تھی۔ نورالنساء میری بیوی زیرلب کچھ پڑھ پڑھ کر پھونک رہی تھی۔ صباء میرے داہنے ہاتھ کو ہاتھوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں لئے ہوئے تھی۔ سبھی کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے۔ میرے ہوش میں آتے ہی اُن کے چہروں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں ہسپتال کیسے پہنچا۔ معلوم نہیں تھا۔ نورالنساء نے بتایا کہ آپ واش روم کے دروازے پہ بے ہوش پڑے تھے اور سر سے خون بہہ رہا تھا۔ جب نمرہ نے دیکھا۔

''واش روم؟''

میں زیرلب بڑبڑایا۔ میں نے ذہن پہ زور دیا۔ ''نہیں تو۔ واش روم تو میں گیا ہی نہیں تھا۔'' اندر کے انسان نے واویلا کیا۔ نورالنساء بتا رہی تھی کہ نمرہ واش روم کے لئے گئی تو آپ کو بے ہوش پا کر زور سے چیخی۔ چیخ سُن کر صباء بھی آ گئی تھی لیکن اسرار بے خبر سوئی ہوئی تھی۔ رونے کی آواز سُن کر کالو کمہار باڑے سے دوڑا چلا آیا اور آپ کو اُٹھا کر چارپائی پر ڈال دیا۔ سر سے خون بہہ رہا تھا۔ اور کالو نے سمجھ داری سے کام لیتے ہوئے کپڑا باندھ دیا تاکہ خون رُک جائے۔ اِس دوران نمرہ مجھے فون کر چکی تھی۔ خبر ملتے ہی میں دوڑی چلی آئی۔ اذان فجر ہو چکی تھی جب میں گھر آئی۔ پھر آپ کو ہسپتال لے آئے۔''

کالو کمہار حویلی سے تھوڑی دور جانوروں کی دیکھ بھال کے لئے باڑے میں رہتا تھا۔ بڑا وفادار آدمی ہے۔ کالو کمہار ہی کی وجہ سے میں شاید آج زندہ تھا۔ وہ بروقت نہ پہنچتا تو شائد میں مر کھپ گیا ہوتا۔ نورالنساء بتا رہی تھی کہ تین دنوں کے بعد آپ کو ہوش آیا ہے۔ آخر آپ واش روم کے دروازے پہ کیسے گرے تھے اور سر پہ چوٹ کیسے لگی۔ پورے سات ٹانکے لگے ہیں۔ جیسے کسی نے کلہاڑی سے وار کیا ہو۔''

سانس بھی لوگی یا ساری باتیں ایک ہی سانس میں پوچھنے کا ارادہ ہے۔ میں نے نورالنساء سے کہا تو وہ مسکرا دی اور شرمندہ سی ہو کر خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن ہم ہسپتال سے گھر آ گئے اور گزرنے والا واقعہ نورالنساء کو سنا دیا۔ اُس کی سسکیاں بندھ گئیں۔

''اب کیا ہو گا۔ میری بچی۔ کو کچھ ہو نہ جائے۔'' اللہ کرم کرے گا۔ تسلی رکھو۔ میں نے اُس کی ڈھارس بندھوائی۔

☆☆☆

وقت گزرتا چلا گیا اور دو ماہ پل بھر میں گزر گئے۔ اِس واقعے کے بعد ایسا کوئی واقعہ رونما نہ ہوا اور میں بھی تقریباً بھول ہی گیا تھا۔ لیکن ایک روز اچانک مغرب کو وال کلاک چلتے چلتے رُک گئے۔ اُس وقت میں مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے ٹائم دیکھنے گیا تھا اور چند ساعتوں بعد گھڑیاں چل بھی پڑیں۔ حیران کن بات یہ تھی کہ ٹائم بھی ٹھیک بتا رہی تھیں۔ اُسی لمحے کچن میں برتن ٹوٹنے کی آواز آئی۔ جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ میں کچن کی طرف بھاگا۔ کانچ کے برتن فرش پر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے اور نورالنساء کمرے سے نکل رہی تھی۔ شام کے کھانے کے لئے چکن لایا تھا، نورالنساء وہ دھو کر پلیٹ میں رکھ کر کمرے میں اپنا موبائل لینے گئی تھی۔ اب کچن کی طرف آئی تھی اور وہاں کا منظر دیکھ کر وہ بھی ششدر رہ گئی۔

''ارے چکن صاف کر کے رکھا تھا۔ کہاں گیا۔'' مجھ سے پوچھنے لگی۔ ''اور یہ کیا۔ برتن کیسے ٹوٹے۔''

وہ اور پھر ہم جان گئے کہ ماجرا کیا ہے۔ چکن کا یوں غائب ہونا کسی خبیث مخلوق کی آمد کا پیغام دے رہا تھا۔ ہم دونوں چونک گئے۔ ضرور خبیث مخلوق کے کارنامے ہیں۔ مجھے فوراً اسرار کا خیال آیا۔ میں نے اُس کے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی۔ اسرار کے کمرے میں گیا تو میرے پیروں سے زمین نکل گئی۔ نمرہ اور صباء بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں اور اسرار کی اُنھیں بھی خبر نہیں تھی۔ مجھے خدشات نے گھیر لیا۔ میں اسرار کو آوازیں دیتے ہوئے حویلی کے پچھواڑے گیا تو میرے قدم ٹھٹک سے گئے۔ اسرار وہاں کھڑی سامنے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے بال کھلے تھے اور شانوں سے نیچے تک لہرا رہے تھے۔ اسرار سامنے دیوار کی طرف کسی خاص نقطے کو تکے جا رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میری نظریں اُس کی نظروں کا تعاقب کر رہی تھیں۔ حویلی کے باہر کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کہیں غیر مرئی مخلوق تو نہیں ہے۔ ذہن میں سوال اُبھرا۔ کیونکہ کتے تب بھونکتے ہیں جب اُن کو جنات نظر آتے ہیں۔ میرے اندر خوف کی لہر دوڑ گئی۔

ابھی میں اسرار کے قریب نہیں گیا تھا کہ وہ اچانک لڑکھڑا کر گر پڑی۔ میرے جسم سے جیسے روح ہی نکل گئی۔ دوڑ کر اسرار کے پاس گیا تو میری بیٹی اردگرد سے بے خبر بے ہوش پڑی تھی۔ اپنی بیٹی کو ہمت یکجا کر کے بانہوں میں اُٹھاتے ہوئے کمرے تک لے آیا۔ شور سُن کر نورالنساء، نمرہ اور صباء میرے کمرے میں جمع ہوگئیں اور رونے لگیں۔

ایک تو عورتیں ذرا سی تکلیف کیا دیکھ لی رونے لگ جاتی ہیں۔

رات نے ماحول کو اور خوف ناک کر دیا تھا۔ ساری رات اسرار کے پاس جاگتے گزر گئی۔

''نورالنساء اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ صبح ہوتے ہی کسی اللہ والے کے پاس جائیں گے۔''

لیکن رات تو ہم پہ بھاری تھی۔ لمحہ لمحہ اذیت ناک گزر رہا تھا۔ سردیوں کی رات ہم نے جاگتی آنکھوں میں کاٹ دی۔ صبح اذان فجر ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر عامل کو لینے چلا گیا۔

☆☆☆

شہر میں خانقاہ شریف تھی اور اُس کے پاس عامل بیٹھے ہوتے ہیں میں وہاں پہنچ گیا۔ لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ یہ جعلی پیر ہیں میرا واسطہ بھی جعلی پیر سے ہی ہوا۔ جس نے گھر میں آ کر طرح طرح کے ڈرامے کئے اور ہمارے ایمان خراب کرتا رہا اور جمع پونجی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہم مجبور تھے اور اُسے نوٹوں کی بھوک تھی۔ جعلی پیر کے جعلی عملوں سے اسرار کی طبیعت ٹھیک ہونے کی بجائے دن بدن بگڑتی گئی۔ کھانا کھانے بیٹھتی تو دس دس بندوں کا کھانا اکیلی کھا جاتی۔ لیکن جسم فربہ ہونے کی بجائے سوکھ سوکھ کر چھڑی نما لکڑی کی مانند ہو رہا تھا۔ جعلی عامل بابا اسرار پہ قابض جن کو قابو کر رہا تھا تو اُس کی اصلیت سامنے آ گئی۔ خبیث مخلوق پر قابو پانے کے بہانے خود خبیث بن گیا اور میری بیٹی کے جسم سے کھیلنا چاہتا تھا۔ اُس نے اسرار کی طرف پیش رفت کی ہی تھی کہ اسرار نے کسی قوی ہیکل مرد کی طرح اُس پہ حملہ کر دیا اور پھر کمرے میں چیخوں کی آواز بلند ہوئی۔ بچاؤ۔ بچ۔ بچاؤ۔

پیر جی چیخ رہے تھے۔ بچاؤ۔ بچاؤ کی آواز سن کر ہم کمرے کی طرف دوڑے۔ دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا تھا۔ چیخوں کی آواز سُن کر کالو کمہار بھی آ گیا تھا اور پھر ہم دونوں دروازہ توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ اندر کا منظر وحشت ناک تھا۔ پیر جی، چیختے چیختے بے ہوش ہو چکے تھے اور اُس کے جسم پر خراشیں ہی خراشیں تھیں۔ جیسے کسی خونی درندے نے حملہ کیا ہو اور اس کا گوشت نوچنا چاہا ہو۔ اسرار کونے میں ڈری، سہمی بیٹھی تھی۔ اُس کی آنکھیں کسی مُردے کی آنکھوں کی طرح ادھ کھلی تھیں اور دیوار کے سہارے بیٹھی تھی۔ میں نے اسرار کے سر پہ ہاتھ رکھا تو وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ بے ہوش پڑے پیر جی کو ہسپتال پہنچایا۔

جب پیر جی کو ہوش آیا تو پھوٹ پھوٹ کر بچوں کی طرح رونے لگا اور میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ ''مجھے معاف کر دو۔ مجھے معافی دے دو۔''

''کس بات کی معافی مانگ رہے ہو؟''

''مجھے سے بہت بڑی خطا ہوگئی۔ میں کوئی عامل نہیں۔ میں تو پیٹ کی ہوس میں پیر بن بیٹھا تھا اور عزتوں سے کھیلتا تھا۔ یہاں بھی میں نے اسرار کی عزت سے کھیلنا چاہا۔ تبھی تو میں نے اُسے اکیلے کمرے میں رہنے کا کہا تھا اور آپ کو باہر جانے کا کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں کوئی خبیث حرکت کرتا، کسی انجانی سی طاقت نے مجھ پہ حملہ کر دیا اور اسرار کے رُوپ میں دہشت ناک شکل میں میرے سامنے تھی۔ اُس نے مجھے جان سے مارنے کی کوشش کی۔ پھر۔ پھر میں بے ہوش ہو گیا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چپکے چپکے

ابھی ابھی اک ساتھ ہے ٹوٹا
جانم کیا تم بھولوگی
کلاس کی وہ سب پیاری باتیں
اور شرارت کے سب دن
ان ہی دنوں میں جانم تم نے
چپکے چپکے سب سے چھپکے
دل میرا ابھی چُرا لیا تھا
ابھی ابھی اک ساتھ ہے ٹوٹا
لیکن مجھ کو بتلا دو!
تم بس صرف میری ہی ہونا
ایک یقین مجھے تم دینا
جانم تم بس میری ہو
ساتھ نہیں یہ ٹوٹنے پائے
جنم جنم تک ساتھ رہیں گے
چپکے چپکے سب سے چُپ کے

شاعر: غیاث الدین۔ پشاور

دینِ اسلام معاف کر دینے کا درس دیتا ہے۔ پیر جی تو یہ کر چکے تھے اور میں نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اُسے معاف کر دیا۔

کالو کمہار کو پہلے گھریلو حالات معلوم نہیں تھے۔ اِس واقعے کے بعد وہ سب جان گیا۔ آخر اُسے سب بتانا ہی پڑا۔ اس کے بعد کالو کمہار بولا۔

''صاحب۔ میں ایک اللہ والے کو جانتا ہوں۔ بہت پہنچے ہوئے ہیں۔ اُن کے دستِ شفقت سے روتے آنے والے مسکراتے لوٹے ہیں۔ میری بیوی نیند میں چلنے لگتی تھی۔ اپنے بال نوچتی اور اونچی اونچی گالیاں دینے لگتی۔ مجھے کسی نے بابا جی کے بارے بتایا تو ہم وہاں گئے۔ اُنہوں نے دَم کیا اور سب خیر ہوگئی۔''

کالو کی باتوں میں سچائی تھی۔ آخر میں اُسے ساتھ لیے ہم بابا جی کے پاس پہنچ گئے۔

☆☆☆

وہاں عقدت مندوں کا ہجوم لگا تھا۔ بابا جی سفید لباس میں فرش پہ بچھی چٹائی پہ بیٹھے آئے ہوئے لوگوں کے مسائل سن رہے تھے۔ ہم بھی جا کر ایک طرف بیٹھ گئے اور پھر کالو جگہ بناتے بناتے بابا جی کے پاس پہنچ گیا۔ سورج عین سر پہ آ گیا تھا اور رش قدرے کم ہو گیا تھا۔

کالو قریب پہنچا تو مجھے بھی قریب آنے کا اشارہ دیا۔ قریب پہنچے تو عقدت بھرا اسلام کیا اور لب کھولے ہی تھے کہ بابا جی مخاطب ہوئے۔

''میں آپ کے آنے کا سبب جان گیا ہوں۔ واقعی آپ مصیبت میں ہیں اور مسئلہ گھمبیر سا ہے۔ ساتھ ہی چلنا ہوگا۔ ایسا کرو۔ ادھر رُکو۔ لنگر کھاؤ۔ مغرب کی نماز کے بعد چلیں گے۔ جنات مغرب کو جاگتے ہیں۔ اُن سے پوچھ لیں گے کہ کیوں انسانی مخلوق کو تنگ کرنے آئے ہیں۔''

میں بابا جی کی باتوں سے حیران ہو رہا تھا۔ بغیر کچھ بتائے بابا جی جان چکے تھے۔

مغرب تک ہم وہیں رہے اور نماز ادا کرنے کے بعد بابا جی کو گھر لے آئے۔ بابا جی نے حویلی کے اندر قدم رکھے تو مجھے ہر طرف دھواں ہی دھواں نظر آنے لگا۔ جیسے میری حویلی کو کسی نے آگ لگا دی ہو۔ پھر دھوئیں کے مرغولے چند لمحوں میں ختم بھی ہو گئے۔ بابا جی حویلی کے اندر قدم رکھتے ہی اونچی اونچی آواز میں پڑھنے لگے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہی بیری کی طرف چل پڑے۔ بابا جی بیری کے درخت کے پاس پہنچے ہی تھے کہ کمرے کا دروازہ کھڑاک سے کھلا اور اسرار ننگے پاؤں دوڑی چلی آئی۔ اُس کی چال میں بے چینی تھی اور آنکھیں شعلے اُگل رہی تھیں۔

کیوں بچی کو قید کیے ہوئے ہو؟ کیا چاہتے ہو؟ بابا نے اسرار کو مخاطب کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''مجھے اس سے پیار ہے۔ عشق کرتا ہوں اس سے۔'' اسرار مردانہ آواز میں بات کر رہی تھی اور ہم قریب کھڑے حیرت زدہ تھے۔

''تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ انسانوں میں آکر اُن کو تنگ کرو۔ حد سے بڑھنا عذاب کی طرف اشارہ ہے اور تم خدا تعالیٰ کی حکم عدولی کر رہے ہو۔ آخر تمہارے بھی بچے ہیں۔ کسی کی اولاد کو کیوں تنگ کر کے اپنی اولاد کے لئے عذاب خرید رہے ہو۔''

''باباجی۔ میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ ورنہ۔''

''ورنہ کیا؟''

''جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔''

''چلو آزما لو۔ جو جیتا وہی سلطان۔'' باباجی نے قرآنی آیات پڑھنی شروع کر دی۔ اسرار تڑپنے لگی۔

''مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔''

''رشوت تم بھی سیکھ گئے ہو۔'' باباجی نے جن کے جواب میں کہا۔

''ایک شرط ہے، میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔''

''کیسی شرط؟''

''تم اس لڑکی سے پیار کرتے ہو تو اس کے سامنے آکر اظہار محبت کرو۔ اگر اس لڑکی نے تیری محبت کو مان لیا تو میں تمہارے راستے سے ہٹ جاؤں گا۔''

''نہیں! تم جانتے ہو کہ میں اصلی رُوپ میں نہیں آسکتا۔ اس شرط کے علاوہ دُنیا کی جو شرط کہو منظور ہے۔ مگر اسرار میری ہے۔ میں اسے حاصل کر کے رہوں گا۔''

''تم نے غلط راستہ اختیار کیا ہے۔ تم سزا کے حقدار ہو۔ میں پھر بھی رعایت دے رہا ہوں۔ اگر اسرار تمہاری ہے تو اس کا اقرار ''اسرار'' خود کرے گی اگر شرط منظور ہے تو اصلی رُوپ میں آنا ہوگا۔ ورنہ۔ اسے آزاد کر دو۔'' باباجی نے جن سے کہا۔

''نہیں! میں اصلی رُوپ میں نہیں آسکتا۔ اگر اسرار کے سامنے آکر اظہار محبت کرنا ہے تو کسی اور کے رُوپ میں آسکتا ہوں۔''

''ہونہہ۔'' باباجی۔ نے سوچنے کے انداز میں کہا۔

''نہیں مانو گے۔ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ اگر تم سچے ہوئے تو کامیاب ہو گے۔ تم جس کے رُوپ میں بھی آؤ۔ اسرار کے وجود سے نکل کے اُس کے روبرو آنا ہوگا۔''

''مجھے شرط منظور ہے۔ لیکن تھوڑی مہلت دو۔''

''ہاں مہلت ہے۔ رات بارہ بجے تک تمہارے پاس وقت ہے۔''

اسرار میں تبدیلی ہونے لگی اور پھر نیم بے ہوشی کی کیفیت میں میرے سینے سے آلگی۔

اپنی بیٹی کو اذیت میں دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ''میری بیٹی۔'' میں نے اسرار کو سینے سے لگاتے ہوئے، سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

باباجی عشاء کی نماز کے لئے وضو کرنے لگے اور کالو دودھ لینے باڑے چلا گیا۔ رات دھیرے دھیرے سرک رہی تھی۔ لمحہ لمحہ جن سے کیا وعدہ قریب آرہا تھا اور میری تو جان ہی نکل رہی تھی۔ پھر مقررہ گھڑی آن پہنچی۔ بارہ بجے اسرار کے ساتھ ہم بھی کمرے میں جمع ہو گئے۔ لیکن باباجی نے اسرار کو الگ کمرے میں بھیج دیا اور ہم باباجی کے ساتھ دوسرے کمرے میں بیٹھے انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں عجیب سی بُو محسوس ہوئی۔ باباجی نے ہمیں کہا کہ وہ آچکا ہے۔

خبیث جن ایک لڑکے کے رُوپ میں اسرار کے سامنے آن کھڑا ہوا اور گلاب کے پھولوں کا گلدستہ پیش کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اسرار! اب تو ہاں کر دو۔ کب سے تمہارے پیار میں تڑپ رہا ہوں۔ مجھے اور نہ تڑپاؤ۔ تمہارے لئے گلاب لے کر آیا ہوں۔ محبت کے اظہار کے لئے گلاب ہی سب سے قیمتی تحفہ ہے۔ تم نے گلابوں کا گلدستہ لے لیا تو میں سمجھوں گا کہ تم بھی مجھ سے پیار کرتی ہو۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اسرار نے ہاتھ آگے بڑھانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اُسی لمحے اُس کے دماغ میں بات آئی کہ میں کسی سے پیار نہیں کر سکتی۔ میں اپنے باپ کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔ جس نے ہمیں ہر قسم کی آزادی دی اور میں اُن کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتی۔

زوردار چیخ بلند ہوئی اور اسرار فرش پہ گرتے ہی بے ہوش ہو گئی۔ جن شرط ہار چکا تھا اور پھولوں کا گلدستہ فرش پہ پڑا خوشبو پھیلا رہا تھا۔ اسرار کے بے ہوش ہوتے ہی کمرے سے دھواں ہی دھواں اُٹھا اور اس کے مرغولے کمرے سے باہر نکل کر آسمان کی طرف جا رہے تھے۔ ایسے لگتا تھا جیسے گھر میں آگ لگ گئی ہو اور ایسا دھواں میری آنکھیں پہلی بار دیکھ رہی تھیں۔ ایسا چند منٹ ہی ہوا اور پھر دھواں ختم ہو گیا اور مرغولے بھی کہیں گم ہو گئے۔

اچانک کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ جیسے روحانی طاقت نے دروازہ کھولا ہو۔ کیونکہ جب ہم کمرے میں گئے تو اسرار بے ہوش پڑی تھی اور دوسرا کمرے میں کوئی موجود نہیں تھا جو دروازہ کھولتا۔ دروازے کا کھل جانا راز ہی تھا۔

بابا جی نے اسرار پہ پانی چھڑکا جو وہ دوسرے کمرے میں بیٹھے قرآن پاک کی سورتیں پڑھ پڑھ کر دم کرتے رہے تھے۔ پانی چھڑکنا تھا کہ اسرار فٹبال کی طرح زمین سے اوپر کی طرف اُچھلی۔

''بڑے ڈھیٹ ہو۔ ہار نہیں مانی۔ تیرا علاج کرنا ہی پڑے گا۔'' بابا جی نے اسرار کی آنکھوں کے پپوٹے کھولتے ہوئے کہا۔

''ابھی تیرا علاج کرتا ہوں۔'' پھر بابا جی، کچھ پڑھتے پڑھتے رُک گئے۔

''یہ ہوئی نا بات۔'' اسرار نے آنکھوں کو جنبش دی تو بابا جی بول اُٹھے۔ ''آخر تم نے ہار مان ہی لی۔ مجھے پتا تھا تم ہار جاؤ گے کیونکہ تم سرکش تھے۔ رب کا کلام سچا ہے۔ اب جا ہی رہے ہو تو اپنی کوئی نشانی ہی دیتے جاؤ۔'' بابا جی بظاہر اسرار سے مخاطب تھے لیکن وہ تو جن سے محوِ گفتگو تھے۔

ہم اسرار کے پاس کمرے میں تھے کہ باہر زوردار دھماکہ سا ہوا، جیسے طوفان آیا ہو اور اس تیز طوفان میں درخت جڑوں سے اکھڑ کر زمین پہ آ گرے ہوں۔ ہم باہر نکلے تو صحن میں لگا بیری کا درخت گرا پڑا تھا اور اُس کی جڑیں زمین کی تہہ کو چھوڑ چکی تھیں۔

''لو خوشی محمد۔ سب خیر ہو گئی۔ اب وہ کبھی نہیں آئے گا۔ صبح غریبوں میں خیرات بانٹ دینا۔ اسرار بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ اور ہاں شام کے وقت بچوں کو درختوں کے نیچے نہ جانے دیا کرو۔ خاص طور پر بیری کے درخت کے نیچے۔ جنات بیری پر خوشی سے بسیرا کرتے ہیں۔ یہ جن بچپن سے اسرار کا عاشق تھا۔ شاید تمہیں یاد ہو جب مغرب کے وقت اسرار کھلے بالوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کرتی، بیری کے ساتھ بندھے جھولے پہ جھولے لینے آئی تھی اور تم صحن میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ اُسی وقت جن کی نظر اس پہ پڑی اور وہ عاشق ہو گیا۔ حالانکہ وہ شادی شدہ تھا اور اُس کے بچے بھی تھے۔ میں نے اُس کے بچوں کو دیکھتے ہوئے اُسے زندہ چھوڑ دیا ہے۔ اُس نے بھی وعدہ کیا ہے کہ اب کبھی بھی اسرار کو تنگ نہیں کرے گا۔ اپنے بچوں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے یہ دُنیا چھوڑ گیا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی بابا جی نے اجازت چاہی اور جانے لگے۔ میں نے بابا جی کا شکریہ ادا کیا اور نذرانے کے طور پر کچھ رقم ان کو تھمانی چاہی۔ لیکن بابا جی نے رقم لینے سے انکار کر دیا۔

''خوشی محمد۔ میں نے رب کی رضا کے لئے کام کیا ہے۔ یہ رقم غریبوں میں بانٹ دو۔۔ جو اپنے آقا کی رضا کے لئے کام کرتا ہے اُسے کسی چیز کی حاجت نہیں رہتی۔''

بابا جی چلے گئے اور اب اس واقعے کو کئی سال بیت گئے ہیں۔ اسرار کی شادی ہو چکی ہے اور اپنے گھر میں خوش ہے۔ آج بھی میں اکثر حیرت زدہ رہ جاتا ہوں کہ اس سائنٹفک دور میں بھی ہم ارواحِ خبیثہ اور جنات وغیرہ سے پیچھا نہیں چھڑا سکے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

Downloaded From
Paksociety.com

چھٹی ہولناک کہانی

سرسوں کا ساگ

ماریہ یاسر

لہلہلا تا سرسوں کا ساگ ہی اُس معصوم کے لے عفریت بن گیا تھا

محمد فیض اپنے بیوی بچوں کے ساتھ 50 کوارٹرز پر مشتمل چھوٹی سی کالونی میں رہتا تھا۔ جب اڑھائی سالہ بیٹی فاطمہ کے بعد اللہ نے اسے چاند سا بیٹا عطا کیا تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ بیوی نسرین اور وہ رب کا شکر بجالائے اور خوب نازوں سے دونوں بچوں کی پرورش کرنے لگے۔ وہ دونوں بچوں میں کوئی تفریق نہ کرتے۔ ہنسی خوشی تھوڑا وقت آگے سرکا جب فاطمہ تین سال کی اور عمر (بیٹا) پانچ ماہ کا ہوا۔

ایک دن نسرین کی ماں بیٹی سے ملنے آئی اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد تھوڑے فاصلے پر موجود گاؤں میں اپنے رشتے داروں سے ملنے کا پروگرام بنایا۔ نسرین نے بھی آمادگی کا اظہار کردیا اور یوں وہ اپنے دونوں بچوں اور ماں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئی۔ مین سڑک تک گاڑی میں سفر کرنے کے بعد اب وہ کچی سڑک پر پیدل چلنے لگیں۔ لمبی پگڈنڈی نما سڑک تھی جس کے اطراف میں گندم کی فصل لہلہا رہی تھی۔ ابھی تھوڑی ہی دور آئے تھے جب رخسانہ کو گھنے درخت کے نیچے سرسوں نظر آئی جو تیز ہوا کے باعث لہرا رہی تھی۔ اس نے بیٹی کو اشارہ کیا کہ نسرین واپسی پر یہاں رک کے تھوڑی سرسوں چن لیں گے۔ دیکھو تو کیسی تازی لگی ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے امی۔" اس نے سوئے ہوئے عمر کو پیار کرتے کہا۔ ننھی فاطمہ نانی کا ہاتھ پکڑے تیز تیز چلنے کی کوشش کررہی تھی۔ گاؤں کے فسوں خیز ماحول نے عجیب سا سحر طاری کر رکھا تھا۔ ہر طرف سبزہ، شادابی اور ٹھنڈی ہوا۔ سارا گاؤں ہی خوب صورت تھا لیکن اس گھنے درخت کے اردگرد پھیلے سبزے کی دلکشی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ نسرین اور رخسانہ اپنے رشتہ داروں سے مل کے واپسی کے لیے نکل آئیں۔ اسی درخت تک پہنچ کر اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے ننھے عمر کو گھاس پر لٹادیا اور فاطمہ کو اس کا خیال رکھنے کی تلقین کر کے خود دونوں سرسوں چننے لگیں۔ وہ دونوں اپنے کام میں مصروف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com

تھیں جب عمر پہلے تھوڑا کسمسایا پھر رونے لگا۔ نسرین کے ہاتھوں میں تیزی آگئی وہ جلد سے جلد اپنا ساگ اکٹھا کر کے بیٹے کو چپ کرانا چاہتی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد عمر کے رونے میں مزید تیزی آگئی۔ رخسانہ بھی نواسے کے رونے پر فکرمند تھیں۔

''چلو بیٹا اب بس کرو عمر بھی رو رہا ہے اور مغرب بھی ہونے والی ہے۔ اب چلتے ہیں۔'' انہوں نے جمع کیا ہوا ساگ شاپر میں ڈالا اور واپسی کو قدم بڑھا دیئے۔

نسرین نے بیٹے کو ہر طرح سے بہلا لیا لیکن وہ چپ ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔ کہاں تو وہ انتہائی صابر بچہ جو ماں کو ذرا بھی تنگ نہ کرتا اور اب وہ ایک تواتر سے رو رہا تھا۔ نسرین اور رخسانہ دونوں ہی پریشان ہو رہی تھیں۔

☆.....☆

وقت اپنی مقررہ رفتار سے گزر رہا تھا۔ فاطمہ اور عمر بھی آہستہ آہستہ بڑے ہو رہے تھے۔ سب ٹھیک ہی چل رہا تھا سوائے اس بات کے کہ عمر دن بدن شرارتی ہوتا جا رہا تھا اور جوں جوں وہ بڑھ رہا تھا اس کا رونا اور ضد کرنا بھی بڑھ رہا تھا۔ ابھی نویں سال کو ہی لگا کہ شرارتیں حد سے سوا ہو گئیں جس پر باپ سے کبھی کبھار ڈانٹ بھی پڑ جاتی اور جب فیض غصے میں ہوتے تو ہلکا سا تھپڑ بھی رسید کر دیتے لیکن اس کے بعد تو جیسے آفت ہی آجاتی۔ عمر پیٹ پکڑے ایسے زور و شور سے رونا شروع کرتا کہ چپ ہونے کا نام ہی نہ لیتا۔ ماں الگ پریشان، فیض بھی بیٹے کی حالت دیکھ کے چپ کراتے بہلاتے کبھی غصہ کر کے خاموش کراتے لیکن بے سود رہتا۔ اس کا چپ ہونا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ زمین پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لیئے پاؤں زور زور سے رگڑتا اور روتا جاتا کہ پیٹ میں درد ہے۔ ماں باپ گھبرا کر ڈاکٹر کے پاس دوڑتے، ہر طرح کے ٹیسٹ اور چیک اپ کے بعد ڈاکٹروں کی سمجھ میں بھی نہیں آرہا تھا کہ سب رپورٹس ٹھیک ہونے کے بعد بھی اس کے درد میں افاقہ کیوں نہیں ہورہا۔ ڈاکٹروں سے درد کی دوا لے کر گھر لوٹ آتے۔ کچھ دیر دوائی کے زیر اثر عمر سوتا تو ان کی جان میں جان آتی۔

یونہی پریشانی میں دن گزر رہے تھے۔ فاطمہ اب 12 سال جب کہ عمر ساڑھے نو سال کا ہو چکا تھا لیکن اب بھی اسے پیٹ کی تکلیف ہوتی تھی لیکن نسرین اور فیض اکثر یہ بات سوچ کر پریشان ہو جاتے کہ عمر درد کی شکایت اسی وقت کرتا تھا جب اپنی کسی شرارت پر ماں یا باپ میں سے کسی سے ڈانٹ یا مار کھاتا۔

☆.....☆

وہ بھی ایک ایسا ہی عام سا دن تھا، جب عمر اور فاطمہ بیٹھے کھیل رہے تھے۔ کھیلتے ہوئے اس کے ذہن میں نہ جانے کیا سمایا کہ اس نے ہاتھ میں پکڑا بلا فاطمہ کے منہ پر کھینچ مارا۔ وہ اس حملے کے لیے بالکل تیار نہ تھی اس لیے خود کو بچا نہ سکی۔ بلا پوری شدت کے ساتھ اس کے ہونٹ پر لگا اور خون کا ایک فوارہ سا ابل پڑا۔ درد کی شدت سے وہ زور زور سے رونے لگی۔ نسرین جو شوہر کو کھانا دے رہی تھی۔ بیٹی کے رونے پر سب کام چھوڑ چھاڑ کے بھاگی آئی۔ کمرے میں پہنچی تو سامنے کا منظر اس کا دل دہلانے کو کافی تھا۔ فاطمہ کا ہاتھ اور کپڑے خون سے آلودہ ہو رہے تھے جب کہ عمر اس کے پاس بلا پکڑے کھڑا فاتح نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ نسرین دوڑ کے بیٹی کے پاس پہنچی تب تک فیض بھی اندر آچکا تھا ایک ہی نظر میں وہ ساری صورت حال بھانپ چکا تھا۔ مارے غصے کے وہ عمر کی طرف بڑھا لیکن معاملے کی سنگینی کا احساس ہوتے ہی وہ بیٹی کو اٹھا کے پاس ہی ڈاکٹر رحمان کی کلینک پہنچا۔ مرہم پٹی کروا کے گھر پہنچا اور عمر کو آواز دینے لگا۔

''عمر ادھر آؤ۔''

فوراً ہی بلا ہاتھ میں لیے عمر باپ کے سامنے کھڑا ہوا ہی تھا کہ ایک زوردار تھپڑ نے اس کا گال لال کر دیا۔ اس کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا.....

''آئندہ ایسا کرو گے بولو۔ آئندہ بہن کو اس طرح مارو گے۔'' وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ جب کہ نسرین بیٹی کو پیار کرتے بڑی منت بھری نظروں سے شوہر کو دیکھتی گویا بیٹے کو معاف کرنے کی درخواست کر رہی ہو۔ کچھ ہی لمحے گزرے ہوں گے جب عمر زمین پر بیٹھ کے بلکنے لگا اور پیٹ پر رکھا ہاتھ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ درد پھر سے شروع ہو چکا ہے۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ تمہیں کوئی درد ورد نہیں ہوتا بلکہ تم ناٹک کرتے ہو یہ سب۔'' فیض نے طیش میں کہتے ہوئے غصے سے اسے دیکھا جواب درد سے بے حال ہو کے زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ نسرین کے دل کو کچھ ہوا وہ اٹھ کر بیٹے کی خبر لینے پہنچی تو فیض نے سختی سے اسے روکا۔

''خبردار جو تم اس کے پاس گئیں۔ کوئی ضرورت نہیں۔ اسے احساس ہونے دو کہ کتنا غلط کام کیا ہے آج اس نے۔'' پھر کتنی ہی دیر گزر گئی جب وہ درد سے نڈھال روتا رہا۔ شام کے سائے بڑھنے لگے تھے جب فیض گھبرا کے اسے اٹھائے ڈاکٹر کے لیے نکلا۔ ڈاکٹر رحمن کی کلینک بند تھی سو گاڑی میں سوار ہو کر وہ دوسرے اسپتال جانے لگا۔ گاڑی میں بھی عمر کے رونے میں کمی نہ آئی۔ پاس ہی ایک سیٹ پر بزرگ بیٹھے تھے۔ جب کافی دیر وہ اس کا رونا دیکھتے رہے تو اس کے بارے میں پوچھ بیٹھے۔ فیض نے اس کے درد کے بارے میں بتایا کچھ لمحے تو وہ بغور روتے بلکتے عمر کو دیکھتے رہے پھر بولے۔

''بیٹا میری مانو تو اسے ڈاکٹر کو دکھانے کی ضرورت نہیں مجھے تو کچھ اثر لگ رہا ہے اس پر۔'' یہ کہہ کر وہ ایک لمحے کو رکے۔ فیض نے ناسمجھی سے بزرگ کی طرف دیکھا۔

''ہاں بیٹا! تم نے خود ابھی کہا کہ طرح طرح کے ڈاکٹروں کو دکھا دیا لیکن اثر نہیں ہو رہا تو ایک بار مولانا صاحب کو دکھا کر دیکھ لو۔ مولانا طارق یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہوتے ہیں۔ میری مانو تو ابھی اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لے جاؤ۔ کیونکہ یہ ڈاکٹروں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لیے ڈاکٹر کو دکھانا فضول ہے۔''

فیض ان کی باتوں سے متاثر ہو کے پتا پوچھنے لگا اور شکریہ ادا کر کے مولانا سے ملنے اُتر گیا۔

☆.....☆

سیدھا سا راستہ تھا اس لیے اسے ڈھونڈنے میں مشکل پیش نہ آئی۔ وہ مولانا طارق کے سامنے بیٹھا اب اپنا مسئلہ بیان کر رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ کوئی بزرگ ہوگا لیکن سامنے بیٹھے بائیس تیئس سالہ نوجوان کو دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا۔ مولانا طارق کچھ دیر تو منہ میں کچھ پڑھتے رہے پھر اس پر پھونک مار کے فیض کی طرف متوجہ ہوئے۔

''آپ وہاں کرسی پر بیٹھ جائیں۔'' وہ اسے تھوڑے فاصلے پر بھیج کے پھر سے کچھ پڑھنے لگے۔ پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ عمر کی آواز یکدم سے بدل گئی۔ کہاں تو عمر کی نرم سی آواز اور اب کہاں ایک بھاری مردانہ آواز۔ فیض گھبرا اٹھے۔

''کون ہو تم اور کیوں اس بچے کے پیچھے پڑے ہو۔'' اب کے مولانا صاحب بھی غصے سے بولے۔

''میں تو بہت پہلے اس کے ساتھ ہوں اور ہمیشہ اس کے ساتھ ہی رہوں گا۔'' بھاری مردانہ آواز میں بہت سختی در آئی تھی۔ مولانا صاحب کچھ پڑھ پڑھ کر اس پر پھونک رہے تھے جب کہ فیض بیٹے کی اس حالت سے سخت پریشان تھا۔

''میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس ننھے بچے کو چھوڑ کر کہیں دور چلے جاؤ۔'' مولانا صاحب نے حکیمہ کہا۔

''نہیں میں اس سے دور ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں تو بہت پہلے سے اس کے ساتھ ہی رہ رہا ہوں، جب یہ چند ماہ کا تھا۔ میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔''

مولانا صاحب کے مسلسل پڑھ پڑھ کے پھونکنے کی وجہ سے اب مردانہ آواز کی سختی عاجزی میں تبدیل ہوگئی۔ فیض کبھی مولانا اور کبھی بیٹے کی طرف دیکھتا اور دل ہی دل میں بیٹے کے لیے دعائیں کر رہا تھا۔

''تمہیں اسے چھوڑ کے جانا ہی ہوگا کیونکہ تم اسے تکلیف دیتے ہو، پریشان کرتے ہو اس لیے تمہارے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔''

''نہیں میں اسے کبھی بھی تکلیف نہیں دیتا بس مجھ سے یہ نہیں برداشت ہوتا کہ کوئی دوسرا بھی اسے تکلیف دے۔ جب بھی کوئی اسے ڈانٹتا یا مارتا ہے تب میں ان سب کو خبردار کرنے کے لیے اس کے پیٹ میں تکلیف دیتا ہوں تاکہ یہ سب آئندہ اسے کچھ نہ کہیں۔'' عمر کے اندر سے آتی مردانہ آواز نے کہا۔

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی اگر اس کے ماں باپ اسے کچھ کہتے ہیں تو اس کی بھلائی کے لیے تو تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تم یوں اسے پریشان کرو۔ بہرحال میں تمہیں ایک موقع دیتا ہوں اگر آئندہ تم نے اسے دوبارہ پریشان کیا تو میں ایک لمحہ بھی نہیں لگاؤں گا تمہیں اس سے دور کرنے میں۔'' مولانا صاحب نے حتمی لہجے میں کہا تو عمر کا سر بھی اثبات میں ہل گیا۔

پھر انہوں نے دس سے پندرہ منٹ کچھ پڑھ کے عمر پر پھونکا اس کے بعد ایک تعویذ لکھ کر فیض کے حوالے کیا اور ساتھ ہی پانی پر دم کر کے دیا۔

فیض اب بھی کچھ غیر مطمئن سا تھا۔ اس نے اپنی پریشانی کا طارق صاحب سے اظہار کیا تو انہوں نے تسلی دیتے کہا۔

''میں نے اسے پابند کر دیا ہے یہ آئندہ عمر کو تنگ نہیں کرے گا۔ آپ بس یہ چالیس روز تک عمر کو پانی پلائیں اور گھر پہنچ کے یہ تعویذ بھی اس کے گلے میں ڈال دیں۔ انشاء اللہ آئندہ بچے کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔''

انہوں نے عمر کو دیکھا جو اب کافی بہتر لگ رہا تھا۔ اس کے بعد سے وہ تعویذ اور پانی کے استعمال سے عمر کے پیٹ میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

آج اس واقعے کو گزرے دس سال ہو چکے ہیں عمر اب چوبیس سال کا ہو چکا ہے۔ دوبارہ اس نے کبھی پیٹ کی تکلیف کا اظہار نہیں کیا۔ وہ اپنی زندگی نارمل طریقے سے اپنے والدین اور بہن کے ساتھ گزار رہا ہے لیکن مولانا طارق کا دیا ہوا تعویذ اب بھی اس کے گلے میں لٹکا رہتا ہے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

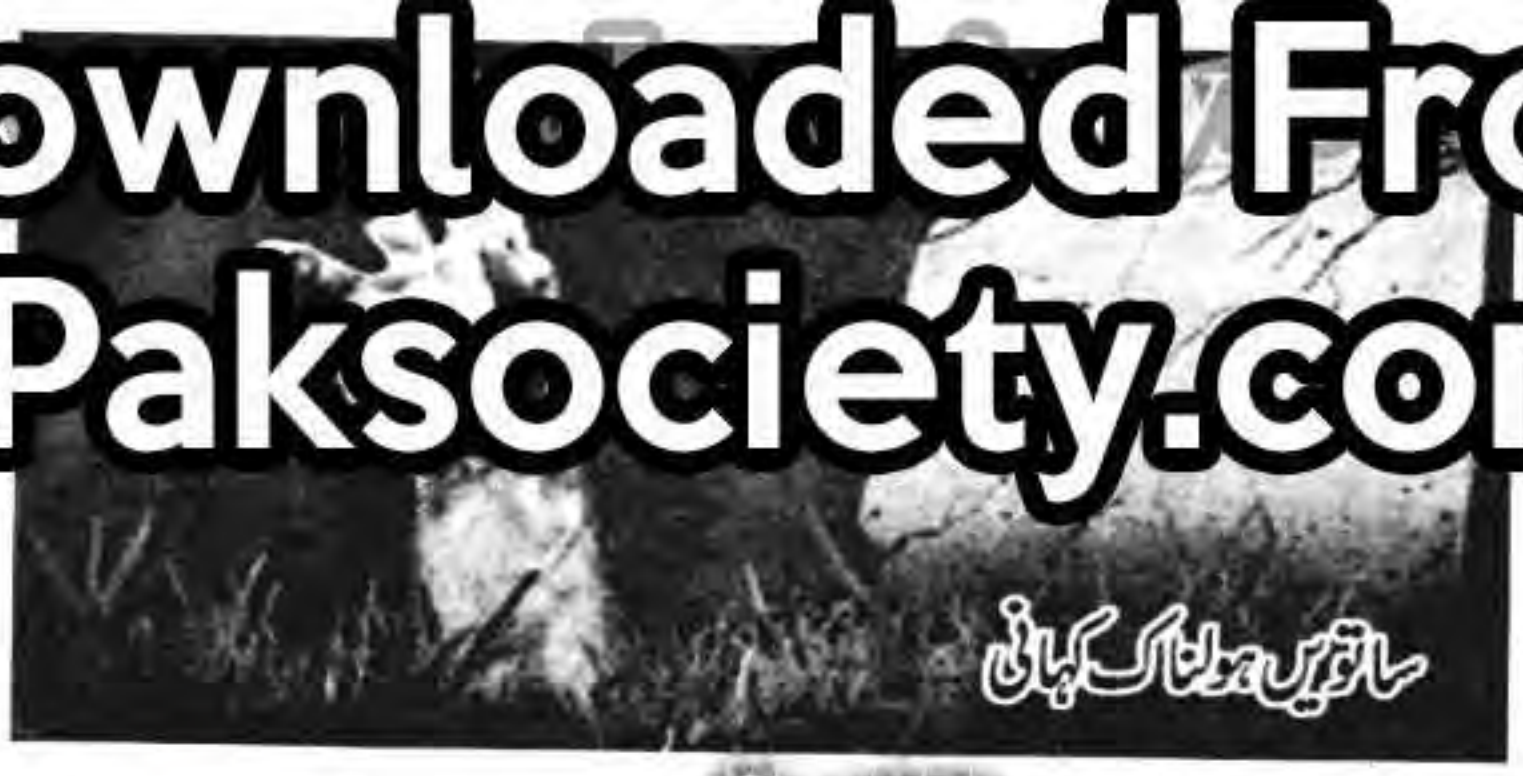

آخری شرارت

احتشام شامی

شیخوپورہ سے اُس نوجوان کی داستانِ عبرت، جو کسی اور کی قبر میں اتر کر ایک تجربہ کرنے گیا اور...

وسیع و عریض قبرستان میں موت کا سناٹا تھا۔ اِکا دُکا قبروں پر چند لوگ فاتحہ پڑھ رہے تھے۔ قبرستان کا گورکن ایک جگہ قبر کھودنے میں مگن تھا۔ اُس کے پاس دو نوجوان کھڑے اپنی گپ شپ میں مصروف تھے۔ دونوں کی عمریں بیس سے بائیس سال کے درمیان تھیں۔ ایک لڑکا جس کا نام مدثر تھا تھوڑا سوگوار نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ اس کا کزن قتل ہو گیا تھا۔ وہ اس کے چچا کا اکلوتا جوان بیٹا تھا اور اس کی شادی چند دن بعد طے تھی۔ اس کو کسی نے قتل کر ڈالا تھا۔ قاتل کون تھا یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ اُس کے والدین پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ موت برحق ہے مگر ایسی موت کا تصور بھی انسان کو کانپنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ خوشیاں چند قدم کے فاصلے پر ہوں، نئی زندگی کے خواب آنکھوں میں ہو۔ اور زندگی کے ہم سفر کی یاد دن رات ساتھ ہو.....

جہاں والدین زندہ درگور ہوئے وہیں آس پاس کے لوگ سوگوار ہوئے، ہنستا مسکراتا، خوبرو لڑکا چند لمحوں میں خاک میں مل جانے والا تھا۔

دوسرا نوجوان مدثر کا دست عتیق تھا۔ دونوں کالج میں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ عتیق کا تعلق تھا تو گاؤں سے مگر وہ شہر میں رہتا تھا۔ وہ ایک باتونی اور شریر لڑکا تھا جبکہ مدثر کم گو تھا مگر دونوں میں گہری دوستی تھی۔

شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ ایک گھنٹہ تک مغرب کے بعد میت کو دفنانا تھا۔

''کتنا خوفناک ہوتا ہے قبرستان، زندہ انسان تو ایک پل بھی رات کو نا رہ سکے یہاں۔ مُردوں کی ہمت ہے۔'' عتیق نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہمت والی کیا بات ہے ڈیئر وہ زندہ نہیں ہیں ان کو کیا ڈر، تم بھی عجیب ہانکتے ہو۔'' مدثر نے ڈانٹنے والے انداز میں کہا۔ عتیق ذرا متاثر ہوا اور برا سا منہ بناتے اپنے موبائل کے میسج چیک کرنے لگا۔ اتنی دیر میں گورکن فارغ ہو کر ان کی جانب آیا۔

''لو بچو! قبر تو تیار ہے۔ جب میت آ جائے تو آواز دے لینا میں ذرا جھونپڑے میں جا رہا ہوں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

وہ کپڑے جھاڑتا مڑ گیا۔ مدثر قبر کے پاس آیا اور اس میں جھانکنے لگا۔

''پتا نہیں فرشتے حساب کیسے لیتے ہوں گے۔ میں سوچ رہا ہوں اور کب لیتے ہوں گے۔'' عتیق نے فضول ہانکی پیچھے سے آ کر اور مدثر کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

''عتیق فضول سوال کرنا بند کرو خدارا! یہ سب مرنے کے بعد دیکھ لینا۔'' مدثر ناگواری سے بولا۔ عتیق چند سیکنڈ کے لیے چپ ہو گیا وہ قبر کے پاس کھڑا تھا۔ ایس ایم ایس آیا موبائل وائبریٹ پر تھا اپنے خیالوں میں کھویا تھا۔ وائبریٹ ہونے پر وہ ڈر سا گیا اور موبائل پھسل کر قبر میں گر گیا وہ بوکھلا گیا۔

''تم سے کوئی ڈھنگ کا کام نہیں ہو سکتا عتیق۔'' مدثر نے افسوس سے سر ہلایا۔

''اب اس میں میرا کیا قصور ہے غلطی سے گر گیا ہے چلو نکالنے میں میری مدد کرو، میں اندر کودتا ہوں باہر نکلنے میں مدد کرنا۔'' وہ لاپروائی سے بولا اور کچھ سنے بغیر چھلانگ مار کر اندر چلا گیا۔ موبائل مٹی سے اٹ چکا تھا۔ اس نے صاف کیا اور مدثر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مدثر کی مدد سے وہ اوپر آ گیا۔

''میں ایک بات سوچ رہا ہوں مدثر۔'' تھوڑی دیر بعد عتیق یوں بولا جیسے کسی اہم معاملے پر غور و خوض کر رہا ہو۔ مدثر نے ناک پر سے مکھی اڑانے والے انداز میں اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''اگر میت کے ساتھ موبائل رکھ دیا جائے۔'' مدثر کے گھورنے پر اس نے یکدم بات کو سنبھالا۔

''اچھا میں بات کو دوسرے رخ سے سمجھاتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر موبائل کو اندر لے کر میں لیٹ جاؤں اور تم اوپر سے بند کر دو تو جانے پھر سگنل آئیں گے یا نہیں۔'' داد طلب نظروں سے وہ مدثر کو دیکھ رہا تھا۔

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

''ایسا تجربہ تم خود کر کے دیکھ لینا، ابھی میرا دماغ مت کھاؤ۔'' مدثر نے موبائل نکالا اور گھر کال کر کے پوچھنے لگا کہ جنازہ کب تک آئے گا۔ بات کرتا وہ تھوڑا رو پڑا پتھر کے اوپر بیٹھ گیا۔ عتیق وہیں کھڑا سوچوں میں گم کھڑا رہا۔

''کیا تم یہ بھاری سلیں اٹھالو گے مدثر؟'' اس نے قبر کے پاس پڑی تین چار سلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''ہاں اٹھالوں گا اس میں کیا بات ہے زیادہ وزنی تو نہیں ہوں گی۔'' مدثر کافی صحت مند سا تھا بلکہ جم بھی جاتا تھا۔

''پھر یوں کرو میں اندر لیٹا ہوں تم یہ اوپر رکھ دینا میں تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔'' مدثر اپنی جگہ سے اچھل پڑا اس نے عتیق کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔

''عتیق! بس کرو یہ کوئی مذاق نہیں ہے تم حد سے بڑھ جاتے ہو کبھی کبھی۔'' عتیق کوئی اثر لیے بغیر قبر میں جھانکتا رہا۔

''کبھی تو میری بات کو سمجھا کرو مدثر میری جان! ایڈونچر بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ جب تک جنازہ نہیں آتا یہ ایڈونچر کرتے ہیں۔'' عتیق نے اس کے سامنے آ کر اس کے گلے میں دونوں بازوں ڈالے اور منانے کی کوشش کی۔

''خوب جانتا ہوں میں تمہارے ایڈونچرز کو بس کرو یار۔'' اس نے بازو ہٹاتے ہوئے اکتا کر کہا۔

''تو تمہیں کیا مسئلہ ہے یار، دیکھو پانچ منٹ کی بات ہوگی، میری خاطر مان جاؤ خدارا میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی شرارت نہیں کروں گا۔ یاد کرو گے میری شرارتوں کو پھر۔ عتیق جانتا تھا مدثر زیادہ دیر تک انکار نہ کر سکے گا۔ مدثر زچ ہو گیا چند منٹ بعد مان گیا۔

''دیکھو مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، کچھ بھی غلط ہو سکتا ہے اور کوئی اور بھی آ سکتا ہے کتنی ڈانٹ پڑے گی۔'' عتیق کھل اٹھا تو مدثر تشویش میں بولا۔

''کچھ نہیں ہوگا بس چند منٹ کی بات ہے۔'' پھر دونوں سلیں اٹھا کر قبر پر رکھنا شروع کر دیں چار سلیں تھیں۔ عتیق پُرجوش تھا تین سلیں رکھ کر چوتھی وہ قریب لے آئے۔

''اب میں اندر جاتا ہوں تم یہ اٹھا کر اوپر رکھ دینا۔'' وہ جلدی سے قبر میں اتر گیا۔

''مٹی بھی ناڈال دوں اوپر۔'' مدثر دانت کچکچا کر بولا اور عتیق ہنس پڑا۔

''ٹھیک ہے تم مٹی ہی ڈال دینا تمہیں اجازت ہے۔'' مدثر نے افسوس سے اسے دیکھا۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر اس نے چوتھی سل اٹھائی۔ اس کا خیال تھا زیادہ وزنی نہیں ہوگی مگر اکیلے اٹھاتے ہوئے اسے پسینہ آ گیا۔ کچھ خوف سے اور کچھ وزن سے۔ قبر کو ڈھانپ کر چند سیکنڈ اس نے سانس لی اور موبائل نکال کر عتیق کو میسج کیا۔

''سناؤ مُردے صاحب آخری آرام گاہ کیسی لگ رہی ہے۔'' چند سیکنڈ جواب کا انتظار کیا۔

''کیا فرشتوں سے مذاکرات کرنے لگے ہو۔'' اگلا میسج۔

''کہیں کیڑے تو نہیں آ گئے۔ سنا ہے قبر میں وہ بھی ہوتے ہیں۔'' اس سے اگلا۔

''عتیق! جواب دو ورنہ میں اٹھالوں گا۔'' تین منٹ گزر گئے جواب ندارد اس نے کال ملائی۔

''آپ کے مطلوبہ نمبر سے جواب نہیں آ رہا۔'' اور اسے غصہ آ گیا۔

''حد ہوتی ہے اسے باہر نکلنے دو میں اسے آج زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ نمبر ہی بند کر دیا۔'' اس نے قبر کے اوپر ہی سے گھورا۔ جیسے وہ دیکھ رہا ہو۔ موبائل جیب میں ڈال کر آگے بڑھا اور سل پر ہاتھ ڈالا مگر۔ اُس نے اپنا سارا زور لگا دیا مگر سل نہیں اٹھا پایا۔

''اُف یہ کیا ہو رہا ہے، شاید گھبراہٹ میں یا مٹی میں پھنس گئی ہے۔'' اس نے جھنجھلا کر ایک بار پھر کوشش کی مگر ناکام خوف کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔

''اب کیا کروں، گورکن چچا کو بلا کر لاتا ہوں۔'' وہ گورکن کی جھونپڑی کی طرف بھاگا جو قبرستان کے تقریباً اختتام پر تھی، جھاڑیاں پھلانگتا تیز بھاگ کر وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جھونپڑی کے پاس پہنچا اور زور سے چلایا۔

''چاچا! کہاں ہو تم۔'' جھونپڑی کپڑے کی بنی تھی، گورکن کا گھر پاس ہی تھا مگر زیادہ تر وہ یہاں چارپائی ڈالے لیٹا رہتا۔ وہ کپڑا ہٹا کر اندر داخل ہوا۔ گورکن چارپائی پر متوحش سا بیٹھا تھا۔

''چاچا! میرے ساتھ چلو، خدا کے لیے میرے دوست کو بچالو وہ مر جائے گا۔'' مدثر تقریباً رو پڑا۔

''کیا ہو گیا ہے پتر! سانپ نے تو نہیں ڈس لیا میں نے اتنا بُرا خواب دیکھا ابھی۔'' وہ جھرجھری لے کر بولا۔

''آپ میرے ساتھ چلیں بس پلیز۔'' مدثر نے ان کا بازو پکڑ کر کھینچا۔ وہ معاملہ سیریس دیکھ کر جلدی سے اُس کے ساتھ ہو لیے اور جب قبر پر پہنچے تو دنگ رہ گئے۔

''کہاں ہے تمہارا دوست۔'' گورکن نے متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور سوالیہ نظروں سے مدثر کو دیکھا۔ اس نے انگلی سے قبر کی طرف اشارہ کیا اور گورکن حیران رہ گیا۔

''میری مدد کریں یہ سلیں اٹھا کر میرے دوست کو باہر نکالیں۔'' گورکن کی آنکھوں میں کئی سوال تھے مگر اس وقت اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔ دونوں مل کر سلیں اٹھانے جھکے۔ مگر ناکام..... دونوں نے اپنا پورا زور لگا لیا مگر چاروں میں سے کوئی بھی سل اپنی جگہ سے نا ہلی۔ مدثر اب صحیح معنوں میں کانپ گیا۔ خوف کی لہر دونوں کے جسم میں دوڑ گئی۔

''یہ کیا کیا تم لوگوں نے۔ اب کیا ہوگا۔ میرے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے۔'' مدثر نے سر ہلایا انکار میں اور زمین پر بیٹھتا چلا گیا اس کی ٹانگوں سے جان نکل رہی تھی۔ وہ جواب دینے کے قابل نہیں رہا تھا۔ موبائل پر بیل بجی تو اس نے جلدی سے جیب سے نکالا۔ ایک امید۔ ایک آس۔ دل خدشات سے دھڑک رہا تھا۔ مگر کال اس کے بڑے بھائی کی تھی۔

''شاہد بھائی! پلیز جلدی سے یہاں آجائیں وہ عتیق کو.....'' بات ادھوری چھوڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

''کیا بتاتا؟ اس نے عتیق کو زندہ دفنا دیا۔؟ محض ایک ایڈونچر کی خاطر۔ محض عتیق کی باتوں میں آکر۔ بتانے کو کچھ تھا نہیں۔ عتیق کا ہنستا مسکراتا چہرہ اس کی نگاہوں میں گھوم گیا اور وہ ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

☆☆☆

اس واقعہ کو ایک ماہ گزر گیا۔ مدثر کی حالت اب قدرے بہتر تھی مگر وہ چپ چپ رہتا تھا۔ اس کے بے ہوش ہونے کے بعد گورکن نے شاہد بھائی کو ساری صورت حال سنائی۔ شاہد بھائی دو چار بندوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔ قبر سے سلیں اٹھانے کی ہر طرح کوشش کر لی گئی مگر..... فوری طور پر دوسری قبر تیار کی گئی۔ شاہد نے گھر ابو کو بتا دیا۔ عتیق کے گھر والوں کو یہ سب بتانا سب سے مشکل مرحلہ تھا ایسے میں جب مدثر بے ہوش ہو چکا تھا۔ بات واضح نہیں تھی کیا مدثر نے عتیق کو قتل کر کے اندر ڈال دیا؟ مدثر کے ابو نے فوری طور پر عتیق کے والد کو کال کر کے شہر پہنچنے کو کہا۔ جب وہ آئے تو مدثر بھی ہوش میں آچکا تھا۔ اس نے اٹکتے ہوئے ساری بات شروع سے بتا دی۔ عتیق کے والدین پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ وہ مدثر کی بات کا یقین نا کرتے مگر ایک سوال ہر کسی کی زبان پر تھا ہر کسی کے ذہن میں تھا۔ قبر سے سلیں کیوں نہیں ہٹ رہی تھیں؟ کیا پراسراریت تھی اس میں؟ کیا اللہ کی حکمت؟ ایسی باتوں پر مذاق کرنے والوں کا انجام؟ اور بہت سے سوال ذہن میں جنم لیتے مگر مدثر کے ذہن میں عتیق کی آخری باتیں گونجتی رہتی۔

''میں آئندہ کوئی شرارت نہیں کروں گا یاد کرو گے میری شرارتوں کو۔''

''ٹھیک ہے تم مٹی ہی ڈال دینا تمہیں اجازت ہے۔''

''مدثر میری جان ایڈونچر بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔'' اور اپنی کہی بات' میں اُسے آج زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' اور اس نے واقعی زندہ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ رونے لگتا چیخنے لگتا پھر خود ہی سنبھل جاتا۔ وہ مٹی نہیں ڈال سکا مگر دفن وہ کر چکا تھا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

آسیہ کون تھی؟

مہر پرویز احمد دولو

پوری بستی میں کوئی نہ جان سکا کہ ان کے ساتھ رہنے والا وہ خاندان کون تھا

لڑکی نہیں وہ آفت کی پرکالہ تھی۔ حسن کا منہ بولتا ثبوت، رنگ گورا چٹا، سیال بال ناگن کی طرح لہراتے۔ بہنوں میں اس کا تیسرا نمبر تھا لیکن خوب صورتی میں پہلے نمبر پر تھی چونکہ غریب خاندان سے تعلق رکھتی تھی اس لیے مقدر کی لکیروں سے مات کھاتی آرہی تھی۔

پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے مزدوری کی چکی میں پس کر ریزوں میں تقسیم ہورہی تھی۔ سردیوں میں منہ اندھیرے اٹھ کر والدہ اور بہنوں کے ساتھ رات کا بچا کھچا کھانا کھا کر کپاس کی چنائی کو نکل پڑتی۔ سخت سردی میں ہاتھ پاؤں ٹھٹھر جاتے، دانت پر دانت بجتے، پرانے کپڑے کی جھولی بنا کر پیٹھ لٹکا کر کپاس کے سفید سفید گولے اتار کر جھولی میں ڈالتی جاتی۔ شام تک سبھی بہنوں کی بہت زیادہ روئی اکٹھی ہوجاتی۔

اجرت کے طور پر ساری روئی کا سولہواں حصہ ان کو مل جاتا، یوں ہزار سے دو ہزار روپے تک کی دیہاڑی لگ جاتی۔

☆.....☆

اسلم، وڈیرے کا لاڈلا بیٹا تھا جس چیز پر دل آجاتا آسانی سے حاصل نہ ہوتی تو چھین لیتا۔ مار دھاڑ سے بھی باز نہ آتا، عزتوں سے کھیلنا اس کا مشغلہ تھا۔ کتنی ہی معصوم کلیوں کو روند چکا تھا۔

آج جب آسیہ ماں اور بہنوں کے ساتھ کپاس کی چنائی کے لیے اسلم کے کھیتوں میں پہنچی تو اسے دیکھتے ہی اسلم کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ وہ اس بات پر سخت حیران اور کسی حد تک غصے میں بھی تھا کہ اتنی حسین لڑکی اس کی آنکھوں سے اوجھل کیوں رہی۔ اب تو وہ روز آسیہ کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ اس حد تک اس کا شیدائی ہو چکا تھا کہ شام کو بہانے سے ان کے گھر جاتا اور اگلے دن روئی کی چنائی کی اطلاع دے آتا، اس دوران آسیہ کی دید کر کے آنکھوں کی پیاس بھی بجھا آتا۔

آسیہ جونہی کھیت میں پہنچتی اسلم پروانے کی طرح اڑانیں بھرنے لگتا اسی کے اردگرد پھرتا رہتا اور پھر ایک دن پھر اس کی برداشت سے باہر ہوگیا۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر کپاس کے لمبے پودوں کے درمیان اکیلا پاتے ہی اس نے آسیہ کو کھینچ کر خود سے لگانا چاہا تھا۔

چھونے کی دیر تھی کہ اسلم کو یوں لگا جیسے اسے بجلی کا بہت زور کا جھٹکا لگا ہو۔ پورا جسم ہوا میں بل کھانے لگا۔ آنکھوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کے آگے تاریں سا پڑنے لگے، جسم میں چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ جوتے یوں تپنے لگے جیسے آگ کی بھٹی میں گرم کیے جارہے ہوں، آگ کی تپش پورے جسم کو پگھلانے لگی، اس نے بھاگنے میں عافیت جانی اور وہ جونہی بھاگ کر کھیتوں سے دور نکلا تب اس کو سکون محسوس ہوا۔

اس ناگفتہ بہ صورت حال نے اسے سخت غصے اور ہیجان میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ تو آسیہ کو پیس کر سرمہ بنا دیتا۔ یہ غصہ اس نے یوں نکالا کہ جونہی شام کو مزدوری دینے کا وقت آیا اس نے آسیہ اور اس کی بہنوں کو بہت تھوڑی مزدوری دی، اسی پر بس نہ کیا بلکہ ان پر چوری کا الزام لگایا اور آئندہ کھیتوں میں آنے سے روک دیا۔

اسلم کی دھمکیوں کو سن کر آسیہ بہنوں کے ہمراہ گھر کو روانہ ہوگئی۔ ابھی یہ لوگ راستے میں ہی تھے کہ روئی کے ڈھیر سے دھواں اٹھنے لگا، لمحوں میں دھواں آگ میں تبدیل ہوگیا اور ساری کپاس جل بھن گئی۔

Downloaded From
paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

یہ صورت حال دیکھ کر اسلم اور اس کے گھر والے سخت پریشان ہو گئے۔ محنت میں ہزاروں کا نقصان ہو گیا۔ اسلم کی آنکھوں کے سامنے دن کا واقعہ گھومنے لگا، روئی کو آگ لگنے کی وجہ بھی اس نے آسیہ کی کارستانی سمجھی، اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ آسیہ اس کی ماں اور بہنوں کو پکڑ کر لاؤ، روئی کو آگ انہوں نے لگائی ہے۔"

نوکر بھاگ کر گئے اور راستے میں ہی انہیں جالیا اور انہیں پکڑ کر اسلم کے ڈیرے پر لے آئے، وہ غصے سے پیچ و تاب کھا رہا تھا، انہیں دیکھتے ہی اس کی آنکھوں سے آگ کے شرارے نکلنے لگے۔ اس نے فوراً ان کے ہاتھ پاؤں باندھنے کا حکم دیا۔ ہاتھ پاؤں باندھنے کے بعد انہیں زمین پر لٹا کر ڈنڈوں سے مارنے کا حکم دیا۔ نوکروں نے ڈنڈے پکڑ کر جونہی مارنے کے لیے ہوا میں لہرائے وہ سیاہ ناگوں کی صورت اختیار کر کے ہاتھوں سے پھسل گئے جب کہ ہاتھ پاؤں کی رسیاں خود بخود کھل کر ننھے ننھے سپولیوں کی شکل اختیار کر کے زمین پر رینگنے لگیں جب کہ ناگ اسلم اور نوکروں کے گرد گھیرا تنگ کر کے پھنکارنے لگے۔ ان کی پھنکار سے آگ کی بارش ہونے لگی جو ان لوگوں کو جلانے لگی۔ گرمی کی تپش ان کی ہڈیوں کو پگھلانے لگی اب تو سب ڈیرے سے بھاگنے لگے۔ جدھر منہ اٹھا ادھر سے ہی جانے میں سب نے عافیت جانی۔

☆.....☆

گاؤں سے باہر کھلے میدان میں لب دریا بابا نتھو شاہ نے ڈیرا ڈال رکھا تھا۔ پیر تو اسے ایک حادثے نے بننے پر مجبور کر دیا ورنہ وہ تو علاقے کا انتہائی بدقماش آدمی تھا، گھریلو ذمہ داریاں نہ ہونے کی وجہ سے آوارہ بدچلن نوجوانوں کا سرغنہ بن گیا تھا۔ آئے روز کی چوری چکاری کرنا اس کا وطیرہ تھا۔ صنف نازک اس کی کمزوری تھی۔ اس نے جھوٹ، مکاری اور چوری سے کمائی گئی رقم لڑکیوں پر نچھاور کر کے انہیں اپنے جال میں پھنسا رکھا تھا۔ کئی لڑکیوں کے گھر والوں نے اس کی کئی دفعہ ٹھکائی بھی کی مگر وہ اپنی کمینگی سے باز نہ آیا۔ گھر والوں نے اس کی قریبی عزیزوں میں ایک بہت ہی خوب صورت دوشیزہ سے شادی کی مگر اسے تو تتلی کی مانند رس چوسنے کا شوق تھا، سو بیوی سے نباہ نہ ہو سکا اور اسے طلاق دے دی۔

گھر والوں نے اتنا بڑا انتہائی قدم اٹھانے پر اسے عاق کر کے گھر سے نکال دیا اور تمام لوگوں کو بتا دیا کہ اپنے اچھے برے کا یہ خود ذمے دار ہے۔ ہم اس کے کسی بھی قول و فعل کے ذمہ دار نہیں۔ گھر کا آسرا چھن جانے پر اس نے دور کے گاؤں میں ڈیرا ڈال لیا۔ سبز چوغہ، موٹے دانوں والی تسبیح، گلے اور ہاتھوں میں گول گول کڑے، سر پر مختلف رنگوں کے کپڑوں کی بنی ٹوپی پہن کر وہ بابا نتھو شاہ بن کر لوگوں کے دکھ درد دور کرنے لگا۔ بدلے میں اسے بہت کچھ مل جاتا۔ دنوں میں ہی علاقے میں اس کی شہرت ہو گئی۔ کتنی ہی بانکی ناریاں اس کے حجرے کی زینت بننے لگیں۔ پرانی دوست خواتین تک وہ اپنی حالت زار پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ کرامات کا خوب ڈھنڈورا پیٹا اور یوں اس کے اردگرد حاجت مندوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ مقامی زمیں دار کی اسے خاص آشیر باد حاصل تھی۔ وہ اس کے خاص مریدین میں شامل تھا، اس کا ایک ایسا کام نتھو شاہ نے کیا تھا جو کوئی بھی عامل اور پیر بابا نہ کر سکا تھا۔

نتھو شاہ کی مشہوری سن کر مقامی زمیں دار بھی ایک دن زیارت کو آنکلا۔

وہ یہاں جنگل میں منگل دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کتنی ہی حسن کا شاہکار حسینائیں نتھو شاہ کے پاؤں میں پڑی حاجات کی تسکین کے لیے گریہ زاری کر رہی تھیں۔

وہ حسینائیں جو گاؤں میں کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی تھیں یہاں شاہ جی کے پاؤں دبا رہی تھیں۔ ان میں ایک ایسی دوشیزہ بھی تھی جس نے زمیندار کی سرِ راہ خوب بے عزتی کی تھی۔ زمیندار کو اپنی ساکھ بچانے کے لیے باقاعدہ پنچایت کے سامنے اس سے معافی مانگنی پڑی تھی۔ اس حسینہ کو دیکھ کر زمیندار کا خون کھولنے لگا، انتقام کے شعلے آنکھوں سے آگ کی صورت میں نکلنے لگے۔ زمیندار نے نتھو شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید خاص ہونے کا شرف حاصل کیا۔ بدلے میں کافی نذرانہ دیا اور متعلقہ حسینہ کو پانے کے لیے کالا بکرا، دس ہزار روپے اور سونے کی انگوٹھی نتھو شاہ کے حضور پیش کر دی اور مزید نوازشات کا بھی اقرار کیا۔

اتنا کچھ پاتے ہی نتھو شاہ کی باچھیں کھل گئیں اور پھر ایک رات سیاہ گھپ اندھیری رات کو اس حسینہ کو بلا کر زمیندار کی سیج کی زینت بنا دیا۔

اس مہربانی کے بدلے زمیندار نے ایک کنال رقبہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نتھو شاہ کو حجرہ بنانے کے لیے دیے دیا تھا اور اس کی مشہوری کی رہی سہی کسر پوری کردی تھی۔

اس دن کے بعد سے نتھو شاہ کا طوطی اردگرد کے گاؤں میں بولنے لگا۔ جوق در جوق لوگ آکر اپنی منتیں پوری کرنے لگے۔ ہر طرف نتھو شاہ کی شہرت کے چرچے تھے۔

☆.....☆

اسلم آسیہ کی کارستانیوں سے سخت پریشان تھا۔ اسے کچھ بجھائی نہیں دے رہا تھا۔ جب کہ آسیہ کا انتقام روز بروز بڑھتا جارہا تھا۔ کتنا ہی مالی نقصان اسلم اٹھا چکا تھا۔ ہراساں اور خوف زدہ الگ تھا۔ ہر پل خوف کے سائے اس کے سر پر لہراتے رہتے۔ اس صورت حال سے نجات پانے کے لیے بہت سے دوستوں سے مشورہ کیا لیکن بات نہ بن سکی۔

نتھو شاہ کی شہرت کا بجتا نقارہ ایک دن اسلم نے بھی سن لیا۔ فوراً ہی نتھو شاہ کے حجرے کی طرف روانہ ہوگیا۔ مرید خاص کی مٹھی گرم کرنے کے بعد شرف ملاقات کی سعادت حاصل کی آسیہ کی بے اعتنائی انتقامی کارروائی اور اپنے نقصان کا رونا رویا۔ آسیہ کو عبرت ناک سبق سکھانے کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کا وعدہ کیا۔ نتھو شاہ کی ہدایت پر اگلے دن سیاہ بکرا، کستوری اور نذرانے کی صورت میں پیسے لے کر حاضر ہوگیا۔ یہ سامان پاتے ہی شاہ جی خوشی سے نہال ہوگئے۔ حق ہو کا نعرہ لگایا سمجھ نہ آنے والی زبان میں اول فول بکنے لگا۔ ان لغویات سے فارغ ہونے کے بعد سفید کاغذ پر الٹی سیدھی لکیریں مار کر تعویذ لکھ کر اسے دیا اور اپنے پاؤں کے پاس بیٹھ کر ایک خاص قسم کا ورد کرنے کا حکم دیا۔ اسلم نے آنکھیں بند کیں، نتھو شاہ کے پاؤں کی دھول کو پیشانی پر مل کر چہرہ خاک آلود کیا اور ورد کی صورت میں آسیہ کے نام کی مالا جپنے لگا۔

ورد کرتے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ نتھو شاہ کے بالوں کی لٹیں کسی جانے لگیں۔ بال کھینچنے کی وجہ سے اس کی چیخیں نکل گئیں۔ اسلم کے چہرے پر پاؤں کی ملی ہوئی خاک مرچوں کی طرح جلد کو جلانے لگی۔ ابھی دونوں تکلیف کی اذیت میں مبتلا تھے کہ یکدم حجرے کی چھت دھڑام سے نیچے آرہی، یہ دونوں چھت کے سامان کے نیچے دب گئے۔ چیخنے پر آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ باہر بیٹھے مریدوں نے اس المناک صورت حال کو دیکھتے ہوئے چیخ وپکار کی۔

ریسکیو کو فون کیا گیا، ان جوانوں نے آکر ان دونوں کو ملبے کے نیچے سے نکالا اور قریبی اسپتال میں پہنچایا جہاں ان کے زخموں کو صاف کیا گیا، دوائی وغیرہ دلائی گئی۔ خون کی بوتلیں اور دیگر دوائیاں دی گئیں۔ تیمارداری سے کافی حد تک ان کی طبیعت سنبھل گئی۔ سکون آور دوائی کھلانے سے نہ صرف ان کا درد ختم ہوگیا۔ وہ سکون محسوس کرکے خواب خرگوش کے مزے لوٹنے لگے۔

ان کو سوئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ان کے جسم کا نظام اچانک جامد ہونے لگا، سانس بند ہونے لگی۔ آنکھیں اندر کو دھنسنے لگیں۔ پاؤں میں کھجلی ہونے لگیں۔ جسم میں چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ نرم بستر آگ کی طرح تپنے لگا۔ کرب میں مبتلا ہوتے ہی ان کی چیخیں چھت کو پھاڑ کر باہر جانے لگیں۔ رو رو کر ان کا برا حال تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے آگ میں جل رہے ہوں اور زندگی کے بچاؤ کے لیے آخری بار ہاتھ پاؤں مار رہے ہوں۔ وہ جسم کو نوچ نوچ کر خون نکالنے لگے تھے۔

اتنی دیر میں انہیں لگا جیسے آسیہ سامنے آئی ہے۔

''کون ہو تم؟'' وہ دونوں حالت مرگ میں مبتلا چلائے۔

''میں..... میں وہی ہوں جس کو پانے کے لیے تم نے ہر ہتھکنڈا اپنایا تھا۔ کاش تم جان سکتے کہ ہر چیز کو حاصل کرنا انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ دولت سے سب کچھ نہیں خریدا جاسکتا۔ تم خدا پر ایمان رکھتے ہو مگر صرف اپنے مطلب کے لیے۔ خدا نے ہر مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ کاش تم لوگ اپنے سفلی جذبات پر قابو پا کر اس مالک دو جہان کو یاد کرلیتے تو اس انجام کو نہ پہنچتے۔''

''آسیہ تم.....! ہمیں ایک بار معاف کردو۔'' کسی بچھو نے جیسے دونوں کو ڈسا تھا۔

''ہا ہا ہا..... میرا پروردگار سب سے بڑا منصف ہے۔ وہ رحمن ہے، رحیم ہے۔ میں اس مالک کے انصاف پر عش عش کر اٹھی ہوں۔''

یہ کہہ کر آسیہ یکدم ہوا میں تحلیل ہوگئی اور ان دونوں کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا اور ظالم اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے مگر آج تک کسی کو یہ راز نہ معلوم ہوسکا کہ آخر آسیہ اور اس کا خاندان راتوں رات کہاں چلے گئے تھے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مسئلہ یہ ہے

خلقِ خدا کی بھلائی کے لیے مفید و معلوماتی سلسلہ

محترم قارئین! ''مسئلہ یہ ہے'' کا سلسلہ خلقِ خدا کی بھلائی اور رُوحانی معاملات میں اُن کی رہنمائی کے جذبے کے تحت ماہنامہ ''سچّی کہانیاں'' کے اوّلین شمارے سے شاملِ اشاعت ہے۔ گزشتہ برسوں میں ان صفحات پر تحریر و تجویز کردہ وظائف اور دُعاؤں سے بلاشبہ لاکھوں افراد نے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ اس مادّی دنیا میں آیاتِ قرآنی اور ان کی رُوحانی طاقت کے حیران کردینے والے معجزے دیکھے۔ جیسے جیسے لوگوں کو اِن وظائف سے فائدہ ہوتا رہا، اُسی تناسب سے ہر ماہ موصول ہونے والے خطوط کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، پھر صورتِ حال یہ ہوگئی کہ اگر ماہنامہ ''سچّی کہانیاں'' میں خطوط کے جوابات دینے پر اکتفا کیا جاتا تو قارئین کو اپنے جوابات کے لیے کئی کئی ماہ انتظار کرنا پڑتا، کیوں کہ پرچے میں صفحات کی تعداد بہرحال محدود ہے۔ اِن ہی حقائق کو دیکھتے ہوئے فوری نوعیت کے مسائل کے جوابات براہِ راست ارسال کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا، لیکن اتنے زیادہ خطوط کو سنبھالنا، اُن کا ریکارڈ مرتب کرنا اور انہیں سپردِ ڈاک کرنا خاصا دقت طلب کام ہے جو مجھ ایسے آدمی کے لیے کسی طور ممکن نہیں۔ اِن صفحات کی ترتیب و تدوین اور براہِ راست جوابات کے لیے میرا معاوضہ پاکستان کی سلامتی، قومی یکجہتی کی دُعا اور مسلمین و مسلمات (خواہ وہ زندہ ہوں یا مُردہ) کے لیے دُعائے خیر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دُعائے خیر سے بڑا معاوضہ اور قیمتی تحفہ کوئی کسی کو کیا دے سکتا ہے؟ قارئین کے خطوط کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر ادارے کو باقاعدہ اسٹاف رکھنا پڑا ہے جو خطوط کا ریکارڈ مرتب کرنے اور انہیں سپردِ ڈاک کرنے کا ذمے دار ہے۔ اگر آپ اپنے مسئلے کا فوری جواب چاہتے ہیں تو ازراہِ کرم جوابی لفافے کے ساتھ 300/= روپے کا منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ ماہنامہ ''سچّی کہانیاں'' کے نام ارسال کردیں۔ یہ رقم اُن افراد کی تنخواہ کی مد میں آپ کی امداد ہوگی جو اس شعبے سے متعلق ہیں۔ منی آرڈر کی رسید اور ڈرافٹ بھیجنے کے علاوہ خط میں منی آرڈر کی رسید اور بینک ڈرافٹ نمبر ضرور تحریر کریں۔ صاحبِ استطاعت حضرات تو کیں منی 300/= روپے کو آخری حد نہ سمجھیں، وہ حسبِ استطاعت اِس رقم میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ یہ رقم اُن خواتین کے کام آئے گی جو ملک کے دور دراز علاقوں میں رہتی ہیں اور جن کے لیے منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ بھیجنا ممکن نہیں ہے۔ خطوط بھیجنے سے پہلے درج ذیل باتوں کا خیال رکھیں۔

(1)......مسئلے کے ساتھ اپنا اور اپنی والدہ کا نام ضرور تحریر کریں۔ اصل نام کی اشاعت مقصود نہ ہو تو خط فرضی نام سے شائع کیا جائے گا۔ فرضی ناموں سے جھوٹے خطوط نہ بھیجیں ورنہ فائدے کے بجائے نقصان کا احتمال ہے۔

(2)......منی آرڈر، بینک ڈرافٹ ماہنامہ ''سچّی کہانیاں'' کے نام ارسال کریں۔

(3)......اپنا مسئلہ صاف اور واضح الفاظ میں کاغذ کے ایک طرف تحریر کریں۔

88-C II۔ خیابانِ جامی۔ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی۔ فیز-7، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بچو! ایک اور رمضان شریف اختتام پذیر ہوا۔ میں ان تمام بچوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے عید کی خوشیوں میں اپنے دیگر مسلمان بہن بھائیوں کو یاد رکھا۔ بے شک ہر نیک عمل کا اجر کئی گنا زیادہ اللہ رب العزت عطا فرماتے ہیں۔

دوران اعتکاف میں نے سب کے لیے خوب دعائیں کیں، کچھ کے نام لے کر اور باقی جن کے نام یاد نہیں تھے ان کے لیے اجتماعی طور پر، اللہ قبول فرمائے اور تمام پاکستانیوں اور مسلمانوں پر اپنا خاص کرم فرمائے۔ آخر میں بس صرف اتنا کہوں گا کہ کاش ہم سب کے اعمال ایسے ہوں کہ ہم پر اللہ کا خاص کرم ہو۔ نماز کی پابندی بہت ضروری ہے اور کوشش کرو کہ روزانہ تھوڑا سا قرآن پڑھو مگر سمجھ کر پڑھو اور اس وعدے کے ساتھ پڑھو کہ اس پر عمل بھی کرو گے۔ دنیا میں موجود ہر شے فانی ہے حتیٰ کہ دنیا بھی، اگر کچھ باقی رہ جائے گا تو وہ نیک عمل ہے جس کے بدلے روز حشر جنت عطا ہوگی۔ لہٰذا آج سے بلکہ ابھی سے توشہ تیار کرلینا چاہیے۔ اللہ حامی و ناصر ہو۔

□ مریم۔ جمالی گوٹھ

☆ بیٹی مریم! تمہارا تفصیلی خط موصول ہوا جہاں تک چہرے کے مسائل کا تعلق ہے تو اس کے لیے مجھ سے دوا منگوالو، انشاء اللہ فرق محسوس کرو گی۔ تمہارا دوسرا مسئلہ کافی گھمبیر ہے میں تمہیں نصیحت کروں گا کہ معاملات میں خاموشی رکھو اور جس قدر ممکن ہو چلتے پھرتے یا ارحم الراحمین کا ورد کیا کرو اپنے ہاتھوں سے چڑیوں کو دانہ پانی ضرور ڈالا کرو۔ میں تمہارے لیے دعا گو ہوں۔ مجھے ایک ماہ بعد حالات سے آگاہ کرو۔

□ نورین۔ فیصل آباد

○ بابا جی! اللہ آپ کو ہم جیسے لوگوں کے سر پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اللہ اُس نیک شخص پر بھی اپنا خصوصی کرم کرے جس نے عید سے قبل میری مدد کی۔ بابا جی آپ کے توسط سے ملنے والی رقم اتنی عزت اور سہولت سے ملی کہ میں اور میرے بچے ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر آپ کو اور اُس نیک انسان کو دعائیں دیتے ہیں۔ اللہ اُس انسان کی اولاد کو اُس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ میں بدلے میں سوائے دعاؤں کے اور کچھ نہیں دے سکتی۔ بابا جی مجھے اب یقین ہوگیا ہے کہ مشکلات ضرور کم ہوں گی۔ آپ دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیے گا۔

☆ بیٹی نورین! خوش رہو۔ میں تو اعتکاف میں تھا تمہارے نام سے اللہ کے بندے نے مدد بھیجی۔ سچی کہانیاں والوں نے تم تک پہنچائی۔ اللہ اس کارِ خیر میں حصہ ڈالنے والوں کو تا قیامت آباد رکھے اور کبھی کوئی دکھ نہ دے۔ کوشاں ہوں کہ مسلسل کوئی سلسلہ بن سکے تاکہ تم پردے میں رہ کر بچوں کی ضروریات پوری کرسکو۔

□ مہوش۔ گجرات

☆ بیٹی مہوش! تم نہیں چاہتی تھیں کہ تمہارا خط چھپے اس لیے جواب دے رہا ہوں۔ بیٹی تمہیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرنی ہوگی۔ میں نہیں جانتا کہ تمہاری تعلیمی قابلیت کیا ہے۔ مگر ایسے بہت سے کام ہیں جو گھر پر بیٹھ کر کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً سلائی کڑھائی،

اطلاع عام

قارئین بھائی، بہنوں سے گزارش ہے کہ مسئلہ بھیجنے کے لیے ہمارا نیا پتا نوٹ فرمالیں اور آئندہ اپنا مسئلہ دیے گئے۔ نئے ایڈریس پر روانہ کیجیے۔

نیا پتا: 88-C II ۔ فرسٹ فلور۔ خیابان جامی کمرشل۔ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی۔ فیز-7، کراچی

مسئلے سے متعلق معلومات کے لیے رابطہ کیجیے۔ 021-35893121 - 35893122

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

ٹیوشن وغیرہ۔ تمہارا شوہر سدھرنے والی چیز نہیں ہے اگر تم نے اب بھی حالات کو نہیں سمجھا تو شاید وہ مار مار کر تمہیں مار ہی دے۔ پھر بچوں کا کیا ہوگا لہٰذا سب سے پہلے اللہ پر بھروسہ کرو۔ پھر اپنے آپ پر، ہمت کرو اور اُٹھ کھڑی ہو۔ رونے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نماز کی پابندی رکھو اور بکثرت 'یا قہار' کا ورد کرو۔ جب جب یاد آئے پڑھو 'سبحان اللہ وبحمد سبحان اللہ العظیم' مدت ایک ماہ ہے۔

□ فاطمہ۔ پشاور

○ السلام علیکم محترم بزرگ! سلام کے بعد عرض ہے کہ مجھے مرگی ہے اور چکر آتے ہیں اور بے ہوش ہو جاتی ہوں اور ناف کے گرنے سے یہ چکر آتا ہے۔ جب معدہ خراب ہو تب آتا ہے اور دن رات معدے میں درد ہوتا ہے اور 24 سال ہو گئے کہ میرے پُشت کے دائیں اور بائیں جانب سخت سوزش اور درد ہوتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ کسی نے پشت پر چھری یا سوئیاں دبائی ہوں اور مولوی کہتا ہے کہ آپ کی پشت پر کسی نے سوئیاں دبائی ہیں یعنی جادو ہے اور آپ کو کسی نے کچھ کھلایا ہے اور گھر والے جادو نہیں مانتے اور کہتے ہے کہ آپ کا معدہ خراب ہے اس لیے پشت میں درد ہوتا ہے لیکن میں نے کئی بار خواب دیکھا کہ یہ جادو ہے اور اتنا سخت سوزش ہوتا ہے کہ چیختی چلاتی ہوں اور سوزش کی وجہ سے میری زبان میں لکنت پیدا ہوئی کہ میں اچھی طرح بول نہیں سکتی اور میں عبادت تلاوت کام وغیرہ اچھے طریقے سے نہیں کر سکتی اور سب کچھ ایسا ویسا کرتی ہوں اور میں نماز بیٹھ کر پڑھتی ہوں اور مجھ سے برداشت نہیں ہوتا اور جوانی عبادت ذکر وغیرہ کے لیے ہوتی ہے لیکن ہماری جوانی دکھوں تکلیفوں اور دردوں کے نام ہے اور شادی شدہ ہوں میری ساری دواؤں کا خرچا ماں باپ اٹھاتے ہیں اور شوہر کوئی غم نہیں کرتا۔ بچپن سے جوانی تک اتنی دوائی جس کی حد نہیں کھائی لیکن کوئی فائدہ نہیں اور قسم سے دل ٹوٹا نہیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اور کسی بات کو برداشت نہیں کر سکتی جلدی غصہ آجاتا ہے۔ پیارے بابا جی مجھے مایوس نہ کریں کیونکہ میں اللہ کے سوا ہر طرف سے مایوس ہو چکی ہوں اور آخر میں مسئلہ لے کر آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں اور خدا آپ کو عمر دراز عطا فرمائے اور خدا آپ سب لوگوں کا بھلا کرے جو بھی اس خدمت میں کام کرتے ہیں۔

☆ بیٹی فاطمہ! اللہ تم کو مکمل شفا عطا فرمائے۔ نماز کی پابندی رکھو اور درود شریف بہت پڑھو۔ بیٹی بعد نماز فجر ایک گلاس اسپغول کا پیو اور پھر آدھے گھنٹے چہل قدمی کرو۔ اگر گھاس پر ننگے پاؤں چل سکو تو بہت اچھا ہے۔ بکثرت استغفر اللہ ربی کا ورد کرو۔ اپنے ہاتھوں سے چڑیوں کو دانہ اور پانی ضرور ڈالو۔ مجھے 41 دن بعد حالات سے آگاہ کرو۔

□ عابدہ۔ پشاور

○ پیارے بابا جی! عرض یہ ہے کہ میری شادی کو آٹھ سال ہو گئے ہیں اور شادی کی پہلی رات سے میرے شوہر کا رویہ میرے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ جھگڑا کرتا ہے اور ہر بات پر طعنے دیتا ہے۔ میری اولاد بھی نہیں میرے ساتھ باقی گھر والے ساس سسر سب ٹھیک ہیں۔ صرف شوہر بات بات پر شک، بات بات پر جھگڑا، بات بات پر طعنے دیتا ہے۔ میں نوکروں کی طرح ساری ذمہ داری اٹھاتی ہوں۔ شوہر نہ مجھے خرچہ دیتا ہے نہ کچھ لا کر دیتا ہے۔ ہر بات پر کہتا ہے جاؤ جاؤ ماں باپ کے گھر۔ ہر بات پر طلاق طلاق کہتا ہے کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں اور تم مجھے پسند نہیں ہو اس لیے تم کسی اور کو پسند کرتی ہو اور تم بانجھ ہو اور اولاد پیدا نہیں کر سکتیں اور میں دوسری شادی کروں گا اور ایسی باتیں کرتا ہے کہ بتانے کے لائق نہیں اور بری بری گالیاں دیتا ہے اور شوہر کی طرف سے مجھے میرا حق نہیں ملتا اور شوہر کی زبان میں اچھی بات نہیں۔ فریاد بہت ہیں لیکن خط مختصر ہے اور میرے سسر ساس بھی شوہر کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ خدا آپ کو عمر دراز عطا کرے بڑی امید لے کر آپ کے پاس آئی ہوں۔

☆ بیٹی عابدہ! تمہارے حالات جان کر بہت دکھ ہوا میں تمہیں نصیحت کروں گا کہ صبح و شام 7-7 بار الحمد شریف پڑھو اور دعا کرو۔ رات کو سونے سے قبل سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھو اور اپنے اوپر حصار کر لیا کرو۔ معاملات میں خاموشی رکھو اور کوشش کرو شوہر سے کم سامنا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہو۔ مجھے ایک ماہ بعد حالات سے آگاہ کرو۔

□ تنبل۔حاصل پور

○ باباجی! میرا مسئلہ بڑا شدید ہے۔ میں جس لڑکے کو پسند کرتی ہوں' وہ بھی مجھے پسند کرتا ہے مگر میرے گھر والے اس رشتے کے لیے بالکل تیار نہیں۔ باباجی! وہ لوگ پنجابی ہیں اور ہم پٹھان۔ ہم ایک دوسرے سے سچی محبت کرتے ہیں اور کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ آپ ہمیں تعویذ تیار کر دیں۔ جتنا بدیہ کہیں گے' میں دوں گی۔ بس میرا کام کر دیں۔

☆ بیٹی تنبل.....! اللہ تمہیں خوش رکھے۔ تمہارا کام میں کر دوں گا مگر دو دن اچھی طرح سوچو کہ تم اُس شخص سے سچا پیار کرتی ہو جو تمہیں ابھی کچھ عرصہ پہلے ملا ہے یا اُس باپ سے جس نے تمہیں اپنی گودوں میں کھلایا یا اُس ماں سے جو تمہاری پریشانی پر رات رات بھر جاگتی ہے یا اُن بہن بھائیوں سے جو تمہیں تنگ کر کے خوش ہوتے ہیں اور پھر تمہارے ناراض ہونے پر تم سے لپٹ کر تمہیں پیار کرتے ہیں؟ بس دو دن بعد فیصلہ کر کے مجھے بتا دو' میں ایسا تعویذ دوں گا کہ تم جس کا ساتھ چاہو گی' وہ تمہارے ساتھ ہوگا اور باقی سب خواب..... میری بچی.....! میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں۔ فیصلہ کرتے وقت اُس دیوار پر بھی ضرور ہاتھ پھیرنا جس پر بچپن میں چڑھ کر پاس لگے درخت سے پھل بھی توڑے ہوں گے.....

□ اُم فروا۔U.K

○ باباجی! میں شادی کے بعد پہلی بار یہاں آئی ہوں۔ گھر والوں سے دور ہونے کی وجہ سے ویسے ہی اَپ سیٹ رہتی ہوں مگر میرے سسرال والوں کا رویہ بھی بہت عجیب ہے۔ میرے شوہر جاب سے واپسی کے بعد کمپیوٹر پر بیٹھے رہتے ہیں۔ ہمارے تعلقات بھی واجبی سے ہیں۔ باباجی! میرا یہاں دَم گھٹتا ہے۔ میں واپس اپنے گھر آنا چاہتی ہوں۔ پلیز' میری مدد کریں۔

☆ بیٹی فروا.....! تم نے یہ نہیں لکھا کہ تمہاری شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟ ابتداء میں مشکلات آتی ہیں' لوگ ایک دوسرے کو سمجھ ہی رہے ہوتے ہیں۔ صبر سے کام لو۔ اپنے شوہر سے اس مسئلے پر بات کرو۔ بیٹی.....! یاد رکھو' تمیز اور طریقے کے دائرے میں کی گئی ہر بات اَثر رکھتی ہے۔ اپنے گھر والوں کو پریشان مت کرو اور خود بھی مت ہو۔ حالات کا مقابلہ کرو اور انہیں اپنے حق میں کرو۔ نمازِ فجر اور عشاء کے بعد 11-11 بار پڑھو' سورۃ البقرۃ آخری رُکوع پھر دُعا کرو۔ مدت 41 دن ہے۔

□ حوریہ۔سیالکوٹ

○ باباجی! میں آپ کی وہی بیٹی ہوں جس نے پسند کی شادی کے لیے آپ سے تعویذ مانگا تھا' لیکن آپ کے انکار پر 3 ماہ پہلے ہم دونوں نے کورٹ میرج کر لی۔ کچھ عرصہ تو بات چھپی رہی مگر اب کھل گئی ہے۔ دونوں خاندان ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے ہیں۔ یاسر کو تو انہوں نے غائب ہی کر دیا ہے اور وہ مجھ سے بھی رابطے میں نہیں مگر مجھے پتا چلا ہے کہ وہ اپنے والدین سے رابطے میں ہے۔ باباجی! خدا کے لیے رحم کریں۔ میں امید سے بھی ہوں۔ دنیا کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ میرے لیے کچھ کریں۔

☆ بیٹی حوریہ.....! جب تم نے خود اپنے آپ کو تباہ و برباد کر لیا تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ جلد بازی نقصان دہ ہوتی ہے۔ بس اپنے لیے دُعا کرو' اپنے والدین سے معافی مانگو اور ہر نماز کے بعد بکثرت توبہ استغفار پڑھو' بس اَب یہی حل ہے.....

□ نمرہ۔ملتان

○ باباجی! میں بہت پریشان ہوں' میری شادی کو 16 سال ہو چکے ہیں۔ یہ کوئی کم عرصہ نہیں ہوتا مگر میں نے ایک دن بھی سُکھ کا نہیں دیکھا۔ شوہر ذلیل کرتے ہیں' کوئی بات نہیں سنتے' ساس بات بے بات منہ پر تھپڑ مارتی ہیں۔ باباجی.....! بچے بڑے ہو گئے ہیں' اُن کے سامنے اتنی ذلت ہوتی ہے تو دل چاہتا ہے کہ خودکشی کر لوں مگر بچوں کا سوچ کر چُپ ہو جاتی ہوں۔ آپ لوگوں کو وظائف بتاتے ہیں۔ مجھے بھی بتائیں تاکہ میری زندگی میں بھی سکون آ سکے۔

☆ بیٹی نمرہ! سورۃ البقرۃ کی ابتدائی 3 آیات ہر نماز کے بعد پڑھو اور دُعا کرو۔ مدت 41 دن ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

□ ارم۔ لاڑکانہ

○ بابا جی! میری بڑی بہن کے ساتھ ایک مسئلہ درپیش ہے' وہ یہ کہ جب سے اُس کی شادی ہوئی ہے' تب سے وہ بہت پریشان ہے۔ مزید یہ کہ اُس کی شادی ہوئے گیارہ سال ہوگئے ہیں' اور وہ ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم ہے۔ اُس کے سسرال والے پہلے ہی اُس کے خلاف تھے' اَب تو اور بھی زیادہ ناراض اور خلاف رہتے ہیں۔ میری بہن کا شوہر شراب پیتا ہے اور جوا بھی کھیلتا ہے اور شراب پی کر گندی حرکتیں کرتا ہے' اور بہن پر دوسرے ظلم بھی کرتا ہے۔ اُس نے عیاشی کے لیے دو عورتیں بھی رکھی ہوئی ہیں۔ وہ میری بہن کو دھمکی دیتا ہے کہ میں تجھے چھوڑ دوں گا' لیکن چھوڑتا بھی نہیں ہے اور اُس نے زبردستی اپنی بہن سے میرے بھائی کی شادی بھی کروادی ہے۔ پہلے تو میرا بھائی اس شادی پر خوش تھا' لیکن اَب جبکہ اُس کے گھر اولاد بھی ہونے والی ہے' وہ کہتا ہے کہ میں اسے چھوڑ دوں گا۔ نجانے ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ برائے کرم ہماری کچھ مدد کریں' اس کا حل بتائیں اور میں ہمیشہ آپ کے لیے دعا گو رہوں گی۔

☆ بیٹی ارم! اللہ تمہاری بہن کو اپنی اَمان میں رکھے۔ ایسے شیطان صفت آدمی کے ساتھ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ نے عورت کو اختیار دیا ہے لہٰذا اپنا اختیار استعمال کرے اور علیحدگی اختیار کرلے' یہی مناسب ہے۔

□ عمارہ' بہاول پور۔

☆ بیٹی عمارہ! قد ایک خاص عمر تک بڑھتا ہے۔ تمہارا قد بڑھنا اب ممکن نہیں۔ جہاں تک دوسرے مسئلے کا تعلق ہے تو بیٹی! نمازِ عصر کے بعد 7 تسبیح یَا مُجِیبُ کی ضرور پڑھا کرو۔ اللہ کرم کرے گا۔ وِرد نتیجہ آنے تک جاری رکھو۔

□ نسرین۔ حیدرآباد۔

☆ بیٹی نسرین! صبر اور ہمت سے کام لینے والے ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ اللہ سے مدد مانگو اور کسی سے کچھ مت ہو۔ نمازِ عصر کے بعد اول و آخر 11-11 بار التحیات پڑھو اور درمیان میں 41 بار سورۃ کوثر اور پھر تصور کرو کہ تم اونچے مقام پر بیٹھی ہو اور تمہارا شوہر قدموں میں۔ وظیفہ نہایت پابندی کے ساتھ ایک ماہ کرو۔ اس دوران میں نماز کی پابندی بہت ضروری ہے۔ کامیابی نصیب ہوگی۔

□ شہزاد۔ بدین

☆ بیٹے شہزاد! تم اپنی ساری توجہ اپنی تعلیم پر رکھو کیونکہ تمہاری ذمے داریاں بہت ہیں پھر ابھی تمہاری عمر ایسی نہیں کہ شادی کرو۔ بہنوں کا فرض پورا کرو۔ والدین کو آرام پہنچاؤ۔ یہ اہم ہے۔ وظیفہ دینا میرے لیے مشکل نہیں مگر میں نہیں چاہتا کہ تم بلاوجہ آس لگاؤ اور حاجت قبول نہ ہونے پر اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرو۔ بیٹے! پہلے اپنی ذمے داریاں احسن طریقے سے پوری کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بہت نوازے گا۔ صرف نماز کی پابندی کرو۔

□ شاہین۔ ساہیوال

☆ بیٹی شاہین! بال سفید ہونے کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے نزلہ' زکام سب سے بڑی وجہ ہے۔ اگر تمہیں زکام رہتا ہے تو اس کا علاج کرو۔ بال چائے کے پانی سے دھویا کرو اور پندرہ دن میں ایک بار مہندی ضرور لگاؤ۔ سرسوں کے تیل پر 71 بار سورۃ اخلاص پڑھ کر دم کرو اور یہ تیل ہفتے میں دو دفعہ لگاؤ۔ افاقہ ہوگا۔ مدت 3 ماہ ہے۔

□ امینہ۔ ٹنڈو آدم

☆ بیٹی امینہ! اللہ تعالیٰ تمہاری حاجت قبول فرمائے۔ نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد بلاناغہ 7 روز یہ عمل کرو۔

استغفر اللہ 70 بار۔
سبحان اللہ 70 بار۔
استغفر اللہ 10 بار۔
سبحان اللہ 9 بار۔
استغفر اللہ ایک بار

اول و آخر درود شریف 10-10 بار پھر اولاد کے لیے دعا کرو۔ 7 دن مکمل ہونے کے بعد کھیر بنا کر اس پر حضور اکرم ﷺ کے نام کی فاتحہ دو اور یہ کھیر تم میاں بیوی کھالو۔ انشاء اللہ کرم ہوگا۔ نتیجہ نکلنے کی صورت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

قارئین کے نام کھلا خط

محترم قارئین!

''مسئلہ یہ ہے'' کا سلسلہ میں نے خلقِ خدا کی بھلائی اور روحانی معاملات میں ان کی رہنمائی کے جذبے کے تحت شروع کیا تھا۔ سچی کہانیاں کے اوّلین شمارے سے یہ سلسلہ شاملِ اشاعت ہے۔ گزشتہ برسوں میں ان صفحات پر تحریر و تجویز کردہ وظائف اور دعاؤں سے بلاشبہ لاکھوں افراد نے نا صرف استفادہ کیا بلکہ اس مادی دنیا میں آیاتِ قرآنی اور ان کی روحانی طاقت نے حیران کر دینے والے معجزے بھی دیکھے۔

ساتھیو! عمر کی جس سیڑھی پر میں ہوں خدائے بزرگ و برتر سے ہر پل یہی دعا کرتا ہوں کہ اُس کے حضور پیش ہونے سے پیشتر کچھ ایسا کر جاؤں کہ میرے دُکھی بچے، بچیاں میرے بعد کسی بھی ذریعۂ روزگار کو بروئے کار لاتے ہوئے عزت کے ساتھ رزقِ حلال کما سکیں۔

اتنے برس بیت گئے۔ آپ سے کچھ سوال نہ کیا۔ وہ کون سی پیشکش تھی جو نہ ٹھکرائی۔ کیسے کیسے دولت کے انبار ایک طرف کر دیے۔ مگر اب..... وقت چونکہ ریت کی طرح ہاتھوں سے پھسلتا جا رہا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسا ٹرسٹ، اپنی موجودگی میں قائم کر جاؤں جس سے نیکی اور بھلائی کا یہ سلسلہ جاری و ساری رہے۔ مجھے آپ کا تعاون درکار ہے۔

دکھی انسانیت کی فلاح کے لیے..... آیئے اور اپنے باباجی کا ساتھ دیجیے.....

ٹرسٹ میں اپنے عطیات جمع کرائیے۔

مجھے امید ہے۔ اپنے دکھی بھائی بہنوں کا درد محسوس کرتے ہوئے آپ کا اگلا قدم..... ٹرسٹ میں اپنے تعاون کے لیے ہی اٹھے گا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میں عمل کو دہراؤ اور پھر تم راہِ خدا میں خیرات کر دو۔

□ شاہد خان۔ منڈی بہاؤ الدین

☆ بیٹے شاہد! نمازِ فجر اور عشاء کے بعد ایک ایک تسبیح یَانَاصِرُ یَانَصِیْرُ کی پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے حاجت بیان کرو۔ بروز جمعہ نمازِ ظہر کے بعد 7 تسبیح یَاحُجَّۃُ القَائِمُ کی پڑھ کر اپنے اوپر دَم کرو اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دُعا کرو کہ وہ تمہیں عزت عطا فرمائے۔ وظیفے کی مدت 3 ماہ ہے۔

□ محمد اظہار۔ مظفر گڑھ۔

☆ بیٹے اظہار! نماز کی پابندی رکھو۔ تم اتنے کمزور نہیں ہو کہ معمولی باتیں تمہاری زندگی پر اثر انداز ہو سکیں۔ مضبوط انسان وہ ہے جو حالات کو اپنے بس میں کرے نہ کہ وہ جو حالات کا شکار ہو جائے۔ تم صبح صادق یا عشاء کے بعد ایک ہزار مرتبہ یَارَءُوفُ یَارَحِیْمُ کا ورد کرو۔ مدت 41 دن ہے۔

□ فضیلہ۔ شہداد کوٹ

☆ بیٹی فضیلہ! انسان کو حساس ہونا چاہیے مگر اتنا زیادہ نہیں کہ زندہ رہنا ہی مشکل ہو جائے۔ جن لوگوں کے پاس فرصت زیادہ ہوتی ہے انہیں چھوٹی چھوٹی تکالیف رہتی ہیں۔ اپنے آپ کو مصروف رکھو۔ صبح سویرے اٹھ کر نماز پڑھا کرو۔ آدھی تکلیفیں تو فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ تعلیم حاصل کر رہی ہو تو اس پر توجہ دو۔ گھر کے کاموں میں دلچسپی لو۔ خوراک متوازن رکھو اور خوب پانی پیو۔ اپنا تولیہ الگ رکھو۔ چہرہ صاف ستھرا رکھا کرو۔ نمازِ عصر اور عشاء کے بعد 7-7 بار سورۃ الاعلیٰ پڑھو اور اللہ سے دُعا کرو کہ وہ تمہاری حاجات قبول فرمائے۔ مدت 2 ماہ دس دن ہے۔

□ رخسار۔ سجاول

☆ بیٹی رخسار! اللہ تعالیٰ تمہاری حاجت قبول فرمائے۔ نماز کی پابندی رکھو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتی رہو۔ نمازِ عشاء کے بعد 300 بار پڑھو۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

پھر ہاتھ اٹھا کر نہایت عاجزی سے دُعا کرو۔ بیٹی! ایک بات ہمیشہ یاد رکھو نیت اچھی ہو تو ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے لہٰذا نیت صاف ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد۔ مجھے ایک ماہ بعد مطلع کرو۔

□ سمیرا۔ کراچی

☆ بیٹی سمیرا! جادو برحق ہے مگر اس کا توڑ قرآنِ پاک میں موجود ہے۔ تم اپنی نانی سے کہو کہ وہ صبح اور شام آیت الکرسی اور سورۃ الناس کا ورد کیا کریں۔ گھر کے تمام افراد کے اوپر سے حسب استطاعت صدقہ خیرات نکالیں۔ کرم ہوگا۔ مجھے کیفیت سے 14 دن بعد مطلع کرو۔

□ منور علی۔ پشاور

☆ بیٹے منور! اللہ تعالیٰ تمہارے والد کو نرمی عطا فرمائے۔ وہ لوگ بہت بدقسمت ہوتے ہیں جو نرمی اور لچک سے محروم ہیں۔ زندگی بہت مختصر ہے۔ اس میں جتنی محبتیں دی جا سکیں اور سمیٹی جا سکیں سمیٹ لینی چاہئیں۔ اپنی والدہ سے کہو کہ نماز کی پابندی رکھیں اور نمازِ عصر اور مغرب کے بعد 112-112 مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ
الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ

بیٹے! تم نمازِ عشاء کے بعد سورۃ کوثر آیت 2، 12 تسبیح پڑھ کر دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر دُعا کرو۔ ہاتھ سختی سے رکھو اور اونچی آواز میں دُعا کرو کہ تمہیں سنائی دے۔ مدت 41 دن ہے۔

□ نوشین۔ کوٹری

☆ بیٹی نوشین! تم نے جب اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا تو بیٹی! مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ لوگ تمہارے قابل نہیں پھر میں نے تمہارے لیے خصوصی دُعا کروا دی اور تمہاری حاجت قبول ہوگئی۔ اب تم یہ کہہ رہی ہو کہ مجھے غلط فہمی ہوگئی تھی تو بیٹی! رشتے توڑ کر جوڑنا آسان نہیں۔ تم نے اپنے پہلے خطوط میں غلط بیانی کی تھی اب تم کہہ رہی ہو کہ وہ شخص حافظ قرآن ہے۔ بہر حال بیٹی! میں اب تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ دروغ گوئی مجھے بالکل پسند نہیں۔ آئندہ مجھے خط مت لکھنا۔

□ عمارہ۔ لاہور

☆ بیٹی عمارہ! جب تم فیصلہ کر چکی ہو کہ تم کو کیا کرنا ہے اور کیا نہیں تو مجھے خط لکھنے کا کیا مقصد؟ اللہ تعالیٰ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہے بندو تجارت نہیں کر سکتا کہ میں یہ کروں تو وہ وہ کرے۔ یہ نہایت غلط سوچ ہے۔ وظیفے کی کچھ مدت ہوتی ہے اور کچھ آداب۔ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں صرف دو ماہ کروں گی؟ بہرحال تمہیں جواب اس لیے دے رہا ہوں تاکہ تمہیں شکایت نہ رہے کہ جواب نہیں دیا۔ تمہیں کسی وظیفے کی ضرورت نہیں ہے۔

□ عثمان۔ بورے والا

☆ بیٹے عثمان! تمہیں کوئی مرض لاحق نہیں ہے۔ وہ ایک فطری عمل ہے۔ جہاں تک دبلے پتلے ہونے کا سوال ہے تو اس کے لیے ورزش بہترین ہے۔ تمہاری خوراک ٹھیک ہے، بس ورزش کیا کرو۔ نماز فجر کے بعد 33 مرتبہ سورۃ العصر پڑھو اور اپنے اوپر دم کر لیا کرو۔ مجھے 41 روز کے بعد مطلع کرو۔

□ عرشیہ۔ سیالکوٹ

☆ بیٹی عرشیہ! وظیفہ مکمل کرنے کے بعد مجھے مطلع کرو۔ ایک بات کی وضاحت کردوں کہ جو خطوط رسالے کے لیے آتے ہیں وہ باری آنے پر شائع ہوتے ہیں لہٰذا خطوط کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے دیر ہو جاتی ہے۔ تم صرف اپنے معاملات پر توجہ دو اور دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں بہتر فیصلہ فرمائے۔ تم یقیناً وظیفہ شروع کر چکی ہو گی لہٰذا مکمل ہونے پر آگاہ کرنا۔ نماز کی پابندی بہت ضروری ہے۔

□ اقراء۔ خانیوال

○ بابا جی! میں نے پہلی بار آپ کا کالم پڑھا تو دل کو بہت سکون ہوا۔ یقین ہو گیا کہ دنیا میں ابھی اچھے لوگ باقی ہیں۔ بابا جی! میرا مسئلہ بہت شدید نوعیت کا ہے۔ میں عرصہ 7 سال سے کسی کو پسند کرتی ہوں، وہ بھی مجھے بہت چاہتے ہیں مگر میرے گھر والے کسی طور نہیں مان رہے، خاص طور پر والد اور بڑے بھائی۔ اگر میرے گھر والے مان جائیں تو وہ اپنے والدین کو ہمارے گھر بھیج دیں گے۔ بابا جی! میں اسکول میں جاب کرتی ہوں۔ ظہر اور عصر قضا ہو جاتی ہیں۔ آج کل دن ویسے بھی چھوٹے ہیں، گھر آتے آتے مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ آپ برائے مہربانی مجھے تعویذ عنایت کیجیے اور

علاج اور مکمل شفاء

میرے عزیزو!

اللہ تعالیٰ! سب کو اپنی امان میں رکھے۔

☆ اگر آپ اپنے جسم کے اندرونی اور بیرونی زخموں کا مکمل علاج چاہتے ہیں۔

☆ اگر آپ بالوں کی بیماریوں، سکری اور بال خورے سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

☆ اگر آپ دانتوں کی گوناگوں تکالیف میں مبتلا ہیں۔

☆ اگر آپ موٹاپے جیسی موذی بیماری کا شکار ہیں۔

آپ سب کے لیے خوش خبری ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے ان تمام عوارض کا مکمل علاج اور دوائیں موجود ہیں۔ ان شاء اللہ شفا ہوگی۔ علاج معالجے اور دواؤں کی طلب کے لیے جوابی لفافے کے ساتھ اپنا مسئلہ تحریر کریں۔

88-C II، خیابان جامی کمرشل، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، فیز 7، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

طریقہ استعمال بھی بتائیے۔

☆ بیٹی اقراء! اللہ تمہارے حق میں بہتر فیصلہ فرمائے۔ تعویذ میں ضرور تیار کردوں گا مگر تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے والد اور بھائی اس رشتے کے خلاف کیوں ہیں؟ بیٹی! والدین کا تجربہ بہت ہوتا ہے' پھر وہ اپنی اولاد سے محبت بھی بہت کرتے ہیں لہٰذا برا چاہ ہی نہیں سکتے۔ تمہارا خط واضح نہیں ہے' تفصیل سے مجھے خط لکھو' اس کے بعد میں تمہیں حل بتاؤں گا مگر بیٹی! ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ والدین کو دکھی کر کے اولاد کبھی خوش نہیں رہ سکتی۔

□ اطہر خان۔ کوئٹہ۔

○ بابا جی! میں اس سے پہلے بھی آپ کو خط لکھتا رہا ہوں اور اللہ کے فضل سے میرے مسائل بھی حل ہوئے ہیں۔ آج آپ کو اپنی بہن کے مسئلے کے لیے خط لکھ رہا ہوں۔ بابا جی! اس کی شادی 2012ء میں میرے سگے ماموں زاد سے ہوئی اور بدلے میں میری شادی وہاں ہوئی۔ اس طرح ایک گھر کے دو لوگ ہمارے پاس ہیں۔ بابا جی! میری بہن کے ہاں ابھی تک اولاد نہیں ہے۔ یہ بات اسی لیے محسوس زیادہ ہوتی ہے کہ میری شادی بہن کی شادی کے ایک ماہ بعد ہوئی اور میرے گھر میں ایک بیٹا بھی ہے اور دوسری اولاد کی امید ہے۔ بہن میرے بچوں کو بہت حسرت سے دیکھتی ہے۔ آپ ایسا مؤثر تعویذ دیں کہ وہ جلد از جلد ماں بن سکے۔

☆ بیٹے اطہر! اللہ تمہاری بہن کو خوش اور آباد رکھے۔ تعویذ میں تیار کردوں گا مگر مجھے کچھ تفصیلات درکار ہیں لہٰذا مناسب ہوگا کہ بہن مجھے جوابی لفافے کے ہمراہ خط لکھے۔ میں تفصیل سے جواب دوں گا۔ بس بچی اللہ پر بھروسا رکھے۔ بے شک وہ نہایت مہربان آقا ہے اور جو لوگ اس سے مدد مانگتے ہیں' وہ انہیں کبھی مایوس نہیں کرتا۔

□ قمر جہاں۔ کراچی

○ بابا جان! میں آپ کی وہی بیٹی ہوں جس کو آپ نے شادی کے لیے تعویذ اور ورد دیا تھا۔ بابا جان! اللہ کا بڑا کرم ہے' آپ کی دعاؤں سے میری شادی ہوگئی اور میں اپنے گھر میں بہت سکون سے ہوں۔ بابا جان! اصل میں مسئلہ میری نند کا ہے۔ وہ اچھی شکل و صورت کی ہے' تعلیم یافتہ ہے' سلیقہ مند ہے مگر اس کا رشتہ کہیں طے نہیں ہوتا۔ لوگ آتے ہیں' پسند کر جاتے ہیں اور پھر بلاوجہ انکار ہو جاتا ہے۔ بابا جان! پہلے تو ہم نے یہ بات محسوس نہیں کی مگر اب احساس ہونے لگا ہے۔ اس کے ساتھ کی تمام بچیوں کی یا تو شادی ہوگئی ہے یا کم از کم بات تو طے ہی ہے۔ میری ساس دل کی مریضہ ہیں اور یہ مسئلہ ان کی تکلیف میں اضافہ کر دیتا ہے۔ برائے مہربانی کوئی حل نکالیے۔

☆ بیٹی قمر! اللہ کا شکر ادا کیا کرو اور عہد کرلو کہ اب ہر کام میں اللہ کی رضامندی لیا کرو گی۔ جہاں تک تمہاری نند کا تعلق ہے تو بیٹی سے کہو' بعد نماز فجر ایک بار سورۃ احزاب پڑھے اور دعا کرے۔ اپنی ساس سے کہو بچی کے اوپر سے صدقہ خیرات ضرور نکالا کریں۔ بعض اوقات بچے بدنظر کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کے تمام معاملات میں پھر رکاوٹ نظر آنے لگتی ہے۔ بہرحال اللہ پر بھروسا رکھو' وہ بہتر کرنے والا ہے۔

□ افضل۔ بالاکوٹ

○ بابا جی! میں عرصہ 12 سال سے گارمنٹس کا کام کر رہا ہوں مگر اب کچھ عرصے سے کاروبار سے برکت بالکل ختم ہوگئی ہے۔ سارا سارا دن گزر جاتا ہے' کوئی گاہک نہیں آتا۔ مہنگائی کے اس دور میں بچوں کا بھی ساتھ ہے۔ مہینہ گزارنا بڑا مشکل ہوگیا ہے۔ بچوں کی فیس' اس کے علاوہ بجلی' پانی' گیس' راشن ان خرچوں نے تو میری کمر توڑ دی ہے۔ سارا مہینہ ٹینشن میں گزرتا ہے۔ بابا جی! نوکری تو ہے نہیں کہ اگلے مہینے تنخواہ کے آسرے ہاتھ روک کر گزارہ کرلیں۔ بڑی پریشانی ہے' کوئی حل بتائیے۔ وظیفہ میری بیوی کرے گی۔

☆ بیٹے افضل! رزق میں برکت کے لیے بعد نماز عشاء سورۃ واقعہ پڑھنا بہت مبارک ہے۔ اس کے علاوہ ہر جمعے کو بعد نماز جمعہ کچھ رقم ضرور خیرات کرو۔ کبھی کبھی حالات بہت مشکل ہو جاتے ہیں' ایسے میں صبر اور مستقل مزاجی سے معاملات کو سنبھالنا چاہیے۔ اللہ سے ضرور مدد مانگتے رہو' وہ ضرور اپنا کرم فرمائے گا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہائیڈ پارک

ڈی خان

زندگی کے رنگوں سے آباد وہ گوشہ، جسے قارئین کے بھیجے گئے منتخب مراسلوں اور اقتباسات سے سجایا جاتا ہے۔

زکوٰۃ کی رقم

سال پورا ہونے کے بعد سو روپے پر ڈھائی روپے زکوٰۃ ہے اسی حساب سے زکوٰۃ دینی ہوگی۔ بینک میں اور ڈاک خانے میں رکھی ہوئی رقم پر جو زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے اگرچہ اس میں شرعی احکام کی خلاف ورزی کی جاتی ہے مگر بہرحال زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم خود ادا کی جائے۔ اپنے قرب وجوار کے بہت سے لوگوں کو تھوڑے تھوڑے کر کے پیسے بھی دیے جاسکتے ہیں مگر اتنے پیسے ان کو ضرور دیے جائیں کہ ان کی کچھ ضرورتیں پوری ہوسکیں۔ اتنی کم رقم بھی نہ دی جائے کہ ان کی کوئی ضرورت بھی پوری نہ ہو۔

حسنِ انتخاب۔ شہروز شریف۔ کراچی

دل سے نکلے ہیں کچھ الفاظ

☆: خوف زدہ انسان کی ہر بازی مات، ہر جنگ شکست اور ہر کوشش ناکام ہوتی ہے۔

☆: جو قوم اپنی مرضی سے مطیع ہو جاتی ہے، وہ اپنی سیرت کی جڑوں کو خود ہی کمزور کر لیتی ہے۔

☆: دنیا یہ نہیں دیکھتی کہ تم پہلے کیا تھے بلکہ یہ دیکھتی ہے کہ اب کیا ہو۔

☆: ذہانت گفتگو کا نمک ہے۔

☆: ذاتی لائبریری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اور دماغی لائبریری بیش بہا نعمت۔

☆: کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے سوچ لیجیے کہ یہ کس طرف جاتا ہے۔

☆: محبت میں یہ صفت ہے کہ وہ منقسم ہو کر بھی اپنے حجم میں کم نہیں ہوتی۔

مرسلہ: محمد فیاض محمود۔ کراچی

نوبت

ایک بزرگ اپنے نوجوان بیٹے کو گاڑی چلاتے ہوئے نوجوانوں کی تیز ڈرائیونگ کے نقصانات گنوا رہے تھے کہ اچانک ان کی گاڑی کے آگے ایک سائیکل سوار آ گیا۔ ان بزرگ نے جو آہستہ اسپیڈ میں گاڑی چلا رہے تھے۔ بریک لگا دیے۔ یوں ایکسیڈنٹ سے بچاؤ ہو گیا تو وہ اپنے بیٹے سے کہنے لگے۔

''اگر میری جگہ تم ہوتے تو یہ ایکسیڈنٹ ہو گیا ہوتا۔''

بیٹے نے انتہائی اطمینان سے جواب دیا۔ ''ابا جی اس ایکسیڈنٹ کی نوبت ہی نہ آتی۔ کیونکہ میں اس جگہ سے ایک گھنٹہ پہلے گزر چکا ہوتا۔

مرسلہ: محسن علی شامی۔ بھکر

دل

دل ایک پرفیوم کی بوتل کی طرح ہے۔ اگر تم اسے کبھی نہیں کھولو گے تو اس کے اندر کی خوشبو کو کوئی جان نہ سکے گا۔ اگر تم اسے ہمیشہ کھلا رکھو گے تو بہت جلد اس کی خوشبو کھو بیٹھو گے۔ لہٰذا اسے احتیاط سے استعمال کرو۔

مرسلہ: عبدالرحمن۔ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ملا جی کی حاضر دماغی

ایک دفعہ ملا نصیر الدین نے ہمسائے سے دیگ مانگی، ہمسائے نے دے دی۔ جب ملا نے واپس کی تو اس میں چھوٹی سی دیگچی بھی رکھ کر دے دی۔ ہمسائے نے پوچھا۔

''ملا صاحب! یہ دیگچی کس نے دی ہے؟''

ملا نصیر الدین نے جواب دیا۔ ''یہ دراصل تمہاری دیگ نے بچہ دیا ہے۔ ایمانداری کا تقاضا ہے کہ میں تمہیں یہ دے دوں کیونکہ یہ تمہاری ہی دیگ نے دیا ہے۔

ہمسائے نے خوش ہو کر کہا۔ ''جی ہاں ضرور۔ یہ میرا ہی ہوگا، مجھے دے دیں۔'' کچھ روز بعد ملا جی نے دوبارہ دیگ مانگی تو ہمسائے نے خوشی خوشی فوراً دیگ دھوئی اور ملا کے حوالے کر دی۔ جب ملا نے کئی روز تک دیگ واپس نہ کی تو ہمسائے نے آ کر تقاضا کیا۔

ملا نے جواب دیا۔ ''بھائی تمہاری دیگ مر گئی۔''

یہ سن کر ہمسائے نے شور مچا دیا اور بولا۔ ''میں ابھی لوگوں کو اکٹھا کرتا ہوں بھلا دیگ بھی کبھی مرتی ہے؟''

ملا نے جواب دیا۔ ''جب دیگ نے بچہ دیا تھا تو بڑی خوشی سے لے گئے تھے، اس وقت تو کچھ نہیں کہا کہ بھلا دیگ بھی کبھی بچہ دیتی ہے؟ اب مر گئی ہے تو کہہ رہے ہو کہ دیگ بھی کبھی مرتی ہے۔''

مرسلہ: شہباز رضا۔ کراچی

غزل

بلا رہا ہے مجھے رہ گزار اپنی طرف
ہوا کو کھینچ رہا ہے غبار اپنی طرف
مجھے کسی کی طرف دیکھنا نہیں پڑتا
میں دیکھ لیتا اگر ایک بار اپنی طرف
سوال یہ ہے کہ اب کس طرح وصول کروں
نکل رہا ہے میرا کچھ ادھار اپنی طرف
پڑا ہوا تھا میں برگِ خزاں رسیدہ سا
اُڑا کے لے گئی بادِ بہار اپنی طرف
جو دل میں آئی کبھی رفتگاں سے ملنے کی
قدم اُٹھے مرے بے اختیار اپنی طرف
نہ جانے آج کدھر کو نکل گیا غائر
تمہاری طرف ہی وہ پہنچا، نہ یار اپنی طرف

شاعر: کاشف حسین غائر

نقل

ایک بس کنڈیکٹر ہکلاتا تھا۔ بس میں ایک اور ہکلا مسافر سفر کر رہا تھا۔ کنڈیکٹر نے اس سے کرایہ مانگا۔

''کک..... کک..... کرایہ؟''

ہکلے مسافر نے کہا۔ ''پہلے ٹک..... ٹک..... ٹکٹ تو دو۔''

اسی بس میں ایک تھانیدار بیٹھا تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دونوں کی پٹائی کرنے لگا۔ ایک آدمی نے پوچھا۔ ''بھائی انھیں کیوں مار رہے ہو؟''

تھانیدار نے جواب دیا۔ ''یہ..... دو..... دو..... دونوں میری نقل اتار رہے ہیں۔''

مرسلہ: محمد کاشف۔ بلدیہ، کراچی

لفظوں کا ہیر پھیر

☆: خاموشی ایک ایسا پردہ ہے جس کے پیچھے لیاقت بھی ہو سکتی ہے اور حماقت بھی۔

☆: مسکراہٹ، سعادت کی کنجی اور محبت اس کا دروازہ ہے۔

☆: خواب وہ نہیں ہوتے جو آپ سوتے میں دیکھتے ہیں بلکہ وہ ہیں جو آپ کو سونے نہیں دیتے۔

☆: دوستوں کو خوشی بھی دو تو یوں گویا حق دیا ہو، احساس نہیں کیا۔

☆: پہلی بارش اور پہلی محبت دونوں انسان کو مبہوت کر دیتی ہیں۔

مرسلہ: نبیل جاوید، لک موڑ، سرگودھا

بہت خوب

پارٹی میں ایک خاتون دوسری خاتون کو بتا رہی تھیں۔

''میرے باس نے مجھے ہیرے کی انگوٹھی تحفے میں دی ہے بغیر لالچ کے۔''

''بہت خوب۔'' دوسری خاتون نے کہا۔

''باس نے مجھے ڈیفنس میں بنگلا بھی لے کر دیا ہے اور وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

بھی بغیر کسی غرض اور لالچ کے۔'' پہلی خاتون نے مزید بتایا۔

''بہت خوب، بہت خوب۔'' دوسری خاتون نے کہا۔

''انھوں نے مجھے ہنڈا کار اور ڈرائیور بھی دیا ہے وہ بھی بغیر کسی غرض اور لالچ کے۔''

''بہت خوب۔ بہت ہی خوب۔'' دوسری خاتون نے سر ہلا دیا۔

تب پہلی خاتون نے پوچھا۔ ''اور تم سناؤ آج کل کیا کر رہی ہو؟''

''میں آج کل تمیز اور شائستگی سکھانے والی کلاسز اٹینڈ کر رہی ہوں۔ وہاں سب سے پہلے یہ سکھایا جاتا ہے کہ جب آپ کسی کی بات پر اس سے یہ کہنا چاہیں کہ کیوں بے پر کی اُڑا رہی ہو تو اس کی جگہ بہت خوب، بہت خوب کہنا چاہیے۔'' دوسری خاتون نے کہا۔

مرسلہ: عظمیٰ شکور، اسلام آباد

غزل

آنکھ اپنی بھگو نہیں سکتا
میں تجھے پا کے کھو نہیں سکتا
دیکھ سکتا ہے، چھو بھی سکتا ہے
وہ مرے زخم دھو نہیں سکتا
میرے دشمن کو فکر ہو میری
ایسا ہرگز کبھی ہو نہیں سکتا
میرے آنسو مجھے جلا دیں گے
چاہ کر بھی میں رو نہیں سکتا
لوگ کہتے ہیں عشق ہو جس کو
چین کی نیند سو نہیں سکتا
پھول، پھل دیکھ تو میں سکتا ہوں
بیج نفرت کے بو نہیں سکتا
عمر بھر ساتھ نبھانا تھا جس
اب وہ شوبی کا ہو نہیں سکتا

شاعر: ابراہیم شوبی

راگ رنگ

میوزک بڑے کمال کی چیز ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو ہمارے جدید و شدید گلوکار مائیک پکڑ کر جو کچھ کرتے ہیں۔ انھیں اس پر پاگل خانے کی ہوا کھانی پڑتی۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ لوگ ان کے گانے سننا پسند بھی کرنے لگتے ہیں۔ ظاہر ہے بندہ اچھے گانے سن سن کر کبھی اکتا بھی جاتا ہے۔ یہ نوجوان گلوکار گاتے گاتے کہیں کھو بھی جاتے ہیں، پھر کہیں سے ڈھونڈ کر انھیں لانا پڑتا ہے۔ کچھ نوجوان گروپ کی صورت میں مل کر اس لیے گانے گاتے ہیں کہ تاکہ پتا نہ چل سکے کہ سب سے بے سُرا کون گا رہا ہے۔ یہ بھاگتے ہوئے بھی گاتے ہیں۔ واقعی ایسا گانا سنانے والے کو بھاگنا ہی چاہیے۔

(ڈاکٹر یونس بٹ کی کتاب ''کلا بازیاں'' سے محمد جواد انور، اسلام آباد کا انتخاب)

کافی ہے

''میری تو سمجھ میں نہیں آتا بہن کہ تم روپے پیسے والے لڑکے کے انتظار میں کب تک اپنی لڑکی کو گھر میں بٹھا کر رکھو گی۔'' ایک پڑوسن نے دوسری سے کہا۔

''میں روپے پیسے کی لالچی نہیں۔'' دوسری پڑوسن نے جواب دیا۔ ''میں تو کہتی ہوں کہ روپیہ پیسہ چاہے ہو یا نہ ہو لیکن زمین جائیداد اور جواہرات ضرور ہوں، بس یہی کافی ہے میری بچی کے لیے۔''

مرسلہ: شاہدہ سعید، گوجرانوالہ

ہری مرچیں

☆ خدا کے نام پر کچھ دے دو۔

لڑکا، ''یہ لے میری بی کام کی ڈگری رکھ لے۔''

بھکاری۔ ''نہیں چاہیے، تجھے چاہیے تو میری ایم بی اے کی رکھ لے۔''

☆ پاکستان کے 4 بڑے مسائل

(1) لوڈشیڈنگ۔ (2) مہنگائی۔ (3) دھماکے اور۔ (4) نوجوانوں کو ہر ہفتے ہونے والا سچا پیار۔

☆ ٹریفک پولیس والا بڑھیا سے۔ ''میں کتنی دیر سے سیٹی بجا رہا تھا، آپ رکی کیوں نہیں؟''

بڑھیا نے جواب دیا۔ ''بیٹا سیٹی سن کر اب رکنے کی میری عمر نہیں رہی۔''

مرسلہ: اسامہ بلال اعوان۔ دارو غہ والا، لاہور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

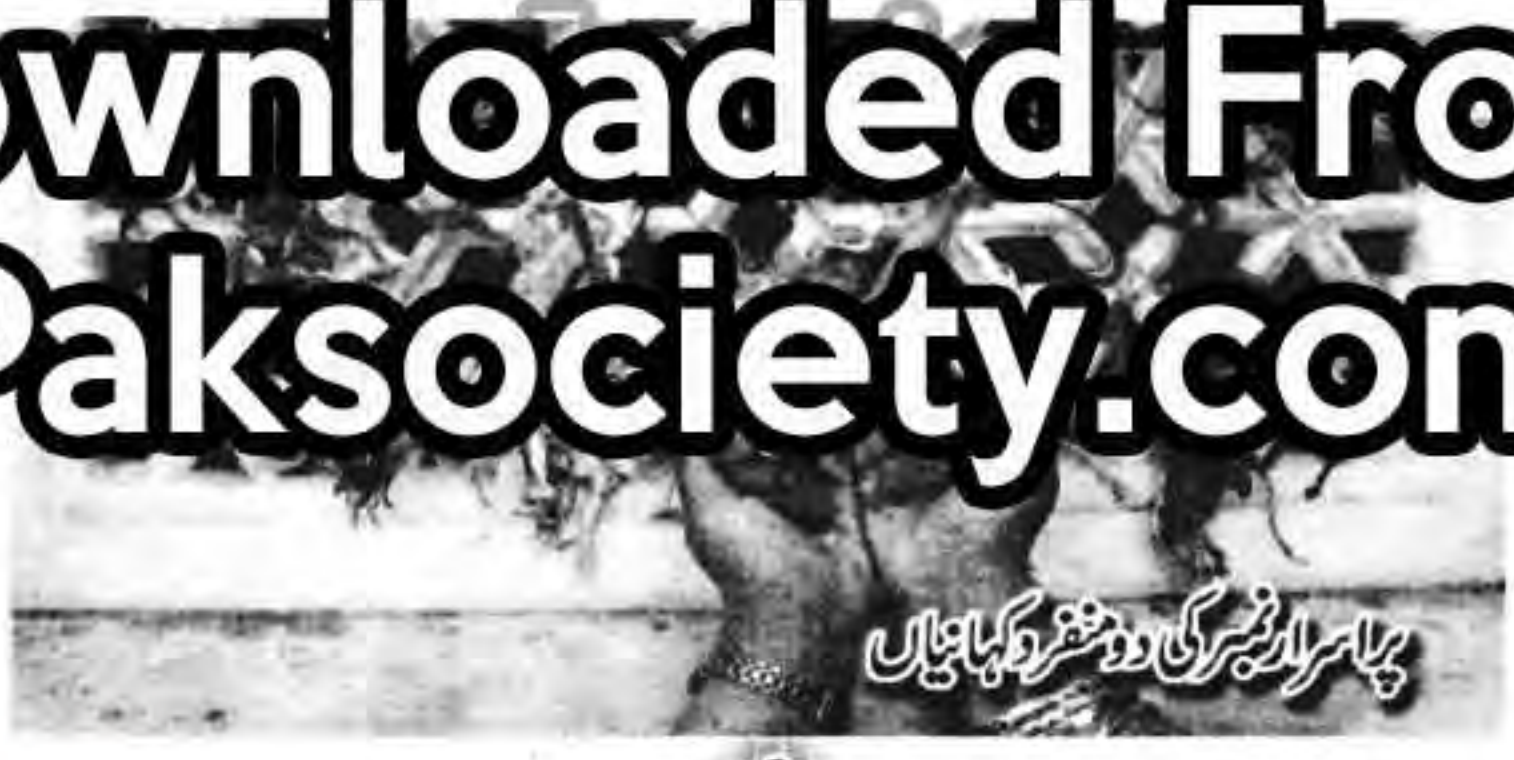

جائز

وقاص حسین

ایک جن زادی کی محبت کی انوکھی داستان' وہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز سمجھتی تھی

''محبت، مذہب اور دنیا کے رسم و رواج سے بالاتر ہے۔ محبت کا کوئی دین نہیں، کوئی مذہب نہیں سب سے پہلے محبت ہے پھر سب کچھ آتا ہے۔ محبت دین کی نفی نہیں کرتی۔'' تارا محبت پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہی تھی اور میرا خون کھول رہا تھا۔

''مذہب سے اوپر کچھ بھی نہیں ہے۔ محبت وقتی جذبہ ہے جسے وقت اور حالات کے دو چار تھپڑ ہی سرد کر کے رکھ دیتے ہیں۔'' میں غصے سے دہاڑا تھا۔ بے بسی سے میرا منہ سرخ ہو رہا تھا۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ میں اس کی گردن دبوچ کر اسے ختم کر دوں۔

''تم مذہب کی بات کرتے ہو۔'' تارا ایک بار پھر بولی تھی۔ ''تو سنو اس دنیا کی بنیاد مذہب پر نہیں، محبت پر رکھی گئی ہے۔ تم مسلمان لوگ ہی کہتے ہو کہ اگر ہمارے پیارے نبیؐ نہ ہوتے تو یہ دنیا ہی وجود میں نہ آتی۔ یہ دنیا اللہ نے بنائی ہی اپنے محبوب کے لیے۔ اس کی محبت میں ہے۔ تو پھر اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ یہی کہ محبت پہلے آئی ہے اس کے بعد مذہب..... میں نہیں مانتی مذہب۔ میں مانتی ہوں تو صرف محبت کو۔ وہی میرا دین ہے وہی میرا ایمان ہے۔'' تارا کی باتیں سن کر میرا دماغ اور خراب ہو رہا تھا۔ وہ خود کو سچا ثابت کرنے کے لیے کہاں کی باتیں کہاں جوڑ رہی تھی۔

''تم محبت اور مذہب کو تو ایک طرف ہی رکھ دو۔'' میں غصے اور بے بسی سے بولا تھا۔ ''تمہارا اور میرا ملنا ہی انسانی فطرت کے خلاف ہے، تم آگ، میں مٹی۔ تمہارا اور میرا ملن ممکن ہی نہیں ہے۔'' میں نے خود پر کنٹرول کرتے ہوئے اس کو حقیقت سے روشناس کروایا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے میں ایک دم غصے میں آ گیا تھا۔ میں نے خود پر سے اپنا کنٹرول کھو دیا تھا۔ میرا ماضی میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا تھا اور میں غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

''میں تم سے بات ہی کیوں کر رہا ہوں مجھے نفرت ہے تم سے۔ میں نے جتنی کبھی تم سے محبت کی تھی اب میں اس سے زیادہ تم سے نفرت کرتا ہوں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تمہاری وجہ سے میری چھوٹی بہن اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کی موت کی وجہ صرف اور صرف تم ہو اور تم کہتی ہو کہ میں تم کو اپنا لوں۔ تم میری بہن کی قاتل ہو۔ نفرت ہے مجھے تم سے۔ سنا تم نے، نفرت ہے مجھے تم سے۔'' میں زور سے چیخا تھا۔

''تو میرے باپ کی موت کا ذمہ دار کون ہے۔'' اب کی بار وہ چیخی تھی۔

''تمہارے باپ نے اپنے کیے کی سزا پائی تھی اور دوسرا اس کی ذمہ دار تم خود تھیں، ہم نہیں تھے۔'' میں اپنے سابقہ لہجے میں ہی بولا تھا۔

''اور مجھے کس جرم کی سزا دی گئی۔'' تارا چلائی تھی۔

''تم ابھی بھی پوچھ رہی ہو۔'' میں بے بسی سے بولا تھا۔ ''میرے بس میں ہوتا تو تم اس وقت میرے سامنے نہ ہوتیں۔''

''میری کوئی غلطی نہیں تھی۔ پھر بھی بیس سال میں نے سزا پائی ہے۔ تم سے تو میں ایک پل دور رہنے کا تصور نہ کر سکتی تھی۔ تم ایسا کیسے کر سکتے ہو فیض۔'' اس کے لہجے میں تبدیلی آئی تھی۔ وہ التجائیہ لہجے میں بولی تھی۔

''میں صرف تمہارے لیے لوٹ کر آئی ہوں اور تم مجھے ٹھکرا رہے ہو۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ اب دنیا کی کوئی

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ایسی طاقت نہیں ہے جو تمہیں میرا ہونے سے روک سکے۔'' تارا کی آنکھوں میں سرخی اتری تھی اور اس کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔

''تم کچھ بھی کرلو، میں کبھی تمہارا نہیں ہوں گا۔'' میں اٹل لہجے میں بولا تھا۔

میری بات سن کر تارا نے ایک زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

''تم کچھ بھی کرلو۔'' تارا نے میری بات معنی خیز انداز میں دہرائی تھی۔

''تمہیں پانے کے لیے میں کچھ بھی کروں گی۔ کیوں کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔'' تارا نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا تھا۔

میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ میرے انگ انگ سے پسینہ پھوٹ رہا تھا۔ جنوری کے اس سرد مہینے میں مجھے گرمی محسوس ہونے لگی تھی۔

میرے ہڑبڑانے پر میری بیوی بھی اٹھ گئی تھی اور اب پوچھ رہی تھی کہ فیض کیا ہوا تمہیں اور اس قدر پسینہ کیوں آرہا ہے۔''

''کچھ نہیں، ایک ڈراؤنا خواب دیکھ لیا تھا۔'' میں نے سنبھلتے ہوئے اپنی بیوی کو جواب دیا تھا اور ایک بار پھر لیٹ گیا تھا۔ اپنی بیوی کو سونے کی ہدایت دے کر۔

میری آنکھوں سے نیند کوسوں دور جا چکی تھی اور میرے سامنے ماضی ایک بار پھر گھومنے لگا تھا۔ اپنی چھوٹی بہن کا خوب صورت ہنستا ہوا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا اور ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو پانی بن کر بہنے لگے تھے۔

''کیا وہ سچ میں لوٹ آئی ہے یا پھر یہ ایک برا خواب تھا۔''

مجھے سوچوں نے آگھیرا تھا۔ وہ تو قید میں تھی پھر وہ کیسے نکل سکتی ہے، ایک اور آواز میرے اندر سے ابھری تھی۔ نہیں وہ نہیں آسکتی یہ صرف ایک برا خواب تھا میں نے خود کو تسلی دے کر پرسکون کرنے کی کوشش کی تھی۔ میرا دل جو پہلے بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اب آہستہ آہستہ معمول پر آرہا تھا اور میں دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

☆.....☆

پچھلے ایک ہفتے میں تارا نے ہمارا جینا حرام کر دیا تھا۔ پہلے پہل تو مجھے لگا یہ صرف وہم ہے کسی بچے کی شرارت ہو گی لیکن مسلسل حادثوں نے میرا وہم دور کر دیا تھا اور مجھے یقین ہونے لگا تھا کہ ان سب حادثوں کے سرے کہیں نہ کہیں اس خواب سے ملتے ہیں۔

اس خواب کے پندرہ دن بعد کی بات ہے جب میں ایک شام گھر آیا تو میری بیوی کافی گھبرائی ہوئی تھی۔ وجہ پوچھی تو کہنے لگی۔ آج کمرے میں پردے کو خود بخود آگ لگ گئی۔ وہ تو شکر ہے میں نے فوری دیکھ لی ورنہ پتا نہیں آج کیا ہو جاتا۔''

میں نے اپنی بیوی کو تسلی دی کہ پریشان نہ ہو، کسی بچے کی شرارت ہو گی۔ لیکن وہ میری بات ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔ کہنے لگی۔

''میں نے پیار اور سختی سے پوچھا ہے دونوں سے لیکن وہ کہہ رہے ہیں ہم نے نہیں لگائی۔''

میں نے اپنی بیوی کو تسلی دی اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ اس رات کا خواب میں جلد ہی بھول گیا تھا۔ اس لیے میرا اس طرف کوئی دھیان نہیں گیا تھا۔

اور پھر تو یہ مسلسل ہونے لگا۔ کبھی میرے کپڑے جلے ہوئے ملتے تو کبھی پردے، تو کبھی بچوں کے یونیفارم جو رات کو استری کر کے بالکل ٹھیک رکھے جاتے لیکن صبح الماری کھولنے پر پتا چلتا کہ وہ راکھ بنے ہوئے ہیں نہ کہیں آگ کا نشان نہ دھواں ایسا معلوم ہوتا جیسے ان کو جلایا کہیں اور گیا ہو اور راکھ یہاں پر ڈال دی گئی ہے۔

اور آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔ پورے کے پورے بریف کیس کو آگ لگ گئی تھی اور چند منٹوں میں ہی جل کر خاک ہو گیا تھا اور حیرت کی بات یہ تھی باقی کسی چیز نے آگ نہیں پکڑی تھی حالانکہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔

میری بیوی ڈر کے مارے کمرے میں نہیں گئی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

تھی اور مجھے فون کر دیا تھا کہ اندر آگ لگ گئی ہے اور پھر میں اُسی وقت گھر آ گیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب اچانک کیا ہونے لگا ہے اور اب اس کا حل کیا کروں۔ میں نے بیوی کو تسلی دی تھی اور خود آ کر چھت پر بیٹھ گیا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ اب کیا کروں، کس کے پاس جاؤں۔ ابھی مجھے بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ میرے آس پاس لڑکی کی ہنسی کی آواز گونجنے لگی اور میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا لیکن مجھے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے دائیں بائیں دیکھ کر جیسے ہی سامنے دیکھا تھا وہ میرے سامنے جلوہ گر تھی۔ مجھے پہچاننے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوئی تھی۔ میں فوری پہچان گیا تھا حالانکہ میں اس کو بیس سال بعد دیکھ رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی اور پھر بولی تھی۔

''فیض مجھے بھول گئے تھے ناں، بڑے بے وفا نکلے تم تو۔ کبھی تو تم کہتے تھے کہ میں مر کے بھی تمہیں نہیں بھولوں گا۔'' تارا نے طنز کیا تھا مجھ پر لیکن میں خاموش حیران پریشان اس کو بس دیکھ رہا تھا۔ وہ میری حالت دیکھ کر ہنسی تھی اور پھر بولی۔

''کیسے لگے میرے تحفے تمہیں؟ لیکن افسوس تمہیں پھر بھی میری یاد نہ آئی۔''

''تم نے یہ اچھا نہیں کیا تارا۔'' میں غصے سے چلایا تھا۔ وہ ہنسی تھی۔ اسی کی ہنسی میں بہت کچھ تھا۔ طنز یہ مذاق اڑنا، غصہ، کرب، برداشت وہ ہنسی تھی اور پھر ہنستی ہی چلی گئی۔ وہ میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی اور پھر بولی۔

''فیض محبت اور جنگ میں تو سب جائز ہوتا ہے اور تمہارے ساتھ تو محبت بھی ہے اور جنگ بھی۔ میری تو خود سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں۔ تمہاری ہر خطا معاف کر دوں یا پھر سزا دوں۔'' وہ ایک دم سے سنجیدہ ہوئی تھی۔

''پھر سوچتی ہوئی اپنے پہلے پیار کو سزا کون دیتا ہے۔ چلو پھر تمہیں معاف کرتی ہوں لیکن تمہیں میرا ہونا پڑے گا صرف اور صرف میرا۔ کسی دوسرے کو اس میں حصہ دار نہیں بناؤں گی۔''

''یہ ممکن نہیں۔'' میں اٹل لہجے میں بولا تھا اس کی بات کا مطلب سمجھ کر۔

''اب یہ تو تم نہ کہو۔ ممکن نہیں۔ ممکن تو ہے۔ اب یہ تم پر ہے کہ تم آسانی سے میرے ہو جاؤ یا پھر میں تم کو اپنا بنا لوں۔ ویسے بھی محبت اور جنگ میں تو سب جائز ہوتا ہے۔'' وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولی تھی۔

''اور دوسری بات یہ کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت اب تمہیں میرا ہونے سے روک نہیں سکتی۔ اب میں تمہیں اپنا بنا کر ہی رہوں گی۔ اس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔ مطلب تم سمجھ رہے ہو نا۔ کچھ بھی نہ کا۔'' وہ مجھے سمجھانے والے انداز میں بولی تھی۔

بچپن میں جو دن میرے سب سے خوب صورت اور قابل فخر تھے اب وہی دن میری زندگی کے سب سے زیادہ بھیانک تھے۔ میں آج تک پچھتاتا ہوں کیونکہ میری بہن کی موت میری وجہ سے ہوئی تھی میں ذمہ دار تھا کوئی الزام تو نہیں دیتا تھا لیکن میرا ضمیر مجھے چین سے رہنے نہیں دیتا تھا۔

☆.....☆

''مجھے تم بہت پیارے لگتے ہو۔ میں صرف تمہارے لیے اپنی امی کے ساتھ آتی ہوں۔'' وہ بولی تھی اور اس کے ہونٹوں سے الفاظ کلیاں بن کر نکلے تھے۔

''مجھے بھی تم بہت پیاری لگتی ہو۔ میں صرف تم کو دیکھنے کے لیے روز اس وقت یہاں آتا ہوں۔'' میں نے شرماتے ہوئے کہا تو وہ ہنسنے لگی۔

''ٹھیک ہے تم کل پھر آنا میں کل پھر اکیلی آؤں گی۔ پھر ہم باتیں کریں گے۔ ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' اس نے گھڑا اٹھا کر سر پر رکھا تھا اور اپنے گھر کی طرف جانے والی پگڈنڈی کی طرف قدم بڑھانے ہی لگی تھی کہ میں نے آواز دی، وہ ہنس کر پلٹی اور سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھنے لگی۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''تارا!'' اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔

''اور میرا نام فیض ہے۔'' میں نے پیچھے سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہانک لگائی تھی۔

''مجھے پتا ہے۔'' اس نے میری طرف پلٹ کر دیکھتے ہوئے جواب دیا اور پھر مجھے حیران چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔ میں ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔ میں خود پر ایسے اترا رہا تھا جیسے کوئی بڑا قلعہ فتح کرلیا ہو۔ میری ہنسی بند ہی نہیں ہو رہی تھی۔ میں خوامخواہ ہی ہنسے جا رہا تھا تو اس کا مطلب وہ بھی مجھے روز دیکھتی تھی۔ میں ایک ادا سے بھاگ رہا تھا جیسے مور ناچ رہا ہے۔

☆.....☆

شام کے سائے ڈھل رہے تھے اور اب میں اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ ایسا پچھلے دو مہینے سے چل رہا تھا۔ میں گلی ڈنڈا کھیل کر روز اس قبرستان کی طرف آجاتا تھا اور پھر اس پری چہرہ کا انتظار کرنے لگتا اور پھر جب وہ آتی تو میں چھپ کر اس کو دیکھتا اور اس کے جانے کے بعد میں گھر جاتا۔

یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ میں ایک دن اپنے دست کو ڈھونڈتے ہوئے اس طرف کو آرہا تھا کہ ایک لڑکے نے بتایا کہ میں نے اس کو قبرستان کی طرف دیکھا تھا۔ تو میں اس طرف آگیا اور پھر میں جیسے ہی قبرستان کے قریب آیا تو وہ پری چہرہ مجھے نظر آگئی اور میں اس پل اپنا آپ اس پر ہار گیا اور پھر میں دیکھتا کا دیکھتا ہی رہ گیا۔ ہوش تب آیا جب وہ قبرستان سے نکل کر پگڈنڈی پر چلتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ ہوش آیا تو دیکھا چاروں طرف اندھیرا پھیل چکا تھا۔ میں نے پھر جلدی جلدی گھر کی طرف قدم بڑھانے شروع کر دیے تھے اور پھر یہ تو روز کا معمول بن گیا۔ میں روز ہی شام ہونے سے پہلے دوستوں سے نظریں بچا کر اس طرف نکل آتا تھا اور روز اس کو دیکھتا تھا۔ دراصل وہ اپنی امی کے ساتھ پانی بھرنے کے لیے روز شام کو قبرستان والے نلکے پر آتی تھی۔ وہ لوگ گاؤں سے پانچ دس منٹ کے فاصلے پر اپنے کھیتوں میں رہتے تھے۔ انہوں نے وہاں اپنی زمین پر ہی گھر بنایا تھا۔ ان کے ہاں زمین کا پانی کھڑا تھا اس لیے وہ قبرستان کے نلکے سے پانی بھرنے کے لیے آتے تھے۔

''میرا گھر گاؤں کے درمیان میں تھا اور قبرستان گاؤں کے آخری کونے پر تھا۔ قبرستان کی طرف بہت کم لوگ آتے تھے کیونکہ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہاں پر جن بھوتوں کا سایا ہے۔ مغرب کے بعد تو ناممکن سی بات تھی کہ کوئی اس طرف آئے۔ میں نے اس لڑکی کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا اور نہ کسی کو معلوم ہونے دیا تھا کہ میں اس طرف آتا ہوں۔

آج وہ اکیلی آئی تھی۔ اس کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ اس لیے میں بغیر ڈر اس کے قریب چلا گیا تھا وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی جس سے میرا حوصلہ بڑھ گیا تھا اور پھر جب وہ بولی تھی تو اس کے منہ سے پھول جھڑنے لگے تھے۔

☆.....☆

''تو پھر تم رات کو آؤ گی، کھیلنے کے لیے۔'' میں نے جاتی ہوئی تارا کو آواز دے کر پوچھا تھا۔

''کچھ کہہ نہیں سکتی اگر ابو نے اجازت دی تو ضرور آؤں گی۔'' وہ کہہ کر چلی گئی تھی۔

گرمیوں کی آمد آمد تھی اور اب ہم سب بچے رات کے وقت چھپن چھپائی کھیلنے لگے تھے۔ ہم عمر لڑکے اور لڑکیاں مغرب کے بعد اکٹھے ہو جاتے تھے اور پھر رات گئے کھیل کر گھروں کو واپس جاتے تھے۔ گزرے ایک ماہ میں اپنی عمر سے بھی زیادہ تیز چلا تھا۔ میری عمر زیادہ سے زیادہ دس بارہ سال تھی لیکن میں نے بڑی عمر والوں کو بھی مات دے دی تھی۔ ایک ماہ میں ہماری دوستی محبت میں بدل گئی تھی اور ہمارے جذبات ٹھاٹھیں مارنے لگے تھے۔ ہم نے بہت سارے وعدے کر لیے تھے، آنے والی زندگی کے بارے میں۔ میرے ہم عمر ابھی دو دونی چار پڑھ رہے تھے اور میں عشق محبت کی راہوں پر بہت دور نکل آیا تھا۔

میں نے کچھ دن پہلے اپنے دوستوں سے تارا کا تعارف کروایا تھا کہ وہ کہاں رہتی ہے۔ اس میں زیادہ کچھ نہیں بتایا اور نہ ہی کسی نے پوچھنے کی ضرورت محسوس کی تھی اور اب تارا ہمارے گروپ کا حصہ تھی۔ وہ کبھی کبھی رات کو تھوڑی دیر کے لیے کھیلنے کے لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

آتی تھی اور پھر جلد ہی واپس چلی جاتی تھی۔

اب وہ اکیلی پانی بھرنے کے لیے آتی تھی اور کافی جلدی آجاتی تھی اور پھر ہم وہاں پر ہی بیٹھ کر باتیں کرتے تھے اور پھر دوسری بات یہ تھی کہ اس طرف کوئی نہ آتا تھا اس لیے ہمارے ملنے کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔ ہم وہاں باتیں کرتے اور پھر وہ چلی جاتی۔ آج جب وہ جانے لگی تو میں نے اس کو رات میں نہ آنے کا کہا تو اس نے آنکھ بھر کر مجھے دیکھا تھا اور پھر چلی گئی تھی۔

☆.....☆

''فیض تمہاری امی بلا رہی ہیں۔ میں تمہارے گھر چھپنے کے لیے گیا تھا تو تمہاری امی کہہ رہی تھیں کہ فیض کو بھیجنا کام ہے کوئی۔''

''اچھا میں جاتا ہوں۔ رابعہ (چھوٹی بہن) نظر آئے تو اس کو کہنا میں گھر گیا ہوں۔ وہ شاید تارا کے ساتھ ہو۔''

''ٹھیک ہے میں کہہ دوں گا۔''

تارا اور رابعہ میں اچھی دوستی ہوگئی تھی۔ وہ دونوں اکٹھی چھپتیں اور باری آنے پر اکٹھی باری بھی دیتی تھیں۔

''جی امی آپ نے بلایا تھا۔ جلدی بتائیں کیا کام تھا۔ میں نے کھیلنے جانا ہے۔'' گھر میں داخل ہوتے ہی میں امی کے سر پر سوار ہوگیا تھا۔

''نہیں، میں نے تو نہیں بلایا۔ اچھا چل تو آگیا ہے تو اپنے دادا کا حقہ تازہ کر جا۔'' امی نے اپنا کام مجھے سونپ دیا تھا۔

میں دل پر جبر کر کے حقے کی طرف بڑھ گیا تھا اور ساتھ ہی شہباز کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کا سوچ رہا تھا جس نے جھوٹ بولا تھا اور مجھے پھنسا دیا تھا۔

☆.....☆

''رابعہ آپ کے گھر تو نہیں ہے۔''

''نہیں تو۔ وہ تارا کے ساتھ تھی اس سے پوچھا؟''

''نہیں وہ بھی نہیں ہے۔ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔''

یہ چھٹا گھر تھا جس سے میں نے پتا کیا تھا۔ گھر سے آتے آتے مجھے کافی دیر ہوگئی تھی۔ گھر والے ایک کام ختم کرتا تو دوسرا کہہ دیتے، اس طرح میرے کھیل کا سارا ٹائم گھر میں ہی نکل گیا تھا اور اب جب واپس آیا تھا تو سارے اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔

''اچھا شہباز سے پوچھ کر آتا ہوں، شاید اس کی بہن کے ساتھ ان کے گھر چلی گئی ہو۔'' میں نے سوچتے ہوئے شہباز کے گھر کا رخ کیا تھا۔ جہاں پر کھیل رہے تھے وہاں کے آس پاس کے گھروں سے پتا کیا تھا لیکن کسی کو معلوم نہیں تھا ایک دو نے کہا تھا کہ تارا کے ساتھ تھی۔ شاید اس کے ساتھ ان کے گھر چلی گئی ہو۔''

''نہیں اس کے ساتھ نہیں جا سکتی۔ وہ کافی دور رہتی ہے اور پھر اگر اس کے ساتھ جاتی تو کسی کو بتا کر تو جاتی۔'' میں نے ان کو جواب دیا تو وہ بھی میرے ہم خیال ہوگئے۔

''ہاں یہ بات تو ہے۔''

☆.....☆

بات گاؤں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی اور جس جس کو پتا چلی تھی وہ ڈر اور خوف سے سہما جا رہا تھا۔

فیض، شہباز کے گھر گیا تھا۔ رابعہ کا پتا کرنے کے لیے اور جو بات شہباز سے پتا چلی تھی اس پر فیض کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ شہباز نے بتایا کہ میں آج کھیلنے کے لیے گیا ہی نہیں۔ دوپہر کو درخت سے گر کر مجھے چوٹ لگ گئی تھی اور اس بات کی گواہی اس کے گھر والوں نے دی تھی اور پھر جب فیض تارا کے گھر پہنچا تو صحیح معنوں میں اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ یہاں پر کوئی اور مالی لوگ رہتے تھے۔ وہاں نہ تارا ملی تھی اور نہ ہی اس کی ماں تھی۔ اس نے اندر جا کر ایک ایک کمرا دیکھا تھا۔ اور پھر فیض گرتا پڑتا گھر پہنچا تھا اور گھر آ کر اس نے سب کچھ بتا دیا تھا اور پھر سارا کا سارا گاؤں اکٹھا ہوگیا اور پھر سب نے مل کر پورا گاؤں اور آس پاس کا علاقہ چھان مارا تھا لیکن رابعہ کا کہیں اتا پتا نہیں مل رہا تھا اور پھر کسی نے کہا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

قبرستان میں دیکھو۔"

اور پھر آٹھ دس لوگ قبرستان میں داخل ہوئے اور ڈھونڈنے لگے اور ایک کونے سے شور بلند ہوا۔ رابعہ مل گئی۔ جس جس نے رابعہ کو دیکھا تھا اس کا خون خشک ہو گیا تھا اور وہ لڑکا تو ڈر کے مارے بے ہوش ہو کر گر گیا تھا۔

رابعہ کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ ایک پرانی قبر پر بیٹھی ہوئی تھی اور دونوں ہاتھوں سے قبر کی مٹی جلدی جلدی سائیڈ پر کر رہی تھی۔ اس کے دو قدم کی دوری پر ایک قبر پوری طرح سے کھلی پڑی تھی۔ لوگوں کو دیکھ کر رابعہ خونخوار آوازیں نکالنے لگی تھی۔ کوئی بھی رابعہ کے قریب جانے کی ہمت نہیں کر رہا تھا اور پھر آخر کچھ بزرگوں نے ہمت کر کے رابعہ کو پکڑا تھا۔ رابعہ کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو گئی تھیں، جو چاند کی روشنی میں اور خونخوار نظر آ رہی تھیں۔

رابعہ کو بڑی مشکل سے چار پانچ بندے پکڑ کر گھر لائے تھے۔ وہ ایک دو کے تو قابو میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ رابعہ کو جیسے ہی گھر لے کر آئے تھے وہ خود کو آزاد کروا کر باہر بھاگنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ وہ کسی کے بھی قابو میں نہیں آ رہی تھی۔

اور پڑھ کوئی جا کر مولوی صاحب کو دم کرنے کے لیے بلا لایا تھا۔ جیسے ہی مولوی صاحب سامنے آئے تھے رابعہ اور بے قابو ہو گئی تھی اور آخر رابعہ نے مولوی صاحب کو زور کا دھکا دیا تھا اور مولوی صاحب کسی فٹ بال کی طرح کئی فٹ دور جا کر گرے تھے اور بے ہوش ہو گئے تھے۔ چار پانچ بندوں نے مل کر رابعہ کو رسیوں سے باندھ دیا تھا۔

"خادم حسین شاہ صاحب کا پتا کرو، یہ مولوی صاحب کے بس کی بات نہیں ہے۔" کسی نے ہجوم میں سے کہا تھا۔

☆.....☆

"شاہ صاحب میں اس سے سچی محبت کرتی ہوں۔ خدا کے لیے ایسا ظلم نہ کریں مجھے معاف کر دیں۔ میں مر جاؤں گی شاہ صاحب۔ میں مر جاؤں گی۔" تارا شاہ صاحب کے سامنے گڑگڑا رہی تھی لیکن شاہ صاحب پر اس کے رونے پیٹنے کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"تمہاری وجہ سے اس کی بہن کی جان چلی گئی اور تم کہتی ہو معاف کر دو اور پھر ایک لمحے کے لیے میں معاف کر بھی دوں تو..... جو تم بات کر رہی ہو وہ جائز ہی نہیں بلکہ انسانی فطرت کے ہی خلاف ہے اور ویسے بھی تم نے غلطی کی ہے اس کی سزا تو تم کو ہر حال میں ملے گی۔" شاہ صاحب کے دل میں ذرا بھی نرمی پیدا نہیں ہوئی۔ شاہ صاحب نے اٹل لہجے میں کہا تھا۔

"میری کوئی غلطی نہیں، میرے باپ نے مجھے اندھیرے میں رکھا۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ وہ اس تحفہ دے گا۔ وہ میری سہیلی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس کو مار کر اس پر قابض ہو جائے گا اور جو شہباز کی شکل میں فیض سے ملا تھا اس نے مجھے کہا تھا کہ آج شہباز نہیں آیا تو میں کھیل لوں میرا بہت دل کر رہا ہے۔ میں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ دوپہر کو اس نے ہی شہباز کو درخت سے گرایا تھا۔ میں ہر بات سے لاعلم تھی اور ویسے بھی آپ نے میری بات کی غلطی کی سزا میرے باپ کو دے تو دی ہے۔ اس کو فنا کر تو دیا ہے اب مجھے کس جرم کی سزا دے رہے ہیں۔" تارا نے روتے ہوئے کہا تھا۔

"تم نے جھوٹ بولا فیض کے ساتھ۔" شاہ صاحب نے بات بھی مکمل نہیں کی تھی کہ تارا بول پڑی۔

"میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ فیض نے خود ہی فرض کر لیا تھا کہ ہمارا وہ گھر ہے۔ اس نے کبھی مجھ سے پوچھا ہی نہیں اگر پوچھتا تو میں سب کچھ سچ سچ بتا دیتی، میں نے کوئی۔

"ابھی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ شاہ صاحب نے پھونک ماری تھی اور اگلے ہی لمحے تارا بوتل میں قید ہو گئی تھی۔

"میری محبت سچی ہے۔ میں ایک دن واپس ضرور آؤں گی۔" تارا نے بلند آواز میں کہا تھا لیکن آواز صرف شاہ صاحب کے کانوں تک نہ پہنچی تھی بوتل میں ہی دم توڑ گئی تھی۔ شاہ صاحب نے آتے ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سب کچھ بھانپ لیا تھا اور پھر آدھے گھنٹے کی پڑھائی کی تھی اور دونوں باپ بیٹی کو حاضر کر لیا تھا اور پھر سب کچھ اگل دیا تھا تارا کے باپ نے۔

تارا کے باپ نے اپنی طاقت بڑھانے کے لیے ایک چلا کاٹنا تھا جس کے لیے اس کو ایسی لڑکی کی تلاش تھی جس کی عمر دس سال سے کم ہو۔ وہ صفر کی چودہ پورے چاند کی رات دن سوموار کو رات کے پچھلے پہر پیدا ہوئی ہو۔ بہت تلاش کے بعد اس کو وہ لڑکی ملی تھی اور وہ تھی رابعہ۔ چلے کی شرط تھی کہ لڑکی پر زبردستی قابض نہیں ہونا۔ وہ خوشی کے ساتھ اس کے پاس آئے۔ تارا کے باپ نے سب کچھ پلاننگ کے تحت کیا تھا۔ فیض کو قبرستان کی طرف بھی خود لے کر گیا تھا جس نے فیض کو قبرستان کا کہا تھا وہ بھی تارا کے باپ کا چیلہ تھا۔ تارا اس سب سے لاعلم تھی۔ وہ واقعی کچھ نہیں جانتی تھی۔ وہ فیض سے سچی محبت کرنے لگی تھی۔ وہ اپنے باپ کی سازش کا شکار ہوئی تھی۔ تارا جیسے ہی رابعہ کو اپنے گھر لے کر گئی تھی اس کا باپ اسے مار کر اس کے جسم پر قابض ہو گیا اور اب اس کو پرانی دو قبریں کھود کر ان میں سے ریڑھ کی ہڈی نکالنی اور اس کے بعد ان کو جلا کر ان کی راکھ کو اپنے جسم پر مل کر قبر میں بند ہو جانا تھا۔ تب تک کے لیے جب تک رابعہ کا جسم گل سڑ کے مٹی نہ ہو جاتا لیکن وہ اس سے پہلے ہی اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔

☆.....☆

''ہاہاہا.....'' فضا میں قہقہے کی آواز گونجی تھی اور فیض اپنی جگہ پر بیٹھا ہی سمیٹ گیا تھا۔ پریشانی مایوسی دکھ و بے بسی فیض کے انگ انگ سے ٹپک رہی تھی۔ فیض چھت میں بیٹھا سوچوں میں گم تھا کہ کرے تو کیا کرے۔ سب کچھ اس کی سوچ اور پہنچ سے بالاتر تھا۔ وہ ہر جگہ کی خاک چھان آیا تھا لیکن اس کو کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ وہ سب سے پہلے خادم حسین شاہ کے پاس گیا تھا۔ جہاں جا کر اس کو معلوم ہوا تھا کہ شاہ صاحب پانچ سال پہلے وفات پا گئے ہیں اور ان کی جگہ بھی کوئی نہیں لے سکا۔ وہاں سے مایوسی کے بعض فیض نے ہر وہ در چھانا تھا جس کا اس کو کسی نے کہا تھا لیکن وہ ہر جگہ سے ناکام لوٹا تھا۔ وہ جس کے پاس جاتا تھا وہ پوری تسلی دیتے اور پھر اگلے دن ہی اس کو خبر ملتی کہ رات اس بلا کو کسی نے قتل کر دیا اور قاتل کا پتا تک نہیں چلا۔ اب تک وہ پانچ بابوں کے پاس گیا تھا وہ پانچوں قتل ہو گئے تھے۔ اب فیض ہر طرف سے مایوس ہو گیا تھا اور اب چھت پر بیٹھا سوچوں میں گم تھا جب فضا میں قہقہے کی آواز بلند ہوئی تھی۔

''تو آخر کار تم نے ہار مان ہی لی۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا فیض، اب اس دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جو تم کو میرا ہونے سے روک سکے۔ تم کو تو بس ہر صورت میں میرا ہونا ہے اور صرف میرا۔ اب تمہارے لیے یہ آخری وارننگ ہے۔ تین دن کے اندر اندر اپنی بیوی کو اپنی زندگی سے نکال باہر کرو ورنہ اس کے بعد جو کچھ ہو گا اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔'' تارا نے دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا۔ ''کیونکہ محبت اور جنگ میں تو سب جائز ہوتا ہے۔''

''جو تم چاہتی ہو وہ کبھی نہیں ہو گا۔ جو تم سے ہوتا ہے کہ کر لو۔'' فیض نے تارا کی دھمکی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''فیض میرے ساتھ ضد نہ لگاؤ تم بہت پچھتاؤ گے اور دوسرا یہ تو وقت بتائے گا کہ کیا کیا ہو سکتا ہے۔'' تارا نے وارننگ دیتے ہوئے کہا اور اگلے ہی لمحے وہ ہوا میں تحلیل ہو گئی اور فیض اپنا سر تھام کر بیٹھ گیا۔

☆.....☆

''محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔''

فیض کے چاروں طرف یہ الفاظ گونج رہے تھے اور وہ راکھ کے ڈھیر پر بیٹھا دہاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ لوگ چاروں طرف جمع تھے، اس کو دلاسا دے رہے تھے اس کو سنبھال رہے تھے لیکن وہ تھا کہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ کبھی اپنا سر دیوار پر مارتا تو کبھی زمین پر اس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنا غم ہلکا کرے تو کرے کیسے۔

دو گھنٹے پہلے وہ خوشی خوشی گھر کو لوٹا تھا۔ اس کو کسی نے بڑے ماہر عالم کا بتایا تھا جو ہر قسم کا جادو ٹونے کا ماہر تھا۔ بتانے والے نے فیض کو یقین دلایا تھا کہ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کا کام یقینی ہو جائے گا۔ وہ یہ خبر اپنی بیوی کو سنانے کے لیے بے تاب تھا، جس نے کہا تھا کہ میں تم کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ مریں گے تو ساتھ جیئں گے تو ساتھ میں۔'' وہ جیسے ہی اپنے محلے میں داخل ہوا تھا اس کو دور سے دھواں دکھائی دیا تھا اس کو لگا کہ کسی نے کوڑے کو آگ لگائی ہو گی ایسا اکثر ہوتا تھا پہلے بھی لیکن وہ جیسے ہی اپنی گلی میں داخل ہوا تھا اس کے مکان کے چاروں طرف لوگوں کا رش تھا۔ اس کا دل کسی انہونی کا اشارہ دینے لگا تھا اور پھر اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ تیزی سے اپنے مکان کی طرف بھاگا تھا اور پھر جیسے ہی لوگوں کو ہٹا کر وہ اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے سامنے بس راکھ ہی راکھ بکھری ہوئی تھی۔ گھر کی ہر چیز جل چکی تھی اور اس میں اس کی بیوی اور دونوں بچے بھی شامل تھے۔

کوئی کچھ کہہ رہا تھا تو کوئی کچھ لیکن فیض تھا کہ اپنے ہوش میں ہی نہیں تھا۔ وہ راکھ اڑا رہا تھا خود پر گرا رہا تھا اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا اور وہ گر کر بے ہوش ہو گیا تھا۔

☆.....☆

''بس ہو گئی تم سے محبت اب میں کیا کروں۔ مجھ پر اپنا بس نہیں رہا، میں نے کہا بھی تھا میرے ساتھ ضد نہ لگاؤ لیکن تم باز نہیں آئے۔ میں انا میں آ گئی اور مجھے بھی کچھ نظر نہیں آ رہا تھا سوائے تمہارے۔'' وہ پتا نہیں ہے میں پچھتا رہی تھی یا پھر فیض کا دل جیتنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی۔ آج تیسرا دن تھا فیض راکھ کے ڈھیر پر بیٹھا ہوا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اس کو اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی جگہ سے ذرا برابر بھی نہیں ہلا تھا۔ آج تارا واپس آئی تھی اور فیض کو راکھ کے ڈھیر پر بیٹھا دیکھ کر اس کا دل کٹ سا گیا تھا۔ تارا نے فوری فیض کو اٹھایا تھا اور چھت پر بنے واحد کمرے میں لے آئی تھی جو جلنے سے بچ گیا تھا۔ اب شام ہونے کو آئی تھی اور تارا فیض کا سر گود میں رکھ کر اپنا پچھتاوے اور محبت کے بول بول رہی تھی اور فیض بس سامنے دیوار کو ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہا تھا۔

☆.....☆

''ٹھیک ہے میں تمہارا ہو جاتا ہوں لیکن میری ایک شرط ہے۔'' فیض نے خشک لہجے میں کہا تھا۔ آخر فیض مان ہی گیا تھا تارا نے ٹھیک کہا تھا تم کو میرا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

''تم جو کہو گے میں ماننے کے لیے تیار ہوں۔ تم بس حکم کرو۔'' تارا نے خوشی سے قابو ہوتے ہوئے کہا۔

''اچھے سے سوچ لو پھر نہ کہنا۔'' فیض نے فقرہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا۔ ''تم کو ہمیشہ کے لیے انسانی جسم میں آنا ہو گا۔ میں تم کو محسوس کرنا چاہتا ہوں۔'' فیض نے اپنی بات مکمل کی تھی اور اب تارا کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ جس کی حالت ہی بدل چکی تھی۔

''بس اتنی سی محبت تھی۔ میں نے تو سنا تھا محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔'' فیض نے ٹھیک وقت پر چوٹ کی تھی۔ فیض کی بات پر تارا تڑپ اٹھی تھی۔

''ٹھیک ہے تم جو کہو گے میں ماننے کے لیے تیار ہوں۔'' تارا نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا تھا۔ ''لیکن تمہیں بھی ایک وعدہ کرنا ہو گا۔ وہ یہ کہ تمہیں بھی میرے ساتھ جینا ہو گا۔ میرے ساتھ مرنا ہو گا۔'' فیض، تارا کی بات سن کر ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا تھا اور پھر اگلے لمحے فیض نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تھا۔

''مجھے منظور ہے۔'' فیض کے انداز سے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس نے کوئی بہت بڑا فیصلہ کر لیا ہو۔

☆.....☆

''چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ سناٹا اس قدر تھا کہ اگر سوئی بھی گرے تو اس کی بھی آواز آئے اور ایسے میں جب کبھی دور کسی کتے کے بھونکنے کی آواز آتی تو وہ ماحول کو اور پراسرار اور خوف ناک بنا دیتی۔ رات کا درمیانی پہر چل رہا تھا اور فیض ایک بیلچہ ہاتھ میں لیے بے خوف و خطر قبرستان میں داخل ہوا تھا اور اب اس کا رخ ایک تازہ بنی قبر کی طرف تھا جس کا ابھی پانی بھی خشک نہیں ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف پھولوں کی پتیاں بکھری پڑی تھیں۔ قبر ابھی دو گھنٹے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پہلے ہی بنائی گئی تھی اور پھر اگلے لمحے فیض بیلچے کے ساتھ قبر کی مٹی ہٹانے لگا تھا۔ پانچ منٹ کے اندر فیض نے مکمل قبر کھول لی تھی اور اب بغیر کسی ڈر و خوف کے وہ قبر کے اندر اتر گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہی لاش قبر کے باہر تھی۔ فیض نے لاش کا کفن منہ کی طرف سے کھولا تھا اور پھر لاش کا چہرہ دیکھتے ہی فیض کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے تھے۔ فیض نے لاش کو ایک طرف رکھ کر اس کے کپڑے تبدیل کیے اور کفن قبر کے اندر ڈال دیا تھا اور پھر قبر کی مٹی برابر کی تھی۔ اس کو پھر سے پہلی والی حالت میں لے آیا تھا اور پانی کا چھڑکاؤ کر کے قبر پر پھول کی پتیاں ڈال دی تھیں جو وہ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ یہ سب کرتے ہوئے فیض کا دل ایک بار بھی نہیں گھبرایا تھا۔ فیض ابھی کام سے فارغ ہی ہوا تھا کہ چاروں طرف تیز ہوا چلنے لگی جو آہستہ آہستہ آندھی کی شکل اختیار کر گئی۔ آندھی میں اسے بہت خوف ناک آوازیں آنے لگی تھیں۔ فیض نے ایک درخت کے تنے کو پکڑ لیا تھا لیکن اس کے قدم پھر بھی زمین سے اکھڑ رہے تھے اور پھر اچانک آندھی رک گئی تھی اور لڑکی کی لاش کو ایک جھٹکا لگا تھا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور پھر اگلے لمحے وہ لڑکی اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی تھی اور فیض بھی۔ پھر لڑکی بھاگ کر فیض کی طرف آ گئی تھی اور آ کر فیض سے لپٹ گئی تھی۔

☆.....☆

''فیض تم مجھے اتنی جلدی بھول گئے اور تم نے اپنی نئی دنیا بسالی۔ فیض تم سے یہ امید نہیں تھی۔ تمہیں اپنے بیوی، بچے بھی یاد نہیں آئے۔'' فیض ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ پسینے سے سارے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔

''تو خواب تھا یہ۔'' فیض جیسے ہی پوری طرح ہوش میں آیا تھا فیض کو اس کا اندازہ ہو گیا تھا لیکن وہ الفاظ ابھی بھی چاروں طرف گونج رہے تھے۔ تم مجھے اتنی جلدی بھول گئے۔ فیض مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔

فیض نے بیڈ کی دوسری طرف دیکھا تھا جہاں تارا بے خبر سو رہی تھی۔

''نہیں میں تم کو بھولا نہیں۔'' فیض نے خاموش آنسو بہاتے ہوئے اپنی بیوی کو خیالوں میں پکارتے ہوئے آواز دی تھی۔

''نہیں میں تم کو نہیں بھولا۔ نہیں میں تم نہیں بھولا۔'' آنسوؤں سے فیض کا چہرہ تر ہو رہا تھا اور وہ بار بار ایک ہی بات دہرا رہا تھا میں تم کو نہیں بھولا۔ ایک عہد میں بندھا ہوا تھا لیکن اب اور نہیں۔ میں نے سب سوچ لیا ہے۔ فیض نے اٹل لہجے میں کہا تھا۔

☆.....☆

''یہ بدبو کیسی ہے؟'' تارا جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی اس نے فیض سے پوچھا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ سارا شہر گھوم کر واپس لوٹے تھے۔ فیض نے تارا کو ہر چیز دکھائی تھی اور محسوس کروائی تھی۔ تارا کی بات سن کر فیض خاموش رہا تھا اور تارا کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کے درمیان میں لے گیا تھا۔ فیض کا ایک ہاتھ تارا کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا پینٹ کی جیب میں تھا۔ فیض تارا کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا اور پھر تارا کو پکارا تھا۔

''تارا!'' تارا نے فیض کی آنکھوں میں دیکھا تھا صدقے واری جانے والے انداز میں۔

''تارا..... کیا محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔'' فیض کا لہجہ عجیب اور پراسرار تھا۔ فیض کے سوال پر تارا حیران ہوئی تھی اور الجھے ہوئے انداز میں فیض کی طرف دیکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ تارا کچھ جواب دیتی فیض کی جیب سے لائٹر نکلا تھا اور اگلے ہی لمحے اس میں سے شعلہ نکلا تھا اور فیض نے تارا کو اپنی طرف کھینچ کر گلے لگا لیا تھا۔ لیٹر سے نکلے شعلے نے گیس سے بھرے پورے کمرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور تارا کی ''ہاں'' گلے میں ہی دب کر رہ گئی تھی۔

''یہ تو ایک عہد تھا جو نبھانا تھا مجھے، ورنہ زندگی کس کو پیاری نہیں ہوتی۔'' فیض کے الفاظ فضا میں چاروں طرف گونج رہے تھے اور سب کچھ تیزی سے راکھ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

رات کے مسافر

ڈاکٹر خادم حسین کھیڑا

ان جنات کی کہانی، جنھوں نے ہر رات حضرت انسان کو ختم کرنے کی قسم کھائی تھی

رات کے گہرے سائے ہر طرف اپنی چادر پھیلائے ہوئے تھے۔ میں خراماں خراماں سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ خاموشی کا عالم تھا۔ خاموشی کے اس لمحے تابندہ کی چیخیں مجھے واضح سنائی دے رہی تھیں۔ ابھی ابھی تو میں بچوں کو کمرے میں سُلا کر نیچے استقبالیہ کی طرف لوٹ رہا تھا۔ تابندہ واش روم میں فریش ہونے چلی گئی تھی۔ اتنے میں، میں نیچے جا کر کمرے کا کرایہ طے کرنا چاہتا تھا۔ ابھی چند سیڑھیاں اُترا ہی تھا کہ تابندہ کی وحشت ناک چیخوں نے مجھے واپس پلٹنے پر مجبور کر دیا۔

میں پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہوں اور اپنے کلینک پہ صبح شام مریضوں کا علاج کرتا رہتا ہوں۔ میرے دو بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نواز رکھا ہے اور رحمت کا اُمید وار ہوں ۔۔۔ تابندہ! میری شریک سفر ہے اور آج سے پندرہ سال پہلے میری زندگی میں آئی ۔۔۔ ماں باپ کی رضا مندی سے ہم شریک سفر بن گئے اور اب زندگی بڑی خوشگوار گزر رہی تھی۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب گرمیاں زوروں پر تھیں ۔۔۔ سورج آگ برسا رہا تھا۔ ہم کئی دِنوں سے ٹھنڈے علاقے کی سیر کا پروگرام بنا رہے تھے۔

''کب سے کہہ رہی ہوں کہ سیر کو چلیں مگر آپ ہیں کہ ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں۔ ابھی بچوں کی چھٹیاں بھی ہوگئی ہیں اور موسم بھی قدرے اچھا ہے۔''

جیسے ہی میں گھر میں داخل ہوا تو بیگم صاحبہ کا پارا گرم پایا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا اُنھوں نے الٹی میٹم دے دیا ۔۔۔ وہ مسلسل چھ ماہ سے کہہ رہی تھی اور میں مصروفیات کے جال میں ایسا جکڑا ہوا تھا کہ کیا بتاؤں۔ کلینک پہ مریضوں کا رش ہی اتنا ہوتا تھا۔ مریضوں کو چیک کرتے کرتے شام ہو جاتی اور کلینک دو چار دن کے لئے بند بھی نہیں کر سکتا تھا ۔۔۔ اُدھر بیگم صاحبہ بلا ناغہ کہیں جانے کو کہہ رہی تھیں۔ آج تو اُن کا پارا آسمان کو چھو رہا تھا تو بالآخر غنیمت یہی جانی کہ ہفتہ کی شام

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کو چلے چلیں۔

میرے دونوں بیٹے سلطان اور علی شان تیار تھے اور اُن کی مما بھی تقریباً ریڈی تھیں۔ میں ابھی تک کلینک پر تھا، بار بار بیگم صاحبہ کی کالز آ رہی تھیں۔

بڑی مشکل سے مریضوں سے فارغ ہوا اور بھاگم بھاگ گھر کی طرف گاڑی دوڑا دی۔۔ بیگم صاحبہ کی آخری کال اُس وقت آئی جب میں گھر سے تین کلومیٹر کی دوری پر تھا۔

گھر پہنچا تو تابندہ کا پارا آسمان کو چھو رہا تھا۔ تیور بدلے ہوئے تھے، مجھے دیکھتے ہی فوراً بولی۔

''کبھی تو وقت پہ گھر آ جایا کرو۔۔۔۔ دیکھو تو کتنا لیٹ ہو گیا ہے، بچے کب کے تیار ہیں۔ اب تو سارے پلان کا ستیاناس ہو گیا ناں۔۔۔۔ اب کہاں جا پائیں گے۔؟''

ابھی کچھ نہیں ہوا، بہت وقت پڑا ہے۔ میں شارٹ کٹ راستہ جانتا ہوں، ہم مری جلدی پہنچ جائیں گے۔ بس تم سامان اُٹھاؤ۔ جلدی سے گاڑی میں سامان رکھو اور ہم نکلتے ہیں۔'' میں کہتے ہوئے ڈریس بدلنے چلا گیا۔۔۔ بچے اور تابندہ گاڑی میں سامان رکھنے لگے۔۔۔

جس راستے کا میں نے انتخاب کیا تھا۔ مشکل ضرور تھا مگر شارٹ کٹ تھا۔ ہم بہت جلد مری پہنچ جاتے۔۔۔۔ کئی بار دوستوں کے ساتھ اسی راستے سے آیا، گیا تھا۔

☆☆☆

جب ہم گھر سے نکلنے لگے تو شام کے سات بج رہے تھے۔ اندھیرا پھیلنے کو تھا۔ برقی بتیاں روشن ہو چکی تھیں۔ جس راستے سے میں جا رہا تھا ایک طرف گہری کھائیاں تھیں تو دوسری طرف آسمان کو چھوتے پہاڑ۔ گہرائی کی طرف دیکھتے تو خوف سا آتا اور پہاڑوں کی طرف نظر جاتی تو رب تعالیٰ کا ذکر کرنے لگتے۔

شام کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ہمارا استقبال کر رہی تھیں۔ قد آور پہاڑوں پہ چھوٹے چھوٹے سر سبز پودے بہت پیارے لگ رہے

تھے۔ خوبصورت مناظر دیکھنے کو مل رہے تھے۔ میں بچوں کو انجوائے کرا رہا تھا۔ جب خطرناک موڑ آتے تو بچے سہم سے جاتے۔۔

ہماری کل مسافت چھ گھنٹے کی تھی۔ میرا پلان یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تھا اگر زیادہ لیٹ ہو گئے تو راستے میں کسی ہوٹل میں رُک جائیں گے۔۔۔ رات کا بقیہ پہر وہاں گزار کر تازہ دَم ہو کر صبح سویرے مری پہنچ جائیں گے۔۔۔ اسی راستے پہ میں نے چند ایک ہوٹل دیکھ رکھے تھے۔ مگر وہاں رُکنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔۔۔

ہوٹل تک پہنچتے پہنچتے چار گھنٹے بیت گئے تھے۔ میں بھی ڈرائیو کرتے ہوئے تھک گیا تھا۔ مجھے نیند کی خماری ہو رہی تھی اور ایسی حالت میں ڈرائیو کرنا خطرناک ہو سکتا تھا۔۔۔ بچے بھی جمائیاں لینے لگے تھے۔۔۔ تابندہ جو چلتے وقت جوش و خروش میں تھی۔ اب اُس کی حالت بھی دیدنی تھی۔ آنکھیں پھٹی پھٹی تھیں اور جیسے سیٹ پہ کسی مجسمہ کو سلیقے سے رکھ دیا ہو۔۔۔ نہ کوئی حرکت و رکت۔۔۔ لب سلے تھے۔۔۔ سو میں نے ہوٹل کی تلاش میں گاڑی کی سپیڈ آہستہ کر دی۔۔۔ تاکہ پہلے آنے والے ہوٹل ہی میں رُک سکیں۔۔۔ تھوڑی سی مسافت کے بعد مجھے ایک ہوٹل نظر آیا تو میں نے گاڑی ہوٹل کی طرف موڑ دی۔۔۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ بچے سونے کے لئے بے تاب تھے۔ تابندہ بھی ڈھیلی پڑ چکی تھی۔ ہم جلد ہی کمرے تک پہنچنا چاہتے تھے۔۔۔ میں نے گاڑی پارک کی اور ہوٹل کے اندر داخل ہو کر استقبالیہ پر پہنچا۔ وہاں ستر سالہ بزرگ کرسی پہ بیٹھا اُونگھ رہا تھا۔ بزرگ کے علاوہ مجھے وہاں اور کوئی نظر نہ آیا۔۔۔ کہاں آ گئے ہیں ہم؟ میں نے دِل ہی دل میں کہا۔۔۔ ہر طرف خاموشی کے پہرے ہیں۔ ابھی اتنی رات بھی نہیں گزری۔۔۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہوٹل آبادی میں نہیں ہے۔۔۔ میں نے اندازہ لگایا۔۔۔ اردگرد کوئی شہر، یا آبادی نظر نہیں آئی تھی۔ ایسے ہوٹل مسافروں کے لئے بنائے جاتے ہیں۔۔۔ جو رات گزارنے کے لئے یہاں رُکتے ہیں۔

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ بزرگ جمائی لیتے ہوئے اُٹھ بیٹھا۔

''کیا کمرا چاہیے۔۔۔؟''

''جی بابا جی۔۔۔ لیکن۔۔۔''

''لیکن ویکن کچھ نہیں۔۔۔ اچھے کمرے صاف ستھرے ہیں۔'' اُس نے کہتے ہی بیل دی تو دوسرے لمحے دُبلا پتلا سا نوجوان وارد ہوا۔۔۔

''سلیمان۔۔۔ صاحب کو کمرے دکھاؤ۔۔۔ یہ لو چابیاں۔۔۔ بچے تھکے تھکے سے لگتے ہیں۔۔۔ جلدی کرو۔''

بزرگ نے نوجوان کو چابیاں پکڑاتے ہوئے کہا۔

''بہت شکریہ۔۔۔ بابا جی۔۔۔ لیکن کرایہ کتنا ہوگا۔۔۔؟''

''وہ بھی طے کر لیتے ہیں۔ پہلے بچوں کو کمرے تک تو چھوڑ آؤ۔۔۔ کمرے دیکھ لو۔۔۔ پسند آ جائیں تو کرایہ بھی طے ہو جائے گا۔۔۔ ابھی بچوں کو سُلا آؤ۔۔۔ جاؤ۔''

''جی اچھا۔''

بابا جی! بہت رحمدل اور بااخلاق لگتے تھے۔۔۔ نوجوان نے ہمارا سامان اُٹھایا اور آگے آگے چل پڑا۔۔۔ کمرے دوسری منزل پہ تھے۔ ہم سیڑھیاں چڑھنے لگے۔

یہ کیا؟۔۔۔ ہم سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے تھک سے گئے تھے مگر سیڑھیاں ختم ہی نہیں ہو رہی تھیں۔

''بھائی! دوسری منزل کیا آسمان پر ہے جو سیڑھیاں ختم ہی نہیں ہو رہی ہیں۔''

''بس دو چار اور۔'' سلیمان نے جواب دیا۔

خیر چند سیڑھیاں اور چڑھے تو راہداری آ گئی۔ کمروں کی لمبی قطار لگی تھی۔ میں نے سیڑھیاں ختم ہوتے ہی لمبے لمبے سانس لئے اور نوجوان نے ایک کمرے کا دروازہ کھول دیا۔۔۔

''یہ رہا آپ کا کمرہ۔''

بزرگ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ کمرا صاف ستھرا تھا۔۔۔ بچے صوفے پہ چڑھتے ہی لمبی تان کر سو گئے اور بیگم واش روم چلی گئی۔۔۔ میں نے تابندہ سے کہا کہ آپ ایزی ہو لو۔۔۔ میں کرایہ طے کر کے آتا ہوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''

نوجوان کو میں نے رُکنے کا کہا تھا اور وہ دروازے کے باہر میرے انتظار میں کھڑا تھا۔۔میں سامان رکھ کر، بیگم کو واپس آنے کا کہہ کر کرایہ طے کرنے بزرگ کی طرف چل پڑا۔

''چلیں بھائی۔''میں نے سلیمان کو کہا۔

شاید ابھی میں چند سیڑھیاں اُترا ہی ہوں گا کہ مجھے تابندہ کی چیخیں سنائی دیں۔۔۔نوجوان میرے پیچھے تھا۔۔۔میں نے پیچھے مڑکر دیکھا تو حیران رہ گیا۔نوجوان غائب تھا۔۔یہ کہاں گیا۔۔؟سلیمان۔۔۔سلیمان۔۔۔میں اُسے پکارنے لگا۔۔سیڑھیوں پہ اچانک اندھیرا چھا گیا۔۔شاید بجلی چلی گئی ہے۔۔۔میں واپس کمرے کی طرف سیڑھیاں چڑھنے لگا۔اندھیرے میں گرتے پڑتے بمشکل کمرے تک پہنچا تو اندر کا منظر بڑا بھیانک تھا۔۔واش روم کا دوازہ کھلا تھا۔۔میری بیوی کی شکل خوفناک ہو چکی تھی۔۔زندگی میں ،ایسی بدصورت عورت میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔۔

''تابندہ!''میں نے بیگم کو مخاطب کیا تو تابندہ نے کن اکھیوں سے میری طرف دیکھا تو میرے ہوش اُڑ گئے۔۔میرے حواس قابو نہیں رہے تھے۔۔یہ تابندہ تو نہیں ہے۔۔میری تابندہ تو حُسن کی شہزادی ہے۔۔اُس کے خوبصورت نین نقش پہ میں مرمٹا تھا اور بالآخر اُسے حاصل بھی کر لیا تھا۔۔میری تابندہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ نیک سیرت بھی ہے۔۔لیکن یہ تابندہ نہیں۔۔۔تو اور کون ہے۔۔۔؟لباس وہی جو تابندہ نے پہن رکھا تھا اور جسامت بھی تو وہی ہے۔۔۔لیکن یہ صورت۔

سامنے بیٹھی وہ بدصورت عورت نما چڑیل میری طرف دیکھ رہی تھی۔اُس کی آنکھیں سُرخ لال تھی جیسے ابھی خون کے فوارے پھوٹ پڑیں گے۔۔۔بال بکھرے ہوئے اور ہاتھ نوک دار خنجر کی طرح، لمبے لمبے کالے چٹے بالوں سے اٹے ہوئے۔۔۔میرے رگ وپے میں کپکپی طاری ہو گئی۔۔۔پہلے لمحے تو میں ڈر گیا۔۔۔لیکن۔۔لیکن۔۔۔

دوسرے لمحے ایک نادیدہ ہستی نے مجھے حوصلہ دیا۔

''گھبراؤ نہیں۔تم تو بہادر ہو۔مقابلہ کرو۔تمھارے پاس تو اِن بلاؤں کو قابو کرنے کے بہت وظیفے ہیں۔کیا تمھیں یاد نہیں۔؟''

تب مجھے یاد آیا کہ میں تو اکثر اپنی کلینک پر لوگوں کے روحانی اور جسمانی علاج کرتا ہوں۔۔۔دوا کے ساتھ ساتھ دُعا دیتا ہوں تو شفا یابی ہوتی ہے اور لوگ مجھے دُعائیں دیتے رخصت ہوتے ہیں۔۔غیر مرئی مخلوق سے تو میرا ٹاکرا ہوتا رہتا ہے۔

تابندہ کے روپ میں وہ چڑیل میری طرف بڑھی۔اِس سے پہلے کہ وہ مجھے نقصان پہنچاتی، میں نے پہلا وظیفہ پڑھ کر اپنے اردگرد حصار قائم کر لیا۔۔۔وہ چیختی چلاتی رہی۔۔۔اُس نے مجھے دبوچنے کے لئے ہاتھ ،میری گردن کی طرف بڑھائے لیکن اُس کے ہاتھ ہوا میں معلق رہ گئے۔۔۔وہ بڑی بے تاب لگ رہی تھی۔۔۔اُس کی بے قراری دیدنی تھی۔۔۔

میں اس کو واصل جہنم کرنا چاہتا تھا کہ مجھے بچوں اور تابندہ کا خیال آیا۔۔۔بچے کمرے میں موجود نہیں تھے۔۔۔اور کمرے کی کھڑکی کھلی تھی۔۔۔میرے بچے کہاں گئے۔۔۔؟تابندہ۔۔۔تاب۔۔۔ندہ۔۔۔میں نے تابندہ کو آواز دی۔۔۔میرے الفاظ میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔۔۔میں اپنے حواس کھو دیتا مگر میں نے اپنے رب کو پکارا۔۔۔

یا اللہ !مدد۔۔۔کہیں اِس خبیث نے میرے بچوں اور تابندہ کو۔۔۔۔۔آگے میں کچھ سوچ نہ پایا۔بچوں کا خیال آتے ہی کھلی کھڑکی کی طرف لپکا۔۔۔کہیں میرے بچوں کو یہاں سے باہر نہ پھینک دیا ہو۔۔۔کھڑکی سے روشنی کی لمبی لکیر دُور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تک جارہی تھی۔۔۔میں کھڑکی کے قریب پہنچا ہی تھا۔۔۔سامنے قبرستان نظر آیا۔۔۔بہت بڑا قبرستان۔۔۔کہیں کہیں گھنے درخت بھی تھے۔۔روشنی کی لکیر ہی میں، ایک درخت کی شاخوں پہ مجھے اپنے دونوں بچے اور تابندہ کی شکل نظر آئی۔۔جو شاخوں سے اُلٹے لٹکے ہوئے تھے۔۔۔میں بے چین ہوگیا۔۔۔میں جذبہ محبت میں چھلانگ لگا کر اپنے خاندان کے پاس جانا چاہتا تھا۔۔۔شاید میں کود ہی گیا ہوتا لیکن۔۔۔ابھی میں نے ارادہ ہی کیا تھا کہ اُسی نادیدہ ہستی کی آواز نے مجھے جھنجوڑا۔

کیا پاگل پن ہے؟ بچوں کو بچانے کی خاطر اپنی جان گنوانے پہ تُلے ہو۔۔۔یہ اُن کی چال ہے۔۔۔؟ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔''

''پھر کیا کروں؟ میری آنکھوں کے سامنے میری اولاد اور میری پیاری بیوی تابندہ لٹکی ہے اور آپ تو جانتے ہیں انسان کی کل کائنات اولاد ہی تو ہوتی ہے۔''

''آپ کے بیوی بچے کمرے میں ہی ہیں لیکن آپ کو نظر نہیں آرہے۔اس چڑیل نے اُن کا عکس وہاں دکھایا ہے۔وہ تجھے مارنے پہ تلی ہے۔۔۔پھر تم نے غور نہیں کیا۔۔۔وہاں قبروں پہ بھی ایک لڑکا بیٹھا ہے۔۔۔دیکھو تو۔''

میری نظریں قبرستان کی طرف اُٹھ گئیں۔۔واقعی جہاں میرے بیٹے اُلٹے لٹکے تھے۔اُن کے نیچے ایک کم سن بچہ قبر پہ بیٹھا مسکرا رہا تھا۔۔اُس کی آنکھیں وحشیانہ تھیں۔ہونٹ نیچے کو ڈھلکے ہوئے اور بازوں بہت لمبے تھے۔۔۔مجھے اُس بچے سے خوف آنے لگا۔۔۔وہ جہاں ہاتھ کرتا، دھواں سا اُٹھتا۔وحشی چہرے مسکراتے تھے۔۔۔اُن کی لمبی لمبی زبانیں تھیں۔ہر ایک کے منہ میں دو دو زبانیں۔۔۔یا اللہ! مدد۔۔

''اب میں کیا کروں بابا جی۔'' میں نے بچے کو دیکھتے ہوئے خیالوں میں نادیدہ ہستی سے بات کی۔

''تم اِس چڑیل کو اپنے قابو میں کرو اور اِس کو یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفع کرو۔ظالم کے بچے اِس عمارت کے نیچے دب کر مر گئے ہیں۔۔۔اور یہ بھی اپنی اولاد کے لئے تڑپ رہی ہے۔۔۔اگر یہ راہ راست پہ آجائے تو معاف کر دینا۔''

تب میں نے جنات کو قابو کرنے کا وظیفہ پڑھا اور وہ خبیث چڑیل میری قید میں آگئی۔۔۔وظیفہ پڑھتے ہوئے اُس نے بڑی تگ و دو کی تھی، حملہ کرنے۔مجھے نقصان پہنچانے کی۔لیکن ایک تو میں حصار میں تھا اور دوسرا طاقتور وظیفہ کیا تھا۔

''مجھے چھوڑ دو۔۔۔جو کہو گے وہی کروں گی۔''

''اچھا اتنی جلدی، مان گئی۔۔۔ابھی تو بڑے تیور دکھا رہی تھی۔۔۔میرے بیوی بچے کہاں ہیں، اُن کو میرے سامنے لاؤ۔۔۔اور یہ کیا ڈرامہ ہے کہ لباس میری بیوی کا اور جسامت بھی اُسی کی۔۔۔لیکن میری بیوی کہاں ہے۔۔۔؟ تم کسی اور روپ میں آؤ۔۔۔

بل جھپکتے ہی دھواں سا ہوا اور بدبو سی پھیلی۔وہ جو سامنے تھی دھوئیں میں تحلیل ہوگئی اور بلی کے روپ میں کھلی کھڑکی میں بیٹھی میاؤں میاؤں کرنے لگی۔۔۔۔۔

واش روم کے دروازے کی چرچراہٹ سنائی دی، دروازے ہلنے لگے اور میری بیوی نمودار ہوئی۔۔اُس کو اصلی روپ میں دیکھ کر میری جان میں جان آئی۔اُس کے حواس اُڑے ہوئے تھے۔۔چند لمحوں بعد ہوش آیا تو بھاگ کر میرے سینے سے لگ گئی۔اُس کا جسم تپ رہا تھا۔۔اور پسینے سے شرابور تھی۔حالانکہ موسم قدرے ٹھنڈا تھا اور وہ نہانے گئی تھی۔۔۔میں نے اُسے تسلی دی۔تب اُسے بچوں کا خیال آیا۔

''بچے کہاں ہیں۔۔۔۔وہ تو سو رہے تھے۔''

اُسے اِس کہانی کا کوئی پتا نہیں تھا۔ب میں نے کھڑکی میں بیٹھی بلی کی طرف اشارہ کیا جو میاؤں میاؤں کر رہی تھی۔۔۔تابندہ بلی کو دیکھنے لگی اور میں نے پوچھا۔

''میرے بچے کہاں ہیں۔؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

''آپ کے بچے کمرے میں ہی ہیں لیکن پہلے مجھے آزاد کرو۔'' بلی کو انسانی آواز میں بولتے دیکھ کر تابندہ کے حواس اُڑ گئے۔۔۔

''آزاد تو میں کر دوں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ ہمیں تنگ کرنے کا تمھارا مقصد کیا تھا۔۔۔۔؟''

میری بیوی نیم بے ہوشی میں مجھے تکے جا رہی تھی۔۔ میں نے اُسے اشاروں میں خاموش رہنے کا کہہ دیا تھا۔

''میں گیارہ سال سے اِس ہوٹل میں مقیم ہوں جو بھی یہاں آتا ہے زندہ سلامت واپس نہیں جاتا۔۔ اِسی طرح یہ ہوٹل ویران ہو گیا تھا مگر آج کئی سالوں بعد تم یہاں آئے ہو۔۔۔ استقبالیہ میں جو تمھیں بزرگ ملا ہے ناں۔ وہ بھی انسانی روپ میں جن ہی ہے۔۔۔ وہ میرے ابو ہیں اور سلیمان جو سامان رکھنے آیا تھا میرا شوہر ہے۔۔۔ ہم تینوں کا یہی کام ہے۔ انسانوں کا خون پینا اور اُن کو اذیت دے دے کر مار دینا۔۔۔ پہلے ہم اذیت دیتے ہیں ڈراتے ہیں۔۔۔ پھر خون پیتے ہیں اور مار دیتے ہیں۔''

''مگر کیوں۔۔۔۔؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ لمبی کہانی ہے۔''

''مجھے کچھ تو بتاؤ۔ میں نے اصرار کیا۔''

''تو سنو۔'' وہ بولنے لگی۔

''بہت عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اس ہوٹل کی جگہ میرا خاندان آباد تھا۔۔۔ یہاں بہت بڑی آبادی مقیم تھی لیکن قیامت خیز زلزلہ آیا اور سب ملیامیٹ ہو گیا۔۔۔ سب آبادی ختم ہو گئی اور سامنے جو قبرستان ہے، اِنہی لوگوں سے آباد ہے۔۔۔۔ اِسی جگہ بیری کا درخت بھی تھا جس پہ ہم آباد تھے۔۔۔ یہ بیری کا درخت بہت بڑا اور پرانا تھا۔ جس پہ ہمارے آباؤ اجداد ایک عرصہ سے آباد تھے۔۔۔

یہ جگہ کھنڈرات کی شکل اختیار کر چکی تھی لیکن بیری کا درخت سلامت رہا تھا۔۔۔ پھر کافی عرصہ بعد اِس ہوٹل کے مالک نے اِس جگہ ہوٹل بنایا۔۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن جب اُس کا کام چل نکلا تو اُس نے ہوٹل کو وسعت دی اور کمروں کی تعداد بڑھا دی۔۔ دوسری عمارت جو بنی تھی اُس میں بیری کا درخت آتا تھا۔۔۔۔ ظالموں نے بیری کا درخت کٹوا دیا۔۔ ہم نے بڑی مذمت کی۔ کئی مزدوروں کے ہاتھ پاؤں ٹوٹے، کئی مر بھی گئے۔ لیکن وہ بیری کا درخت اُکھاڑنے میں کامیاب ہو گئے۔۔۔ ہم ناکام ہو گئے۔۔۔

ہمارا خاندان بکھر گیا۔۔۔ جس کا ہمیں بہت دُکھ تھا۔۔۔ پھر ہم نے اِس ہوٹل مالک سمیت انسانوں سے بدلہ لینا شروع کر دیا۔۔۔ اب کی بار ہم نے ایک ایک کر کے انسان کو نشانہ بنایا۔۔ پہلے اُس عامل کو موت کے گھاٹ اتارا، جو پہلے سیدھے راستے پر تھا اِس لئے ہم پہ غالب آ گیا تھا لیکن جونہی اُس کے پاس دولت آنے لگی وہ خبیث بن گیا۔۔۔ بہت سی بُرائیاں اُس میں پیدا ہو گئی تھیں۔ یہی وقت تھا بدلہ لینے کا۔۔۔ اور ہم نے اُس کے لوتھڑے بکھیر دیے۔

اس حادثہ میں بابا اور میں بچ گئے تھے۔ باقی سارے مارے گئے تھے۔۔ میرے بابا نے میرا رشتہ دور پار کے رشتے داروں میں کر دیا۔۔۔ میرا شوہر (سلیمان) ہمارے پاس آ گیا۔۔۔ اُن کے رشتے دار، خاندان اور میرے تایا، چچا بھی قبرستان کے درختوں پر آ کر رہنے لگے۔۔۔ اِس قبرستان میں بیری کے درخت بہت زیادہ ہیں۔۔۔ اُس دن سے ہم نے ہوٹل کو اپنا نشانہ بنایا اور اپنے مرنے والوں کا بدلہ چن چن کر لیا۔۔ ہماری انتقام کی آگ ابھی تک ٹھنڈی نہیں ہوئی۔۔۔

تب سے آج تک ہم یہاں رہتے ہیں اور جو بھی یہاں آتا ہے اُسے مار دیتے ہیں۔۔۔ ہم انسانی روپ میں، آنے والوں کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اپنی دُشمنی کا بدلہ لیتے ہیں۔۔۔ یہ قبرستان روز بروز بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جن سے ہم انتقام لیتے ہیں ان کی بقایا جات، یہاں دفن کرواتے ہیں۔۔۔ ہوٹل مالک کا تمام خاندان بھی یہاں دفن ہے جن کو ہم نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ایک ایک کر کے مار دیا ہے۔۔۔بس یہی کہانی ہے۔۔۔۔تم واحد انسان ہو جس پہ ہمارا داؤ نہیں چلا اور تم نے مجھے غلام بنالیا۔۔۔بڑے نیک لگتے ہو۔۔۔کب تک نیکیاں کرو گے۔۔آخر تم بھی اُس عامل کی طرح بن جاؤ گے۔۔۔اور پھر۔۔۔

اب تو مجھے چھوڑ دو۔۔۔؟

''نہیں۔۔۔آپ کو یہ سلسلہ ختم کرنا ہوگا۔''

''نہیں۔۔ہم نے قسم کھائی ہے جب تک زندہ ہیں۔۔۔انسانوں سے بدلہ لیتے رہیں گے۔''

''تم زندہ رہو گے تو بدلہ لو گے۔۔میں تمہیں ختم کر دیتا ہوں۔''میں نے رُعب دار لہجے میں کہا۔''میں تمہیں اور تمہارے خاندان کو ختم کر دوں گا۔۔۔نہیں تو یہاں سے چُپ چاپ ہمیشہ کے لئے چلے جاؤ اور وعدہ کرو آئندہ کسی انسان کو تنگ نہیں کرو گے۔''

''یہ نہیں ہوسکتا۔۔۔نہیں ہوسکتا۔''

''اچھا۔۔۔تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔۔۔تمہارے ساتھ ساتھ سب کو ختم کرتا ہوں۔۔مجھے تو میرے راہبر نے منع کیا تھا مگر تم نہیں مانو گے۔۔تمہیں ختم کرنا ہی ہوگا۔''

یہ کہتے ہی میں وظیفہ شروع کرنے لگا۔۔۔وہ چیخنے لگی۔۔۔

''نہیں۔۔۔جس اللہ کو مانتے ہو۔اُسی کا واسطہ میرے خاندان کو کچھ نہ کہنا۔''اُس نے فوراً ہار مان لی۔۔

''تم بھی تو اُسی اللہ کی مخلوق ہو۔۔۔اُسی کو مانتے ہو۔۔پھر اُس کی مخلوق کو کیوں اذیت دیتے ہو۔۔۔کیوں مارتے ہو۔۔۔بند کردو یہ سلسلہ۔''

اُس نے میری بات مان لی۔۔۔اب میرے بچے میرے حوالے کرو۔۔۔میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔۔۔

اُس نے اگلی ٹانگ کو حرکت دی اور دھواں سا ہر طرف پھیل گیا۔۔۔بیڈ کے نیچے سے بلی کے دو بچے نمودار ہوئے اور بیڈ پہ چڑھے۔دوسرے لمحے مجھے دھوئیں میں کوئی چیز نظر آئی۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے دو انسانی ہیولے نظر آئے۔دھواں ختم ہوا تو میرے بچے بیڈ پہ پڑے سو رہے تھے۔۔۔تابندہ مدہوشی کے عالم میں مجھ سے جدا ہوئی اور بیڈ پہ جا کر بچوں کو دیوانہ وار چومنے لگی۔۔۔میں نے اپنے بچوں کو دیکھ کر رب کا شکر ادا کیا۔۔۔۔

یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔۔میں دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر یہ ادا کر رہا تھا۔۔۔اتنے میں کھڑکی سے آواز آئی۔

''اب مجھے تو آزاد کردو۔''

''پھر کسی انسان کو تنگ تو نہیں کرو گے۔؟''

''نہیں۔''

چڑیل نے وعدہ کیا۔۔۔میں نے وظیفہ پڑھنا شروع کیا اور وظیفہ پڑھتا گیا۔پھونک بلی پہ مارتا گیا۔وظیفہ مکمل ہوتے ہی ایک طوفان سا اُٹھا۔زور دار طوفان آیا۔تیز آندھی اور بارش۔ہر طرف جل تھل ہو گئی تھی۔۔۔کھڑکی سے بلی غائب ہو چکی تھی۔۔

طوفان تھما تو قریبی گاؤں سے موذن اذان فجر دے رہا تھا۔۔۔رات کا اندھیرا چھٹ گیا اور سحر ہونے لگی تھی۔۔میں کمرے کے دروازے کے ساتھ کھڑا تھا۔تابندہ اور بچے بیڈ پہ سو رہے تھے۔۔۔جنات جا چکے تھے۔۔۔میں خود کو ٹٹول رہا تھا۔۔۔میں نے وضو کیا اور نماز فجر ادا کی۔۔بچوں کو جگایا اور سفر پہ روانہ ہو گئے۔سورج اپنی کرنوں سے روح زمین پہ روشنی بکھیر رہا تھا اور ہم ہنستے ہنساتے مری پہنچ گئے تھے۔خوب سیر سپاٹے ہوئے اور شام تک ہم واپس گھر بھی لوٹ آئے۔

آج بھی میں جب کبھی اُس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگتا ہوں۔۔وہی تو ہے جس نے ہمیں ہر بلا سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔۔۔اور اشرف المخلوقات بنا کر بھی مخلوق سے افضل بنا دیا ہے۔۔۔یہ کسی نعمت سے کم ہے کہ انسان ہر مخلوق کو اپنے تابع کر سکتا ہے۔۔۔

☆☆.....☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تیرِ نیم کش

قارئین

اپنی سخن فہمی کو آزمایئے، قارئین کے بھیجے گئے وہ اشعار جو یاد رہ جاتے ہیں اور اکثر ذہن میں گونجتے رہتے ہیں۔

نوٹ: قارئین سے گزارش ہے کہ اشعار بھیجتے وقت معیار کا خاص خیال رکھا جائے۔ ورنہ شعر مسترد کر دیا جائے گا۔

انعام یافتہ شعر پر قاری کو 3 ماہ تک سچی کہانیاں بطور انعام بھیجا جائے گا۔

رضوانہ کوثر.....لاہور

چڑھ گئی اس پہ بیل نفرت کی
وہ جو اک تھا شجر محبت کا لوٹا تو مرے گاؤں میں وہ گھر ہی نہیں تھے

قاسم خان بلوچ.....ٹوبہ ٹیک سنگھ

تلاش یار میں نکلے اندھیری رات میں
بس اک چراغ تھا روشن ہمارے ہاتھوں میں
جو تم نے ہم سے کہا، ہم نہیں سمجھ پائے
نجانے بھید تھے کتنے تمہاری باتوں میں

رانا حبیب الرحمٰن.....ڈسٹرکٹ جیل ٹوبہ ٹیک سنگھ

دشمن نئی چال چل رہا ہے
دریاؤں کا رخ بدل رہا ہے
دیتا تھا جو دوسروں کا صدقہ
خیرات سے اب وہ پل رہا ہے

علی اصغر انصاری.....منچن آباد

اب تو وفا کے نام سے نفرت سی ہو گئی
الجھے ہیں دوست جب سے تری دوستی میں ہم

ابو ہریرہ بلوچ.....بورے والا

مرے چارہ گر کو خبر کرو کہ لہو لہو یہ جگر گیا
یہ تو ہو کہ اس کو ملے خبر جو مریضِ عشق تھا مر گیا

خواجہ حسین.....منچن آباد

خوشی سے غم سے ذرا جدا ہے
ہمارا کچھ اور مسئلہ ہے
یہاں سے آگے کہاں کو جائیں
یہاں سے آگے تو راستہ ہے

خضر حیات.....روڈہ تھل

جن کے درو دیوار سجانے کو گیا تھا
ملازم حسین شیرازی.....کوہاٹ

ایک تم کو نہ پا سکے ہم لوگ
اتنی مدت کہاں رہے ہم لوگ
کیسی ترتیب دے گیا کوئی
کتنے خاموش ہو گئے ہم لوگ

ناظم حسین شاہد.....منچن آباد

بند سیپیوں میں ہوں، منتظر ہوں بارش کا
میں تمہاری آنکھوں کے پانیوں میں زندہ ہوں

ابوذر بلوچ.....بہاول نگر

بے طرح تغیر کی جانے کون سی رُت ہے
تیز بارشوں میں ہیں گھونسلے پرندوں کے

اسامہ بلال اعوان.....لاہور

ہے پیار کا صحرا یہاں بادل نہیں آتے
بادل کبھی آجائیں تو بارش نہیں ہوتی
یادوں سے کہوں چھوڑ دو کلیاں مرے دل کی
مجھ سے یہ گناہ گار گزارش نہیں ہوتی

جواد انور.....اسلام آباد

عین بارشوں کے دن جب کوئی بچھڑتا ہے
اس کے بعد موسم پھر لازوال ہوتا ہے
اس کی بات رہنے دو، اس کو پیار ویسے بھی
جب کسی سے ہو جائے بے مثال ہوتا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

www.paksociety.com

شازیہ رضوی...... کراچی

لمحوں کی گرم ریت پہ بارش مری ہی تھی
ٹوٹے ہیں میرے ہاتھ کہ جنبش مری ہی تھی
ہونٹوں کی کپکپاہٹوں میں نام تھا مرا
سانسوں کے ارتعاش میں لرزش مری ہی تھی

افضال حسین بابر...... کراچی

زرد پیڑوں کو نہ راس آئی بہاروں کی دعا
ابر آئے بھی تو سیلاب کی صورت آئے

اشفاق شاہین...... اوکاڑہ

ہو گیا اپنی ذات میں گم
روشنی جیسے رات میں گم
تیرے درد کا کچا گھر
آنکھوں کی برسات میں گم

اشعر عتیق...... کراچی

چھتوں سے بارشوں کی ٹھن گئی ہے
گھروں میں لوگ پھر بھی سو رہے ہیں

لاریب احمد...... کراچی

تنی رہتی ہے جھالر آنسوؤں کی
کیسی بارشوں میں آ گئے ہیں
کسی سے پوچھ کر رستہ ہمارا
سنا ہے لوگ منزل پا گئے ہیں

زین ظہور...... کراچی

سیم اور تھور ہو گیا ہوں میں
کوئی بادل برس نہیں سکتا

یاسمین عمران...... وزیر آباد

امر واقعہ ہے یہ، چاہتوں کے پیڑوں پر
بارشوں کے موسم میں آشیانے لگتے ہیں

شعبان کھوسہ...... کوئٹہ

سیلاب کے جاتے ہی چلے آئے ہو تم بھی
جب اپنی تباہی پہ میں رویا تو کہاں تھے

غیاث الدین...... پشاور

ہم سنا نہیں سکتے تم سمجھ نہیں سکتے
بے دیار لوگوں کے دکھ عجیب ہوتے ہیں

امیر حمزہ مری بلوچ...... حیدرآباد

میں یاد کر ہی ترے ساتھ ہوں تو کاش مجھے
ہزاروں سال تجھے جیتنے میں لگ جائیں

شفیع محمد مری بلوچ...... لاڑکانہ

عشق میں اذیت کی کوئی انتہا بھی ہے
در نہیں رہا تیرا پھر بھی دل سوالی ہے
تجھ سے ربط قائم ہے، خود کو یاد رکھا ہے
رسم کو نبھایا ہے۔ ریت بھی تو ڈالی ہے

مہوش یوسف...... ڈسکہ

کچھ کھو دینے کا اک دھڑکا کچھ نہیں کرنے دیتا
دل سے لپٹے رہتے ہیں اندیشے گزری عمروں کے

آمنہ خان...... فیصل آباد

تمہارا ذکر اگر دن میں بھول جاؤں تو
قضا سمجھ کے میں راتوں کو جاگ لیتا ہوں

شائلہ اختر...... لاہور

موسموں کے تو بدلنے کا پتا بھی نہ چلے
جانے کس وقت گزر جاتی ہیں عمریں خاموش

ملک صفدر عباس اعوان...... جہانیاں

میں تو ساحل تھا جو چلتا بھی تو کیسے چلتا
وہ بھی موجودہ کی طرح آیا تو پل بھر ٹھہرا
چاند پگلا تھا جو چلا آیا میری جانب
میں تو بادل تھا جو ہمیشہ سے ہی بے گھر ٹھہرا

کوپن برائے

تیر نیم کش

ستمبر 2016ء

میرا یہ پسندیدہ شعر "سچی کہانیاں" کی نذر ہے

نام:

پتا:

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM